

شائقین علم حدیث کے لیے بیش بہا تحفہ
اصول حدیث پر بصیرت افروز کتاب

تسہیل سبیل علوم حدیث شرح اردو تبسیر مصطلح الحدیث

وفاق المدارس العربیہ کے نصاب کے عین مطابق

عبارت پر اعراب آسان ترجمہ لغوی و اصطلاحی تحقیق مکمل تشریح مفید اضافہ

مترجم و شارح

مفتی فیضانِ الرحمن کمال

مدرسہ شفا کے راشدین
(شاخ) جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ناؤن راولپنڈی

تصنیف

شیخ ڈاکٹر محمد اطمین

اسلامی یونیورسٹی، مدینہ منورہ
مدرسہ شفا کے راشدین شاخ

المیہ و قریش پبلشرز

علامہ بنوری ناؤن کراچی

ثائقین علم حدیث کے لیے بیش بہا تحفہ
اصول حدیث پر بصیرت افروز کتاب

تہذیب علم حدیث شرح الہدی تہذیب صراط السیر

وفاق المدارس العربیہ کے نصاب کے عین مطابق

خصوصیات

• عبارت پر اعرا ب • آسان ترجمہ • لغوی و اصطلاحی تحقیق • مکمل تشریح • مفید اضافہ

مترجم و شارح مفتی فیضان الرحمن کمال صاحب مدرسہ خلفائے راشدین (شاخ) جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی	تصنیف شیخ ڈاکٹر محمود الطحان اسلامی یونیورسٹی، مدینہ منورہ مدرسہ خلفائے راشدین شاخ
---	---

المسروۃ پبلشرز
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

2070-21
م 56 کسب
1409
کر

نام کتاب: _____ تہذیبِ علوم و حدیث

تالیف: _____ شیخ ذاکر محمود الطحان

اشاعت: _____ اول

تاریخ طبع: _____ ستمبر ۱۴۰۹ھ

تعداد: _____ 1100

مطبع: _____ المہرۃ پبلشرز

اشاکٹ

ادارۃ الرشید

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

021-34928643-0321-2045610

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	سخن ہائے اولین	۷
۲	مقدمہ	۱۰
۳	علم المصطلح کے آغاز اور اس کے مختلف مراحل کی مختصر تاریخ	۱۹
۴	علم المصطلح پر مشہور تصانیف	۲۲
۵	ابتدائی تعریفات	۲۷
۷	باب اول: خبر	۳۳
۸	فصل اول: خبر کی ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے تقسیم	۳۳
۹	بحث اول: خبر متواتر	۳۴
۱۰	بحث دوم: خبر آحاد	۴۰
۱۱	خبر مشہور	۴۱
۱۲	خبر عزیز	۴۷
۱۳	خبر غریب	۴۹
۱۴	خبر آحاد کی باعتبار قوت و ضعف تقسیم	۵۶
۱۵	فصل دوم: خبر مقبول	۵۷
۱۶	صحیح (متفرق طوایل میاں حدیث)	۵۸
۱۷	حسن	۸۲
۱۸	صحیح لغیرہ	۹۴
۱۹	حسن لغیرہ	۹۶

۹۸	قرائن پر مشتمل مقبول خبر آحاد	۲۰
۱۰۱	بحث دوم: خبر مقبول کی معمول بہ و غیر معمول بہ میں تقسیم	۲۱
۱۰۲	محکم اور مختلف الحدیث	۲۲
۱۰۹	ناسخ و منسوخ حدیثیں	۲۳
۱۱۴	فصل سوم: خبر مردود..... خبر مردود کے رد کرنے کے اسباب	۲۴
۱۱۵	بحث اول: ضعیف	۲۵
۱۲۲	بحث دوم: سند میں سقوط کی وجہ سے مردود	۲۶
۱۲۵	معلق	۲۷
۱۲۸	مرسل	۲۸
۱۳۶	معضل	۲۹
۱۴۰	منقطع	۳۰
۱۴۳	مدلس	۳۱
۱۵۷	مرسل خفی	۳۲
۱۵۹	معنعن اور مؤنن	۳۳
۱۶۳	بحث سوم: راوی پر جرح کی وجہ سے مردود	۳۴
۱۶۴	موضوع	۳۵
۱۷۵	متروک	۳۶
۱۷۷	منکر	۳۷
۱۸۱	معروف	۳۸
۱۸۲	معلل	۳۹
۱۸۹	ثقہ راویوں کی مخالفت	۴۰
۱۹۰	مدرج	۴۱
۱۹۷	مقلوب	۴۲

۲۰۳	مزید فی متصل الا سانیہ	۴۳
۲۰۸	مضطرب	۴۴
۲۱۳	مصنّف	۴۵
۲۱۹	شاذ اور محفوظ	۴۶
۲۲۳	راوی کا مجہول ہونا	۴۷
۲۳۰	بدعت	۴۸
۲۳۲	یادداشت کی کمزوری	۴۹
۲۳۲	فصل چہارم: مقبول و مردود کے درمیان مشترک خبر	۵۰
۲۳۲	بحث اول: خبر کی باعتبار اپنے منسوب الیہ کے تقسیم	۵۱
۲۳۵	حدیث قدسی	۵۲
۲۳۸	مرفوع	۵۳
۲۴۰	موقوف	۵۴
۲۴۷	مقطوع	۵۵
۲۵۱	بحث دوم: مقبول و مردود کے درمیان مشترک دیگر تہمیں	۵۶
۲۵۱	مسند	۵۷
۲۵۲	متصل	۵۸
۲۵۳	ثقہ راویوں کے اضافے	۵۹
۲۶۱	اعتبار، متابع اور شاہد	۶۰
۲۶۷	باب دوم: جس کی روایت مقبول ہو اس کی صفت اور جرح و تعدیل	۶۱
۲۶۸	بحث اول: راوی اور اس کی قبولیت کی شرطیں	۶۲
۲۸۱	بحث دوم: کتب جرح و تعدیل کا عمومی جائزہ	۶۳
۲۸۵	بحث سوم: جرح و تعدیل کے مراتب	۶۴
۲۹۰	باب سوم: روایت، اس کے آداب، اور ضبط کی کیفیت	۶۵
۲۹۰	فصل اول: ضبط روایت کی کیفیت اور تحمل کے طرق	۶۶

۲۹۰	بحثِ اوّل: حدیث سننے، نقل اور ضبط کا طریق	۶۷
۲۹۵	بحثِ دوم: نقل کے طریقے اور ادائیگی کے صیغے	۶۸
۲۹۶	سماع من لفظ الشیخ	۶۹
۲۹۷	قرأت علی الشیخ	۷۰
۳۰۱	اجازة (روایت کی اجازت دینا)	۷۱
۳۰۲	مناولہ (کتاب دے دینا)	۷۲
۳۰۵	کتابت (خط لکھنا)	۷۳
۳۰۸	اعلام (بتلانا)	۷۴
۳۰۹	وصیت (روایت کی وصیت کرنا)	۷۵
۳۱۰	وجادة (مرویات پانا)	۷۶
۳۱۱	بحثِ سوم: کتابت حدیث، اس کی حفاظت اور اس میں تصنیف	۷۷
۳۱۸	طلب حدیث کے لیے سفر	۷۸
۳۲۰	حدیث کے موضوع پر کتاب لکھنے کی مختلف اقسام	۷۹
۳۲۷	بحثِ چہارم: روایت حدیث کا طریقہ	۸۰
۳۲۹	حدیث کی روایت بالمعنی	۸۱
۳۳۲	غریب الحدیث	۸۲
۳۳۶	فصل دوم: روایت کے آداب..... بحثِ اوّل: محدث کے آداب	۸۳
۳۴۲	بحثِ دوم: طالب حدیث کے آداب	۸۴
۳۴۷	باب چہارم: اسناد اور اس کے متعلقہ امور	۸۵
۳۴۸	فصلِ اوّل: اسناد کی باریک خوبیاں..... عالی و نازل اسناد	۸۶
۳۵۷	مسلسل (مسلسل کی اقسام)	۸۷
۳۶۳	اکابر کی اپنے اصاغر سے روایت	۸۸
۳۶۶	آباء کی اپنے بیٹوں سے روایت	۸۹
۳۶۸	بیٹوں کی اپنے آباء سے روایت	۹۰

۳۷۰	مدنچ اور روایت الأقران	۹۱
۳۷۲	سابق ولاحق	۹۲
۳۷۵	فصل دوم: رواۃ کی پہچان	۹۳
۳۷۶	صحابہ کی پہچان	۹۴
۳۸۴	تابعین کی پہچان	۹۵
۳۸۸	بھائیوں اور بہنوں کی پہچان	۹۶
۳۹۰	متفق و مفرق کی پہچان	۹۷
۳۹۳	مؤلف و مختلف کی پہچان	۹۸
۳۹۵	متشابہ کی پہچان	۹۹
۳۹۷	مہمل کی پہچان	۱۰۰
۳۹۹	مبہمات کی پہچان	۱۰۱
۴۰۲	وحدان کی پہچان	۱۰۲
۴۰۴	مختلف ناموں اور صفات کے ساتھ مذکور لوگوں کی پہچان	۱۰۳
۴۰۶	مفرد ناموں، کنیتوں اور القابات کی پہچان	۱۰۴
۴۰۷	جو لوگ اپنی کنیتوں کے ساتھ مشہور ہیں ان کی پہچان	۱۰۵
۴۱۱	القابات کی پہچان	۱۰۶
۴۱۴	غیر آباء کی طرف منسوب لوگوں کی پہچان	۱۰۷
۴۱۵	جو نسبتیں خلاف ظاہر پر محمول ہیں ان کی پہچان	۱۰۸
۴۱۶	رواۃ کی توارخ کی پہچان	۱۰۹
۴۲۰	جو ثقہ راوی دماغی فتور میں مبتلا ہوئے ان کی پہچان	۱۱۰
۴۲۲	علماء اور رواۃ کے طبقات کی پہچان	۱۱۱
۴۲۵	رواۃ اور علماء میں سے موالی کی پہچان	۱۱۲
۴۲۶	ثقہ اور ضعیف راویوں کی پہچان	۱۱۳
۴۲۸	رواۃ کے وطنوں اور شہروں کی پہچان	۱۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سخن ہائے اولیں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم..... و بعد !

حدیث پاک اللہ تعالیٰ کی بہت عظیم نعمت ہے اور اس کی کسی بھی درجے میں خدمت بھی رب العزت کا کرم و احسان ہے۔ اصول حدیث یا مصطلح الحدیث کا علم و فن محدثین کرام کا لازوال و بے مثال کارنامہ ہے جو صدیوں سے موجود ہے اور مرور زمانہ کے ساتھ اس کی تازگی اور رونق بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے، یہ وہ فن ہے جس کی نظیر آج کی جدید دنیا بھی پیش کرنے سے قاصر ہے، حدیث پاک کی تدوین کے ساتھ اصول حدیث کو بھی مرتب کیا گیا اور ہر زمانے میں اس کی تدریس کو لازمی سمجھا گیا۔

دیگر فنون کی طرح اس موضوع پر بھی جتنی کتابیں تصنیف ہوئیں وہ اپنے اپنے دور کے لحاظ سے نہایت اہم اور قابل وقعت ہیں، اور مرور زمانہ کے ساتھ اس میں بھی تسہیل و تیسیر کا عمل جاری رہا، زیر نظر کتاب ”تیسیر مصطلح الحدیث“ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

مصنف ڈاکٹر محمود الطحان صاحب شام کے مشہور و معروف علوم شریعت کے ماہر اور اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ کے بڑے پروفیسروں میں سے ہیں، طویل عرصہ کلیۃ الشریعہ میں اصول حدیث پڑھاتے رہے اور طلبہ کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے انہوں نے اصول حدیث کے موضوع پر ایک جدید طریقہ اپناتے ہوئے عربی زبان میں مذکورہ آسان اور معیاری کتاب تصنیف فرمائی۔

کتاب کا اسلوب اور زبان اتنی آسان ہے کہ اگر طلبہ اسی میں محنت کر لیتے تو یقیناً انہیں بہت فائدہ ہوتا لیکن چونکہ اب وہ ہمت اور ولولہ علم کے سلسلے میں باقی نہیں رہا جس کی بناء پر بعض اوقات خود معلمین تسہیل و تشریح کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں، چنانچہ مجھ سے بھی بعض ناشرین دوستوں

نے مذکورہ کتاب کی شرح لکھنے کی فرمائش کی اور پھر روز بروز ان کا اصرار بڑھتا ہی چلا گیا جس کی بنا پر تو کلا علی اللہ کام کو شروع کر دیا اور بجلت تمام چند دنوں میں موصوف کے تقاضے پر اسے مکمل بھی کر لیا و اللہ الحمد۔ اس سلسلے میں ہمارا زیادہ تر اعتماد مشہور ماہرین علوم حدیث حافظ ابن صلاحؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، حافظ سیوطیؒ، ملا علی قاریؒ کی کتب (خصوصاً مقدمہ ابن صلاحؒ، نزہۃ النظر، الہدی الساری، شرح شرح نخبۃ الفکر)، شروط الحازمی اور المحدث الفاصل للحاکم الشہیدؒ وغیرہ کتب پر رہا اور انہی کی روشنی میں تشریح و توضیح کی گئی۔

بحیثیت شرح کے پہلے عربی عبارت بمعہ اعراب درج کی گئی اور اعراب بالعموم قاعدہ کے مطابق ہے البتہ کہیں کہیں اُعلام وغیرہ میں حکائی اعراب بھی اپنانا پڑا۔ پھر اس کا اردو ترجمہ کیا گیا جس کے بعد تشریح قلم بند کی گئی۔ تشریح کے اندر فن کی باریکیوں کا خیال رکھا گیا اور موضوع سے متعلق مفید باتوں کا اضافہ بھی ہوا تا کہ قارئین پوری بصیرت کے ساتھ فن کا مطالعہ کر سکیں، فہرست میں اردو عنوانات قائم ہیں مگر کتاب میں مصنف کے قائم کردہ عربی کے آسان اور عام عنوانات پر ہی اکتفاء کیا گیا۔ چونکہ کتاب درس نظامی میں داخل نصاب ہے اور سبقاً سبقاً پڑھائی جاتی ہے اس لیے ترجمہ کے اندر محاورے کے ساتھ لفظی مطابقت کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ امید ہے کہ ہماری یہ ادنیٰ کاوش اپنے قارئین سے دادِ تحسین وصول کرے گی اور ان کی مطلوبہ ضرورت کے لیے بھی کافی ہوگی، مگر پھر بھی انسان خطا کا پتلا ہے، اگر کہیں کوئی علمی خطا یا کمپوزنگ کی غلطی نظر آئے تو اطلاع فرما کر ممنون فرمائیے تاکہ آئندہ ایڈیشنوں میں اصلاح کی جاسکے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ہر عمل میں اخلاص عطا فرمائیں، ہماری لغزشوں سے درگزر فرما کر قیامت کے روز ہم سب کو سرخرو فرمائیں اور پیارے رسول ﷺ کے قرب میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین

بندہ فیضان الرحمن کمال عفا اللہ عنہ

۵ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ

مُقَدِّمَةٌ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي مَنَّ عَلَيَّ الْمُسْلِمِينَ بِإِنزَالِ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ، وَتَكْفُلَ بِحِفْظِهِ فِي الصُّدُورِ وَالسُّطُورِ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ، وَجَعَلَ مِنْ تَيْمَّةِ حِفْظِهِ حِفْظَ سُنَّةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ، وَالصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ الَّذِي أَوْكَلَ اللَّهُ إِلَيْهِ تَبْيَانَ مَا أَرَادَهُ مِنَ التَّنْزِيلِ الْحَكِيمِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [سورة النحل: ٤٤]، فَقَامَ ﷺ مُبَيِّنًا لَهُ بِأَقْوَالِهِ وَأَفْعَالِهِ وَتَقْرِيرَاتِهِ بِأَسْلُوبٍ وَاضِحٍ مُبِينٍ.

ترجمہ : شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو نہایت رحم کرنے والا ہے حد مہربان ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہیں جس نے قرآن کریم نازل کر کے مسلمانوں پر احسان فرمایا، روز جزا تک سینوں اور صفحات میں اس کی حفاظت کی ذمہ داری قبول فرمائی اور سید المرسلین ﷺ کی سنت کی حفاظت کو اس (قرآن کریم) کی حفاظت کی تکمیل میں سے قرار دیا۔ درود و سلام نازل ہو ہمارے سردار اور نبی حضرت محمد ﷺ پر کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد گرامی (ترجمہ: اور ہم نے آپ کی طرف نصیحت اتاری تاکہ آپ لوگوں کے فائدہ کی خاطر اس نصیحت کو جو ان کی طرف اتاری گئی ہے، کھول کھول کر بیان کریں اور تاکہ وہ غور و فکر کریں) کے ذریعہ سے جس قدر چاہا، کتاب حکیم (قرآن کریم) کی وضاحت (کی ذمہ داری) سوچی، چنانچہ آپ ﷺ اپنے ارشادات، افعال اور تقریرات کے ذریعہ روشن اور واضح انداز میں اس کو بیان کرتے رہے۔

شرح :- احادیث مبارکہ میں تصریح ہے کہ ہر اہم اور مہتم بالشان کو اللہ کے نام سے شروع کرنا چاہیے اور آغاز میں ہی اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول پاک ﷺ پر درود و سلام پڑھنا چاہیے ورنہ برکت اٹھالی جاتی ہے؛ اسی لیے مصنفین کرام عموماً اپنی اپنی کتابوں میں افتتاحی خطبہ کے اندر اس کا اہتمام کرتے ہیں۔

وَالرَّضَىٰ عَنِ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ تَلَقَّوْا السُّنَّةَ النَّبَوِيَّةَ عَنِ النَّبِيِّ الْكَرِيمِ ﷺ
فَوَعَوْهَا، وَنَقَلُوهَا لِلْمُسْلِمِينَ كَمَا سَمِعُوهَا خَالِصَةً مِنْ شَوَائِبِ التَّحْرِيفِ
وَالْتَبْدِيلِ، وَالرَّحْمَةُ وَالْمَغْفِرَةُ لِلسَّلَفِ الصَّالِحِ الَّذِينَ تَنَاقَلُوا السُّنَّةَ الْمُطَهَّرَةَ جِيلًا
عَنْ جِيلٍ، وَوَضَعُوا لِسَلَامَةِ نَقْلِهَا وَرَوَايَتِهَا قَوَاعِدَ وَضُوابطَ دَقِيقَةً لِتَخْلِيصِهَا مِنْ
تَحْرِيفِ الْمُبْطِلِينَ. وَالْجَزَاءُ الْخَيْرُ لِمَنْ خَلَفَ السَّلَفَ مِنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ الَّذِينَ
تَلَقَّوْا قَوَاعِدَ رِوَايَةِ السُّنَّةِ وَضُوابطِهَا عَنِ السَّلَفِ فَهَذَّبُوهَا وَرَتَّبُوهَا وَجَمَعُوهَا فِي
مُصَنَّفَاتٍ مُسْتَقِلَّةٍ سُمِّيَتْ فِيمَا بَعْدَ "عِلْمِ مُصْطَلَحِ الْحَدِيثِ".

ترجمہ : اور (اللہ تعالیٰ کی) رضا مندی واقع ہو تمام صحابہ سے جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنت نبویہ کو حاصل کیا، اس کو محفوظ کیا اور مسلمانوں تک (ظاہری و باطنی) تحریف سے محفوظ حالت میں اسی طرح پہنچایا جس طرح بناتھا۔ رحمت و مغفرت ہو ان نیک پیشروؤں کی جنہوں نے سنت مطہرہ (پاکیزہ سنت) کو نسل در نسل منتقل کیا اور اس کی نقل و روایت کی حفاظت کی خاطر باریک قواعد و ضوابط مقرر فرمائے تاکہ اس کو باطل پرستوں کے دست برد سے بچایا جاسکے۔ بہترین بدلہ ملے ان نیک پیشروؤں کے جانشین بننے والے مسلم علماء کو جنہوں نے سابق بزرگوں سے سنت کو روایت کرنے کے قواعد و ضوابط حاصل کیے، اُسے سنوارا، مرتب کیا اور مستقل تصانیف میں اکٹھا کر دیا جسے آگے چل کر "مصطلح الحديث کا علم" نام دے دیا گیا۔

شرح :- علماء کرام نے فرمایا ہے کہ خطبہ میں حمد و صلاۃ کے بعد اور دیگر اوقات میں بھی صحابہؓ کے لیے رضائے الہی کی اور بزرگان دین کے لیے رحمت الہی کی دعا مانگنا مستحب ہے۔ [رد المحتار شانی: ۱/۵۲۰] اس فن کے اور بھی نام ہیں مثلاً: علم الحديث درایۃ، علوم الحديث اور اصول الحديث وغیرہ۔

أَمَّا بَعْدُ: فَعِنْدَمَا كُتِّفَتْ مِنْهُ سَنَوَاتٌ بِتَدْرِيسِ عِلْمِ "مُصْطَلَحِ الْحَدِيثِ" فِي كُلِّيَّةِ الشَّرِيعَةِ بِالْجَامِعَةِ الْإِسْلَامِيَّةِ فِي الْمَدِينَةِ الْمُنَوَّرَةِ وَكَانَ الْمُقَرَّرُ تَدْرِيسَ كِتَابِ "عُلُومِ الْحَدِيثِ" لِابْنِ الصَّلَاحِ، ثُمَّ قَرِّرَ بِدَلِّهِ مُخْتَصَرُهُ كِتَابُ "التَّقْرِيبِ" لِلنَّوَوِيِّ، وَجَدْتُ مَعَ الطَّلَبَةِ بَعْضَ الصُّعُوبَاتِ فِي دِرَاسَةِ هَذَيْنِ الْكِتَابَيْنِ - عَلَى

جَلَّالَتْهُمَا وَغَزَارَةُ فَوَائِدِهِمَا - دِرَاسَةُ نِظَامِيَّةٌ، مِنْ هَذِهِ الصُّعُوبَاتِ: التَّطَوُّيلُ فِي بَعْضِ الْأَبْحَاثِ، لَا سِيَّمَا فِي كِتَابِ ابْنِ الصَّلَاحِ (۱)، وَمِنْهَا الْإِخْتِصَارُ فِي الْبَعْضِ الْآخَرِ لَا سِيَّمَا فِي كِتَابِ النَّوَوِيِّ (۲)، وَمِنْهَا صُعُوبَةُ الْعِبَارَةِ، وَمِنْهَا عَدَمُ تَكَامُلِ بَعْضِ الْأَبْحَاثِ، وَذَلِكَ كَثَرُكَ التَّعْرِيفِ مَثَلًا أَوْ إِغْفَالِ الْمِثَالِ أَوْ عَدَمِ ذِكْرِ الْفَائِدَةِ مِنْ هَذَا الْبَحْثِ أَوْ ذَاكَ، أَوْ عَدَمِ التَّعْرِيجِ عَلَى ذِكْرِ أَشْهُرِ الْمُصَنَّفَاتِ (۳)، وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ.

ترجمہ : حمد و صلوة کے بعد، چند سال پہلے جب مجھے مدینہ منورہ کی اسلامی یونیورسٹی کی کلیہ شریعہ میں ”علم مصطلح الحدیث“ پڑھانے کی ذمہ داری سونپی گئی جبکہ نصاب میں (پہلے) ابن صلاح کی کتاب ”علوم الحدیث“ کی تدریس مقرر تھی، پھر اس کے بدلہ اس کی مختصر کتاب ”تقریب نووی“ مقرر کر دی گئی تو میں نے ان دونوں کتابوں کی عظمت اور کثرت فوائد کے باوجود محسوس کیا کہ بعض طلباء کو ان کے مقررہ ترتیب سے پڑھنے میں کچھ مشکلات درپیش ہیں۔ ان مشکلات میں سے چند یہ ہیں: بعض مباحث میں کلام کو طویل کر دینا خصوصاً ابن صلاح کی کتاب میں۔ بعض دوسرے مباحث میں اختصار سے کام لینا بالخصوص امام نووی کی کتاب میں۔ عبارت کا پیچیدہ ہونا اور بعض مباحث کا نامکمل ہونا مثلاً جیسے تعریف کو ترک کر دینا، یا مثال کے ذکر کو چھوڑ دینا، یا کسی کسی بحث سے حاصل فائدہ کا ذکر نہ کرنا، یا مشہور ترین کتابوں کی معلومات نہ دینا اور انہی کی طرح دیگر باتیں۔

شرح :- (۱) ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں تطویل کی ایک مثال حدیث مبارک کے سننے اور یاد رکھنے کی کیفیت کی بحث بھی ہے جو تقریباً اس کتاب کے ۴۶ صفحے بنتے ہیں جبکہ ہماری کتاب (تیسیر مصطلح الحدیث) میں یہی بحث مکمل وضاحت کے ساتھ دس صفحات میں سمٹی ہوئی ملے گی۔

(۲) امام محی الدین نووی شافعی بڑے جلیل القدر عالم، فقیہ اور محدث ہیں، صحیح مسلم شریف کا مروجہ حاشیہ آپ ہی کا لکھا ہوا ہے۔ آپ نے علم حدیث کی اصطلاح کے بارے میں ایک کتاب لکھی جس کا پورا نام ”التقریب والتیسیر لمعرفة سنن البشیر والنذیر“ ہے، مگر حد درجہ اختصار اختیار کیا گیا ہے، چنانچہ حدیث ضعیف کی بحث جو تیسیر مصطلح الحدیث میں تین صفحات پر مشتمل ہے،

امام نوویؒ کی مذکورہ کتاب میں اس کے متعلق صرف اتنا کہا گیا: ”وَهُوَ مَا لَمْ يَجْمَعْ صِفَةَ الصَّحِيحِ أَوْ الْحَسَنِ، وَيَتَفَاوَتْ ضَعْفُهُ كَصِحَّةِ الصَّحِيحِ، وَمِنْهُ مَا لَهُ لَقَبٌ خَاصٌّ: كَالْمَوْضُوعِ وَالشَّاذِّ وَغَيْرِهِمَا“۔

(۳) ”تیسیر مصطلح الحدیث“ کی منجملہ خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سابقہ مصنفین کی کتابوں میں فن حدیث کی اصطلاحات سے تو بحث ضرور کی گئی ہے مگر ہر بحث کے متعلق مشہور تصانیف کا ذکر بہت کم کیا گیا یا بالکل اس کو ترک کر دیا گیا، اس کے برعکس اس کتاب میں ہر بحث کے اختتام پر ”أشهر المصنفات فيه“ کا عنوان قائم کر کے کئی دیگر تصنیفات کے نام ذکر کیے گئے ہیں تاکہ تحقیق کا ذوق رکھنے والے طلبہ ان کتابوں سے بھی استفادہ کر سکیں۔

وَوَجَدْتُ غَيْرَهُمَا مِنْ كُتُبِ الْأَقْدَمِينَ فِي هَذَا الْفَنِّ كَذَلِكَ بَلْ إِنَّ بَعْضَ تِلْكَ الْكُتُبِ غَيْرُ شَامِلٍ لِجَمِيعِ عُلُومِ الْحَدِيثِ، وَبَعْضُهَا غَيْرُ مُهْدَبٍ وَلَا مُرْتَبٍّ، وَعُذْرُهُمْ فِي ذَلِكَ هُوَ إِمَّا وَضُوحُ الْأُمُورِ الَّتِي تَرَكُّوْهَا بِالنِّسْبَةِ لَهُمْ أَوْ الْحَاجَةُ لِتَطْوِيلِ بَعْضِ الْأَبْحَاثِ بِالنِّسْبَةِ لَوَاقِعِهِمْ أَوْ غَيْرُ ذَلِكَ مِمَّا نَعْرِفُهُ أَوْ لَا نَعْرِفُهُ.

ترجمہ : اور میں نے ان دو کتابوں (مقدمہ ابن صلاحؒ اور تقریب نوویؒ) کے علاوہ اس فن میں لکھی ہوئی متقدمین کی کتابوں کو بھی اسی طرح پایا بلکہ ان میں سے بعض کتابیں تو تمام علوم حدیث کو شامل بھی نہیں ہیں اور بعض دوسری کتابیں سنوری ہوئی اور مرتب شدہ نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں ان (متقدمین) کا عذر وہ یا تو ان امور کا ان کی نسبت واضح ہونا ہے یا انہی کے زمانہ کے مطابق بعض مباحث کو طوالت دینے کی ضرورت ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور وجہ جو ہم جان سکتے ہیں یا نہیں جان سکتے ہیں۔

فَرَأَيْتُ أَنَّ أَضْعَ بَيْنَ أَيْدِي الطَّلَبَةِ فِي كُلِّيَّاتِ الشَّرِيعَةِ كِتَابًا سَهْلًا فِي مُصْطَلَحِ الْحَدِيثِ وَعُلُومِهِ، يُيسِّرُ عَلَيْهِمْ فَهْمَ قَوَاعِدِ الْفَنِّ وَمُصْطَلَحَاتِهِ، وَذَلِكَ بِتَقْسِيمِ كُلِّ بَحْثٍ إِلَى فِقَرَاتٍ مُرَقَّمةٍ مُتَسَلِّسَةٍ مُبْتَدِئًا بِتَعْرِيفِهِ ثُمَّ بِمِثَالِهِ ثُمَّ بِأَقْسَامِهِ مَثَلًا ... مُخْتِمًا بِفِقْرَةٍ ”أشهر المصنفات فيه“ كُلُّ ذَلِكَ بِعِبَارَةٍ سَهْلَةٍ وَأُسْلُوبِ

عِلْمِيّ وَاضِحٌ لَيْسَ فِيهِ تَعْقِيدٌ وَلَا غُمُوضٌ، وَلَمْ أُعْرِجْ عَلَى كَثِيرٍ مِنَ الْخِلَافَاتِ
وَالْأَقْوَالِ وَبَسَطِ الْمَسَائِلِ مُرَاعَاةً لِلْحَصَصِ الزَّمَنِيَّةِ الْقَلِيلَةِ الْمُخَصَّصَةِ لِهَذَا الْعِلْمِ
فِي كُتُبَاتِ الشَّرِيعَةِ وَكُتُبَاتِ الدِّرَاسَاتِ الْإِسْلَامِيَّةِ.

ترجمہ : تو میری رائے ہوئی کہ میں کلیات شرعیہ کے طلباء کے سامنے اصطلاحات حدیث اور اس کے علوم کے بارے میں ایک آسان سی کتاب پیش کروں جس سے ان کے لیے فن کے قواعد اور اصطلاحات سمجھنا آسان ہو سکے اور یہ مثلاً ہر بحث کو چند مسلسل نمبر وار جملوں میں اس طرح تقسیم کر کے کہ ابتداء تعریف سے کروں پھر اس کی مثال دوں اور پھر اس کی قسمیں ذکر کروں..... (اور بحث کو) اس عنوان کے ساتھ ختم کروں ”اس موضوع پر مشہور تین تصانیف“۔ یہ سب کا سب آسان عبارت اور ایسے واضح علمی انداز میں ہے کہ جس میں نہ پیچیدگی ہو نہ پوشیدگی، اور میں نے کلیہ شریعہ اور کلیہ دراسات اسلامی میں اس علم کے لیے مخصوص مختصر اوقات کے پیریڈ (گھنٹے) کا خیال رکھتے ہوئے زیادہ اختلافات و اقوال اور مسائل کو پھیلا کر بیان کرنے سے گریز کیا ہے۔

شرح : - سابقہ امداد میں جتنی کتابیں لکھی گئی تھیں ان میں بالعموم اپنے اہل زمانہ کی سطح علمی کی رعایت رکھی گئی تھی، آج کل شریعہ و دراسات اسلامی کالجوں میں اصول حدیث کے سبق کے لیے جو اوقات اور گھنٹے مقرر کیے جاتے ہیں ان کے لحاظ سے درس و تدریس مشکل تھی اور موجودہ دور کے طلباء کے ذہنوں سے ہم آہنگ کوئی آسان اور مفید کتاب لکھنا ضروری تھا، اس لیے مصنف کا ارادہ ہوا فن کے قواعد و اصطلاحات کی مثالوں سے وضاحت کرتے ہوئے ایک کتاب لکھیں جس میں تسہیل پیش نظر رہے اور کچھ مزید فوائد طلبہ کو حاصل ہوں چنانچہ نمبر وار جملوں کے ساتھ ہر عنوان کے اخیر میں اس موضوع سے متعلق مشہور ترین کتابوں کا تذکرہ اس کتاب کی نمایاں خصوصیات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین

وَسَمَّيْتُهُ ”تَيْسِيرُ مُصْطَلَحِ الْحَدِيثِ“ وَلَسْتُ أَرَى أَنَّ هَذَا الْكِتَابَ يُغْنِي عَنْ كُتُبِ
الْعُلَمَاءِ الْأَقْدَمِينَ فِي هَذَا الْفَنِّ، وَإِنَّمَا قَصَدْتُ أَنْ يَكُونَ مِفْتَاحًا لَهَا، وَمَذَكَّرًا بِمَا
فِيهَا، وَمُسِيرًا لِلْوُصُولِ إِلَى فَهْمِ مَعَانِيهَا، وَتَطْلُلُ كُتُبُ الْأَنَمَةِ وَالْعُلَمَاءِ الْأَقْدَمِينَ

مَرْجِعًا لِلْعُلَمَاءِ وَالْمُتَخَصِّصِينَ فِي هَذَا الْفَنِّ، وَمَعِينًا فَيَاضًا يَنْهَلُونَ مِنْهُ.

ترجمہ : اور میں نے اس کا نام ”تیسیر مصطلح الحديث“ تجویز کیا۔ میں یہ نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب اگلے علماء کرام کی اس فن میں تحریر شدہ کتابوں سے بے نیاز کر دے گی، میرا ارادہ تو بس اتنا ہے کہ یہ اُن کے لیے کُنْجی بن سکے، ان کے مضامین کو یاد کرانے والی ہو، اُن (کتابوں) کے معانی کا سمجھنا آسان کرنے والی ہو اور ائمہ و علماء سابقین کی کتابیں اس فن میں تخصص (اسپلائیٹن) کرنے والوں کے لیے مرجع برقرار رہیں اور جاری چشمہ ہو جس سے وہ اپنی پیاس بجھاتے رہیں۔

وَلَا يَفُوتُنِي أَنْ أَذْكَرَ أَنَّهُ صَدَرَ فِي الْآوَانَةِ الْأَخِيرَةِ كُتُبٌ لِبَعْضِ الْبَاحِثِينَ فِيهَا الْفَوَائِدُ الْغَزِيرَةُ لَا سِيَّمَا الرَّدُّ عَلَى شُبْهِ الْمُسْتَشْرِقِينَ وَالْمُنْحَرِفِينَ، لَكِنَّ بَعْضَهَا مُطَوَّلٌ وَبَعْضُهَا مُخْتَصَرٌ جِدًّا، وَبَعْضُهَا غَيْرُ مُسْتَوْعِبٍ، فَأَرَدْتُ أَنْ يَكُونَ كِتَابِي هَذَا وَسَطًا بَيْنَ التَّطَوُّلِ وَالْإِخْتِصَارِ وَمُسْتَوْعِبًا لِجَمِيعِ الْأَبْحَاثِ.

ترجمہ : مجھ سے اس بات کا ذکر رہنے نہ پائے کہ حالیہ زمانے میں بعض محققین کی چند کتابیں منظر عام پر آئی ہیں جن میں بہت فوائد ہیں خصوصاً مستشرقین و منحرفین کے شبہات کا رد موجود ہے مگر ان میں سے کچھ تو بہت طویل ہیں تو کچھ نہایت مختصر اور کچھ نامکمل۔ اس لیے میں نے چاہا کہ میری یہ کتاب طوالت و اختصار کے درمیان درمیان رہے اور تمام مباحث کا احاطہ کرنے والی ہو۔

شرح :- خیر و شر کی باہمی کشش جو ابلیس کے انکارِ سجود سے شروع ہوا قیامت تک رہے گی اور ہر دور ہر زمانے میں اسلام کے مخالفین مختلف انداز سے اسلام کے بنیادی مآخذ یعنی قرآن و سنت میں شکوک و شبہات پیدا کر کے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں لیکن بفضلہ تعالیٰ اس قسم کے کسی بھی فتنے کو امت مسلمہ میں پھیلنے کا موقع نہیں ملا، بلکہ علمائے کرام، محدثین و متکلمین نے ان فتنوں کا بھرپور محاسبہ کیا اور ان کے شکوک کا بہتر سے بہتر جواب دیا۔ قریب کے زمانہ میں مستشرقین اور ان سے متاثر کچھ جدید خیالات رکھنے والے لوگوں کے ایک طبقہ نے انکارِ حدیث کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور اس کے لیے مختلف توجیہات کرنے لگے تھے بالخصوص حدیث کے ثبوت اور درجہ پر کلام کیا گیا اور اس کی حیثیت پر بحث کی گئی حالانکہ حدیث ہی وہ میٹر ہے جس کے ذریعہ

فہم قرآن نصیب ہو سکتا ہے۔ لہذا عرب و عجم کے علماء نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور علم حدیث کی نئے انداز سے خدمت کی اور اب انہوں نے احادیث مبارکہ کی تدوین و اشاعت اور استناد کو بہت زیادہ واضح کر دیا ہے۔ انہی کتابوں میں حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی صاحب (فاضل دارالعلوم دیوبند) کی تصنیف بزبان اردو ”تدوین حدیث“ بھی ہے جس کا عربی ترجمہ استاذنا حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحب شہید کی تصنیف ”السُّنَّةُ النَّبَوِيَّةُ وَمَكَانَتُهَا“ بھی کافی مدلل و جامع ہے۔ نیز شیخ عبدالفتاح ابو غدة اور مولانا عبدالحی لکھنوی کی بھی متعدد مفید کتابیں اور رسائل اس سلسلے میں دستیاب ہیں۔

مصنف ڈاکٹر محمود طحان صاحب فرماتے ہیں کہ دورِ حاضر میں محققین کی لکھی ہوئی کتابیں مفید ہونے کے باوجود ان میں سے بعض بے حد طویل ہیں، بعض بہت زیادہ مختصر اور بعض تمام مباحث کو شامل نہیں ہیں اس لیے میں نے یہ چاہا کہ میری یہ کتاب اختصار و طویل کے درمیان مناسب اور تمام اباحات پر مشتمل اور مکمل ہو۔

وَالْجَدِيدُ فِي كِتَابِي هَذَا هُوَ: ۱- التَّقْسِيمُ، أَيْ تَقْسِيمُ كُلِّ بَحْثٍ إِلَى فِقَرَاتٍ مُرَقَّمةٍ مِمَّا يَسْهُلُ عَلَى الطَّالِبِ فَهْمُهُ. ۲- التَّكَامُلُ فِي كُلِّ بَحْثٍ مِنْ حَيْثُ الْهَيْكَلِ الْعَامِّ لِلْبَحْثِ مِنْ ذِكْرِ التَّعْرِيفِ وَالْمِثَالِ الخ... ۳- الْإِسْتِيعَابُ لِجَمِيعِ أَبْحَاثِ الْمُصْطَلَحِ بِشَكْلِ مُخْتَصَرٍ. أَمَّا مِنْ حَيْثُ التَّنْوِيْبِ وَالتَّرْتِيبِ فَقَدْ اسْتَفَدْتُ مِنْ طَرِيقَةِ الْحَافِظِ ابْنِ حَجَرٍ فِي النُّجْبَةِ وَشَرْحِهَا فَإِنَّهُ خَيْرُ تَرْتِيبٍ تَوَصَّلَ إِلَيْهِ - رَحِمَهُ اللَّهُ - وَكَانَ جُلُّ اعْتِمَادِي فِي الْمَادَّةِ الْعِلْمِيَّةِ عَلَى "عُلُومِ الْحَدِيثِ" - لِابْنِ الصَّلَاحِ وَمُخْتَصَرِهِ "التَّقْرِيبَ" لِلنَّوَوِيِّ، وَشَرْحِهِ "التَّذْرِيبَ" لِلْسَّيُوطِيِّ. وَجَعَلْتُ الْكِتَابَ مِنْ مُقَدِّمَةٍ وَأَرْبَعَةِ أَبْوَابٍ: الْبَابُ الْأَوَّلُ فِي الْخَبَرِ، وَالْبَابُ الثَّانِي فِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ، وَالْبَابُ الثَّالِثُ فِي الرَّوَايَةِ وَأُصُولِهَا، وَالْبَابُ الرَّابِعُ فِي الْإِسْنَادِ وَمَعْرِفَةِ الرَّوَاةِ.

ترجمہ : میری اس کتاب میں نئی باتیں مندرجہ ذیل ہیں: (۱) تقسیم: یعنی ہر بحث کو چند نمبر دار جملوں میں تقسیم کرنا کہ طالب علم کے لیے اس کا سمجھنا آسان ہو جائے۔ (۲) بحث کے عمومی ڈھانچے کے اعتبار سے ہر بحث میں تعریف و مثال وغیرہ اشیاء کو ذکر کر کے بات کو پورا کرنا۔ (۳) مصطلح الحدیث کے تمام مباحث کا مختصر انداز میں احاطہ کرنا۔ جہاں تک باب بندی اور (مضامین کی) ترتیب کا تعلق ہے تو میں نے اس سلسلے میں نخبہ اور اس کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ کے طریقہ سے فائدہ اٹھایا ہے کیونکہ وہ ایک بہترین ترتیب ہے جو انہوں نے اختیار کیا ہے..... اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے..... علمی مواد میں میرا زیادہ تر اعتماد ابن صلاحؒ کی ”علوم الحدیث“، اس کی مختصر کتاب ”التقریب“ جو امام نوویؒ کی تصنیف ہے اور اس کی شرح ”التدریب“ جو امام سیوطیؒ کی تصنیف ہے پر رہا۔ میں نے کتاب کو ایک مقدمہ اور چار ابواب پر مشتمل بنایا ہے۔ پہلا باب خبر کے بیان میں، دوسرا باب جرح و تعدیل کے بیان میں، تیسرا باب روایت اور اس کے اصول کے بیان میں اور چوتھا باب اسناد اور معرفتِ رواۃ کے بیان میں ہے۔

شرح :- پانچویں صدی ہجری میں ابو بکر خطیب بغدادیؒ (متوفی ۴۶۳ھ) نے علم حدیث کے تقریباً ہر موضوع کے متعلق ایک کتاب لکھی تھی اور تمام مباحث کو اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا تھا، اسی لیے بعض حضرات کہا کرتے تھے: ”ان المحدثین بعد الخطیب عیال علی کتبہ“ (خطیب بغدادیؒ کے بعد آنے والے محدثین انہی کی کتابوں کے خوشہ چیں ہیں)۔ خطیب بغدادیؒ کی مختلف کتابوں میں حدیث کے مختلف فنون درج کیے گئے تھے چنانچہ ان کے بعد تقی الدین ابو عمرو عثمان ابن الصلاحؒ (متوفی ۶۴۳ھ) نے ”علوم الحدیث“ کے نام سے ایک جامع کتاب لکھی جس کے اندر پہلے سے زیادہ فوائد و نکات تھے، چونکہ انہوں نے یہ کتاب باقاعدہ تحریر نہیں فرمائی تھی بلکہ طلبہ کو املاء کراتے گئے اس لیے مناسب ترتیب قائم نہیں رہی یہی وجہ ہے کہ پھر بعد کے علماء میں سے کسی نے اس کا اختصار کیا تو کسی نے مزید تشریح کر دی، کسی نے اس کو اشعار کی لڑی ہی میں پرودیا تو کسی نے پھر ان اشعار کی بھی شرح کر ڈالی۔

بالآخر علامہ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ (متوفی ۸۵۲ھ) نے پہلے نخبۃ الفکر کے نام سے اس

کی تلخیص کی اور پھر خود ہی ”نزهۃ النظر“ کے نام سے اس کی بھی شرح کر دی۔ چونکہ حافظ ابن حجرؒ نے کتابی انداز سے خصوصیت کے ساتھ طلبہ کی آسانی کے لیے تلخیص کی تھی اس لیے ان کی کتاب بہترین ترتیب کے ساتھ مرتب ہوئی اور محدثین میں پسند کی گئی۔ مصنف ڈاکٹر طحان صاحب نے بھی ترتیب میں ان کی پیروی کی ہے تاکہ آسانی رہے، دشواری نہ ہو البتہ علمی مواد وہی ہے جو ابن الصلاحؒ اپنی المائی کتاب ”علوم الحدیث“ میں ودیعت کر چکے تھے۔

وَأَنبِئْ إِذْ أَقْدِمُ هَذَا الْجُهْدَ الْمُتَوَاضِعَ لِأَبْنَائِنَا الطَّلَبَةِ اعْتَرَفَ بِعَجْزِي وَتَقْصِيرِي فِي إِعْطَاءِ هَذَا الْعِلْمِ حَقَّهُ وَلَا أُبْرِي نَفْسِي مِنَ الزَّلَلِ وَالْخَطَأِ، فَالرَّجَاءُ مِمَّنْ يَطْلُعُ فِيهِ عَلَى زَلَّةٍ أَوْ خَطَأٍ أَنْ يُنَبِّهَنِي عَلَيْهِ مَشْكُورًا لِعَلِّي أَتَدَارَكُهُ، وَأَرْجُو اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يَنْفَعَ بِهِ الطَّلَبَةَ وَالْمُسْتَغْلِينَ بِالْحَدِيثِ وَأَنْ يَجْعَلَهُ خَالِصًا لِرُوحِهِ الْكَرِيمِ.

ترجمہ : اور میں جب کہ اپنے عزیز طلباء کے لیے یہ حقیر سی کاوش پیش کر رہا ہوں اس علم کا حق ادا کرنے میں اپنی کمزوری و کوتاہی کا اعتراف کرتا ہوں اور میں خود کو لغزش و خطا سے پاک نہیں سمجھتا۔ لہذا ہر اس شخص سے جو اس کتاب میں کسی لغزش یا غلطی پر مطلع ہو امید ہے کہ مجھے اس سے مطلع کر دے، شکر یہ ادا کیا جائے گا تاکہ میں اس غلطی کا تدارک کر سکوں اور میں اللہ تعالیٰ سے اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ اس کتاب کے ذریعہ طلباء کو اور علم حدیث میں مشغول افراد کو نفع پہنچائیں گے اور یہ کہ اس کو اپنی مہربان ذات کے خالص کر لیں گے۔

الْمُقَدِّمَةُ: - نُبْذَةُ تَارِيخِيَّةٌ عَنْ نَشْأَةِ عِلْمِ الْمُصْطَلَحِ وَالْأَطْوَارِ الَّتِي مَرَّ بِهَا. - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِي عِلْمِ الْمُصْطَلَحِ. - تَعْرِيفَاتٌ أَوَّلِيَّةٌ.

ترجمہ : پیش لفظ: علم المصطلح کے آغاز اور ان احوال کی مختصر تاریخ جن سے یہ علم گزرا ہے۔ علم المصطلح کے بارے میں مشہور ترین تصانیف۔ ابتدائی تعریفات۔

شرح : - کسی بھی کتاب کے مقدمہ میں سب سے پہلے اس علم یا فن کے متعلق بنیادی باتیں بیان کی جاتی ہیں جو اس کتاب کا موضوع ہوتا ہے؛ تاکہ کتاب کا قاری تمام مضامین فہم اور بصیرت کے ساتھ پڑھے اور اس کے پڑھنے سمجھنے میں دقت نہ ہو، چنانچہ مصنف صاحب بھی اپنی کتاب کے

مقدمہ یعنی پیش لفظ میں تین ابتدائی عنوانات قائم فرما رہے ہیں۔ پہلے عنوان کے تحت فن ”اصول حدیث“ جسے ”مصطلح الحدیث“ بھی کہا جاتا ہے اس کے آغاز اور مختلف ادوار کا ذکر فرمائیں گے جس سے یہ پتہ چلے گا کہ ہر زمانہ میں ”اصول الحدیث“ کی نوعیت اور شکل کیا رہی؟۔ دوسرے عنوان کے تحت ”اصول الحدیث“ کی مشہور کتابوں کا ذکر فرمائیں گے جبکہ تیسرے عنوان کے تحت اس فن بکثرت استعمال ہونے والے الفاظ کی تعریف کی جائے گی تاکہ آئندہ صرف ان کے نام ذکر کریں تو طالب علم کو سمجھنے میں پریشانی نہ ہو۔

نُبْدَةُ تَارِيخِيَّةٍ عَنْ نَشْأَةِ عِلْمِ الْمُصْطَلَحِ وَالْأَطْوَارِ الَّتِي مَرَّ بِهَا
يُلَاحِظُ الْبَاحِثُ الْمُتَفَحِّصُ أَنَّ الْأَسْسَ وَالْأَرْكَانَ الْأَسَاسِيَّةَ لِعِلْمِ الرِّوَايَةِ
وَنَقْلِ الْأَخْبَارِ مَوْجُودَةٌ فِي الْكِتَابِ الْعَزِيزِ وَالسُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ، فَقَدْ جَاءَ فِي الْقُرْآنِ
الْكَرِيمِ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا﴾
[الحجرات: ۶]، وَجَاءَ فِي السُّنَّةِ قَوْلُهُ ﷺ: ”نَضَرَ اللَّهُ أَمْرًا سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا
سَمِعَهُ قُرْبٌ مُبْلَغٍ أَوْ عَى مِنْ سَامِعٍ“، وَفِي رِوَايَةٍ ”قُرْبٌ حَامِلٌ فَقِهِ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ
مِنَهُ، وَرُبَّ حَامِلٍ فَقِهِ لَيْسَ بِفَقِيهِ“۔ [ترمذی، ابوداؤد] فَقِي هَذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ وَهَذَا
الْحَدِيثِ الشَّرِيفِ مَبْدَأُ التَّثَبُّتِ فِي أَخْذِ الْأَخْبَارِ وَكَيْفِيَّةُ ضَبْطِهَا بِالْإِنْتِبَاهِ لَهَا
وَوُغْيَاهَا وَالتَّدْقِيقِ فِي نَقْلِهَا لِلْآخَرِينَ.

ترجمہ: علم مصطلح کی ابتداء اور ان احوال کی مختصر تاریخ جن سے یہ علم گزرا ہے۔ تحقیق و تلاش کرنے والا یہ ملاحظہ کرے گا کہ علم روایت اور نقل اخبار کی بنیادیں اور اہم ارکان کتاب مقدس اور سنت نبویہ میں موجود ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ (اے ایمان والو! تمہارے پاس اگر فاسق کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو) [سورہ حجرات]۔ اور احادیث میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد وارد ہوا ہے: ”اللہ تعالیٰ اُس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی پھر اُسے جس طرح سنا تھا اسی طرح پہنچا دی چنانچہ بہت سے لوگ جن تک بات پہنچائی جاتی ہے زیادہ محفوظ کرنے والے ہیں سننے

والے سے۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے ”پس بہت سے لوگ سمجھ کی بات نقل کرنے والے ہوتے ہیں اُن لوگوں تک جو اُن سے زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں اور بہت سے سمجھ کی بات نقل کرنے والے خود فقیہ نہیں ہوتے“ [ترمذی و ابوداؤد]۔ مذکورہ آیت مبارکہ اور حدیث شریف میں خبروں کے قبول کرنے اور انہیں ضبط کرنے میں احتیاط سے کام لینے کا قاعدہ موجود ہے ان پہ پوری توجہ رکھنے، انہیں محفوظ کرنے اور انہیں دوسروں تک پہنچانے میں باریک بینی اختیار کرنے کے ساتھ۔

وَأَمَّا لَا لِأَمْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَرَسُولِهِ ﷺ فَقَدْ كَانَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ يَتَّبِعُونَ فِي نَقْلِ الْأَخْبَارِ وَقُبُولِهَا، لَا سِيَّمَا إِذَا شَكُّوا فِي صِدْقِ النَّاقِلِ لَهَا، فَظَهَرَ بِنَاءٌ عَلَى هَذَا مَوْضُوعُ الْإِسْنَادِ وَقِيَمَتُهُ فِي قَبُولِ الْأَخْبَارِ أَوْ رَدِّهَا، فَقَدْ جَاءَ فِي مُقَدِّمَةِ صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ: ”قَالَ: لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عَنِ الْإِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوا سَمُّوا لَنَا رِجَالَكُمْ، فَيَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ وَيَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدْعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ“.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ خبروں کے نقل اور انہیں قبول کرنے میں احتیاط کرتے تھے خصوصاً جب ان کو ناقل حدیث کی سچائی میں تردد ہوتا، اسی بناء پر خبروں کے قبول یا رد کرنے میں اسناد کا موضوع اور اس کی قدر و قیمت ظاہر ہوئی چنانچہ صحیح مسلم کے مقدمہ میں ابن سیرینؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: وہ لوگ اسناد کے متعلق سوال نہیں کیا کرتے تھے، لیکن جب فتنہ پیش آیا تو وہ کہنے لگے: ”ہمارے اپنے لوگوں (رواة) کے نام لو“ پھر اہل سنت کو دیکھ کر ان کی حدیث کو قبول کر لیا جاتا اور اہل بدعت کے نام نہ لیا جاتا۔

شرح: - فتنہ سے معتزلہ اور خوارج و دیگر فرقوں کا ظہور مراد ہے۔ واللہ اعلم

وَبِنَاءٍ عَلَى أَنَّ الْخَبَرَ لَا يَقْبَلُ إِلَّا بَعْدَ مَعْرِفَةِ سَنَدِهِ فَقَدْ ظَهَرَ عِلْمُ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ، وَالْكَلامُ عَلَى الرُّوَاةِ، وَمَعْرِفَةُ الْمُتَّصِلِ أَوْ الْمُنْقَطِعِ مِنَ الْأَسَانِيدِ، وَمَعْرِفَةُ الْعِلَلِ الْخَفِيَّةِ، وَظَهَرَ الْكَلَامُ فِي بَعْضِ الرُّوَاةِ لَكِنْ عَلَى قِلَّةٍ؛ لِقِلَّةِ الرُّوَاةِ

الْمَجْرُوحِينَ فِي أَوَّلِ الْأَمْرِ. ثُمَّ تَوَسَّعَ الْعُلَمَاءُ فِي ذَلِكَ حَتَّى ظَهَرَ الْبَحْثُ فِي
عُلُومٍ كَثِيرَةٍ تَعَلَّقُ بِالْحَدِيثِ مِنْ نَاحِيَةِ ضَبْطِهِ وَكَيْفِيَّةِ تَحْمِلِهِ وَأَدَائِهِ، وَمَعْرِفَةِ
نَاسِخِهِ مِنْ مَنْسُوخِهِ وَغَرِيبِهِ وَغَيْرِ ذَلِكَ إِلَّا أَنَّ ذَلِكَ كَانَ يَتَنَاقَلُهُ الْعُلَمَاءُ شَفْوِيًّا.

ترجمہ : اور اس بناء پر کہ خبر کو نہیں قبول کیا جانا چاہیے مگر اس کی سند پہچان لینے کے بعد ہی تو علم جرح و تعدیل، رواۃ پر کلام، سند متصل و منقطع کی معرفت اور مخفی علتوں کا علم وجود میں آیا اور بعض رواۃ کے متعلق کلام ہونے لگا مگر ایسا کم ہی تھا کیونکہ شروع شروع میں مجروح رواۃ کی تعداد کم تھی۔ اس کے بعد اس میں علماء نے وسعت اختیار کی یہاں تک کہ حدیث سے متعلق بہت سارے علوم میں بحث ہونے لگی یعنی اس کے ضبط کرنے، حاصل کرنے اور پہنچانے کی کیفیت اور ناسخ و منسوخ کے درمیان امتیاز اور حدیث غریب کی شناخت وغیرہ کے اعتبار سے۔ لیکن ان تمام باتوں کو علماء زبانی ایک دوسرے سے بیان کیا کرتے تھے۔

شرح :- ۱۰۰ھ کے بعد علماء نے سند کی چھان بین اور رواۃ کے حالات بحیثیت صادق و کاذب ہونے، سے بحث کرنا شروع کی چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے بھی بعض راویوں پر جرح کی اور ان سے حدیث روایت کرنے سے منع فرمایا۔ مثلاً: (۱) مَارَ أَيْتُ الْكُذْبَ مِنْ جَابِرِ الْجُعْفِيِّ“ میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا نہیں پایا۔ (۲) اُكْتُبْ عَنْهُ فَإِنَّهُ ثِقَّةٌ، مَا خَلَا أَحَادِيثَ أَبِي إِسْحَاقَ الْحَارِثِ وَأَحَادِيثَ جَابِرِ الْجُعْفِيِّ“۔ سفیان ثوری سے حدیث لکھو کیونکہ وہ معتبر ہیں مگر ابواسحاق حارث اور جابر جعفی کی سند سے مروی احادیث نہیں لکھنا۔ (۳) ”زَيْدُ بْنُ عِيَّاشٍ ضَعِيفٌ“ زید بن عیاش کمزور ہیں۔ [راہمائے علم حدیث]

ثُمَّ تَطَوَّرَ الْأَمْرُ، وَصَارَتْ هَذِهِ الْعُلُومُ تُكْتَبُ وَتُسَجَّلُ لَكِنْ فِي أُمْكِنَةٍ
مُتَفَرِّقَةٍ مِنَ الْكُتُبِ مَمْرُوجَةٍ بِغَيْرِهَا مِنَ الْعُلُومِ الْأُخْرَى كَعِلْمِ الْأُصُولِ وَعِلْمِ الْفَقْهِ
وَعِلْمِ الْحَدِيثِ، مِثْلَ كِتَابِ الرِّسَالَةِ وَكِتَابِ الْأَمِّ. وَأَخِيرًا لَمَّا نَضَجَتْ الْعُلُومُ
وَاسْتَقَرَّ الْأَصْطِلَاحُ، وَاسْتَقَلَّ كُلُّ فَنٍّ عَنْ غَيْرِهِ وَذَلِكَ فِي الْقَرْنِ الرَّابِعِ الْهَجْرِيِّ،
أَفْرَدَ الْعُلَمَاءُ عِلْمَ الْمُصْطَلَحِ فِي كِتَابٍ مُسْتَقِلٍّ، وَكَانَ مِنْ أَوَّلِ مَنْ أَفْرَدَهُ

بِالتَّصْنِيفِ الْقَاضِي أَبُو مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَلَادٍ الرَّامَهُرْمَزِيُّ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ٣٦٠ هـ فِي كِتَابِهِ " الْمُحَدَّثُ الْفَاصِلُ بَيْنَ الرَّاَوِي وَالْوَاعِي " . وَسَأَذْكُرُ أَشْهَرَ الْمُصَنَّفَاتِ فِي عِلْمِ الْمُصْطَلَحِ مِنْ حِينِ إِفْرَادِهِ بِالتَّصْنِيفِ إِلَى يَوْمِنَا هَذَا .

ترجمہ : پھر حالات بدلے اور یہ علوم لکھے اور قلمبند کیے جانے لگے مگر کتابوں میں بکھرے مقامات دوسرے علوم کے ساتھ ملے ہوئے کی حالت میں جیسے علم اصول، علم فقہ اور علم حدیث (کے ضمن میں علوم روایت بھی بیان ہوتے رہتے) مثلاً کتاب الرسالہ اور کتاب الام۔ آخر میں جب علوم پختہ ہوئے اور اصطلاح مقرر ہوئی اور ہر ایک فن دوسرے سے علیحدہ ہو گیا اور ایسا چوتھی صدی ہجری میں ہوا، تو علماء نے علم مصطلح کو مستقل کتاب میں جدا بیان کیا اور سب سے پہلے اس کو علیحدہ تصنیف کرنے والوں میں ابو محمد حسن بن عبد الرحمن بن خلاد رامہرمزی متوفی سنہ ۳۶۰ھ ہیں، انہوں نے کتاب "المحدث الفاصل بین الراوی والواعی" تصنیف کی۔ میں عنقریب علم مصطلح کو علیحدہ تصنیف کیے جانے کے وقت سے اب تک کی مشہور ترین تصنیفات کا ذکر کروں گا۔

أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِي عِلْمِ الْمُصْطَلَحِ

- ۱- الْمُحَدَّثُ الْفَاصِلُ بَيْنَ الرَّاَوِي وَالْوَاعِي: صَنَّفَهُ الْقَاضِي أَبُو مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَلَادٍ الرَّامَهُرْمَزِيُّ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ٣٦٠ هـ لَكِنَّهُ لَمْ يَسْتَوْعِبْ أَبْحَاثَ الْمُصْطَلَحِ كُلَّهَا، وَهَذَا شَأْنٌ مَنْ يَفْتَحُ التَّصْنِيفَ فِي أَيِّ فَنٍّ أَوْ عِلْمٍ غَالِبًا.
- ۲- مَعْرِفَةُ عُلُومِ الْحَدِيثِ: صَنَّفَهُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَاكِمُ النَّيْسَابُورِيُّ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ٤٠٥ هـ لَكِنَّهُ لَمْ يُهَذِّبِ الْأَبْحَاثَ وَلَمْ يُرَتِّبْهَا التَّرْتِيبَ الْفَنِّي الْمُنَاسِبَ.

ترجمہ : علم مصطلح کی مشہور ترین تصنیفات: (۱) المحدث الفاصل بین الراوی والواعی: اس کو قاضی ابو محمد حسن بن عبد الرحمن بن خلاد رامہرمزی متوفی سنہ ۳۶۰ھ نے تصنیف کیا مگر انہوں نے علم مصطلح کی تمام بحثوں کو نہیں سمیٹا۔ اکثر یہی کیفیت ہوتی ہے ہر اس شخص کی جو کسی بھی فن یا علم میں تصنیف آغاز کرتا ہے۔ (۲) معرفۃ علوم الحدیث: اس کو ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی

سنہ ۴۰۵ھ نے تصنیف کیا مگر انہوں نے مباحث کو واضح نہیں کیا اور ان کو مناسب فنی انداز سے مرتب نہیں کیا۔

۳- الْمُسْتَخْرَجُ عَلَى مَعْرِفَةِ عُلُومِ الْحَدِيثِ: صَنَّفَهُ أَبُو نَعِيمٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَصْبَهَانِيُّ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ۴۳۰هـ، اسْتَدْرَكَ فِيهِ عَلَى الْحَاكِمِ مَا فَاتَهُ فِي كِتَابِهِ "مَعْرِفَةُ عُلُومِ الْحَدِيثِ" مِنْ قَوَاعِدِ هَذَا الْفَنِّ، لَكِنَّهُ تَرَكَ أَشْيَاءَ يُمَكِّنُ لِلْمُتَعَقِّبِ أَنْ يَسْتَدْرِكَهَا عَلَيْهِ أَيْضًا. ۴- الْكِفَايَةُ فِي عِلْمِ الرَّوَايَةِ: صَنَّفَهُ أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ ثَابِتٍ الْخَطِيبُ الْبَغْدَادِيُّ الْمَشْهُورُ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ۴۶۳هـ وَهُوَ كِتَابٌ حَافِلٌ بِتَحْرِيرِ مَسَائِلِ هَذَا الْفَنِّ وَبَيَانِ قَوَاعِدِ الرَّوَايَةِ، وَيُعْتَبَرُ مِنْ أَجَلِّ مَصَادِرِ هَذَا الْعِلْمِ.

ترجمہ : (۳) المستخرج علی معرفۃ علوم الحدیث: اس کو ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی سنہ ۴۳۰ھ نے تحریر کیا۔ اس کتاب میں انہوں نے حاکم سے اس فن کے ان قواعد کا تذکرہ کیا ہے جو ان کی کتاب "معرفۃ علوم الحدیث" میں ذکر نہیں ہوئے تھے مگر ابو نعیم نے (بھی) چند چیزیں چھوڑ دی ہیں کہ بعد میں آنے والا ان کا بھی تذکرہ کر سکتا ہے۔ (۴) الکفایۃ فی علم الروایۃ: ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب بغدادی متوفی سنہ ۴۶۳ھ نے تصنیف کی ہے، اور یہ اس فن کے مسائل کی وضاحت اور قواعد روایت کے بیان کی جامع کتاب ہے۔ اسے اس علم کے اہم ترین مصادر میں شمار کیا جاتا ہے۔

۵- الْجَمَاعُ لِأَخْلَاقِ الرَّاوی وَآدَابِ السَّامِعِ: صَنَّفَهُ الْخَطِيبُ الْبَغْدَادِيُّ أَيْضًا، وَهُوَ كِتَابٌ يَبْحَثُ فِي آدَابِ الرَّوَايَةِ كَمَا هُوَ وَاضِحٌ مِنْ تَسْمِيَّتِهِ وَهُوَ فَرِيدٌ فِي بَابِهِ، قِيمٌ فِي أَبْحَاثِهِ وَمُحْتَوَاتِهِ، وَقَالَ فَنٌّ مِنْ فُنُونِ عُلُومِ الْحَدِيثِ إِلَّا وَصَنَّفَ الْخَطِيبُ فِيهِ كِتَابًا مُفْرَدًا، فَكَانَ كَمَا قَالَ الْجَافِظُ أَبُو بَكْرٍ بْنُ نَفْطَةَ: "كُلُّ مَنْ أَنْصَفَ عِلْمَ أَنَّ الْمُحَدِّثِينَ بَعْدَ الْخَطِيبِ عِيَالٌ عَلَى كُتُبِهِ". ۶- الْأَلْبَاعُ إِلَى مَعْرِفَةِ أَصُولِ الرَّوَايَةِ وَتَقْيِيدِ السَّمَاعِ: صَنَّفَهُ الْقَاضِي عِيَاضُ بْنُ مُوسَى الْيَحْصَبِيُّ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ۵۴۶هـ وَهُوَ كِتَابٌ غَيْرُ شَامِلٍ لِجَمِيعِ أَبْحَاثِ الْمِصْطَلَحِ بَلْ هُوَ مَقْصُورٌ عَلَى مَا يَتَعَلَّقُ بِكَيْفِيَّةِ

التَّحْمُلُ وَالْإِدَاءُ وَمَا يَتَفَرَّعُ عَنْهَا، لَكِنَّهُ جَيِّدٌ فِي بَابِهِ، حَسَنُ التَّنْسِيقِ وَالتَّرْتِيبِ.

ترجمہ : (۵) الجامع لأخلاق الراوی و آداب السامع: خطیب بغدادیؒ ہی نے تصنیف کی ہے۔ یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ہی واضح ہے روایت کے آداب سے بحث کرتی ہے، اپنے باب میں منفرد اور اپنے مباحث و مضامین کے لحاظ سے اہم ہے۔ علوم کے فنون میں بہت کم ہی کوئی فن ہے (یعنی کوئی فن نہیں) مگر خطیبؒ نے اس میں ایک الگ کتاب لکھی ہے، آپؒ اسی طرح تھے جیسے حافظ ابوبکر بن نقطہ نے کہا ہے: جو بھی انصاف سے کام لے یہ جان لے گا کہ خطیبؒ کے بعد آنے والے محدثین ان ہی کی کتابوں کے محتاج ہیں۔ (۶) الامام علی معرفۃ اصول الروایۃ و تقیید السماع: اس کو قاضی عیاض بن موسیٰ تھکمیؒ متوفی ۵۴۴ھ نے تصنیف کی ہے۔ یہ کتاب مصطلح الحدیث کے تمام مباحث کو شامل نہیں ہے بلکہ یہ تحل و ادائے حدیث اور اس سے حاصل چیزوں کے متعلقہ امور پر منحصر ہے مگر اپنے لحاظ سے عمدہ اور اس کا انداز و ترتیب اچھی ہے۔

۷- مَا لَا يَسَعُ الْمُحَدَّثُ جَهْلُهُ: صَنَّفَهُ أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الْمِيَانِجِيُّ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ۵۸۰ھ وَهُوَ جُزْءٌ صَغِيرٌ لَيْسَ فِيهِ كَثِيرٌ فَائِدَةٌ. ۸- عُلُومُ الْحَدِيثِ: صَنَّفَهُ أَبُو عَمْرٍو عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الشَّهْرَزُورِيُّ الْمَشْهُورُ بِابْنِ الصَّلَاحِ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ۶۴۳ھ وَكِتَابُهُ هَذَا مَشْهُورٌ بَيْنَ النَّاسِ بِـ "مُقَدِّمَةِ ابْنِ الصَّلَاحِ" وَهُوَ مِنْ أَجْوَدِ الْكُتُبِ فِي الْمُصْطَلَحِ. جَمَعَ فِيهِ مُؤَلَّفَهُ مَا تَفَرَّقَ فِي غَيْرِهِ مِنْ كُتُبِ الْخَطِيبِ وَمَنْ تَقَدَّمَ، فَكَانَ كِتَابًا حَافِلًا بِالْفَوَائِدِ لَكِنَّهُ لَمْ يُرْتَبِ عَلَى الْوَضْعِ الْمُنَاسِبِ لِأَنَّهُ أَمْلَأُ شَيْئًا فَشَيْئًا، وَهُوَ مَعَ هَذَا عُمْدَةٌ مَنْ جَاءَ بَعْدَهُ مِنَ الْعُلَمَاءِ، فَكَمْ مِنْ مُخْتَصِرٍ لَهُ وَبَاطِمٍ، وَمُعَارِضٍ لَهُ وَمُنْتَصِرٍ.

ترجمہ : (۷) مالا یسع المحدث جہلہ: اس کو ابو حفص عمر بن عبد المجید میانجیؒ متوفی سنہ ۵۸۰ھ نے تصنیف کیا۔ یہ ایک چھوٹا سا جزء ہے جس میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں۔ (۸) علوم الحدیث: اس کے مصنف ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوریؒ معروف بہ ابن صلاحؒ متوفی سنہ ۶۴۳ھ ہیں۔ آپ کی یہ کتاب لوگوں میں "مقدمہ ابن صلاحؒ" کے نام سے معروف ہے اور یہ مصطلح الحدیث کی بہت

بہترین کتابوں میں سے ہے۔ اس میں مؤلف نے وہ سب باتیں اکٹھی کی ہیں جو خطیبؒ اور ان سے پہلے لوگوں کی کتب میں بکھری ہوئی تھیں، چنانچہ یہ کتاب فوائد پر مشتمل ہے مگر انہوں نے اسے مناسب طرز پر مرتب نہیں کیا اس لیے کہ آپ نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے املاء کر دیا۔ اس کے باوجود کتاب ابن صلاحؒ کے بعد آنے والے علماء کے لیے قابل اعتماد ہے تو کتنے ہی اس کے اختصار کرنے والے ہیں اور کتنے اس کے نظم بنانے والے، اور کتنے اس کے تردید کرنے والے اور کتنے اس کی تائید کرنے والے۔

۹- التَّقْرِيبُ وَالتَّيْسِيرُ لِمَعْرِفَةِ سُنَنِ الْبَشِيرِ النَّذِيرِ: صَنَّفَهُ مُحَبِّ الدِّينِ يَحْيَى بْنُ شَرَفٍ النَّوَوِيُّ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ٦٧٦ هـ وَكِتَابُهُ هَذَا اخْتِصَارٌ لِكِتَابِ "عُلُومِ الْحَدِيثِ" لِابْنِ الصَّلَاحِ، وَهُوَ كِتَابٌ جَيِّدٌ لِكِنَّهُ مُغْلَقُ الْعِبَارَةِ أَحْيَانًا. ۱۰- تَدْرِيبُ الرَّاَوِي فِي شَرْحِ تَقْرِيبِ النَّوَاوِي: صَنَّفَهُ جَلَالُ الدِّينِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ السَّيُوطِيُّ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ٩١١ هـ وَهُوَ شَرْحٌ لِكِتَابِ تَقْرِيبِ النَّوَاوِي كَمَا هُوَ وَاضِحٌ مِنْ اسْمِهِ، جَمَعَ فِيهِ مَوْلَفَهُ مِنَ الْفَوَائِدِ الشَّيْءَ الْكَثِيرَ.

ترجمہ: (۹) التقریب والتیسیر لمعرفة سنن البشير النذير: اس کو محی الدین یحییٰ بن شرف نوویؒ متوفی سنہ ۶۷۶ھ نے تصنیف کیا۔ ان کی یہ کتاب ابن صلاحؒ کی کتاب "علوم الحدیث" کا اختصار ہے اور یہ عمدہ کتاب ہے مگر اس کی عبارت کچھ کچھ پیچیدہ ہے۔ (۱۰) تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی: اس کے مصنف جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطیؒ متوفی سنہ ۹۱۱ھ ہیں اور یہ تقریب نوویؒ کی شرح ہے جیسا کہ اس کے نام سے ہی واضح ہے، اس میں مؤلف نے بہت فوائد جمع کیے ہیں۔

۱۱- نَظْمُ الدُّرَرِ فِي عِلْمِ الْأَثَرِ: صَنَّفَهَا زَيْنُ الدِّينِ عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ الْحُسَيْنِ الْعِرَاقِيُّ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ٨٠٦ هـ وَمَشْهُورَةٌ بِاسْمِ "أَلْفِيَةِ الْعِرَاقِيِّ" نَظْمَ فِيهَا "عُلُومُ الْحَدِيثِ" لِابْنِ الصَّلَاحِ، وَزَادَ عَلَيْهِ، وَهِيَ جَيِّدَةٌ غَزِيرَةُ الْفَوَائِدِ، وَعَلَيْهَا شُرُوحٌ مُتَعَدِّدَةٌ، مِنْهَا شَرْحُ حَاجَانَ لِلْمَوْلَفِ نَفْسِهِ. ۱۲- فَتْحُ الْمُغِيثِ فِي شَرْحِ أَلْفِيَةِ الْحَدِيثِ:

صَنَّفَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّخَاوِيُّ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ۹۰۲ هـ وَهُوَ شَرْحٌ عَلَى
الْفَيِّهِ الْعِرَاقِيِّ وَهُوَ مِنْ أَوْفَى شُرُوحِ الْأَلْفِيَّةِ وَأَجْوَدَهَا .

ترجمہ : (۱۱) نظم الدرر فی علم الاثر: اس کو زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی سنہ ۸۰۰ھ نے تصنیف کیا اور یہ ”الفیہ العراقی“ کے نام سے معروف ہے، اس میں مصنف نے ابن صلاح کی ”علوم الحدیث“ کو منظوم کیا ہے اور اس پر اضافہ بھی کیا۔ یہ عمدہ اور بڑے فوائد والی کتاب ہے اور اس کی کئی شروحات موجود ہیں، ان میں سے دو شرحیں مصنف کی اپنی ہیں۔ (۱۲) فتح المغیث فی شرح الفیہ الحدیث: اس کو محمد بن عبدالرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ نے تصنیف کیا۔ یہ الفیہ عراقی کی شرح ہے اور یہ الفیہ کی کامل اور بہترین شروحات میں سے ہے۔

۱۳- نُجْبَةُ الْفِكْرِ فِي مُصْطَلَحِ أَهْلِ الْأَثَرِ: صَنَّفَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ الْعَسْكَلَانِيُّ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ۸۵۲ هـ وَهُوَ جُزْءٌ صَغِيرٌ مُخْتَصَرٌ جَدًّا لِكِنَّهُ مِنْ أَنْفَعِ الْمُخْتَصَرَاتِ وَأَجْوَدَهَا تَرْتِيبًا، اِبْتَكَرَ فِيهِ مُؤَلِّفُهُ طَرِيقَةً فِي التَّرْتِيبِ وَالتَّقْسِيمِ لَمْ يُسَبِّقِ إِلَيْهَا، وَقَدْ شَرَحَهُ مُؤَلِّفُهُ بِشَرْحِ سَمَاهُ ”نُزْهَةُ النَّظَرِ“ كَمَا شَرَحَهُ غَيْرُهُ. ۱۴- الْمَنْظُومَةُ الْبَيْقُونِيَّةُ: صَنَّفَهَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَيْقُونِيُّ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ۱۰۸۰ هـ وَهِيَ مِنَ الْمَنْظُومَاتِ الْمُخْتَصَرَةِ، إِذْ لَا تَتَجَاوَزُ أَرْبَعَةَ وَثَلَاثِينَ بَيْتًا، وَتُعْتَبَرُ مِنَ الْمُخْتَصَرَاتِ النَّافِعَةِ الْمَشْهُورَةِ وَعَلَيْهَا شُرُوحٌ مُتَعَدِّدَةٌ. ۱۵- قَوَاعِدُ التَّحْدِيثِ: صَنَّفَهُ مُحَمَّدُ جَمَالُ الدِّينِ الْقَاسِمِيُّ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ۱۳۳۲ هـ وَهُوَ كِتَابٌ مُحَرَّرٌ مُفِيدٌ. وَهُنَاكَ مُصَنَّفَاتٌ أُخْرَى كَثِيرَةٌ يَطُولُ ذِكْرُهَا، اقْتَصَرْتُ عَلَى ذِكْرِ الْمَشْهُورِ مِنْهَا، فَجَزَى اللَّهُ الْجَمِيعَ عَنَّا وَعَنِ الْمُسْلِمِينَ خَيْرَ الْجَزَاءِ.

ترجمہ : (۱۳) نُجْبَةُ الْفِكْرِ فِي مُصْطَلَحِ أَهْلِ الْأَثَرِ: اس کو حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی سنہ ۸۵۲ھ نے تصنیف کیا ہے۔ یہ بہت ہی مختصر اور چھوٹا جزء ہے مگر مختصر کتابوں میں خوب فائدہ مند اور بہتر ترتیب والی کتاب ہے۔ اس کے مؤلف نے اس میں ترتیب و تقسیم کی ایک نئی طرز اختیار کی ہے جو پہلے کسی نے اختیار نہیں کی اور مؤلف ہی نے اس کی ایک شرح لکھی جس کا نام ”نُزْهَةُ النَّظَرِ“ رکھا

جیسا کہ دوسرے حضرات نے بھی اس کی شرح لکھی۔ (۱۴) المنظومۃ البیقونیہ: اس کو عمر بن محمد بیقونیؒ متوفی سنہ ۱۰۸۰ھ نے تصنیف کیا، یہ مختصر منظومات میں سے ہے کیونکہ یہ ۱۳۴ اشعار سے زیادہ نہیں ہے اور معروف و مفید مختصرات میں سے ہے، اس کی متعدد شروح ہیں۔ (۱۵) قواعد التحدیث: اس کو محمد جمال الدین قاسمیؒ متوفی سنہ ۱۳۳۲ھ نے تصنیف کیا اور یہ واضح اور مفید کتاب ہے۔ اس موضوع پر بہت ساری دوسری تصنیفات بھی ہیں جن کا ذکر طویل ہو جائے گا۔ میں نے ان میں سے معروف تصانیف کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہماری طرف سے اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین

تَعْرِیْفَاتٌ أَوَّلِیَّةٌ

۱- عِلْمُ الْمُصْطَلَحِ : عِلْمٌ بِأَصُولٍ وَقَوَاعِدَ يُعْرِفُ بِهَا أَحْوَالَ السَّنَدِ وَالْمَتْنِ مِنْ حَيْثُ الْقَبُولِ وَالرَّدِّ. ۲- مَوْضُوعُهُ : السَّنَدُ وَالْمَتْنُ مِنْ حَيْثُ الْقَبُولِ وَالرَّدِّ. ۳- ثَمَرَتُهُ : تَمَيُّزُ الصَّحِيحِ مِنَ السَّقِيمِ مِنَ الْأَحَادِيثِ. ۴- الْأَحَادِيثُ : (أ) لُغَةً : الْجَدِيدُ، وَيُجْمَعُ عَلَى أَحَادِيثَ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ. (ب) إِصْطِلَاحًا : مَا أُضِيفَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ أَوْ تَقْرِيرٍ أَوْ صِفَةٍ.

ترجمہ : ابتدائی تعریفات۔ علم المصطلح : ایسے اصول و قواعد کا جاننا جن کے ذریعہ سند اور متن کے حالات قبول و رد کیے جانے کی حیثیت سے پہچانے جائیں۔ اس کا موضوع : سند اور متن قبول یا رد کیے جانے کی حیثیت سے۔ اس کا فائدہ : صحیح احادیث کو کمزور احادیث سے جدا کرنا۔ حدیث : لغوی معنی : نیا، اور اس کی جمع قاعدہ کے برخلاف احادیث کے وزن پر آتی ہے۔ اصطلاحی معنی : ہر وہ قول یا فعل یا تقریر یا حالت جس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔

نکات : - لغوی اعتبار سے قاعدہ و قیاس کے مطابق حَدِيثٌ بروزن فَعِيلٌ کی جمع أَحَادِثٌ بروزن أَفْعَالٍ یا (جمع غیر ذوی العقول کے مطابق) حَدَائِثٌ بروزن فَعَائِلُ آئی چاہیے، مگر عام عرف میں اس کی جمع أَحَادِيثُ ہی معروف ہے اس لیے یہ خلاف قیاس ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں حدیث نبی کریم کی جانب منسوب ہر قول (بات)، فعل (کام)، تقریر (برقرار رکھنا) اور صفت

(حالت) کو کہتے ہیں۔ قول جیسے یوں کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسا فرمایا۔ فعل جیسے یوں کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کیا۔ تقریر جیسے یوں کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کو فلاں کام کرتے ہوئے دیکھا یا اس طرح کہتے ہوئے سنا اور منع نہیں کیا۔ صفت جیسے یوں کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ خوبصورت تھا۔

۵- الْخَبَرُ : (أ) لُغَةً : النَّبَأُ ، وَجَمْعُهُ أَخْبَارٌ . (ب) إِصْطِلَاحًا : فِيهِ ثَلَاثَةُ أَقْوَالٍ :

۱..... هُوَ مُرَادِفٌ لِلْحَدِيثِ : أَيْ إِنْ مَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ إِصْطِلَاحًا . ۲..... مُغَايِرٌ لَهُ :

فَالْحَدِيثُ مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْخَبَرُ مَا جَاءَ عَنْ غَيْرِهِ . ۳..... أَعَمُّ مِنْهُ : أَيْ إِنْ

الْحَدِيثُ مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْخَبَرُ مَا جَاءَ عَنْهُ أَوْ غَيْرِهِ .

ترجمہ : خبر لغت کے اعتبار سے دی ہوئی اطلاع کو کہتے ہیں اور اس کی جمع اخبار آتی ہے۔ اصطلاحی معنی : اس بارے میں تین اقوال ہیں : (۱) یہ حدیث کے مترادف ہے یعنی اصطلاحاً ان دونوں کا معنی ایک ہے۔ (۲) حدیث سے مختلف ہے چنانچہ حدیث تو وہ ہے جو نبی کریم ﷺ کے بارے میں منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور کے بارے میں منقول ہو۔ (۳) حدیث سے عام ہے یعنی حدیث جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہو اور خبر جو آپ سے یا کسی اور سے منقول ہو۔

نکات :- خبر کی اصطلاحی تعریف کے بارے میں تین اقوال مشہور ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) اکثر علماء و محدثین خبر اور حدیث کو ہم معنی یعنی مترادف قرار دیتے ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

(۲) بعض علماء حدیث اور خبر کو الگ الگ قرار دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ حدیث وہ بات یا کام یا تقریر جو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہو اور خبر وہ بات یا کام یا تقریر جو آپ ﷺ کے علاوہ کسی صحابی یا بزرگ یا عام لوگوں کی طرف منسوب ہو یہی وجہ ہے کہ عرف عام میں سنت نبویہ کے عالم کو تو محدث کہتے ہیں اور عام لوگوں کے احوال و تاریخ بیان کرنے والے کو اخباری کہتے ہیں۔

(۳) بعض دوسرے حضرات خبر کو عام قرار دیتے ہیں کہ چاہے حضور ﷺ کی طرف منسوب ہو یا غیر کی طرف اور حدیث کو خاص قرار دیتے ہیں یعنی جو حضور ﷺ کی طرف منسوب ہو۔ پس خبر و حدیث

کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔

۶- الْأَثَرُ : (أ) لُغَةً : بَقِيَّةُ الشَّيْءِ . (ب) إِصْطِلَاحًا : فِيهِ قَوْلَانِ هُمَا : ۱..... هُوَ مُرَادِفٌ لِلْحَدِيثِ : أَيْ إِنَّ مَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ إِصْطِلَاحًا . ۲..... مُغَايِرٌ لَهُ : وَهُوَ مَا أُضِيفَ إِلَى الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ مِنْ أَقْوَالٍ أَوْ أَعْمَالٍ .

ترجمہ : اثر لغت کے اعتبار سے چیز کا باقی رہنے والا حصہ۔ اصطلاحی معنی، اس بارے میں دو قول یہ ہیں: (۱) یہ حدیث کے مترادف ہے یعنی ان دونوں کا معنی اصطلاحاً ایک ہے۔ (۲) یہ حدیث سے مختلف ہے اور اثر وہ اقوال یا افعال ہیں جو صحابہ و تابعین کی طرف منسوب ہوں۔

شرح ۱ :- اثر لغت میں کسی بھی چیز کے باقی رہنے والے نشان یا حصہ کو کہتے ہیں البتہ اس کی اصطلاحی تعریف میں بھی دو اقوال ہیں:

(۱) اکثر علماء اسے حدیث کے ہم معنی و مترادف قرار دیتے ہیں پس جو تعریف حدیث کی وہی تعریف اس کی بھی ہے۔

(۲) اہل خراسان کے نزدیک اثر وہ قول یا فعل یا تقریر ہے جو کسی صحابی یا تابعی کی طرف منسوب ہو۔ قول جیسے یوں کہا جائے کہ فلاں صحابی یا تابعی نے ایسا کہا۔ فعل جیسے یوں کہا جائے کہ فلاں صحابی یا تابعی نے ایسا کیا۔ تقریر جیسے یوں کہا جائے کہ فلاں صحابی یا تابعی کے سامنے ایسا کہا گیا یا ایسا کیا گیا اور انہوں نے نکیر نہیں کی۔

۷- الْأَسْنَادُ : لَهُ مَعْنَيَانِ : (أ) عَزَوْهُ الْحَدِيثُ إِلَى قَائِلِهِ مُسْنَدًا . (ب) سِلْسِلَةُ الرِّجَالِ الْمُؤَصِّلَةِ لِلْمَتْنِ ، وَهُوَ بِهَذَا الْمَعْنَى مُرَادِفٌ لِلسَّنَدِ . ۸- السَّنَدُ : لُغَةً : الْمُعْتَمَدُ ، وَسُمِّيَ كَذَلِكَ لِأَنَّ الْحَدِيثَ يَسْتَبْدِلُ إِلَيْهِ وَيَعْتَمِدُ عَلَيْهِ . إِصْطِلَاحًا : سِلْسِلَةُ الرِّجَالِ الْمُؤَصِّلَةِ لِلْمَتْنِ . ۸- الْمَتْنُ : (أ) لُغَةً : مَا صَلَبَ وَارْتَفَعَ مِنَ الْأَرْضِ . (ب) إِصْطِلَاحًا : مَا يَنْتَهِي إِلَيْهِ السَّنَدُ مِنَ الْكَلَامِ .

ترجمہ : اسناد اس کے دو معنی ہیں (۱) حدیث کی اس کے کہنے والے کی طرف مسند ہونے کی حالت میں نسبت کرنا۔ (۲) لوگوں کا وہ سلسلہ جو متن کو پہنچانے والا ہے، اور اس معنی کے اعتبار سے

یہ سند کے مترادف ہے۔ سند: لغت کے اعتبار سے بمعنی جس پر ٹیک لگایا جائے، اور یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ حدیث کو اس سے سہارا ملتا ہے اور وہ اس پر اعتماد کرتی ہے۔ اصطلاحی معنی: لوگوں کا وہ سلسلہ جو متن کو پہنچانے والا ہے۔ متن: لغت کے اعتبار سے بمعنی زمین کا وہ حصہ جو اس ہو اور بلند ہو۔ اصطلاحی معنی: وہ کلام جس پر پہنچ کر سند ختم ہوتی ہے۔

شرح ۱: - اسناد: اس کے لغوی معنی تو ایک چیز کو دوسری چیز کا سہارا یا تکیہ دینے کے ہیں اور اصطلاح میں اس کے دو معنی معتبر ہیں: (۱) حدیث کو سند کے ساتھ اس کے قائل کی طرف منسوب کرنا۔ (۲) راویان حدیث کا وہ سلسلہ جو حدیث کو اس کے قائل سے نقل کر کے دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ ہو۔ اس دوسرے معنی کے لحاظ سے اسناد اور سند مترادف اور ہم معنی ہوئے کیونکہ سند کے اصطلاحی معنی بھی راویان حدیث کا سلسلہ ہے۔ سند: لغت میں سہارا اور تکیہ کو کہتے ہیں جس پر ٹیک لگایا جاتا ہے اور اصطلاح میں سند راویان حدیث کے اس سلسلہ کو کہتے ہیں جو متن آگے پہنچا رہا ہوتا ہے، اسے سند اس لیے کہتے ہیں کہ حدیث اس سلسلہ رواۃ پر اعتماد اور بھروسہ کرتی ہے اور اسی کے واسطے سے منتقل ہوتی ہے۔ متن: یہ لغت میں زمین کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو اٹھی ہوئی ہو یا دوسرے حصے سے سخت ہو جبکہ اصطلاح میں اس کلام کو کہتے ہیں جو سند کے اختتام پر موجود ہو یعنی سند کا سلسلہ جس کلام پر پہنچ کر ختم ہو جائے اور مکمل ہو جائے مثلاً آپ سے لے کر کسی بزرگ تک پانچ استاذوں کا واسطہ ہو اور اس کے بعد ان بزرگ کا کوئی قول یا فعل ہو جسے ان کے شاگرد نقل کر رہے ہوں تو یہ تمام واسطے سند ہیں اور جو واسطہ کے بعد مذکورہ بزرگ کا قول یا فعل ہو گا وہ متن کہلائے گا۔

۹- الْمُسْنَدُ (بفتح النون): (أ) لُغَةً: إِسْمٌ مَفْعُولٍ مِنْ أَسْنَدَ الشَّيْءَ إِلَيْهِ بِمَعْنَى عَزَاهُ وَنَسَبَهُ لَهُ. (ب) إِصْطِلَاحًا: لَهُ ثَلَاثَةُ مَعَانٍ: ۱..... كُلُّ كِتَابٍ جُمِعَ فِيهِ مَرْوِيَّاتُ كُلِّ صَحَابِيٍّ عَلَى حِدَةٍ. ۲..... الْحَدِيثُ الْمَرْفُوعُ الْمُتَّصِلُ سَنَدًا. ۳..... أَنْ يُرَادَ بِهِ "السَّنَدُ" فَيَكُونُ بِهَذَا الْمَعْنَى مَصْدَرًا مِيمِيًّا.

ترجمہ: مسند (نون کے فتح کے ساتھ): باعتبار لغت کے اسم مفعول ہے، بمعنی ایک چیز کی دوسری چیز کی طرف نسبت کی۔ باعتبار اصطلاح اس کے تین معانی ہیں: (۱) ہر وہ کتاب جس میں ہر

صحابی کی مرویات علیحدہ مذکور ہو۔ (۲) وہ مرفوع حدیث جو سند کے اعتبار سے متصل ہو۔ (۳) یہ کہ اس سے مراد سند ہو تو اس معنی کے اعتبار سے یہ مصدر میسی ہوگا۔

نہ ۱ :- مسند (جس کے نون پر فتح ہو) لغوی اعتبار سے باب افعال سے اسم مفعول ہے جس کے معنی وہ چیز ہے جسے دوسری چیز کا سہارا دیا جائے یا اس کی طرف منسوب کیا جائے جبکہ اس کے اصطلاحی معنی کے بارے میں تین اقوال ہیں: (۱) مسند اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں صحابہ کرام کی مرویات اس طرح جمع ہو کہ ہر صحابی کی تمام مرویات ایک جگہ موجود ہو جیسے مسند احمد بن حنبل۔ (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ مسند وہ حدیث مرفوع کہلاتی ہے جو سند کے اعتبار سے متصل ہو۔ مرفوع سے مراد نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب حدیث ہے، متصل سے مراد یہ ہے کہ سند میں اس کے تمام راویوں کا ذکر ہو اور کوئی راوی محذوف نہ ہو۔ بعض محدثین ”مسند“ کو عام قرار دیتے ہیں چاہے آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہو یا صحابی یا تابعی کی طرف لیکن جمہور کے نزدیک پہلا معنی رائج ہے یعنی جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہو۔ (۳) یہ مصدر میسی ہے جو سند کے ہم معنی ہے۔

۱۱- الْمُسْنَدُ (بِكَسْرِ النُّونِ): هُوَ مَنْ يَرْوِي الْحَدِيثَ بِسَنَدِهِ، سَوَاءً أَكَانَ عِنْدَهُ عِلْمٌ بِهِ أَمْ لَيْسَ لَهُ إِلَّا مُجَرَّدُ الرَّوَايَةِ. ۱۲- الْمُحَدَّثُ: هُوَ مَنْ يَشْتَغِلُ بِعِلْمِ الْحَدِيثِ رَوَايَةً وَدِرَايَةً وَيَطْلُعُ عَلَى كَثِيرٍ مِنَ الرِّوَايَاتِ وَأَحْوَالِ رَوَاتِهَا. ۱۳- الْحَافِظُ: فِيهِ قَوْلَانِ: ۱..... مُرَادِفٌ لِلْمُحَدَّثِ عِنْدَ كَثِيرٍ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ. ۲..... وَقِيلَ هُوَ أَرْفَعُ دَرَجَةً مِنَ الْمُحَدَّثِ بِحَيْثُ يَكُونُ مَا يَعْرِفُهُ فِي كُلِّ طَبَقَةٍ أَكْثَرَ مِمَّا يَجْهَلُهُ. ۱۴- الْحَاكِمُ: هُوَ مَنْ أَحَاطَ عِلْمًا بِجَمِيعِ الْأَحَادِيثِ حَتَّى لَا يَقُوتَهُ مِنْهَا إِلَّا الْيَسِيرُ عَلَى رَأْيِ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ.

ترجمہ: مسند (نون کے کسرہ کے ساتھ): وہ شخص ہے جو اپنی سند کے ساتھ حدیث روایت کرے، برابر ہے کہ وہ حدیث کو جانتا ہو یا اس کے پاس صرف حدیث کی روایت ہو۔ محدث: وہ شخص ہے جو باعتبار روایت و درایت علم حدیث میں مشغول ہو اور بہت سی روایات اور ان کے رواۃ کے احوال پر مطلع ہو۔ حافظ: اس کے بارے میں دو اقوال ہیں: (۱) بہت سے محدثین کے نزدیک

یہ محدث کے مترادف ہے۔ (۲) ایک قول یہ ہے کہ یہ محدث سے بلند مرتبہ ہے اس طور پر کہ ہر طبقہ کے بارے میں اس کا علم اس کے نہ جاننے سے زیادہ ہوتا ہے۔ حاکم: بعض اہل علم کی رائے کے مطابق وہ شخص ہے جس نے تمام احادیث کے علم کا احاطہ کر لیا ہو یہاں تک کہ ان میں سے کم ہی کچھ اس سے رہ جائے۔

نکات: علامہ عراقیؒ نے محدث اسے قرار دیا ہے: ”جس کے پاس کئی حدیث کی کتابیں ہوں، حدیثیں پڑھیں، سنیں اور یاد کیا، شہر اور گاؤں کا سفر کیا، متون حدیث اور مسانید، علل و تاریخ کی تقریباً ایک ہزار تصانیف اپنے پاس رکھتا ہو“۔ بظاہر یہ انتہائی درجے کے محدث کی تعریف ہے۔ حافظ حدیث کے متعلق چار تعریفیں نقل کی گئی ہیں:

(۱) اکثر محدثین کے نزدیک حافظ اور محدث ہم معنی ہیں۔

(۲) بعض حضرات کے نزدیک حافظ محدث سے بھی بلند مرتبہ ہوتا ہے اس لیے کہ راویوں کے ہر طبقہ کے متعلق اس کا علم زیادہ ہے۔

یہ دونوں تعریفیں کتاب میں مذکور ہیں، مزید دو اقوال یہ ہیں:

(۳) حافظ وہ ہے جس نے ایک لاکھ حدیثیں یاد کر لی ہوں۔

(۴) ہر زمانہ کے عرف کے لحاظ سے حافظ الحدیث کی تعریف مختلف ہوتی ہے مثلاً آج کل حافظ وہ کہلائے گا جو کسی بھی حدیث کو سن کر یہ بتا سکے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

حافظ سے بڑا رتبہ محدثین کے ہاں ”حجتہ“ کا ہوتا ہے اور حجتہ کی بھی دو تعریفیں ہیں:

(۱) جس نے تین لاکھ احادیث یاد کر لی ہوں۔

(۲) وہ محدث جس کا فیصلہ احادیث کے صحیح و مردود ہونے میں اس کے ہم عصر لوگوں کے یہاں مقبول ہو۔

”حجتہ“ کے بعد بڑا اور آخری مرتبہ ”حاکم“ کا ہے، حاکم وہ شخص ہے جس نے تمام احادیث کا علم اس طرح حاصل کیا ہو کہ متن و سند، جرح و تعدیل اور تاریخ تک اسے یاد ہو۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر تھوڑا بہت یاد نہ ہو تب بھی حاکم کہا جاسکتا ہے۔ [مزید دیکھئے: شرح النزہۃ للملا علی القاری]

البَابُ الْأَوَّلُ : الْخَبَرُ

- الْفَصْلُ الْأَوَّلُ : تَقْسِيمُ الْخَبَرِ بِاعْتِبَارِ وُصُولِهِ إِلَيْنَا . - الْفَصْلُ الثَّانِي : الْخَبَرُ الْمَقْبُولُ . - الْفَصْلُ الثَّلَاثُ : الْخَبَرُ الْمَرْدُودُ . - الْفَصْلُ الرَّابِعُ : الْخَبَرُ الْمُشْتَرَكُ بَيْنَ الْمَقْبُولِ وَالْمَرْدُودِ .

۱۔ باب اول۔ فصل اول: خبر کی ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے تقسیم۔ فصل دوم: خبر مقبول۔ فصل سوم: خبر مردود۔ فصل چہارم: مقبول و مردود کے درمیان مشترک خبر۔

۲۔ پہلے باب کے تحت خبر سے متعلق چند عنوانات پر گفتگو کی گئی ہے اور اس کو چار فصلوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی فصل اس بیان میں کہ خبر کی ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے کتنی قسمیں بنتی ہیں اس لیے کہ خبر جو ہم تک پہنچ رہی ہے اس میں راویوں کا واسطہ ضرور ہوتا ہے اور راوی کبھی بہت زیادہ ہوتے اور کبھی بہت کم اور کبھی ان کے درمیان یعنی چند لوگ ہوتے ہیں اس طرح خبر کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ دوسری فصل میں اس خبر کی تفصیل ہے جو قابل قبول ہوتی ہے اور تیسری فصل میں ناقابل قبول خبر کا بیان ہوگا جبکہ چوتھی فصل اس خبر کے بیان میں ہے جو کبھی مقبول ہوتی ہے اور کبھی ناقابل قبول۔

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ : تَقْسِيمُ الْخَبَرِ بِاعْتِبَارِ وُصُولِهِ إِلَيْنَا

يَنْقَسِمُ الْخَبَرُ بِاعْتِبَارِ وُصُولِهِ إِلَيْنَا إِلَى قِسْمَيْنِ : ١ - فَإِنْ كَانَ لَهُ طُرُقٌ بِالْحَاضِرِ عَدَدٌ مُعَيَّنٌ فَهُوَ الْمُتَوَاتِرُ . ٢ - وَإِنْ كَانَ لَهُ طُرُقٌ مَحْصُورَةٌ بِعَدَدٍ مُعَيَّنٍ فَهُوَ الْآحَادُ . وَلِكُلِّ مِنْهُمَا أَقْسَامٌ وَتَفَاصِيلُ سَأَذْكُرُهَا وَأَبْسُطُهَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى ، وَأَبْدَأُ بِبَحْثِ الْمُتَوَاتِرِ .

۱۔ خبر کی ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے تقسیم۔ ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے خبر دو قسموں میں تقسیم ہوتی ہے: چنانچہ (۱) اگر اس کے بہت سارے ذرائع ہوں جو کسی متعین عدد میں بند نہیں، تو وہ متواتر ہے۔ (۲) اور اگر اس کے متعین عدد میں محصور ذرائع ہوں تو وہ آحاد ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی قسمیں اور تفصیلات ہیں جنہیں میں عنقریب ذکر کروں گا اور ان کی وضاحت کروں گا انشاء

اللہ تعالیٰ، ابتدا متواتر کی بحث سے کروں گا۔

شعبہ ۱ :- ابتداء خبر کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم کو خبر متواتر کہتے ہیں اور دوسری قسم کو خبر آحاد۔ خبر متواتر کی کوئی قسم نہیں لیکن خبر آحاد کی تین قسمیں ہیں۔ آگے انہی دو کی تفصیل پیش کی جائے گی۔

الْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : الْخَبَرُ الْمُتَوَاتِرُ

۱- تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمٌ فَاعِلٍ مُشْتَقٌّ مِنَ التَّوَاتُرِ أَيْ التَّابِعِ، تَقُولُ تَوَاتَرَ الْمَطَرُ أَيْ تَتَابَعَ نُزُولُهُ. (ب) إِصْطِلَاحًا : مَا رَوَاهُ عَدَدٌ كَثِيرٌ تَحِيلُ الْعَادَةُ تَوَاطَوْهُمْ عَلَى الْكُذِبِ. وَمَعْنَى التَّعْرِيفِ : أَيْ هُوَ الْحَدِيثُ أَوِ الْخَبَرُ الَّذِي يَرَوِيهِ فِي كُلِّ طَبَقَةٍ مِنْ طَبَقَاتِ سَنَدِهِ رُوَاةٌ كَثِيرُونَ يَحْكُمُ الْعَقْلُ عَادَةً بِإِسْتِحَالَةِ أَنْ يَكُونَ أُولَئِكَ الرُّوَاةُ قَدْ اتَّفَقُوا عَلَى اخْتِلَاقِ هَذَا الْخَبَرِ.

معنی : بحث اول۔ خبر متواتر کی تعریف: لغت کے اعتبار سے یہ اسم فاعل ہے جو تواتر سے مشتق ہے یعنی لگا تار ہونا، آپ کہتے ہیں: تَوَاتَرَ الْمَطَرُ یعنی بارش لگا تار ہوئی۔ اصطلاح کے اعتبار سے وہ حدیث جس کو (راویوں کی) اتنی بڑی تعداد روایت کرے کہ عادت ان کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو ناممکن قرار دے۔ تعریف کا مطلب یہ ہے کہ خبر متواتر وہ حدیث یا خبر ہے جس کو اس کی سند کے طبقات میں سے ہر طبقے میں اتنے زیادہ راوی روایت کرتے ہوں کہ عقل عادت کے لحاظ سے اس بات کے ناممکن ہونے کا فیصلہ کرے کہ ان راویوں نے اس خبر کو گھڑ لینے پر اتفاق کیا ہوگا۔

شعبہ ۱ :- متواتر کے لغوی معنی لگا تار اور پے درپے ہونے کے ہیں اور یہ باب تفاعل کے مصدر تواتر سے مشتق ہے چنانچہ کہا جاتا ہے تَوَاتَرَ الْمَطَرُ یعنی بارش کے قطرے ایک دوسرے کے پیچھے لگا تار گرتے رہے۔ اصطلاح میں خبر متواتر ہر اس خبر کو کہتے ہیں جس کے روایت کرنے والے ہر دور میں اتنے زیادہ ہوں کہ عادت کو دیکھتے ہوئے عقل ان کے جھوٹ پر اتفاق کو محال و ناممکن سمجھے یعنی وہ اس قدر جدا جدا مختلف علاقوں سے خبر دیں کہ عادت کے موافق اتنے لوگ اگر اس حدیث کو از خود بنا بھی لینا چاہتے تو ان سب کا اکٹھا ہو کر حدیث بنالینا ممکن نہ ہو۔ اس خبر کو متواتر اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کے کہنے والے بھی لگا تار اور پے درپے خبر دے رہے ہوتے ہیں۔

۲- شُرُوطُهُ : يَتَبَيَّنُ مِنْ شَرْحِ التَّعْرِيفِ أَنَّ التَّوَاتُرَ لَا يَتَحَقَّقُ فِي الْخَبَرِ إِلَّا بِشُرُوطٍ أَرْبَعَةٍ وَهِيَ: (أ) أَنْ يَرْوِيَهُ عَدَدٌ كَثِيرٌ، وَقَدْ اخْتَلَفَ فِي أَقْلِ الْكَثَرَةِ عَلَى أَقْوَالٍ، الْمُخْتَارُ أَنَّهُ عَشْرَةُ أَشْخَاصٍ. (ب) أَنْ تُوجَدَ هَذِهِ الْكَثَرَةُ فِي جَمِيعِ طَبَقَاتِ السَّنَدِ. (ج) أَنْ تُجِيلَ الْعَادَةُ تَوَاطُؤُهُمْ عَلَى الْكُذِبِ. (د) أَنْ يَكُونَ مُسْتَنَدُ خَبَرِهِمُ الْحَسَّ، كَقَوْلِهِمْ سَمِعْنَا أَوْ رَأَيْنَا أَوْ لَمَسْنَا أَوْ أَمَّا إِنْ كَانَ مُسْتَنَدُ خَبَرِهِمُ الْعَقْلُ كَالْقَوْلِ بِحُدُوثِ الْعَالَمِ مَثَلًا فَلَا يُسَمَّى الْخَبَرُ حَبِيثًا مُتَوَاتِرًا.

۱- **توضیح:** خبر متواتر کی شرائط: تعریف کی تشریح سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی خبر میں تو اتر چار ہی شرطوں سے پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں:

(أ) یہ کہ اُسے ایک بڑی تعداد نقل کرے، کثرت کی کم سے کم تعداد کے بیان میں مختلف اقوال ہیں، پسندیدہ قول یہ ہے کہ وہ دس آدمی ہوں۔ (ب) یہ کہ مذکورہ کثرت سند کے تمام طبقوں میں پائی جائے۔ (ج) یہ کہ عادت ان کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو ناممکن قرار دے۔ (د) یہ کہ ان کی خبر کی بنیاد حس ہو، جیسے ان کا یہ کہنا کہ ہم نے سنایا ہم نے دیکھا، یا ہم نے چھوا..... وغیرہ، اگر ان کی خبر کی بنیاد عقل ہو جیسے مثلاً یہ کہنا کہ دنیا نوپید ہے تو پھر خبر کو اس وقت متواتر نہیں کہا جائے گا۔

نتیجہ ۱:- متواتر کے لیے چار شرطیں ہیں:

(أ) ایک بڑی جماعت اُسے نقل کرے۔ اس جماعت کی تعداد کم سے کم کتنی ہونی چاہیے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وہ چار ہوں۔ بعض کے نزدیک پانچ ہوں۔ بعض کے نزدیک بارہ ہوں۔ بعض کے نزدیک چالیس ہوں۔ بعض کے نزدیک ستر ہوں اور بعض کے نزدیک تین سو تیرہ ہوں۔ ان میں سے ہر عدد کا ذکر قرآن و حدیث اور ائمہ تفسیر کے ذکر میں آیا ہے۔ مصنف کے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ ان کی تعداد کم سے کم دس ہو کیونکہ دس سے کم افراد کا مل جماعت نہیں کہلاتی۔ اس کے برعکس جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی حد مقرر نہیں، بس دلی اطمینان بمعہ یقین کامل جن سے حاصل ہو جائے کافی ہے چاہے عدد کتنی ہی ہو۔

(۲) ابتداء سے انتہاء تک رواۃ کے ہر طبقہ میں اس قدر تعداد موجود ہو۔ اگر کہیں مقررہ حد سے کم اور

کہیں زیادہ ہو تو اس کا نام متواتر نہیں ہوگا۔

(۳) عادتاً اتنے سارے لوگوں کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا ناممکن ہو مثلاً وہ مختلف شہروں اور متنوع اشغال سے وابستہ ہوں کہ بیک وقت سب کا اکٹھا ہو کر کوئی خبر بنالینا مشکل لگے۔ اس کے برعکس اگر کسی وجہ سے ان کا اتفاق کر لینا ممکن ہو تو ایسی خبر کو بھی متواتر نہیں کہیں گے مثلاً ایک ہی علاقے کے بہت سارے لوگ چاند دیکھنے کی خبر دیں تو چونکہ ان کا تعلق ایک علاقے سے ہے اس لیے عادتاً اتفاق ممکن ہے۔

(۴) ان کے بتانے کی وجہ حسی ہو، مثلاً یوں کہنا: ہم نے سنا، ہم نے دیکھا وغیرہ۔ اگر اس کی وجہ عقلی فہم ہو مثلاً یوں بتانا ”دو اور دو چار ہوتا ہے“ تو اس کا نام متواتر نہیں ہوگا۔

۳- حُكْمُهُ : اَلْمُتَوَاتِرُ يُفِيدُ الْعِلْمَ الضَّرُورِيَّ، اَيِ الْيَقِيْنِي الَّذِي يُضْطَرُّ الْاِنْسَانُ اِلَى التَّصَدِيقِ بِهٖ تَصَدِيقًا جَازِمًا كَمَنْ يُشَاهِدُ الْاَمْرَ بِنَفْسِهٖ، كَيْفَ لَا يَتَرَدَّدُ فِي تَصَدِيقِهٖ، فَكَذٰلِكَ الْخَبَرُ الْمُتَوَاتِرُ لِذٰلِكَ كَانَ الْمُتَوَاتِرُ كُلُّهُ مَقْبُولًا، وَلَا حَاجَةَ اِلَى الْبَحْثِ عَنْ اَحْوَالِ رَوَاتِهٖ. ۴- اَقْسَامُهُ : يَنْقَسِمُ الْخَبَرُ الْمُتَوَاتِرُ اِلَى قِسْمَيْنِ هُمَا، لَفْظِيٌّ وَمَعْنَوِيٌّ. (أ) اَلْمُتَوَاتِرُ اللَّفْظِيُّ : هُوَ مَا تَوَاتَرَ لَفْظُهُ وَمَعْنَاهُ. مِثْلُ حَدِيثِ : ”مَنْ كَذَبَ عَلٰى مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوْا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ“ رَوَاهُ بِضْعَةٌ وَسَبْعُوْنَ صَحَابِيًّا. (ب) اَلْمُتَوَاتِرُ الْمَعْنَوِيُّ : هُوَ مَا تَوَاتَرَ مَعْنَاهُ دُوْنَ لَفْظِهِ. مِثْلُ : اَحَادِيْثِ رَفَعَ الْيَدَيْنِ فِي الدُّعَاءِ، فَقَدْ وَرَدَ عَنْهُ ﷺ نَحْوُ مِائَةِ حَدِيْثٍ، كُلُّ حَدِيْثٍ مِنْهَا فِيْهِ اَنَّهُ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ، لِكِنَّهَا فِيْ قَضَايَا مُّخْتَلِفَةٍ، فَكُلُّ قَضِيَّةٍ مِنْهَا لَمْ تَوَاتَرَ، وَالْقَدْرُ الْمُشْتَرَكُ بَيْنَهَا - وَهُوَ الرَّفْعُ عِنْدَ الدُّعَاءِ - تَوَاتَرَ بِاِعْتِبَارِ مَجْمُوْعِ الطَّرُقِ.

معنا ۳۔ متواتر کا حکم: متواتر علم ضروری یعنی علم یقینی کا فائدہ دیتا ہے کہ انسان اس کی قطعی تصدیق کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جس طرح ایک شخص کام کو خود دیکھے، اُسے کسی طرح اس کام کو سچا سمجھنے میں تردد نہیں ہوتا، اسی طرح خبر متواتر بھی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے متواتر ساری کی ساری مقبول ہے اور اس کے راویوں کے حالات کی تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ متواتر کی قسمیں:

خبر متواتر دو قسموں میں منقسم ہے: لفظی و معنوی۔ (۱) متواتر لفظی: وہ حدیث ہے جس کے الفاظ اور معنی متواتر ہوں، جیسے حدیث ”مَنْ كَذَبَ عَلَى مُتَعَمِّدٍ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ“ ستر سے زائد صحابہ کرامؓ نے اس کو روایت کیا۔ (۲) متواتر معنوی: وہ حدیث ہے جس کے معنی متواتر ہوں، الفاظ نہیں مثلاً دعا میں ہاتھ اٹھانے کی حدیثیں، چنانچہ آپ ﷺ سے سوتک حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ہر ایک میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعا میں ہاتھ اٹھائے ہیں مگر یہ سب مختلف واقعات میں ہے۔ ہر واقعہ متواتر نہیں ہے، ان میں قدر مشترک دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا ہے، تمام سندوں کے اعتبار سے متواتر ہے۔

نکات :- خبر متواتر کا حکم یہ ہے کہ اس کے سننے سے ایسا یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ اس میں کسی قسم شک کی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی کیونکہ عقلاً ان کا جھوٹ پر اتفاق ناممکن ہوتا ہے لہذا خبر متواتر سے بالکل اس طرح علم یقینی حاصل ہوتا ہے جس طرح اگر انسان خود واقعہ کے وقت موجود ہوتا اور وہ اس کا مشاہدہ کرتا تو اُسے اس خبر کے سچ ہونے میں ذرا تردد نہیں ہوتا۔ اس درجے یقینی علم جس حدیث سے حاصل ہو جائے اس کے راویوں کے حالات کی چھان بین اور تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ سند اور رواۃ کے حال احوال سے بحث یقین اور اطمینان حاصل کرنے کے لیے ہے، جب وہ پہلے ہی حاصل ہو چکا تو اب مزید بحث و تحقیق کی ضرورت نہیں اور خبر متواتر مکمل مقبول ہے، اس میں کوئی ایسی حدیث نہیں جو مقبول نہ ہو۔

خبر متواتر کی دو قسمیں ہیں: (۱) خبر متواتر لفظی: یہ وہ حدیث ہے جس کا لفظ اور معنی دونوں متواتر ہو جیسے حدیث ”مَنْ كَذَبَ عَلَى مُتَعَمِّدٍ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ“ (جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ بولا وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنائے)۔ یہ ایسی حدیث ہے کہ اس کو ستر سے زائد صحابہ نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے، ان صحابہ میں عشرہ مبشرہ بھی داخل ہے۔ متواتر لفظی کی دوسری مثال حوض کوثر سے متعلق حدیث ہے جس کو پچاس سے زائد صحابہ نے روایت کیا ہے۔ (۲) متواتر معنوی: وہ حدیث ہے جس کے الفاظ تو مختلف ہوں مگر مضمون سب کا ایک ہی ہو مثلاً دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کا ذکر کہ سوتک صحابہ کرامؓ نے مختلف واقعات میں نبی کریم ﷺ کا دست

مبارک اٹھانا نقل کیا ہے، یہ واقعات اور ان کے کلمات مختلف ہیں مگر قدر مشترک سب میں دعا میں ہاتھ اٹھانا ہے اس لیے یہ متواتر معنوی کہلاتی ہے۔ عرف عام میں متواتر معنوی کی مثال حاتم طائی کی سخاوت سے دی جاسکتی ہے کہ سینکڑوں لوگوں نے مختلف انداز سے ان کا سخاوت کرنا نقل کیا اور ان سب سے ایک بات مشترکہ طور پر معلوم ہوئی، وہ یہ کہ حاتم طائی نے سخاوت کی۔

۵- وَجُودُهُ : يُوجَدُ عَدَدٌ لَا بَأْسَ بِهِ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمُتَوَاتِرَةِ، مِنْهَا حَدِيثُ الْحَوْضِ، وَحَدِيثُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَحَدِيثُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ، وَحَدِيثُ نَضَرَ اللَّهُ أَمْرًا، وَغَيْرُهَا كَثِيرٌ. لَكِنْ لَوْ نَظَرْنَا إِلَى عَدَدِ أَحَادِيثِ الْأَحَادِ لَوَجَدْنَا أَنَّ الْأَحَادِيثَ الْمُتَوَاتِرَةَ قَلِيلَةٌ جَدًّا بِالنِّسْبَةِ لَهَا.

۴۴۔ متواتر کا وجود: متواتر احادیث کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے، ان میں سے حوض کوثر والی حدیث ہے، موزوں پر مسح والی حدیث ہے، نماز میں رفع یدین والی حدیث ہے اور نَضَرَ اللَّهُ أَمْرًا (اللہ تعالیٰ تروتازہ رکھے) والی حدیث ہے اور ان کے علاوہ بہت ہیں لیکن اگر خبر آحاد کی تعداد کو دیکھیں تو ہمیں احادیث متواترہ اُن کی بنسبت بہت کم لگیں گی۔

شرح ۱ :- بعض علماء نے متواتر کا وجود ناقد قرار دیا ہے جبکہ بعض دوسرے حضرات نے نایاب قرار دیا ہے مگر صحیح بات یہ ہے کہ احادیث میں متواتر کی بھی ایک مناسب تعداد موجود ہے جس کو معلوم کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جتنی احادیث کی کتابیں موجود ہیں اور ان کے مصنفین کا حال بھی معلوم ہے۔ ان سب کی احادیث کو اکٹھا کیا جائے اور سندوں کی تعداد دیکھی جائے تو اچھی خاصی تعداد میں متواتر احادیث ملیں گی۔ ہماری کتاب میں چار مثالیں یہ دی گئی ہیں: (۱) حوض کوثر والی حدیث جس کے روایت کرنے والے پچاس سے زیادہ صحابہ ہیں۔ (۲) موزوں پر مسح کرنے والی حدیث جس کے روایت کرنے والے ستر صحابہ ہیں۔ (۳) نماز میں رفع یدین کرنا جس کے راوی پچاس تک صحابہ ہیں۔ پنج وقتی فرض اور ترو عیدین کی نمازوں میں تکبیر افتتاح سے لے کر سلام پھیرنے تک مختلف مواقع پر ہاتھ اٹھانے کا ذکر متعدد روایات میں ہے جن میں سے تکبیر افتتاح، دعائے قنوت اور تکبیرات عیدین کے علاوہ رفع یدین احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود منسوخ

ہے جیسے کہ قرآن مجید کی بعض آیات تلاوت کیے جانے کے باوجود حکماً منسوخ ہیں۔ (۴) حدیث ”اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو ترازہ رکھے جو میری بات کو سن کر اُسی طرح دوسروں تک پہنچا دے“ تیس تک صحابہ کرامؓ سے منقول ہے۔ ان کے علاوہ بھی احادیث متواترہ ہیں جن کو بآسانی کتابوں سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ خبر متواترہ کے مقابلے میں خبر آحاد کی تعداد بہت زیادہ ہے اور خبر آحاد کی بنسبت خبر متواترہ کا وجود انتہائی کم ہے مگر اس کے باوجود اس کے ثبوت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

۶۔ اَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : لَقَدْ اَعْتَنَى الْعُلَمَاءُ بِجَمْعِ الْاَحَادِيثِ الْمُتَوَاتِرَةِ وَجَعَلَهَا فِي مُصَنَّفٍ مُسْتَقِلٍّ لِيَسْهُلَ عَلَى الطَّالِبِ الرَّجُوعُ اِلَيْهَا، فَمِنْ تِلْكَ الْمُصَنَّفَاتِ :
(أ) الْأَزْهَارُ الْمُتَنَاهِرَةُ فِي الْأَخْبَارِ الْمُتَوَاتِرَةِ : لِلْسَّيُوطِيِّ، وَهُوَ مُرْتَّبٌ عَلَى الْأَبْوَابِ.
(ب) قَطْفُ الْأَزْهَارِ : لِلْسَّيُوطِيِّ أَيْضًا، وَهُوَ تَلْخِيصٌ لِلْكِتَابِ السَّابِقِ. (ج) نَظْمُ الْمُتَنَاهِرِ مِنَ الْحَدِيثِ الْمُتَوَاتِرِ : لِمُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ الْكُتَّانِيِّ.

۴۔ صحیحہ خبر متواترہ کی بابت مشہور ترین تصانیف: یقیناً علماء نے احادیث متواترہ جمع کرنے اور انہیں مستقل تصنیف میں پیش کرنے کا اہتمام کیا ہے تاکہ طالب علم کے لیے ان کی طرف رجوع کرنا آسان ہو، چنانچہ انہی تصانیف میں چند یہ ہیں: (۱) الأزهار المتناثرة فی الأخبار المتواترة: یہ امام سیوطیؒ کی تصنیف ہے اور ابواب پر مرتب ہے۔ (۲) قطف الأزهار: یہ بھی امام سیوطیؒ کی تصنیف ہے اور سابقہ کتاب کی تلخیص ہے۔ (۳) نظم المتناثر من الحديث المتواتر: یہ محمد بن جعفر کتانیؒ کی تصنیف ہے۔

شرح ۱ :- علماء کرام نے خصوصیت کے ساتھ احادیث متواترہ کو جمع کیا ہے اور ان کے متعلق علیحدہ تصنیف کی ہے اور اس کا مقصد یہی ہے کہ طالب حدیث کو ان کے تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔ خبر متواترہ کے متعلق چند مشہور تصانیف یہ ہیں: (۱) الأزهار المتناثرة فی الأخبار المتواترة: یہ امام جلال الدین سیوطیؒ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کی ترتیب ابواب پر مشتمل ہے اور اس میں مصنف نے تمام متواتر احادیث تمام سندوں اور تخریج کرنے والے مصنفین کے اسماء کے ساتھ جمع کی ہیں۔ چونکہ کتاب طویل تھی، اس لیے مصنف سیوطیؒ ہی نے اس کا خلاصہ لکھا اور اس کا نام (۲) قطف

الآزہار رکھا۔ اس کتاب میں آپ نے صرف حدیث کی تخریج کرنے والے مصنف کا نام ذکر کیا اور سندیں حذف کر دیں۔ (۳) نظم المتناثر من الحدیث المتواتر: یہ مشہور مصنف محمد بن جعفر کتانیؒ کی تالیف ہے جو سابقہ کتابوں سے زیادہ فوائد پر مشتمل ہے۔

الْمَبْحَثُ الثَّانِي : خَبَرُ الْآحَادِ

۱- تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : الْآحَادُ جَمْعُ أَحَدٍ بِمَعْنَى الْوَاحِدِ، وَخَبَرُ الْوَاحِدِ هُوَ مَا يَرْوِيهِ شَخْصٌ وَاحِدٌ. (ب) اصْطِلَاحًا : هُوَ مَا لَمْ يَجْمَعْ شُرُوطَ الْمُتَوَاتِرِ. ۲- حُكْمُهُ : يُفِيدُ الْعِلْمَ النَّظَرِيَّ، أَيْ الْعِلْمَ الْمُتَوَقَّفَ عَلَى النَّظَرِ وَالْإِسْتِدْلَالِ. ۳- أَقْسَامُهُ بِالنِّسْبَةِ إِلَى عَدَدِ طُرُقِهِ : يُقَسَّمُ خَبَرُ الْآحَادِ إِلَى عَدَدِ طُرُقِهِ إِلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ. (أ) مَشْهُورٌ. (ب) عَزِيزٌ. (ج) غَرِيبٌ. وَسَاتَكَلَّمُ عَلَى كُلِّ مِنْهَا بِبَحْثٍ مُسْتَقِلٍّ.

۴- **مجموعہ** بحث دوم۔ خبر آحاد کی تعریف: لغت کے اعتبار سے آحاد، احد کی جمع ہے جس کے معنی ایک کے ہیں اور خبر واحد وہ حدیث ہے جس کو ایک شخص نقل کرے۔ اصطلاحی اعتبار سے خبر آحاد وہ حدیث ہے جس میں متواتر کی شرطیں اکٹھی نہ ہوں۔ خبر آحاد کا حکم: اس سے علم نظری کا فائدہ حاصل ہوتا ہے یعنی ایسے علم کا جو غور و فکر اور استدلال پر موقوف ہو۔ سندوں کی تعداد کے اعتبار سے خبر آحاد کی قسمیں: خبر آحاد کو اس کی سندوں کی تعداد کے اعتبار سے تین قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے: (۱) مشہور (۲) عزیز (۳) غریب۔ عنقریب میں مستقل بحث کے تحت ہر ایک پر گفتگو کروں گا۔

شرح ۱:- آحاد، یہ احد کی جمع ہے جو واحد کے ہم معنی ہے یعنی ایک۔ لغوی اعتبار سے جس خبر کو ایک شخص روایت کرے اُسے خبر واحد کہا جاتا ہے لہذا آحاد وہ خبریں ہیں جن کے روایت کرنے والے ایک شخص ہوں، مگر اصطلاح اصول حدیث میں خبر واحد ہر اُس حدیث کو کہتے ہیں جس میں متواتر کی کوئی نہ کوئی شرط مفقود ہو چاہے اس کے روایت کرنے والے ایک ہوں یا ایک سے زیادہ۔ خبر واحد کا حکم یہ ہے کہ اس سے خبر متواتر کی طرح علم یقین حاصل ہوتا ہے مگر یہ یقین راویوں کے حالات میں غور و فکر اور استدلال کے ساتھ حاصل ہوتا ہے کیونکہ خبر متواتر میں عقل بظاہر رواۃ کے گٹھ جوڑ کو محال سمجھتی ہے جبکہ خبر واحد میں بظاہر ان کا اتفاق محال نہیں ہوتا اس لیے تدبر کی ضرورت پڑتی

ہے اس کے بعد اگر صحت پر اعتماد ہو تو یقین حاصل ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ خبر واحد میں چونکہ اس کی سند یعنی راویوں کی تعداد سے بھی بحث کی جاتی ہے اس لیے ان کی تعداد مختلف ہونے سے خبر واحد کی تین قسمیں حاصل ہوتی ہیں یعنی مشہور، عزیز اور غریب۔ آئندہ انہی کی تفصیل آئے گی۔

الْمَشْهُورُ

۱- تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمٌ مَفْعُولٌ مِنْ "شَهَرْتُ الْأَمْرَ" إِذَا أَعْلَنْتُهُ وَأَظْهَرْتُهُ وَسُمِّيَ بِذَلِكَ لِظُهُورِهِ. (ب) اصْطِلَاحًا : مَا رَوَاهُ ثَلَاثَةٌ فَأَكْثَرُ - فِي كُلِّ طَبَقَةٍ - مَا لَمْ يَبْلُغْ حَدَّ الْمُتَوَاتِرِ. ۲- مِثَالُهُ : حَدِيثُ "إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ

۱- خبر مشہور۔ اس کی تعریف: لغت کے اعتبار سے یہ "شَهَرْتُ الْأَمْرَ" سے اسم مفعول کا صیغہ ہے (یہ اس وقت بولا جاتا ہے) جب میں کسی کام کا چرچا اور اس کا اظہار کروں، یہ نام حدیث کا اس کے ظہور کی وجہ سے رکھا گیا۔ اصطلاح کے اعتبار سے مشہور وہ حدیث ہے جس کو ہر طبقہ میں تین یا اس سے زیادہ لوگ روایت کرے جب تک متواتر کی حد کو نہ پہنچے۔ اس کی مثال: حدیث "إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ..." (بے شک اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں واپس لے گا کہ لوگوں سے ہی نکال لے..... الحدیث) ہے۔

۲- مشہور کے لغوی معنی جانی پہچانی ہوئی چیز کے ہیں کیونکہ یہ "شَهَرْتُ الْأَمْرَ" سے اسم مفعول کے لیے ماخوذ ہے اور یہ اس وقت بولتے ہیں جب متکلم کسی کام کو لوگوں کے درمیان پھیلائے اور اس کا چرچا کرے، خبر مشہور کو مشہور کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ لوگوں میں ظاہر اور معروف ہوتی ہے۔ اصطلاح اصول حدیث میں خبر مشہور وہ حدیث کہلاتی ہے جس کے روایت کرنے والے راویوں کی تعداد ہر طبقہ میں تین یا تین سے زیادہ ہوں مگر اس میں متواتر کی تمام شرطیں نہ پائی جائے۔ متواتر کی چار شرطیں بیان کی گئی تھیں، لہذا اگر ان میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے تو حدیث متواتر نہیں رہے گی بلکہ خبر مشہور یا دوسری قسم بن جائے گی۔ اسی طرح خبر مشہور کی سند میں ہر طبقہ کے اندر کم از کم تین رواۃ ہوں گے، اگر کسی طبقہ میں تین سے کم ہو تو خبر مشہور نہیں کہلائے گی بلکہ خبر عزیز یا خبر غریب کہلائے گی۔ خبر مشہور کی مثال: حدیث "إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ

الْعِلْمَ انْزَاعًا يَنْتَزِعُهُ...“ (بے شک اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں چھینیں گے کہ دلوں سے ہی نکال لے..... الحدیث) ہے، یہ حدیث سنداً صحیح بھی ہے اور مشہور بھی۔

۳- الْمُسْتَفِيزُ : (أ) لُغَةً : اِسْمٌ فَاعِلٍ مِنْ "اِسْتَفَاضَ" مُشْتَقٌّ مِنْ فَاَضَ الْمَاءُ وَسُمِيَ بِذَلِكَ لِانْتِشَارِهِ. (ب) اِصْطِلَاحاً : اُخْتَلِفَ فِي تَعْرِيفِهِ عَلَى ثَلَاثَةِ اقْوَالٍ وَهِيَ : ۱..... هُوَ مُرَادِفٌ لِّلْمَشْهُورِ. ۲..... هُوَ اَخْصٌ مِنْهُ لِأَنَّهُ يُشْتَرَطُ فِي الْمُسْتَفِيزِ أَنْ يَسْتَوِيَ طَرَفَا اِسْنَادِهِ، وَلَا يُشْتَرَطُ ذَلِكَ فِي الْمَشْهُورِ. ۳..... هُوَ اَعَمُّ مِنْهُ أَيْ عَكْسَ الْقَوْلِ الثَّانِي.

ترجمہ: خبر مستفیض: لغت کے اعتبار سے "اِسْتَفَاضَ" سے اسم فاعل ہے جو فَاَضَ الْمَاءُ (پانی بہہ گیا) سے مشتق ہے، اور حدیث کا یہ نام اس کے پھیلنے کی وجہ سے رکھا گیا۔ اصطلاح کے اعتبار سے اس کی تعریف کے بارے میں تین اقوال پر اختلاف ہوا ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) یہ مشہور کے مترادف ہے۔ (۲) یہ مشہور سے خاص ہے اس لیے کہ مستفیض میں یہ شرط ہے کہ اس کی سند کے دونوں اطراف برابر ہوں اور یہ شرط مشہور میں نہیں رکھی جاتی۔ (۳) یہ مشہور سے عام ہے یعنی دوسرے قول کے برعکس۔

نوٹ: - چونکہ اکثر فقہاء کرام کے ہاں مشہور ہی کا نام مستفیض ہے، اس لیے خبر مشہور کے عنوان کے تحت اس پر بھی گفتگو کی جا رہی ہے۔ خبر مستفیض لغت کے اعتبار سے تو "اِسْتَفَاضَ" باب استفعال کا اسم فاعل ہے اور اس کا مجرد فَاَضَ الْمَاءُ ہے جس کے معنی ہیں پانی کا نہر سے نکل کر بہنا یعنی جب نہر پانی سے بھر جائے اور اس کے کناروں سے پانی نکل کر اطراف میں پھیل جائے تو اس وقت کہا جاتا ہے کہ فَاَضَ الْمَاءُ۔ اس لحاظ سے خبر مستفیض کا نام مستفیض رکھنا واضح ہے کیونکہ یہ بھی لوگوں میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔

اصطلاح اصول حدیث میں خبر مستفیض کی تعریف میں تین اقوال مشہور ہیں:

(۱) مستفیض اور مشہور ایک ہی ہیں یعنی دونوں ہم معنی و مترادف ہیں، ان دونوں میں کوئی فرق نہیں، فقہاء کرام کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے۔ (۲) مستفیض اور مشہور کے درمیان اس طرح عموم

وخصوص مطلق کی نسبت ہے کہ مستفیض خاص اور مشہور عام ہے۔ (۳) دوسرے قول کے برعکس یعنی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے لیکن مستفیض عام ہے اور مشہور خاص۔

بعض حضرات نے مستفیض اس خبر کو قرار دیا ہے جس کو امت عدد کا اعتبار کیے بغیر قبول کر لے۔ اس تعریف کے لحاظ سے متواتر اور مستفیض ایک ہو جائیں گے۔ محدثین مستفیض سے بحث نہیں کرتے، اس لیے بذاتِ خود یہ اس فن کے مباحث میں شامل نہیں۔ [شرح النزہۃ للفقاری]

۴- الْمَشْهُورُ غَيْرُ الْأَصْطِلَاحِيِّ : وَيُقْصَدُ بِهِ مَا اشتهَرَ عَلَى الْأَلْسِنَةِ مِنْ غَيْرِ شُرُوطٍ تُعْتَبَرُ فَيَشْمِلُ : (أ) مَا لَهُ إِسْنَادٌ وَاحِدٌ. (ب) وَمَا لَهُ أَكْثَرُ مِنْ إِسْنَادٍ. (ج) وَمَا لَا يُوجَدُ لَهُ إِسْنَادٌ أَصْلًا. ۵- أَنْوَاعُ الْمَشْهُورِ غَيْرِ الْأَصْطِلَاحِيِّ : لَهُ أَنْوَاعٌ كَثِيرَةٌ أَشْهُرُهَا : (أ) مَشْهُورٌ بَيْنَ أَهْلِ الْحَدِيثِ خَاصَّةً : وَمِثَالُهُ حَدِيثُ أَنَسٍ " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَنَتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ يَدْعُو عَلَى رِغْلٍ وَذُكْوَانٍ. " [متفق عليه] (ب) مَشْهُورٌ بَيْنَ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَالْعُلَمَاءِ وَالْعَوَامِّ : مِثَالُهُ " الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ. " [متفق عليه] (ج) مَشْهُورٌ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ : مِثَالُهُ حَدِيثُ " أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقِ. " [مستدرک حاکم] (د) مَشْهُورٌ بَيْنَ الْأُصُولِيِّينَ : مِثَالُهُ حَدِيثُ " رُفِعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَا وَالنِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ. " صَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ. (هـ) مَشْهُورٌ بَيْنَ النُّحَاةِ : مِثَالُهُ حَدِيثُ " نَعِمَ الْعَبْدُ صُهَيْبٌ لَوْ لَمْ يَخَفِ اللَّهُ لَمْ يَعْصِهِ " لَا أَصْلَ لَهُ. (و) مَشْهُورٌ بَيْنَ الْعَامَّةِ : مِثَالُهُ حَدِيثُ " الْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ " أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَنَهُ.

۶- ترجمہ مشہور غیر اصطلاحی: اور اس سے مقصود وہ حدیث ہے جو زبانِ زدِ عام ہو بغیر کسی مسبر شرائط کے، پس یہ شامل ہوگی: (۱) اس حدیث کو جس کی ایک ہی اسناد ہو۔ (۲) اور جس حدیث کی ایک سے زیادہ اسناد ہو۔ (۳) اور جس حدیث کی کوئی بھی اسناد موجود نہ ہو۔ مشہور غیر اصطلاحی کی قسمیں: اس کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں مشہور یہ ہیں: (۱) خاص طور پر محدثین کے ہاں مشہور: اس کی مثال حدیث انسؓ ہے کہ " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَنَتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ يَدْعُو

عَلَى رِغْلٍ وَذُكْوَانَ“ (رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینے تک رکوع کے بعد قنوت پڑھی جس میں آپ قبیلہ رعل و ذکوان کے خلاف بددعا فرماتے رہے)۔ (۲) محدثین اور علماء و عوام کے ہاں مشہور: اس کی مثال حدیث ”الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ“ (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں) ہے۔ (۳) فقہاء کرام کے ہاں مشہور: اس کی مثال حدیث ”أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقُ“ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال میں سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے) ہے۔ (۴) اصولیین کے ہاں مشہور: اس کی مثال حدیث ”رُفِعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأُ وَالنِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ“ (میری امت سے خطا، نسیان اور وہ گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں جن پر انہیں مجبور کیا جائے) ہے، ابن حبان اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا۔

(۵) نحویین کے ہاں مشہور: اس کی مثال حدیث ”نِعْمَ الْعَبْدُ صُهَيْبٌ لَوْ لَمْ يَخَفِ اللَّهَ لَمْ يَعْصِهِ“ (صہیب کیا ہی اچھا بندہ ہے، اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا تو اس کی نافرمانی نہ کرتا) ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔ (۶) عوام کے ہاں مشہور: اس کی مثال حدیث ”أَلْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ“ (جلد بازی شیطان کی جانب سے ہے) ہے، ترمذی نے اس کو ذکر کر کے حسن قرار دیا۔

نکات :- خبر مشہور کی اصطلاح تعریف اوپر گزر چکی جس کے مطابق اس کے ناقلین کم از کم رواۃ کے ہر طبقہ میں تین افراد ہونے چاہئیں مگر اصطلاح سے ہٹ کر عام عرف میں مشہور ہر اس خبر کو کہہ دیا جاتا ہے جو لوگوں میں مشہور ہو جائے اب چاہے اس کی اصل ہو یا نہ ہو، سند میں لوگ تھوڑے ہو یا زیادہ۔ اس طرح غیر اصطلاحی مشہور تین طرح کی احادیث کو شامل ہوگی: (۱) وہ حدیث جس کی صرف ایک سند ہو، اس سے زیادہ نہیں۔ (۲) وہ حدیث جس کی ایک سے زیادہ سندیں ہوں۔ (۳) وہ حدیث جس کی سرے سے کوئی سند نہ ہو، مگر مشہور ہو جائے۔

خبر مشہور غیر اصطلاحی کی اقسام: اس کی مشہور ترین قسمیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) وہ حدیث جو صرف اہل حدیث کے ہاں مشہور ہوں یعنی وہ حضرات جن کا خصوصی شغل علم حدیث ہو وہ اس حدیث کو عام طور پر جانتے ہوں: اس کی مثال حدیث انسؓ ”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَنَتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ يَذْعُو عَلَى رِغْلٍ وَذُكْوَانَ“ ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم

میں موجود ہے۔

(۲) وہ حدیث اہل حدیث کے ساتھ دیگر علوم و فنون کے علماء اور عوام میں بھی مشہور ہو، مثلاً حدیث ابو ہریرہؓ ”الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ“ اسے سب جانتے ہیں اور متعدد کتب احادیث میں ہے۔

(۳) وہ حدیث جو خصوصیت کے ساتھ فقہاء کے ہاں مشہور ہو، مثلاً حدیث ابن عمرؓ ”أَبْغَضُ الْخَالِلِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقِ“ یہ حدیث فقہاء کے درمیان مشہور و مستعمل ہے، اور صحیح علی شرط مسلم ہے۔
(۴) وہ حدیث جو اصول فقہ والوں کے ہاں مشہور ہو جیسے حدیث ابن عباسؓ ”رُفِعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَا وَالنِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ“ یہ اصولیین کے ہاں بہت زیادہ مستعمل و مشہور ہے اور متعدد کتب میں مروی ہے۔

(۵) وہ حدیث جو نحویین کے ہاں مشہور ہو جیسے حدیث ”نِعْمَ الْعَبْدُ صُهَيْبٌ لَوْ لَمْ يَخَفِ اللَّهَ لَمْ يَعْصِهِ“ مگر یہ بے اصل ہے، حدیث کی کسی کتاب میں منقول نہیں۔
(۶) وہ حدیث عام لوگوں کے ہاں مشہور ہو جیسے حدیث ”الْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ“ امام ترمذیؒ نے اسے نقل کیا اور نقل کر کے اسے حسن کہا۔

۶- حُكْمُ الْمَشْهُورِ : الْمَشْهُورُ الْإِصْطِلَاحِيُّ وَغَيْرُ الْإِصْطِلَاحِيِّ لَا يُوصَفُ بِكَوْنِهِ صَحِيحًا أَوْ غَيْرَ صَحِيحٍ، بَلْ مِنْهُ الصَّحِيحُ وَمِنْهُ الْحَسَنُ وَالضَّعِيفُ بَلْ وَالْمَوْضُوعُ، لَكِنْ إِنْ صَحَّ الْمَشْهُورُ الْإِصْطِلَاحِيُّ فَتَكُونُ لَهُ مِيزَةٌ تَرْجَحُهُ عَلَى الْغَرِيزِ وَالْغَرِيبِ. ۷- أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : الْمُرَادُ بِالْمُصَنَّفَاتِ فِي الْأَحَادِيثِ الْمَشْهُورَةِ هُوَ الْأَحَادِيثُ الْمَشْهُورَةُ عَلَى الْأَلْسِنَةِ وَلَيْسَ الْمَشْهُورَةُ إِصْطِلَاحًا، وَمِنْ هَذِهِ الْمُصَنَّفَاتِ : (أ) الْمَقَاصِدُ الْحَسَنَةُ فِيمَا اشْتَهَرَ عَلَى الْأَلْسِنَةِ لِلْإِسْحَاقِيِّ. (ب) كَشْفُ الْخَفَاءِ وَمُزِيلُ الْإِلْبَاسِ فِيمَا اشْتَهَرَ مِنَ الْحَدِيثِ عَلَى أَلْسِنَةِ النَّاسِ لِلْعَجَلُونِيِّ. (ج) تَمْيِيزُ الطَّيِّبِ مِنَ الْخَبِيثِ فِيمَا يَدُورُ عَلَى أَلْسِنَةِ النَّاسِ مِنَ الْحَدِيثِ لِابْنِ الدُّيَّعِ الشَّيْبَانِيِّ.

:- **وجہ** خبر مشہور کا حکم: مشہور اصطلاحی و غیر اصطلاحی، اسے صحیح یا غیر صحیح کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاتا بلکہ اس میں سے صحیح بھی ہے اور اس میں سے حسن و ضعیف بلکہ موضوع بھی ہے، لیکن اگر مشہور اصطلاحی صحیح ثابت ہو جائے تو اس کی ایک خصوصیت ہوتی ہے جس کی بناء پر وہ عزیز و غریب سے رائج ہوتی ہے۔ خبر مشہور کے بارے میں مشہور ترین تصانیف: احادیث مشہورہ کے متعلق تصانیف سے مراد وہ مشہور احادیث ہیں جو زبان زد عام ہوں، اس سے مشہور اصطلاحی مراد نہیں۔ ان تصانیف میں سے چند یہ ہیں: (۱) المقاصد الحسنة فیما اشتر علی السنۃ: یہ امام سخاویؒ کی تصنیف ہے۔ (۲) کشف الخفاء و مزیل الالباس فیما اشتر من الحدیث علی السنۃ الناس: یہ امام عجلونیؒ کی تصنیف ہے۔ (۳) تمییز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث: یہ ابن الدبیج شیبانیؒ کی تصنیف ہے۔

نکۃ ۱:- خبر مشہور کا حکم: خبر مشہور چاہے اصطلاحی ہو یا غیر اصطلاحی چونکہ اس کی سند سے بحث کی جاتی ہے اور سند کبھی تو موجود ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ پھر جس حدیث مشہور کی سند ہو وہ کبھی صحیح درجہ کی ہوتی ہے، کبھی حسن یا ضعیف درجہ کی اور کبھی موضوع حدیث بھی مشہور ہو جاتی ہے جیسے اس کی ایک مثال اوپر گزری یعنی ”نَبَعُ الْعَبْدُ ضَعِيفٌ“ یہ حدیث جو نحویین کے ہاں عام طور پر مشہور تو ہے مگر بالکل بے اصل و بے سند اور موضوع ہے۔ اسی لیے حدیث مشہور کو نہ تو بالکل صحیح کہا جاسکتا ہے، نہ حسن یا ضعیف اور نہ ہی موضوع وغیرہ بلکہ اس کے تحت ہر طرح کی حدیث موجود ہے، سند کی تحقیق شرط ہے تاکہ صحت و ضعف وغیرہ کا حکم لگایا جاسکے۔ البتہ جو حدیث اصطلاحی مشہور ہو یعنی اس پر اصطلاح محدثین کے مطابق مشہور کی تعریف صادق آتی ہو اور وہ صحیح حدیث ہو تو اس کا درجہ حدیث عزیز و غریب سے بڑھ کر ہے اور عند التعارض اس کو اپنے مابعد اقسام پر ترجیح حاصل ہوگی۔

حدیث مشہور کے متعلق مشہور تصانیف سے مراد مشہور احادیث کے متعلق مستقل کئی کتابیں ہوتی ہیں یعنی برابر ہے کہ وہ احادیث مشہور اصطلاحی ہوں یا غیر اصطلاحی، ان کتب میں ہر طرح کی مشہور حدیث کی تحقیق کی جاتی ہے اور اس کی اصل حقیقت واضح کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں تین کتابوں کے نام ذکر کیے گئے ہیں جن کے مصنفین امام سخاویؒ، امام عجلونیؒ اور ابن دبیج شیبانیؒ

”ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی حضرات نے اس موضوع پر لکھا ہے۔

الْعَزِيزُ

۱- تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ صِفَةٌ مُشَبَّهَةٌ مِنْ ”عَزَّ يَعِزُّ“ بِالْكَسْرِ أَيْ قُلٌّ وَ نَدَرٌ، أَوْ مِنْ ”عَزَّ يَعِزُّ“ بِالْفَتْحِ أَيْ قَوًى وَ اشْتَدَّ، وَ سُمِّيَ بِذَلِكَ إِمَّا لِقِلَّةِ وَجُودِهِ وَ نُدْرَتِهِ، وَإِمَّا لِقُوَّتِهِ بِمَجِيئِهِ مِنْ طَرِيقٍ آخَرَ. (ب) إِصْطِلَاحًا : أَنَّ لَا يَقُلُّ رِوَاؤُهُ عَنْ اثْنَيْنِ فِي جَمِيعِ طَبَقَاتِ السَّنَدِ.

ت۔ رقعہ خبر عزیز: اس کی تعریف لغت کے اعتبار سے یہ صفت مشبہ ہے جو ”عَزَّ يَعِزُّ“ کسرہ کے ساتھ بمعنی کم اور نادر ہوا، سے ہے یا پھر ”عَزَّ يَعِزُّ“ فتح کے ساتھ بمعنی مضبوط اور سخت ہوا، سے ہے۔ اور یہ نام یا تو اس وجہ سے رکھا گیا کہ اس کا وجود کم اور نادر ہے اور یا پھر اس وجہ سے کہ دوسری سند سے وارد ہونے کی بناء پر یہ قوی ہو جاتی ہے۔ اصطلاحی اعتبار سے: یہ کہ اس کے رواۃ تمام طبقات میں دو سے کم نہ ہوں۔

شرح ۱ :- عزیز لغت میں دو ابواب سے مستعمل ہے: (۱) باب ضرب سے بمعنی کم ہونا اور نادر ہونا۔ پھر عزیز کہلانے کی وجہ یہ ہوگی کہ خبر عزیز بھی دوسری خبر آحاد کی بنسبت کم پائی جاتی ہے۔ (۲) باب سمع سے بمعنی قوی و مضبوط ہونا۔ پھر عزیز کہلانے کی وجہ یہ ہوگی کہ خبر عزیز دوسری سند سے بھی مروی ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس میں قوت اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ عزیز کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ عزیز وہ حدیث ہے جس کے راوی اپنے ہر طبقہ میں دو سے کم کبھی نہ ہو۔

۲- شَرْحُ التَّعْرِيفِ : يَعْنِي أَنَّ لَا يُوجَدُ فِي طَبَقَةٍ مِنْ طَبَقَاتِ السَّنَدِ أَقَلُّ مِنْ اثْنَيْنِ، أَمَّا إِنْ وَجَدَ فِي بَعْضِ طَبَقَاتِ السَّنَدِ ثَلَاثَةٌ فَأَكْثَرُ فَلَا يَضُرُّ، بِشَرْطِ أَنْ تَبْقَى وَلَوْ طَبَقَةٌ وَاحِدَةٌ فِيهَا اثْنَانِ، لِأَنَّ الْعِبْرَةَ لِأَقَلِّ طَبَقَةٍ مِنْ طَبَقَاتِ السَّنَدِ. هَذَا التَّعْرِيفُ هُوَ الرَّاجِحُ كَمَا حَرَّرَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ. وَقَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ : إِنَّ الْعَزِيزَ هُوَ رِوَايَةُ اثْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ، فَلَمْ يَفْصِلُوهُ عَنِ الْمَشْهُورِ فِي بَعْضِ صُورِهِ.

ت۔ رقعہ تعریف کی وضاحت: مراد یہ ہے کہ سند کے طبقات میں سے کسی طبقہ میں دو سے کم

افراد نہ پائے جائیں، البتہ اگر چند طبقات میں تین یا اُس سے بھی زیادہ پائے جائیں تو یہ نقصان دہ نہیں، شرط یہ ہے کہ ایک طبقہ ضرور ایسا ہو جس میں دو ہوں، اس لیے کہ طبقاتِ سند میں سے کم افراد والے طبقہ کا اعتبار ہے۔ یہی تعریف رائج ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے اسی کو بیان کیا۔ بعض علماء نے کہا: عزیز وہ دو یا تین افراد کا روایت کرنا ہے۔ پس انہوں نے خبر عزیز کو خبر مشہور سے اُس کی بعض صورتوں میں جدا نہیں کیا۔

شعبہ ۱:- خبر عزیز قرار پانے کے لیے اتنا کافی ہے کہ راویوں کے جتنے طبقے ہیں، ان میں سے کسی نہ کسی طبقہ میں راوی کم ہو کر دورہ جائیں، اس کے لیے یہ بات نقصان دہ نہیں کہ کسی طبقہ میں دو سے زیادہ بھی ہو جائیں۔ اگر کسی طبقہ میں رواۃ کی تعداد دو سے زیادہ ہوں اور کسی میں دو ہو تو اس حدیث کو بھی عزیز کہیں گے۔

رائج تعریف کے مطابق عزیز وہ خبر ہے جس کے راوی کسی نہ کسی نہ طبقہ میں دو ہوں، اس طرح عزیز اور مشہور میں فرق قائم رہے گا کیونکہ مشہور وہ خبر ہے جس کو روایت کرنے والے ہر طبقہ میں کم از کم تین افراد ہوں۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسی طرح تحریر فرمایا ہے لیکن علامہ ابن الصلاحؒ نے عزیز کی تعریف یہ کی ہے ”جس کو دو یا تین افراد روایت کریں“۔ اس تعریف کی رو سے بعض صورتوں میں عزیز و مشہور جمع ہو جائیں گے اور ان میں فرق نہیں ہو سکے گا حالانکہ یہ دونوں علیحدہ قسمیں ہیں۔ بعض صورتوں سے مراد وہ احادیث ہیں جن کی سند میں ہر طبقہ کے اندر کم سے کم تین افراد ہوں تو جمہور کے نزدیک یہ خبر مشہور کہلائے گی مگر ابن صلاحؒ کی تعریف کی رو سے یہ خبر عزیز بھی ہوگی۔ یہ درست نہیں۔

۳- مِثَالُهُ : مَا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ وَالبَّخَارِيُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : ” لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ “ . [متفق علیہ] وَرَوَاهُ عَنْ أَنَسٍ قَتَادَةُ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، وَرَوَاهُ عَنْ قَتَادَةَ شُعْبَةُ وَسَعِيدٌ وَرَوَاهُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُليَّةَ وَعَبْدُ الْوَارِثِ، وَرَوَاهُ عَنْ كُلِّ جَمَاعَةٍ ۴- أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : لَمْ يُصَنَّفِ الْعُلَمَاءُ مُصَنَّفَاتٍ

خَاصَّةً لِلْحَدِيثِ الْعَزِيزِ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ ذَلِكَ لِقَلْبَتِهِ وَلِعَدَمِ حُصُولِ فَايْدَةٍ مُهِمَّةٍ مِنْ تِلْكَ الْمُصَنَّفَاتِ.

ترجمہ خبر عزیز کی مثال: وہ حدیث جس کو بخاری و مسلم دونوں نے حضرت انسؓ کے واسطے سے اور صرف بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ“ (تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے اپنے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں)۔ حضرت انسؓ سے اس کو قتادہؓ اور عبد العزیز بن صہیبؓ نے روایت کیا، قتادہؓ سے شعبہؓ اور سعیدؓ نے، اور عبد العزیزؓ سے اسماعیل بن علیہؓ اور عبد الوارثؓ نے روایت کیا، اور پھر ہر ایک سے ایک جماعت نے روایت کیا۔ خبر عزیز کے بارے میں مشہور ترین تصانیف: حدیث عزیز کے متعلق علماء نے خصوصی تصانیف تحریر نہیں فرمائیں، اور ظاہر یہی ہے کہ ایسا اس وجہ سے ہوا کہ عزیز کا وجود کم ہے اور ان تصانیف سے کوئی اہم فائدہ بھی حاصل نہ ہوتا۔

نکات: - خبر عزیز کی مثال حدیث ”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ الخ“ ہے کیونکہ مثلاً دو صحابہ میں اس کے دو راوی حضرت انسؓ و حضرت ابو ہریرہؓ ہیں، اس کے بعد حضرت انسؓ کے دو شاگرد اس کے راوی ہیں یعنی قتادہؓ اور عبد العزیزؓ، پھر ان میں سے ہر ایک کے بھی دو، دو راوی ہیں، اس کے بعد پھر بڑی جماعت اس حدیث کو روایت کرنے لگی۔ غرض چند طبقات میں دو راوی موجود ہے۔

علماء نے خبر عزیز کے متعلق علیحدہ سے کتاب نہیں مستقل ہے جس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں:

(۱) خبر عزیز کا وجود بہت کم ہے حتیٰ کہ بعض علماء نے اس کے وجود کا انکار کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ خبر عزیز موجود ہے جس کی ایک مثال اوپر دی گئی۔ (۲) اس کی تصنیف سے کوئی اہم فائدہ متعلق نہ ہوتا۔

الْغَرِيبُ

۱- تَعْرِيفُهُ: (أ) لُغَةً: هُوَ صِفَةٌ مُشَبَّهَةٌ بِمَعْنَى الْمُنْفَرِدِ أَوِ الْبَعِيدِ عَنْ أَقَارِبِهِ.

(ب) إِصْطِلَاحًا: هُوَ مَا يَنْفَرِدُ بِرَوَايَتِهِ رَآوٍ وَاحِدٌ. ۲- شَرْحُ التَّعْرِيفِ: أَيُّ هُوَ

الْحَاثُ الَّذِي يَسْتَقِلُّ بِرَوَايَتِهِ شَخْصٌ وَاحِدٌ، إِمَّا فِي كُلِّ طَبَقَةٍ مِنْ طَبَقَاتِ السَّنَدِ، أَوْ فِي بَعْضِ طَبَقَاتِ السَّنَدِ وَلَوْ فِي طَبَقَةٍ وَاحِدَةٍ، وَلَا تَضُرُّ الزِّيَادَةُ عَنْ وَاحِدٍ فِي بَاقِي طَبَقَاتِ السَّنَدِ لِأَنَّ الْعِبْرَةَ لِلْأَقَلِّ.

:- **رحمہ** خبر غریب۔ اس کی تعریف: لغت کے اعتبار سے: یہ صفت مشبہ ہے جس کے معنی ہیں اکیلا یا اپنے رشتہ داروں سے دور۔ اصطلاحی اعتبار سے: وہ حدیث جس کی روایت میں ایک راوی اکیلا ہو۔ تعریف کی وضاحت: یعنی غریب وہ حدیث ہے جس کو روایت کرنے میں ایک ہی شخص تنہا ہو یا تو طبقاتِ سند میں سے ہر طبقہ میں یا پھر چند طبقاتِ سند میں اگرچہ ایک ہی طبقہ میں کیوں نہ ہو باقی طبقاتِ سند میں ایک سے زیادہ ہونا نقصان دہ نہیں ہے اس لیے کہ اعتبار کم سے کم کا ہے۔

نک۱:- غریب کے لغوی معنی تنہا اور اکیلا کے ہیں اور اسی سے اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی شہر میں اجنبی ہو یعنی اپنے رشتہ داروں سے دور مسافر شخص۔ غریب کے اصطلاحی معنی اس حدیث کے ہیں جس کے روایت کرنے میں ایک شخص تنہا ہو یعنی پورے طبقاتِ سند میں کسی نہ کسی طبقہ میں ایک شخص منفرد ہو چاہے تمام طبقوں میں ایک ایک راوی ہو یا کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ ایک جگہ صرف ایک راوی ہو اور اسی کی وجہ سے اس حدیث کا نام غریب پڑے گا کیونکہ تسمیہ میں راویوں کے زیادہ ہونے کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ کم راوی دیکھے جاتے ہیں کتنے ہیں، انہی کے اعتبار سے نام تجویز ہوتا ہے۔ اس قسم کو غریب اسی لیے کہتے ہیں کہ جس طرح مسافر کسی ملک میں اکیلا ہوتا ہے اسی طرح حدیث غریب کا راوی بھی اکیلا ہوتا ہے۔

۳- تَسْمِيَّةٌ ثَانِيَةٌ لَهُ : يُطْلَقُ كَثِيرٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ عَلَى الْغَرِيبِ اسْمًا آخَرَ هُوَ "الْفَرْدُ" عَلَى أَنَّهُمَا مُتَرَادِفَانِ، وَغَايِرَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ بَيْنَهُمَا، فَجَعَلَ كُلًّا مِنْهُمَا نَوْعًا مُسْتَقِلًّا، لَكِنَّ الْحَافِظَ ابْنَ حَجَرَ يَعْتَبِرُهُمَا مُتَرَادِفَيْنِ لُغَةً وَاصْطِلَاحًا، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ أَهْلَ الْإِصْطِلَاحِ غَايِرُوا بَيْنَهُمَا مِنْ حَيْثُ كَثْرَةُ الْإِسْتِعْمَالِ وَقِلَّتِهِ، فَ "الْفَرْدُ" أَكْثَرُ مَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ عَلَى "الْفَرْدِ الْمَطْلُوقِ" وَ "الْغَرِيبِ" أَكْثَرُ مَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ عَلَى "الْفَرْدِ النَّسَبِيِّ".

:- **رحمہ** غریب کا دوسرا نام: بہت سے علماء غریب پر ایک اور نام بولتے ہیں، وہ "فرد" ہے اس

بنیاد پر کہ دونوں مترادف ہیں۔ بعض دوسرے علماء نے دونوں میں مغایرت بیان کی اور ہر ایک کو لکھی قسم قرار دیا مگر حافظ ابن حجر ان دونوں کو لغت و اصطلاح کے اعتبار سے ایک ہی سمجھتے ہیں، البتہ انہوں نے کہا ہے: اہل اصطلاح نے استعمال کی کثرت اور قلت کے اعتبار سے ان دونوں کے درمیان مغایرت کی ہے چنانچہ فرد، اس کا اطلاق اکثر وہ لوگ فرد مطلق پر کرتے ہیں اور غریب، اس کا اطلاق اکثر وہ لوگ فرد نسبی پر کرتے ہیں۔

نک۱ :- ”فرد“ کے معنی ”تنہا“ اور ”اکیلا“ کے ہیں اور ”غریب“ کے معنی ”انوکھا“ اور ”اجنبی“ بھی کے اس کے قریب ہیں۔ اسی بناء پر بعض علماء ان دونوں کو ایک اور باہم مترادف قرار دیتے ہیں یعنی دونوں ایک چیز کے دو نام ہیں جبکہ بعض دوسرے علماء ان کو علیحدہ علیحدہ قرار دیتے ہیں۔ حافظ ابن حجر کا فیصلہ یہ ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں البتہ استعمال کا فرق ہے۔ اہل فن ”فرد“ کا اطلاق زیادہ تر غریب کی پہلی قسم ”فرد مطلق“ پر کرتے ہیں اور ”غریب“ کا اطلاق اس کی دوسری قسم یعنی ”فرد نسبی“ پر کرتے ہیں۔ اس بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے جب محدثین فرد کہیں تو قرینہ کی عدم موجودگی میں اس سے فرد مطلق مراد ہوگی اور جب غریب کہیں تو اس سے فرد نسبی مراد ہوگی۔

۴ - اَقْسَامُهُ : يُقَسَّمُ الْغَرِيبُ بِالنِّسْبَةِ لِمَوْضِعِ التَّفَرُّدِ فِيهِ إِلَى قِسْمَيْنِ هُمَا ”غَرِيبٌ مُطْلَقٌ“ وَ”غَرِيبٌ نِسْبِيٌّ“. (۱) الْغَرِيبُ الْمُطْلَقُ : أَوْ الْفَرْدُ الْمُطْلَقُ. ۱..... تَعْرِيفُهُ : هُوَ مَا كَانَتْ الْغَرَابَةُ فِي أَصْلِ سَنَدِهِ أَيْ مَا يَتَفَرَّدُ بِرِوَايَتِهِ شَخْصٌ وَاحِدٌ فِي أَصْلِ سَنَدِهِ. ۲..... مِثَالُهُ : حَدِيثُ ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“. [متفق عليه] تَفَرَّدَ بِهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : هَذَا وَقَدْ يَسْتَمِرُّ التَّفَرُّدُ إِلَى آخِرِ السَّنَدِ ، وَقَدْ يَرَوِيهِ عَنْ ذَلِكَ الْمُتَفَرِّدِ عَدَدٌ مِنَ الرُّوَاةِ.

نک۲۔ رقبہ خبر غریب کی اقسام: خبر غریب کو اس میں مقام تفرد کی طرف نسبت کرتے ہوئے دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے، وہ غریب مطلق اور غریب نسبی ہیں۔ (۱) غریب مطلق یا فرد مطلق: اس کی تعریف: یہ وہ حدیث ہے جس میں غرابت اصل سند میں موجود ہو یعنی جس حدیث کی سند میں ایک ہی شخص اس کے روایت کرنے میں تنہا ہو۔ اس کی مثال: حدیث ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ

بِالنِّیَّاتِ ہے، اس کو تنہا حضرت عمرؓ نے روایت کیا۔ اسے سمجھ لو، اور کبھی تفرد آخر سند تک باقی رہتی ہے، اور کبھی اس اکیلے شخص سے حدیث کو رواۃ کی بڑی تعداد نقل کر رہی ہوتی ہے۔

مثلاً ۱ :- سند کے جس مقام پر راوی اکیلا ہوتا ہے وہ کبھی تو سند کی جڑ ہوگی یعنی بالکل ابتداء، اور کبھی درمیان میں کسی خاص طبقہ راوی اکیلا ہو جائے گا۔ ان دو اعتبارات سے حدیث غریب کی دو قسمیں ہیں: (۱) غریب مطلق یا فرد مطلق (۲) غریب نسبی یا فرد نسبی۔ غریب مطلق یا فرد مطلق اس حدیث غریب کو کہتے ہیں جس کی اصل سند میں ایک راوی ہو۔ ”أَصْلُ السَّنَدِ“۔ سے مراد سند کی وہ جانب ہے جس میں صحابی موجود ہے، یعنی غریب مطلق وہ خبر ہے جس کو صحابی سے ایک تابعی روایت کرے، کبھی تو یہ تفرد آخر تک رہتا ہے یعنی ہر طبقہ میں ایک ہی راوی ملتا ہے، کبھی تابعی کے بعد ہی بہت سارے راوی موجود ہوتے ہیں اور کبھی دو چار طبقوں کے بعد رواۃ کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے، ان تمام صورتوں میں وہ غریب مطلق ہی کہلائے گی، مثلاً حدیث ”انما الأعمال بالنیات“ کہ اسے حضرت عمرؓ سے صرف علقمہؓ نے روایت کی، ان سے صرف محمد بن ابراہیمؓ نے اور ان سے یحییٰ بن سعیدؓ نے، ان کے بعد رواۃ کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔

(ب) الْغَرِيبُ النَّسَبِيُّ : أَوْ الْفَرْدُ النَّسَبِيُّ . ۱..... تَعْرِيفُهُ : هُوَ مَا كَانَتْ الْغَرَابَةُ فِيْ
اَثْنَاءِ سَنَدِهِ اَيَّ اَنْ يَرْوِيَهُ اَكْثَرُ مِنْ رَاوٍ فِيْ اَصْلِ سَنَدِهِ، ثُمَّ يَنْفَرِدُ بِرَوَايَتِهِ رَاوٍ وَاحِدٌ
عَنْ اُولَئِكَ الرُّوَاةِ . ۲..... مِثَالُهُ : حَدِيثُ ”مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ
ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَى رَاسِهِ الْمِغْفَرُ“ [متفق عليه]، تَفَرَّدَ بِهِ مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ .

ترجمہ: غریب نسبی یا فرد نسبی: اس کی تعریف: وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں غرابت ہو یعنی یہ کہ جس کو اصل سند میں ایک سے زیادہ راوی روایت کرے پھر ان راویوں سے روایت کرنے میں ایک راوی اکیلا ہو جائے۔ اس کی مثال: حدیث مالک بواسطہ زہری، وہ بواسطہ انسؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَى رَاسِهِ الْمِغْفَرُ (نبی کریم ﷺ مکہ فرما اس حال میں داخل ہوئے آپ کے سر مبارک پر خود تھا)۔ زہری سے امام مالک (روایت کرنے میں) اکیلے ہیں۔

مثلاً ۲ :- یعنی غریب نسبی وہ حدیث ہے جس میں صحابی سے روایت کرنے والے بہت سارے

تابعی ہوں لیکن ان میں سے ایک تابعی سے روایت کرنے میں کوئی راوی اکیلے ہو جائے مثلاً حدیث ”ان النبی ﷺ دخل مکة....“ الحدیث۔ حضرت انسؓ سے زہریؒ و دیگر نے اس کو روایت کیا لیکن امام زہریؒ سے صرف امام مالکؒ کررئش ہیں اسی لیے یہ حدیث غریب نسبی نش۔ ایک بات واضح رئش کہ غریب نسبی میں تابعی سے راوی کا ایک ہونا ضروری نہیں بلکہ اثناے سند کسی خاص شیخ سے روایت کرنے میں کوئی متفرد ہو تو اس کو بھی اس شیخ کی طرف نسبت کرتے ہوئے غریب سکتا ہے۔

۵- من أنواع الغریب النسبی: هناك أنواع من الغرابة أو التفرد يمكن اعتبارها من الغریب النسبی، لأن الغرابة فيها ليست مطلقة، وإنما حصلت الغرابة فيها بالنسبة إلى شيء معين، وهذه الأنواع هي: (أ) تفرد ثقة برواية الحديث: كقولهم: لم يروه ثقة إلا فلان. (ب) تفرد راوٍ معين عن راوٍ معين: كقولهم: ”تفرد به فلان عن فلان“ وإن كان مروياً من وجوه أخرى عن غيره. (ج) تفرد أهل بلد أو أهل جهة كقولهم: ”تفرد به أهل مكة أو أهل الشام“. (د) تفرد أهل بلد أو جهة عن أهل بلد أو جهة أخرى: كقولهم: ”تفرد به أهل البصرة عن أهل المدينة، أو تفرد به أهل الشام عن أهل الحجاز“.

۶- رحمہ غریب نسبی کی چند صورتیں: اس مقام پر غرابت یا تفرد کی چند صورتیں ہیں جن کو غریب نسبی میں سے اعتبار کیا جا کہیں نش، اس لیے کہ غرابت مطلق طور پر نہیں بلکہ ان میں غرابت کسی متعین چیز کی نسبت حاصل ہوئی نش، اور وہ صورتیں یہ ہیں:

(۱) ایک ثقہ کا حدیث کی روایت میں اکیلے ہونا: جیسے ان کا (یعنی محدثین کا) یہ کہنا: اس حدیث کو سوائے فلاں کے کسی ثقہ نے روایت نہیں کیا۔ (۲) ایک متعین راوی کا دوسرے متعین راوی سے اکیلے ہونا جیسے ان کا یہ کہنا: فلاں سے روایت کرنے میں فلاں راوی اکیلا ہوا، اگرچہ اس کے علاوہ سے اور سندوں کے ذریعہ بھی منقول ہو۔ (۳) ایک شہر یا ایک جانب والوں کا اکیلے ہونا جیسے ان کا یہ کہنا: اس میں اہل مکہ یا اہل شام اکیلے ہیں۔ (۴) ایک شہر یا ایک جانب والوں کا دوسرے شہر یا جانب

والوں سے روایت کرنے میں اکیلے ہونا جیسے ان کہنا: اس میں اہل مدینہ سے روایت کرنے میں اہل بصرہ اکیلے ہیں یا اس میں اہل حجاز سے روایت کرنے میں اہل شام اکیلے ہیں۔

شرح :- غریب نسب میں غرابت چونکہ اصل سند میں نہیں ہوتی بلکہ سند کے کسی حصہ میں کسی کا تفرد پایا جاتا ہے، وہ خاص حصہ کبھی تو خاص شخص ہوگا اور کبھی خاص اہل علاقہ۔ اس اعتبار سے اس کی چار قسمیں ہو جائیں گی۔ (۱) جس کی سند میں ثقہ راوی ایک ہو جیسے یہ کہا جاتا ہے کہ اس حدیث کو سوائے فلاں کے کسی ثقہ راوی نے بیان نہیں کیا یعنی یوں تو بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے لیکن بحیثیت ثقہ صرف ایک راوی اس کی سند میں موجود ہے۔ (۲) کسی متعین راوی کا دوسرے متعین راوی سے اکیلے روایت کرنا جیسے یوں کہا جائے کہ فلاں حدیث کو فلاں شیخ سے صرف فلاں صاحب نے سنی ہے، اس میں ممکن ہے کہ حدیث کی دوسری سندیں بھی ہوں جن میں کئی کئی راوی بیک وقت موجود ہوں مگر اس خاص سند میں کسی خاص شیخ سے روایت صرف ایک شخص نے نقل کی ہو، اسی کو کہتے ہیں غَرِيبٌ مِنْ وَجْهِ۔ (۳) ایک متعین شہر یا خاص اطراف والوں کا کسی روایت میں مفرد ہونا جیسے یوں کہا جائے کہ فلاں حدیث کو صرف اہل بصرہ روایت کرتے ہیں، اب اہل بصرہ خود بے شمار ہیں لیکن بحیثیت اہل شہر وہ بمنزلہ واحد ہیں یا کہا جائے کہ صرف اہل حجاز روایت کرتے ہیں، اب اہل حجاز بہت سارے شہر والے ہیں اور بے شمار لوگ ہیں لیکن بحیثیت ایک جانب کہلانے کے وہ بمنزلہ واحد ہیں۔ (۴) ایک شہر والوں کا دوسرے شہر والوں سے یا ایک خاص جانب والوں کا دوسری خاص جانب والوں سے روایت نقل کرنے میں مفرد ہونا جیسے یوں کہا جائے کہ اس حدیث کو اہل مکہ سے صرف اہل مدینہ نقل کرتے ہیں، اب اہل مکہ بھی کثیر ہیں اور اہل مدینہ بھی مگر بحیثیت خاص شہر وہ سب بمنزلہ واحد ہیں یا یوں کہا جائے کہ اہل حجاز سے صرف اہل شام نقل کرتے ہیں تو دونوں کثیر افراد ہیں مگر بحیثیت ایک جانب کے وہ سب بمنزلہ واحد ہیں۔

۶- تَفْسِيْمٌ آخَرُ لَهُ : قَسَمَ الْعُلَمَاءُ الْغَرِيبَ مِنْ حَيْثُ غَرَابَةِ السَّنَدِ أَوْ الْمَتْنِ إِلَى :

(أ) غَرِيبٌ مَتْنًا وَإِسْنَادًا : وَهُوَ الْحَدِيثُ الَّذِي تَفَرَّدَ بِرَوَايَةِ مَتْنِهِ رَآوٍ وَاحِدٌ. (ب)

غَرِيبٌ إِسْنَادًا لَا مَتْنًا : كَحَدِيثٍ رَوَى مَتْنَهُ جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ، اِنْفَرَدَ وَاحِدٌ

بِرَوَايَتِهِ عَنْ صَحَابِيٍّ آخَرَ. وَفِيهِ يَقُولُ التِّرْمِذِيُّ: "غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ".
 ۷- أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ: (أ) غَرَائِبُ مَالِكٍ لِلدَّارِ قُطْنِيِّ. (ب) الْأَفْرَادُ لِلدَّارِ قُطْنِيِّ
 أَيْضاً. (ج) السُّنَنُ الَّتِي تَفَرَّدَ بِكُلِّ سَنَةٍ مِنْهَا أَهْلُ بَلَدَةٍ، لِأَبْنِي دَاوُدَ السَّجِسْتَانِيِّ.

معنی: غریب کی دوسری تقسیم: علماء نے غریب کو سند یا متن کی غرابت کے اعتبار سے دو قسموں میں تقسیم کیا: (۱) بحیثیت متن و سند غریب: یہ وہ حدیث کش جس کا متن روایت کرنے میں ایک راوی مفرد ہو۔ (۲) بحیثیت سند غریب نہ کہ بحیثیت متن: جیسے ایک حدیث صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت جس کا متن نقل کرے، ایک راوی کسی اور صحابی سے روایت کرنے میں اکیلا ہو، اسی کے متعلق امام ترمذیؒ کہتے ہیں: اس اعتبار سے غریب کش۔ خبر غریب کے بارے میں مشہور ترین تصانیف: (۱) غرائب مالک: یہ امام دارقطنیؒ کی تصنیف کش۔ (۲) الافراد: یہ بھی دارقطنیؒ کی تصنیف کش۔ (۳) السنن التي تفرد بكل سنة منها اهل بلدة: یہ امام ابوداؤد سجستانیؒ کی تصنیف کش۔

شرح: حدیث غریب کی دوسری تقسیم یہ بیان کی جا رہی کش کہ بعض اوقات کسی حدیث کا متن اور سند غریب ہوگی یعنی متن ایک ہی شخص کے واسطے سے منقول ہو تو اس طرح حدیث متناً بھی غریب ہوئی کہ دوسرے کسی سے منقول نہیں اور سنداً بھی غریب ہوئی کہ راوی مفرد کش اور بعض اوقات صرف سند غریب ہوگی لیکن متن اور رواۃ سے بھی مروی ہوگا جیسے ایک حدیث صحابہ کرامؓ کے حوالے سے مشہور ہو پھر چانک ایک راوی کسی غیر مشہور صحابی سے روایت نقل کرے تو حدیث اس خاص صحابی کی نسبت سنداً غریب کہلائے گی اور متن مشہور سمجھا جائے گا۔ ایک اور قسم بھی بن سکتی کش جس کو "غریب متناً لا اسناداً" کہا جاتا کش یعنی کسی حدیث کا متن غریب ہو لیکن سند میں کوئی مفرد راوی مشہور ہو جائے اور اس سے ایک جماعت نقل کرے مگر ایسا کم ہی کش۔

حدیث غریب کے متعلق تین مشہور تصانیف ہیں: (۱) غرائب مالک: یہ امام دارقطنیؒ کی تصنیف کش جس میں انہوں نے امام مالکؒ کی ان روایات کو اصطلاح کیا کش جن میں وہ مفرد ہیں۔ (۲) الافراد: یہ بھی امام دارقطنیؒ کی تصنیف کش مگر پہلی کتاب سے عام۔ (۳) السنن التي تفرد..... الخ: یہ امام ابوداؤد سجستانیؒ کی دلچسپ تصنیف کش جس میں انہوں نے ایسی سنتیں اکٹھی فرمائی ہیں

کہ ان میں ہر سنت کے ناقل ایک خاص شہر کے باشندے ہیں اور وہ اس میں متفرّد کہلاتے ہوں۔

۔ تَقْسِيمُ خَبَرِ الْآحَادِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى قُوَّتِهِ وَضَعْفِهِ ۔

يُنْقَسِمُ خَبَرُ الْآحَادِ - مِنْ مَشْهُورٍ وَعَزِيزٍ وَغَرِيبٍ - بِالنِّسْبَةِ إِلَى قُوَّتِهِ وَضَعْفِهِ إِلَى قِسْمَيْنِ وَهُمَا: (أ) مَقْبُولٌ : وَهُوَ مَا تَرَجَّحَ صِدْقُ الْمُخْبِرِ بِهِ، وَحُكْمُهُ: رُجُوبُ الْإِحْتِجَاجِ وَالْعَمَلِ بِهِ. (ب) مَرْدُودٌ : وَهُوَ مَا لَمْ يَتَرَجَّحْ صِدْقُ الْمُخْبِرِ بِهِ، وَحُكْمُهُ: أَنَّهُ لَا يُحْتَجُّ بِهِ وَلَا يَجِبُ الْعَمَلُ بِهِ، وَلِكُلِّ مِنَ الْمَقْبُولِ وَالْمَرْدُودِ أَقْسَامٌ وَتَفَاصِيلُ سَأَذْكُرُهَا فِي فَصْلَيْنِ مُسْتَقْلِلَيْنِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

ترجمہ: خبر آحاد کی قوی و ضعیف ہونے کے اعتبار سے تقسیم۔ خبر آحاد یعنی مشہور، عزیز اور غریب اپنے قوی و ضعیف ہونے کے اعتبار سے دو قسموں میں تقسیم ہوتی کش، وہ یہ ہیں: (۱) مقبول: یہ وہ حدیث کش جس کے خبر دینے والے کی سچائی غالب ہو۔ اس کا حکم: اسے دلیل بنانا اور اس پر عمل کرنا لازم کش۔ (۲) مردود: یہ وہ حدیث کش جس کے خبر دینے والے کی سچائی غالب نہ ہو۔ اس کا حکم: یہ کش کہ اسے دلیل نہیں بنایا جاتا نہ ہی اس پر عمل کرنا لازم کش۔ مقبول و مردود میں سے ہر ایک کی کئی قسمیں اور تفصیلات ہیں جنہیں میں دو جدا جدا فصلوں میں ذکر کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

شرح: - یہاں سے خبر آحاد کی دوسری تقسیم بیان کی جا رہی کش جس میں اس کی پہلی تقسیم سے حاصل ہونے والی تمام قسمیں شامل ہیں یعنی خبر مشہور، خبر عزیز اور خبر غریب۔ اس دوسری تقسیم کی بنیاد خبر آحاد میں راوی کی سچائی یا کذب کا رائج ہونا کش کیونکہ ہر مخبر میں صدق و کذب کا احتمال ہوتا کش، اسی اعتبار سے کبھی خبر آحاد میں قوت ہوگی اور کبھی ضعف۔ خبر آحاد کی باعتبار قوت و ضعف دو قسمیں ہیں: (۱) خبر مقبول (۲) خبر مردود۔ اس طرح کل چھ قسمیں حاصل ہوں گی: مشہور مقبول، مشہور مردود، عزیز مقبول، عزیز مردود، غریب مقبول، غریب مردود۔ (۱) خبر مقبول کی تعریف: مقبول کے لغوی معنی جسے مان لیا جائے اور اصطلاح میں یہ وہ خبر آحاد کش جس کے مخبر کی سچائی اس کے کذب سے رائج ہو۔ اس لیے کہ انسان جس کی سچائی سے مطمئن ہوتا کش اس کی بتائی ہوئی خبر کو قبول کر لیتا کش۔ خبر مقبول کا حکم یہ کش کہ اسے حجت کے طور پر استعمال کرنا اور اس کے مطابق

عمل کرنا لازم ہوتا کش۔ (۲) خبر مردود کی تعریف: مردود کے لغوی معنی جسے واپس کر دیا جائے اور اصطلاح میں یہ وہ خبر آحاد کش جس کے مخبر کی سچائی اس کے کذب کی بنسبت رائج نہ ہو بلکہ کذب کا بھی برابر امکان ہو۔ اس لیے کہ انسان کو جس کی سچائی کے ساتھ اس کے جھوٹے ہونے کا بھی برابر اعتقاد ہو اس کے بتائی ہوئی خبر کو لوٹا دیتا کش یعنی اس کا اعتبار نہیں کیا کرتا۔ خبر مردود کا حکم: نہ اس سے استدلال کیا جاتا کش اور نہ اس کے مطابق عمل کرنا لازم ہوتا کش۔

خبر مقبول اور خبر مردود کی متعدد اقسام ہیں جن سے آئندہ صفحات میں بحث کی جائے گی۔

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: الْخَبَرُ الْمَقْبُولُ

۔ الْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ: أَقْسَامُ الْمَقْبُولِ . - الْمَبْحَثُ الثَّانِي: تَقْسِيمُ الْمَقْبُولِ إِلَى مَعْمُولٍ بِهِ وَغَيْرِ مَعْمُولٍ بِهِ.

۱۔ ترجمہ پہلی فصل: خبر مقبول۔ بحث اول: مقبول کی قسمیں۔ بحث دوم: مقبول کی معمول بہ اور غیر معمول بہ میں تقسیم۔

شرح :- بحث اول کے عنوان کے تحت اس بات سے بحث کی جائے گی کہ قوت کے اعتبار سے خبر مقبول کی کتنی قسمیں بنتی ہیں اور بحث دوم کے عنوان سے اس بات کی وضاحت کی جائے گی کہ بحث اول سے حاصل شدہ اقسام میں سے بعض معمول بہ ہیں یعنی ان کے مطابق عمل کیا جاتا کش اور بعض غیر معمول بہ یعنی ان کے مطابق عمل نہیں کیا جاتا۔

الْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ: أَقْسَامُ الْمَقْبُولِ

يُقَسَّمُ الْمَقْبُولُ بِالنِّسْبَةِ إِلَى تَفَاوُتِ مَرَاتِبِهِ إِلَى قِسْمَيْنِ رَئِيسَيْنِ هُمَا: صَحِيحٌ وَحَسَنٌ وَكُلٌّ مِنْهُمَا يُقَسَّمُ إِلَى قِسْمَيْنِ هُمَا: لِذَاتِهِ وَلِغَيْرِهِ، فَتَنُوزُ أَقْسَامُ الْمَقْبُولِ فِي النِّهَايَةِ إِلَى أَرْبَعَةِ أَقْسَامٍ هِيَ: ١ - صَحِيحٌ لِذَاتِهِ. ٢ - حَسَنٌ لِذَاتِهِ. ٣ - صَحِيحٌ لِغَيْرِهِ. ٤ - حَسَنٌ لِغَيْرِهِ. وَإِلَيْكَ بِحَثِّ هَذِهِ الْأَقْسَامِ تَفْصِيلًا.

۴۴۔ بحث اول: خبر مقبول کو اس کے مراتب مختلف ہونے کے اعتبار سے دو بنیادی قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے، وہ قسمیں صحیح و حسن ہیں، اور ان میں ہر ایک کی دو قسمیں کی جاتی ہیں جو کہ لذاتہ اور لغیرہ ہیں۔ اس لیے بالآخر خبر مقبول کی چار قسمیں بن جائیں گی: (۱) صحیح لذاتہ (۲) حسن لذاتہ (۳) صحیح لغیرہ (۴) حسن لغیرہ۔ آپ کی خدمت میں ان اقسام کی تفصیلی بحث پیش نش۔

شرح :- پہلے پہل خبر مقبول کی دو قسمیں بنائی جاتی ہیں: (۱) صحیح (۲) حسن۔ پھر ان میں سے ہر ایک دو قسموں میں منقسم ہوتی ہے: (۱) لذاتہ (۲) لغیرہ۔ اب جب دونوں کی دو قسمیں ہوئیں تو کل اقسام چار ہوں گی یعنی (۱) صحیح لذاتہ (۲) حسن لذاتہ (۳) صحیح لغیرہ (۴) حسن لغیرہ۔ آئندہ انہی کی تفصیل آئے گی۔

الصَّحِيحُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : الصَّحِيحُ ضِدُّ السَّقِيمِ، وَهُوَ حَقِيقَةٌ فِي الْأَجْسَامِ مُجَازٌ فِي الْحَدِيثِ وَسَائِرِ الْمَعَانِي. (ب) اصْطِلَاحًا : مَا اتَّصَلَ سَنَدُهُ بِنَقْلِ الْعَدْلِ الضَّابِطِ عَنْ مِثْلِهِ إِلَى مُنْتَهَاهُ مِنْ غَيْرِ شُذُوذٍ وَلَا عِلَّةٍ. ۲ - شَرْحُ التَّعْرِيفِ : اِشْتَمَلَ التَّعْرِيفُ السَّابِقُ عَلَى أُمُورٍ يَجِبُ تَوْفُّرُهَا حَتَّى يَكُونَ الْحَدِيثُ صَحِيحًا، وَهَذِهِ الْأُمُورُ هِيَ : (أ) اتِّصَالُ السَّنَدِ : وَمَعْنَاهُ أَنَّ كُلَّ رَاوٍ مِنْ رَوَاتِهِ قَدْ أَخَذَهُ مُبَاشَرَةً عَمَّنْ فَوْقَهُ مِنْ أَوَّلِ السَّنَدِ إِلَى مُنْتَهَاهُ. (ب) عَدَالَةُ الرُّوَاةِ : أَيْ إِنَّ كُلَّ رَاوٍ مِنْ رَوَاتِهِ اِتَّصَفَ بِكُونِهِ مُسْلِمًا بَالِغًا عَاقِلًا غَيْرَ فَاسِقٍ وَغَيْرَ مَخْرُومٍ الْمُرُوءَةِ. (ج) ضَبْطُ الرُّوَاةِ : أَيْ إِنَّ كُلَّ رَاوٍ مِنْ رَوَاتِهِ كَانَ تَامَ الضَّبْطِ، إِمَّا ضَبْطَ صَدْرٍ أَوْ ضَبْطَ كِتَابٍ (د) عَدَمُ الشُّذُوذِ : أَيْ أَنَّ لَا يَكُونُ الْحَدِيثُ شَاذًّا، وَالشُّذُوذُ : هُوَ مُخَالَفَةُ الثَّقَةِ لِمَنْ هُوَ أَرْثَقُ مِنْهُ. (هـ) عَدَمُ الْعِلَّةِ : أَيْ أَنَّ لَا يَكُونُ الْحَدِيثُ مَعْلُولًا، وَالْعِلَّةُ سَبَبٌ غَامِضٌ خَفِيَ يَقْدَحُ فِي صِحَّةِ الْحَدِيثِ مَعَ أَنَّ الظَّاهِرَ السَّلَامَةُ مِنْهُ.

۴۴۔ صحیح۔ اس کی تعریف: لغت کے اعتبار سے صحیح (تندرست)، سقیم (بیمار) کی ضد نش اور یہ اجسام میں حقیقت نش جبکہ حدیث اور تمام معانی میں مجاز نش۔ اصطلاحی اعتبار سے صحیح وہ

حدیث نش جس کی سند انتہاء تک عدالت سے متصف ضبط کرنے والے شخص کے نقل کرنے کے ساتھ بغیر شذوذ اور علت کے متصل ہو۔ تعریف کی وضاحت: گذشتہ تعریف چند امور پر مشتمل نش جن کا پایا جانا ضروری اُس تا کہ حدیث صحیح ہو سکے، وہ امور یہ ہیں: (۱) سند کا اتصال: اس کا مطلب یہ نش کہ سند کے شروع سے آخر تک اس حدیث کے رواۃ میں سے ہر راوی نے اُسے اپنے سے اوپر شخص سے براہ راست حاصل کیا ہو۔ (۲) راویوں کی عدالت: یعنی اس کے رواۃ میں سے ہر راوی مسلمان، بالغ، عاقل نہ ہونے کے ساتھ اس حال میں متصف ہو کہ وہ نہ فاسق ہو نہ بے مروت۔ (۳) راویوں کا ضبط کرنا: یعنی اس کا ہر راوی مکمل ضبط (محفوظ) کرنے والا ہو یا تو سینہ میں محفوظ یقین، یا پھر کتاب میں محفوظ یقین۔ (۴) شذوذ کا نہ ہونا: یعنی یہ کہ حدیث شاذ نہ ہو اور شذوذ سے مراد ثقہ کا اپنے سے زیادہ ثقہ کی مخالفت کرنا نش۔ (۵) علت کا نہ ہونا: یعنی یہ کہ حدیث معلول نہ ہو اور علت ایک باریک و پوشیدہ وجہ نش جو حدیث کی صحت کو مجروح کرتی نش حالانکہ ظاہری حالت اس سے محفوظ ہونا نش۔

شرح :- لغوی اعتبار سے صحیح تندرست کو کہتے ہیں جو سقیم یعنی بیمار کی ضد نش اور تندرستی ہو یا بیماری دونوں اجسام کے اوصاف میں سے ہیں، ان کو حدیث کی یا معانی کے قبیل سے چیزوں کی صفت بنانا مجاز نش کیونکہ حقیقتاً جسم صحیح یا سقیم کہلاتا نش، جسم کے علاوہ کسی چیز کو صحیح یا سقیم قرار دینا مجاز ہی ہوگا، گویا جس طرح تندرست جسم کو کمزور جسم پر برتری حاصل ہوتی نش اسی طرح حدیث صحیح کو بھی حدیث ضعیف پر برتری حاصل ہوتی نش۔ اصطلاحی اعتبار سے صحیح اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے اندر چند باتیں اکٹھی ہوں: (۱) سند متصل ہو یعنی پہلے راوی سے لے کر آخری راوی تک سب درج ہوں، کوئی بھی حذف نہ ہو۔ (۲) تمام راوی عدل ہوں: عدل لغت میں معتدل اور برابر کو کہتے ہیں جبکہ یہاں پر عدل سے مراد وہ شخص نش جو مسلمان ہو، بالغ ہو، عاقل نہ ہو اور خلاف انسانیت کام نہ کرنے والا ہو یعنی بامروت ہو۔ (۳) راوی ضابط ہوں: ضبط کے لغوی معنی ہیں کسی بات کو اچھی طرح محفوظ کرنا۔ یہاں پر مراد یہ نش کہ ہر راوی حدیث کو اچھی طرح یاد رکھنے والا ہو جس کے دو طریقے ہیں: ایک سینہ میں یا یقین یعنی زبانی یا یقین دوسرا کاغذ میں لکھ کر محفوظ

کر لینا۔ (۴) حدیث شاذ نہ ہو: اس حدیث کا متن شذوذ سے پاک ہو یعنی کسی بھی ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت نہ کی ہو بلکہ ان میں اتفاق پایا جاتا ہو۔ (۵) حدیث ہر قسم کی علت سے خالی ہو: علت ایسی باریک و خفیہ بات جس کی وجہ سے حدیث میں عیب لگے اور اس کی صحت متاثر ہو حالانکہ ظاہری صورت کے لحاظ سے حدیث میں کوئی باعث نقص نہ ہو۔

جب یہ تمام شقیں کسی حدیث میں موجود ہوں گی تو اس حدیث کو صحیح کہا جائے گا۔

۳ - شُرُوطُهُ : يَتَبَيَّنُ مِنْ شَرْحِ التَّعْرِيفِ أَنَّ شُرُوطَ الصَّحِيحِ الَّتِي يَجِبُ تَوْفُّرُهَا حَتَّى يَكُونَ الْحَدِيثُ صَحِيحًا خَمْسَةٌ وَهِيَ : اتِّصَالُ السَّنَدِ - عَدَالَةُ الرَّوَاةِ - ضَبْطُ الرَّوَاةِ - عَدَمُ الْعِلَّةِ - عَدَمُ الشُّذُوزِ . فَإِذَا اخْتَلَّ شَرْطٌ وَاحِدٌ مِنْ هَذِهِ الشُّرُوطِ الْخَمْسَةِ فَلَا يُسَمَّى الْحَدِيثُ حَبِيْثًا صَحِيحًا .

ترجمہ: صحیح کی شرطیں: تعریف کی وضاحت سے یہ واضح ہو جاتا ہے صحیح کی وہ شرطیں جن کا پایا جانا حدیث کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہیں، وہ پانچ ہیں جو کہ یہ ہیں: سند کا اتصال، راویوں کی عدالت، راویوں کا ضبط، علت نہ ہونا، شذوذ نہ ہونا۔ پس جب مذکورہ پانچ شرطوں میں سے کوئی ایک شرط کم ہو تو اس وقت حدیث کا نام صحیح نہیں رکھا جائے گا۔

شرح: - مذکورہ بالا پانچ شرائط کی تفصیل اس سے پہلے عرض کر دی گئی ہے۔

۴ - مِثَالُهُ : مَا أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ قَالَ : "حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ" . [البخاری] فَهَذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ لِأَن : (أ) سَنَدَهُ مُتَّصِلٌ : إِذْ إِنَّ كُلَّ رَاوٍ مِنْ رُؤَاتِهِ سَمِعَهُ مِنْ شَيْخِهِ ، وَأَمَّا عَنْ عَنَّةِ مَالِكٍ وَابْنِ شِهَابٍ وَابْنِ جُبَيْرٍ فَمَحْمُولَةٌ عَلَى الْإِتِّصَالِ لِأَنَّهُمْ غَيْرُ مُدَلِّسِينَ . (ب) جَدُّهُ وَلِأَنَّ رُؤَاةَهُ عُدُولٌ ضَابِطُونَ : وَهَذِهِ أَوْصَافُهُمْ عِنْدَ عُلَمَاءِ الْجَرَحِ وَالتَّعْدِيلِ .

۱ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : ثِقَّةٌ مُتَّقِنٌ . ۲ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ : إِمَامٌ حَافِظٌ . ۳

۴ ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ : فَقِيهٌ حَافِظٌ مُتَّفِقٌ عَلَى جَلَالَتِهِ وَاتِّقَانِهِ . ۵ مُحَمَّدٌ

بْنُ جُبَيْرٍ : ثِقَّةٌ . ۵..... جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ : صَحَابِيٌّ . (د) وَلِأَنَّهُ غَيْرُ شَاذٍ : إِذْ لَمْ يُعَارِضْهُ مَا هُوَ أَقْوَى مِنْهُ . (هـ) وَلِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ عِلَّةٌ مِنَ الْعِلَلِ .

ترجمہ صحیح کی مثال: وہ حدیث جس کو امام بخاری اپنی صحیح میں لائے ہیں، انہوں نے فرمایا: "حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ... الحدیث" (ہے سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا وہ امام مالک سے، وہ ابن شہاب سے، وہ محمد بن جبیر بن مطعم سے اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں سورہ طور پڑھتے ہوئے سنا)، یہ حدیث صحیح کش اس لیے کہ: (۱) اس کی سند متصل کش: کیونکہ اس کے رواۃ میں سے ہر راوی نے اسے اپنے استاذ سے سنا کش، جہاں تک امام مالک، ابن شہاب اور ابن جبیر کے عنعنہ کا تعلق کش تو اتصال پر محمول کش اس لیے کہ وہ مدلس نہیں ہیں۔ (۲، ۳) اور اس وجہ سے اس کے راوی عدل اور ضابط ہیں: علماء جرح و تعدیل کے ہاں ان راویوں کے یہ اوصاف ہیں: عبد اللہ بن یوسف، ثقہ متقن ہیں۔ مالک بن انس، امام اور حافظ حدیث ہیں۔ ابن شہاب زہری، فقیہ و حافظ حدیث ہیں ان کی جلالت شان اور اتقان پر سب متفق ہیں۔ محمد بن جبیر، ثقہ ہیں۔ جبیر بن مطعم، صحابی ہیں۔ (۴) اور اس وجہ سے یہ شاذ نہیں کش: اس لیے کہ اس کے مقابلے میں ایسی روایت نہیں جو اس سے بھی قوی ہو۔ (۵) اور اس وجہ سے کہ اس میں علتوں میں سے کوئی علت نہیں کش۔

شرح :- صحیح کی مثال حضرت جبیر بن مطعمؓ سے مروی مذکورہ بالا حدیث کش اور اس کے صحیح ہونے کی وجہ تمام شرطوں کا پایا جانا کش جس کی تفصیل ترجمہ سے واضح کش۔ ثقہ کے معنی ہیں قابل بھروسہ اور متقن کے معنی ہیں پختہ اور مضبوط کرنے والا یعنی حدیث کو اچھی طرح محفوظ کرنے والا۔

۵ - حُكْمُهُ : وَجُوبُ الْعَمَلِ بِهِ بِإِجْمَاعِ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَمَنْ يُعْتَدُّ بِهِ مِنَ الْأُصُولِيِّينَ وَالْفُقَهَاءِ، فَهُوَ حُجَّةٌ مِنْ حُجَجِ الشَّرْعِ، لَا يَسَعُ الْمُسْلِمُ تَرْكُ الْعَمَلِ بِهِ. ۶ - الْمُرَادُ بِقَوْلِهِمْ : "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ" أَوْ "هَذَا حَدِيثٌ غَيْرُ صَحِيحٍ" : (أ) الْمُرَادُ بِقَوْلِهِمْ : "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ" أَنَّ الشُّرُوطَ الْخَمْسَةَ السَّابِقَةَ قَدْ تَحَقَّقَتْ فِيهِ، لَا أَنَّهُ

مَقْطُوعٌ بِصَحَّتِهِ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ، لِحَوَازِ الْخَطَا وَالنِّسْيَانِ عَلَى الثَّقَةِ. (ب) وَالْمُرَادُ بِقَوْلِهِمْ: "هَذَا حَدِيثٌ غَيْرُ صَحِيحٍ" أَنَّهُ لَمْ تَتَحَقَّقْ فِيهِ شُرُوطُ الصَّحَّةِ الْخَمْسَةِ السَّابِقَةِ كُلِّهَا أَوْ بَعْضُهَا لَا أَنَّهُ كَذِبٌ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ لِحَوَازِ إِصَابَةٍ مَنْ هُوَ كَثِيرُ الْخَطَا.

۴۔ ترجمہ صحیح کا حکم: محدثین اور قابل لحاظ اصولیین و فقہاء کے اجماع کے مطابق حدیث صحیح پر عمل واجب نش، پس یہ شریعت کی حجتوں میں سے ایک حجت نش، مسلمان کے لیے اس پر عمل ترک کرنے کی گنجائش ہم نہیں۔ محدثین کے قول "یہ صحیح حدیث نش" یا "یہ صحیح حدیث نہیں نش" کا مطلب: (۱) ان کے قول "یہ صحیح حدیث نش" کا مطلب یہ نش کہ گزشتہ پانچوں شرطیں اس حدیث میں پائی گئی ہیں، یہ مطلب نہیں کہ حقیقت میں اس کی صحت کا کھنا کر لیا گیا نش کیونکہ ثقہ راوی سے بھی غلطی یا بھول ہو سکتی نش۔ (۲) اور ان کے قول "یہ صحیح حدیث نہیں نش" کا مطلب یہ نش کہ اس میں صحت کی گزشتہ پانچ شرطیں تمام کی تمام یا ان میں سے چند نہیں پائی گئیں، یہ مطلب نہیں کہ یہ حدیث جھوٹی (غلط) نش اس لیے کہ زیادہ غلطی کرنے والا بھی درست کہہ سکتا نش۔

شرح :- حدیث صحیح کا حکم یہ نش کہ یہ شریعت کے دلائل میں سے ایک دلیل نش جس سے احکامات ثابت ہوتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرنا بھی لازم نش کسی مسلمان کو اس پر عمل ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ محدثین اور ان کے ساتھ بڑے درجہ کے اصولیین اور فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

محدثین کرام جب کسی حدیث کے متعلق اس کے صحیح ہونے یا غیر صحیح ہونے کا حکم لگاتے ہیں تو یہ سند کی ظاہری صورتحال پر مبنی ہوتا نش، نفس الامر اور حقیقت میں اس بات کا حکم نہیں لگایا جاتا کیونکہ اس کا علم مشکل نش۔ اسی لیے جب وہ کسی حدیث کے متعلق یہ سکتا کہ "یہ صحیح حدیث نش" تو اس سے یہ سمجھنا چاہیے صحت کے لیے لازم پانچ شرطیں اس حدیث میں موجود ہیں اس لیے صحیح کہا گیا۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ حقیقت میں بھی اس کے صحیح ہونے کا حکم نش کیونکہ بظاہر جو ثقہ اور قوی الحافظہ نش اس سے بھی غلطی اور بھول واقع ہو سکتی نش، اس امکان کے ساتھ قطعی حکم کیسے لگ سکتا نش؟۔ یوں ہی جب محدثین کسی حدیث کے متعلق اس کے صحیح نہ ہونے کا حکم لگائیں تو اس کا مطلب

یہ ہوتا ہے کہ چونکہ اس میں صحت کی مطلوبہ شرطیں نہیں پائی جا رہیں اس لیے ہم اسے صحیح نہیں سمجھیں گے، یہ اس بات کا حکم نہیں ہوتا کہ حقیقت میں بھی یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ بظاہر جسے کثیر الخطا سمجھا رہا ہے اور اس کے حافظہ پر اعتماد نہیں کیا جا رہا ہے بہت ممکن ہے کہ وہ کبھی ٹھیک بات نقل کرے، اس امکان کے ہوتے ہوئے کیسے صحیح نہ ہونے کا قطعی حکم کیسے لگ سکتا ہے؟۔

۷ - هَلْ يُجْزَمُ فِي إِسْنَادِ أَنَّهُ أَصَحُّ الْأَسَانِيدِ مُطْلَقًا؟ الْمُخْتَارُ أَنَّهُ لَا يُجْزَمُ فِي إِسْنَادِ أَنَّهُ أَصَحُّ الْأَسَانِيدِ مُطْلَقًا لِأَنَّ تَفَاوُتَ مَرَاتِبِ الصَّحَّةِ مَبْنِيٌّ عَلَى تَمَكُّنِ الْإِسْنَادِ مِنْ شُرُوطِ الصَّحَّةِ، وَيَنْدُرُ تَحَقُّقُ أَعْلَى الدَّرَجَاتِ فِي جَمِيعِ شُرُوطِ الصَّحَّةِ، فَلَا أُولَى الْإِمْسَاكِ عَنِ الْحُكْمِ لِإِسْنَادٍ بِأَنَّهُ أَصَحُّ الْأَسَانِيدِ مُطْلَقًا، وَمَعَ ذَلِكَ فَقَدْ نُقِلَ عَنْ بَعْضِ الْأَيْمَةِ الْقَوْلُ فِي أَصَحِّ الْأَسَانِيدِ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ كُلَّ إِمَامٍ رَجَحَ مَا قَوِيَ عِنْدَهُ، فَمِنْ تِلْكَ الْأَقْوَالِ أَنَّ أَصَحَّهَا: (أ) الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ: رَوَى ذَلِكَ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ رَاهُوِيَهْ وَأَحْمَدَ. (ب) ابْنُ سِيرِينَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ: رَوَى ذَلِكَ عَنْ ابْنِ الْمَدِينِيِّ وَالْفَلَّاسِ. (ج) الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ: رَوَى ذَلِكَ عَنْ ابْنِ مَعِينٍ. (د) الزُّهْرِيُّ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ: رَوَى ذَلِكَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ. (هـ) مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ: رَوَى ذَلِكَ عَنِ الْبُخَارِيِّ.

۲۔ **ترجمہ** کیا کسی اسناد کے بارے میں یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ وہ مطلقاً صحیح الاسانید ہے؟ پسندیدہ بات یہ ہے کہ کسی اسناد کے متعلق اس کے علی الاطلاق صحیح الاسانید (تمام اسانید میں سب سے صحیح سند) کا یقین نہیں رکھا جاسکتا اس لیے کہ مراتب صحت کا فرق اسناد کے اندر شروط صحت کے راسخ ہونے پر مبنی ہے اور تمام شرطوں میں اعلیٰ درجات کا پایا جانا در ہے پس کسی اسناد کے متعلق صحیح الاسانید کے فیصلہ سے رُک جانا بہتر ہے، (مگر) اس کے باوجود بعض اماموں سے صحیح الاسانید کے متعلق گفتگو منقول ہے، بظاہر ہر امام نے اس سند کو ترجیح دی جو ان کے ہاں قوی ثابت ہوئی، چنانچہ ان اقوال میں چند یہ ہیں کہ سب سے صحیح اسناد:

(۱) زہریؒ بواسطہ سالمؒ، وہ بواسطہ اپنے والد (ابن عمرؓ) ہے۔ یہ قول اسحاق بن راہویہؒ اور امام احمدؒ سے مروی ہے۔

(۲) ابن سیرینؒ بواسطہ عبیدہؒ، وہ بواسطہ علیؒ ہے، یہ قول ابن المدینیؒ اور فلاسؒ سے مروی ہے۔

(۳) اعمشؒ بواسطہ ابراہیمؒ، وہ بواسطہ علقمہؒ اور وہ بواسطہ عبداللہ (بن مسعودؓ) ہے، یہ قول ابن معینؒ سے مروی ہے۔

(۴) زہریؒ بواسطہ علیؒ بن حسینؒ، وہ بواسطہ اپنے والدؒ اور وہ بواسطہ علیؒ ہے، یہ قول ابو بکر بن ابی شیبہؒ سے مروی ہے۔

(۵) مالکؒ بواسطہ نافعؒ، وہ بواسطہ ابن عمرؓ ہے، یہ قول امام بخاریؒ سے مروی ہے۔

شرح :- صحیح اور رائج قول تو یہی ہے کہ کسی خاص سند کو بالکل صحیح ”اصح الاسانید“ نہ بولا جائے؛ کیونکہ اس کا دار و مدار تمام رواۃ کے مکمل طور پر قبول کے درجات یعنی ضبط و عدالت وغیرہ اوصاف میں سب سے افضل اور بہتر ہونے پر ہے اور یہ کوئی نہیں جان سکتا یا اس کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا البتہ کسی خاص صحابی یا شہر والوں کی بنسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی اسانید میں فلاں کی سند سب سے صحیح ہے کیونکہ اس میں حصر ممکن ہے۔ اس کے باوجود بعض ائمہ سے مختلف اسانید کا علی الاطلاق صحیح ہونا منقول ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مذکورہ سند رائج ہے۔ ہمارے نزدیک اصح الاسانید ”ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن اسود و علقمہ عن ابن مسعود“ ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ روایت حدیث کی سب سے کڑی شرط محدثین کی نظر میں وہ ہے جو امام ابو حنیفہؒ نے اختیار کی ہے، وہ یہ کہ ”راوی کو جب تک حدیث زبانی یاد نہ ہو وہ اس کی روایت بیان نہیں کر سکتا“ اس کی تفصیل کتاب کے باب سوم، بحث رابع میں آئے گی۔ دوسری وجہ تمام حضرات کا بڑے درجہ کافیتہ و متقن ہونا ہے..... وغیر ذلک۔

۸ - مَا هُوَ أَوَّلُ مُصَنَّفٍ فِي الصَّحِيحِ الْمُبْرَدِ ؟ أَوَّلُ مُصَنَّفٍ فِي الصَّحِيحِ

الْمُبْرَدِ صَحِيحُ الْبَخَارِيِّ، ثُمَّ صَحِيحُ مُسْلِمٍ، وَهُمَا أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ الْقُرْآنِ،

وَقَدْ أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى تَلْقَى كِتَابَيْهِمَا بِالْقَبُولِ .

نقد۔ رتبہ صرف صحیح (احادیث) کے متعلق سب سے پہلی تصنیف کوئی ہے؟ صرف صحیح کے متعلق سب سے پہلی تصنیف صحیح بخاری ہے، پھر صحیح مسلم۔ قرآن مجید کے بعد یہ دونوں کتابیں سب سے صحیح ہیں اور امت ان کی کتابوں کو قبولیت کے ساتھ لینے پر متفق ہو گئی ہے۔

شرح:- سب سے پہلی ایسی کتاب جس میں صرف صحیح احادیث جمع کرنے کا اہتمام ہو، کوئی ہے؟ اس بارے میں اکثریت کا قول یہ ہے کہ وہ صحیح بخاری اور اس کے بعد صحیح مسلم ہے بعض علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ امام مالک کی کتاب موطا سب سے پہلی صحیح احادیث کی کتاب ہے جو لکھی گئی، چنانچہ امام شافعی فرماتے ہیں: ”مَا أَعْلَمُ بَعْدَ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَصَحَّ مِنْ مُوْطَأِ مَالِكٍ“ [شرح النزہ للقاری]، البتہ انہوں نے احادیث واقوال صحابہ و تابعین کے درمیان وہ امتیاز قائم نہیں رکھا جو امام بخاری نے قائم رکھا اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ خالص و ممتاز صحیح احادیث کا سب سے پہلا مجموعہ صحیح بخاری ہے، یہ جمہور محدثین کا قول ہے ورنہ کتاب الآثار جس میں امام ابو حنیفہ کی مرویات جمع ہیں، اسے اقدمیت حاصل ہے۔ واللہ اعلم

(أ) أَيُّهُمَا أَصَحُّ : وَالبُّخَارِيُّ أَصَحُّهُمَا، وَأَكْثَرُهُمَا فَوَائِدُ وَذَلِكَ لِأَنَّ أَحَادِيثَ البُّخَارِيِّ أَشَدَّ اتِّصَالًا وَأَوْثَقُ رِجَالًا، وَلِأَنَّ فِيهِ مِنَ الْإِسْتِنْبَاطَاتِ الْفِقْهِيَّةِ وَالنِّكَتِ الْحِكْمِيَّةِ مَا لَيْسَ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ. هَذَا وَكَوْنُ صَحِيحِ البُّخَارِيِّ أَصَحَّ مِنْ صَحِيحِ مُسْلِمٍ إِنَّمَا هُوَ بِاعْتِبَارِ الْمَجْمُوعِ وَالْأَفْقَدُ يُوجَدُ بَعْضُ الْأَحَادِيثِ فِي مُسْلِمٍ أَقْوَى مِنْ بَعْضِ الْأَحَادِيثِ فِي البُّخَارِيِّ. وَقِيلَ: إِنَّ صَحِيحَ مُسْلِمٍ أَصَحُّ، وَالصَّوَابُ هُوَ الْقَوْلُ الْأَوَّلُ.

نقد۔ رتبہ صحیح بخاری صحیح مسلم میں کون زیادہ صحیح ہے؟ ان دونوں میں بخاری زیادہ صحیح اور زیادہ فوائد پر مشتمل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بخاری کی احادیث بہت زیادہ اتصال اور زیادہ قابل اعتماد رواۃ والی ہیں، اور اس وجہ سے کہ اس میں وہ فقہی استنباطات اور حکیمانہ نکات ہیں جو صحیح مسلم میں نہیں۔ یہ بات سمجھ لیجئے اور صحیح بخاری کا صحیح مسلم سے زیادہ صحیح ہونا مجموعہ کے اعتبار سے ہے ورنہ صحیح مسلم میں بعض احادیث صحیح بخاری سے زیادہ قوی موجود ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ صحیح مسلم زیادہ

صحیح ہے۔ ٹھیک وہی قول اول ہے۔

شرح :- جمہور علماء کے نزدیک صحیح بخاری، صحیح مسلم سے اصح ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ رواۃ کے حالات پر کھنے میں زیادہ سخت ہیں بنسبت امام مسلمؒ کے چنانچہ جو شرائط امام بخاریؒ نے صحت حدیث کے لیے مقرر کیں ہیں، امام مسلمؒ کے ہاں ان شرائط میں نرمی ہے چنانچہ مسلمؒ کے متکلم فیہ راوی بخاریؒ کے متکلم فیہ راویوں سے زیادہ ہیں۔ اسی طرح استاد شاگرد کے درمیان اتصال کی شرط امام بخاریؒ کے ہاں کڑی ہے اور وہ دونوں کی ملاقات کا ثبوت ضروری قرار دیتے ہیں جبکہ امام مسلمؒ اس کے لیے ہم عصر ہونے کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔ ابوعلیٰ نیشاپوریؒ اور بعض اہل مغرب علماء نے صحیح مسلمؒ کو اصح قرار دیا ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ یا تو ان کے نزدیک صحیح بخاریؒ و مسلمؒ ایک درجہ کی ہیں یا پھر ان کی مراد مسلمؒ کا اپنی ترتیب و حسن سیاق میں امام بخاریؒ سے بہتر ہونا ہے، مطلقاً اصح ہونا مراد نہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض خصوصیات میں صحیح مسلمؒ، صحیح بخاریؒ سے فوقیت رکھتی ہے۔

(ب) هَلِ اسْتَوْعَبَا الصَّحِيحَ أَوْ التَّزْمَاهُ ؟ لَمْ يَسْتَوْعِبِ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ الصَّحِيحَ فِي صَحِيحَيْهِمَا وَلَا التَّزْمَاهُ، فَقَدْ قَالَ الْبُخَارِيُّ: " مَا أَذْخَلْتُ فِي كِتَابِي الْجَامِعَ إِلَّا مَا صَحَّ وَتَرَكْتُ مِنَ الصَّحَاحِ لِحَالِ الطُّوْلِ " . وَقَالَ مُسْلِمٌ: " لَيْسَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدِي صَحِيحٌ وَضَعْتُهُ هَهُنَا، إِنَّمَا وَضَعْتُ مَا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ " . [علوم الحديث]

نقد۔ رتبہ کیا ان دونوں نے صحیح احادیث کا احاطہ کر لیا ہے یا اس کو اپنے اوپر لازم کیا ہے؟ بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں نہ ہی صحیح احادیث کا احاطہ کیا ہے نہ ہی اس کو انہوں نے اپنے ذمہ لازم کیا ہے، چنانچہ امام بخاریؒ نے کہا ہے: " میں اپنی کتاب جامع میں صرف صحیح حدیث لایا ہوں اور میں نے طوالت کی وجہ سے کئی صحیح احادیث چھوڑ دیں، " اور امام مسلمؒ نے کہا: " ہر حدیث جو میرے نزدیک صحیح تھی، اُسے میں نے اس میں نہیں رکھا، میں نے تو وہی حدیث ذکر کی جس (کی صحت پر) پر محدثین کا اتفاق تھا۔ "

شرح :- اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا صحیح بخاری و صحیح مسلم میں تمام صحیح حدیثیں آگئی ہیں یا انہوں نے ہی اس کا التزام کیا ہے؟ تو اس کا جواب خود انہی حضرات کی زبانی دیا جا رہا ہے کہ امام بخاریؒ

فرماتے ہیں: ”میں نے اپنی اس کتاب میں صرف صحیح حدیثیں ہی ذکر کی ہیں لیکن بہت سی صحیح حدیثیں چھوڑ دی ہیں تاکہ کتاب لمبی نہ ہو جائے۔“ معلوم ہوا کہ صحیح بخاری میں آپ کا قصد تمام صحیح حدیثیں جمع کرنا نہیں تھا بلکہ ایک حد تک جس سے لوگ اکتائیں نہیں، صحیح احادیث ذکر کرنا تھا۔ اسی طرح امام مسلمؒ نے فرمایا: ”میں نے اپنے نزدیک ثابت ہونے والی ہر صحیح حدیث اس کتاب میں ذکر نہیں کی ہے، میں نے تو اس میں صرف وہ حدیثیں جمع کی ہیں جن پر محدثین کا اتفاق تھا۔“ پس معلوم ہوا کہ امام مسلمؒ کے پیش نظر بھی تمام صحیح حدیثیں اپنی صحیح مسلم اکٹھی کرنا نہیں تھا، بلکہ صرف ان حدیثوں کو جمع کیا جن کے صحیح ہونے پر آپ نے محدثین کو متفق پایا۔ لہذا بخاری مسلم کے علاوہ دیگر کتابوں میں بھی صحیح احادیث موجود ہیں۔

(ج) هَلْ فَاتَهُمَا شَيْءٌ كَثِيرٌ أَوْ قَلِيلٌ مِنَ الصَّحِيحِ؟ ۱..... قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ الْأَخْرَمِ : لَمْ يَفْتُهُمَا إِلَّا الْقَلِيلُ، وَأُنْكِرَ هَذَا عَلَيْهِ. ۲..... وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ فَاتَهُمَا شَيْءٌ كَثِيرٌ، فَقَدْ نُقِلَ عَنِ الْبُخَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: ”وَمَا تَرَكْتُ مِنَ الصَّحَاحِ أَكْثَرَ“ وَقَالَ: ”أَحْفَظُ مِائَةَ أَلْفٍ حَدِيثٍ صَحِيحٍ وَمِائَتَيْ أَلْفٍ حَدِيثٍ غَيْرِ صَحِيحٍ. (د) كَمْ عِدَّةُ الْأَحَادِيثِ فِي كُلِّ مِنْهُمَا؟ ۱..... الْبُخَارِيُّ: جُمْلَةٌ مَا فِيهِ سَبْعَةُ آلَافٍ وَمِائَتَانِ وَخَمْسَةٌ وَسَبْعُونَ حَدِيثًا بِالْمُكَرَّرَةِ، وَبِحَذْفِ الْمُكَرَّرَةِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ. ۲..... مُسْلِمٌ: جُمْلَةٌ مَا فِيهِ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا بِالْمُكَرَّرَةِ، وَبِحَذْفِ الْمُكَرَّرَةِ نَحْوُ أَرْبَعَةِ آلَافٍ.

ترجمہ کیا ان دونوں سے صحیح احادیث کی زیادہ مقدار رہ گئی یا کم مقدار؟ (۱) حافظ ابن اُخرمؒ نے کہا: ان سے بہت کم مقدار رہی۔ (لیکن) ان کے اس قول کا انکار کیا گیا ہے۔ (۲) صحیح یہ ہے کہ ان دونوں سے بڑی مقدار رہ گئی، چنانچہ امام بخاریؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: ”اور جو صحیح احادیث میں نے چھوڑیں وہ زیادہ ہیں۔“ یہ بھی کہا: ”مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد ہیں۔ ان میں سے ہر کتاب میں احادیث کی تعداد کتنی ہے؟ (۱) صحیح بخاری: اس میں مکررات کے ساتھ کل سات ہزار دو سو پچھتر احادیث ہیں اور مکررات کے حذف کے ساتھ چار ہزار حدیثیں۔ (۲) صحیح مسلم: اس میں مکررات کے ساتھ کل بارہ ہزار حدیثیں ہیں اور مکررات کے

حذف کے ساتھ تقریباً چار ہزار حدیثیں۔

شرح :- حافظ ابن خرم کے بیان کے مطابق بخاری و مسلم نے اکثر صحیح حدیثیں جمع کر دی ہیں اور ان سے بہت کم صحیح حدیثیں رہ گئی ہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں صحیح احادیث کا ایک حصہ آگیا ہے اور صحیح احادیث کا بڑا حصہ ان میں مذکور نہیں کیونکہ امام بخاری کا فرمانا ہے کہ جو صحیح احادیث میں نے ترک کر دی ہیں وہ اس سے زیادہ ہیں۔ اسی طرح آپ کا یہ بھی کہنا ہے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح (بشمول ضعیف و مردود و موضوع و غیرہ) یاد ہیں۔ بخاری شریف میں مکررات کے ساتھ کل سات ہزار دو سو پچتر ۷۲۷۵ حدیثیں مذکور ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ایک لاکھ صحیح احادیث میں سے بیانوے ہزار سات سو پچیس ۱۹۲۷۵ احادیث اپنی صحیح بخاری میں ذکر نہیں کیں۔ اسی طرح مسلم شریف میں مکررات کے ساتھ کل احادیث کی تعداد بارہ ہزار اور بغیر تکرار کے احادیث کی تعداد تقریباً چار ہزار ہے، یقیناً انہوں نے بھی اپنے حفظ کے مقابلہ میں بہت کم حدیثیں جمع کی ہیں جس کی وجہ لوگوں کی ضرورت و حاجت اور طوالت و اکتاہٹ کا خوف ہے۔

مکررات سے وہ احادیث مراد ہیں جو ایک سے زیادہ سندوں کے ساتھ مروی ہیں مثلاً ایک متن چند صحابہ سے چند تابعین و من بعدہم سے مروی ہے تو اس طرح اصل حدیث تو ایک ہوگی مگر کثرت اسانید کی وجہ سے اسے اتنی دفعہ مکرر شمار کیا جائے گا، حذف مکررات کا مطلب یہ ہے کہ کثرت اسانید کے بجائے متن حدیث کا اعتبار کیا جائے۔ واللہ اعلم

(هـ) اَيْنَ نَجِدُ بَقِيَّةَ الْاَحَادِيثِ الصَّحِيْحَةِ الَّتِي فَاتَتْ الْبُخَارِيَّ وَمُسْلِمًا؟ نَجِدُهَا فِي الْكُتُبِ الْمُعْتَمَدَةِ الْمَشْهُوْرَةِ كَصَحِيْحِ ابْنِ خُزَيْمَةَ وَصَحِيْحِ ابْنِ حِبَّانَ وَمُسْتَدْرَكِ الْحَاكِمِ وَالسَّنَنِ الْاَرْبَعَةِ وَسُنَنِ الدَّارَقُطْنِيِّ وَالْبَيْهَقِيِّ وَغَيْرِهَا. وَلَا يَكْفِي وَجُوْدُ الْحَدِيْثِ فِيْ هَذِهِ الْكُتُبِ، بَلْ لَا بُدَّ مِنَ التَّنْصِيْصِ عَلٰى صِحَّتِهِ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنْ شَرَطِ الْاِقْتِصَارِ عَلٰى اَخْرَاجِ الصَّحِيْحِ كَصَحِيْحِ ابْنِ خُزَيْمَةَ.

ترجمہ :- باقی صحیح احادیث جو امام بخاری و مسلم سے رہ گئی ہیں، ہمیں کہاں ملیں گی؟ ہمیں وہ

احادیث مشہور قابل اعتماد کتابوں میں ملیں گی جیسے صحیح ابن خزمیہ، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، سنن اربعہ اور سنن دارقطنی و بیہقی وغیرہ، اور ان کتابوں میں حدیث کا ہونا کافی نہیں ہے بلکہ اس کی صحت کی صراحت کرنا ضروری ہے مگر اس مصنف کی کتاب میں جس نے صحیح حدیث ذکر کرنے کی شرط رکھی ہو جیسے صحیح ابن خزمیہ۔

شرح :- اگر صحیح بخاری و مسلم کے علاوہ صحیح حدیث تلاش کرنی ہو تو اس کے لیے ہمیں ان مشہور کتب حدیث کی طرف رجوع کرنا ہوگا جن پر اعتماد کیا گیا ہے اور وہ کتابیں بہت ہیں مثلاً صحیح ابن خزمیہ، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، سنن اربعہ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)، سنن دارقطنی اور سنن بیہقی وغیرہ۔ البتہ یہ ضرور دیکھ لیا جائے کہ کتاب کے مصنف نے صرف صحیح احادیث ذکر کرنے کا التزام کیا ہے یا وہ صحیح و غیر صحیح ہر طرح کی حدیث ذکر کرتے ہیں؟ اگر انہوں نے کتاب کے شروع میں وضاحت کر دی ہو کہ میں صرف صحیح حدیث ذکر کروں گا تو ان کی اس طرح کی کتاب میں کسی حدیث کا پایا جانا اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہوگی اور مصنف پر اعتماد کرتے ہوئے اس حدیث کو بھی صحیح قرار دیا جائے گا جیسے صحیح ابن خزمیہ، اور اگر مصنف نے صرف صحیح احادیث کا التزام نہیں کیا بلکہ وہ غیر صحیح بھی ذکر کرتے ہوں تو جب تک وہ حدیث کے صحیح ہونے کی وضاحت نہ کریں ان کی حدیث کو محض کتاب میں دیکھ کر صحیح نہ سمجھا جائے مثلاً جامع ترمذی کہ امام ترمذی ہر حدیث کو ذکر کر کے اس پر صحیح و غیر صحیح ہونے کا حکم تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

۹- الْكَلَامُ عَلَى مُسْتَدْرَكِ الْحَاكِمِ وَصَحِيحِ ابْنِ خُزَيْمَةَ وَصَحِيحِ ابْنِ حِبَّانَ :
(أ) مُسْتَدْرَكُ الْحَاكِمِ : هُوَ كِتَابٌ ضَخْمٌ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ، ذَكَرَ مُؤَلَّفُهُ فِيهِ
الْأَحَادِيثَ الصَّحِيحَةَ الَّتِي عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ أَوْ عَلَى شَرْطِ أَحَدِهِمَا وَلَمْ
يُخَرِّجْهَا، كَمَا ذَكَرَ الْأَحَادِيثَ الصَّحِيحَةَ عِنْدَهُ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ عَلَى شَرْطِ وَاحِدٍ
مِنْهُمَا مُعْبَرًا بِأَنَّهَا صَحِيحَةٌ الْإِسْنَادِ، وَرُبَّمَا ذَكَرَ بَعْضَ الْأَحَادِيثِ الَّتِي لَمْ تَصِحَّ
لِكُنْهَ نَبَ عَلَيْهِا، وَهُوَ مُتَسَاهِلٌ فِي التَّصْحِيحِ فَيَتَّبِعِي أَنْ يَتَّبَعَ وَيُحْكَمَ عَلَى أَحَادِيثِهِ
بِمَا يَلِيقُ بِحَالِهَا، وَلَقَدْ تَتَبَعَهُ الذَّهَبِيُّ وَحَكَّمَ عَلَى أَكْثَرِ أَحَادِيثِهِ بِمَا يَلِيقُ بِحَالِهَا،

وَلَا يَزَالُ الْكِتَابُ بِحَاجَةٍ إِلَى تَتَبُّعٍ وَعِنَايَةٍ.

۱۔ **ترجمہ** مستدرک حاکم، صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان پر گفتگو: (۱) مستدرک حاکم: یہ کتب حدیث میں ایک ضخیم کتاب ہے، اس میں اس کے مؤلف نے وہ صحیح احادیث ذکر کی ہیں جو شیخین کی شرط پر یا ان میں سے ایک کی شرط پر پوری اتر رہی ہے مگر انہوں نے اُسے ذکر نہیں کیا جیسا کہ انہوں نے اپنے نزدیک صحیح احادیث بھی ذکر کیں وہ اگرچہ ان میں سے کسی کی شرط پر پوری نہیں تھی، یہ بیان کرتے ہوئے کہ یہ احادیث صحیح الاسناد ہیں۔ بعض اوقات انہوں نے وہ احادیث بھی ذکر کیں جو صحیح نہیں تھیں مگر اس پر تنبیہ کر دی۔ حاکم صحیح قرار دینے میں نرمی برتنے والے ہیں اس لیے ان کا تعاقب کرنا چاہیے، اور ان کی احادیث پر ان کی حالت کے مطابق حکم لگانا چاہیے۔ امام ذہبی نے ان کا تعاقب کیا ہے اور ان کی اکثر احادیث پر ان کی حالت کے مطابق حکم لگایا ہے۔ کتاب کو اب بھی تعاقب اور توجہ کی ضرورت ہے۔

شرح : - ابو عبد اللہ حاکم شہید متوفی ۴۰۵ھ بڑے ائمہ و حفاظ حدیث میں سے ہیں اور اپنے زمانہ کے محدثین کے امام ہیں۔ آپ نے ”مستدرک علی الصحیح“ لکھی تاکہ جو حدیثیں صحیحین (بخاری و مسلم) کی شرائط کے مطابق صحیح ہیں اور وہ ان کتابوں میں نہیں آسکی ہیں، وہ جمع کر دی جائیں اور ان کے علاوہ بھی جو صحیح احادیث ہوں انہیں بھی محفوظ کر لیا جائے البتہ آپ کسی بھی حدیث کو صحیح قرار دینے میں تساہل اور نرمی برتنے میں مشہور ہیں اسی لیے علامہ ذہبی وغیرہ نے مستدرک کا بغور جائزہ لے کر اس کی اکثر احادیث کے متعلق صحیح و غیر صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے چنانچہ مستدرک کے مطالعہ کے وقت علامہ ذہبی کی تحقیق کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ اس کے باوجود کتاب کو مزید توجہ و عنایت کی ضرورت ہے تاکہ حکم اور واضح ہو سکے۔ مصنف نے حاشیہ میں فرمایا ہے کہ آج کل فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر محمود المیرہ جو بڑے عالم و محقق ہیں، وہ اس کتاب پر مزید کام کر رہے ہیں اور جن احادیث کے متعلق علامہ ذہبی نے بھی کوئی فیصلہ نہیں دیا، ان پر تحقیقی فیصلہ لکھ رہے ہیں۔ تتبع کے معنی تعاقب اور تلاش کے ہیں۔

(ب) صَحِيحُ ابْنِ حَبَّانَ : هَذَا الْكِتَابُ تَرْتِيبُهُ مُخْتَرَعٌ، فَلَيْسَ مُرْتَبَأً عَلَى الْأَنْبَاءِ

وَلَا عَلَى الْمَسَانِيدِ وَلِهَذَا أَسَمَاهُ "التَّقَاسِيمُ وَالْأَنْوَاعُ" وَالْكَشْفُ عَلَى الْحَدِيثِ مِنْ كِتَابِهِ هَذَا عَسِرٌ جِدًّا، وَقَدْ رَتَبَهُ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِينَ عَلَى الْأَبْوَابِ، وَمُصَنِّفُهُ مُتَسَاهِلٌ فِي الْحُكْمِ عَلَى الْحَدِيثِ بِالصَّحَّةِ لِكِنَّةِ أَقْلٍ تَسَاهُلًا مِنَ الْحَاكِمِ.

ترجمہ صحیح ابن حبان: اس کتاب کی ترتیب نئی اپنائی ہوئی ہے، اسی لیے یہ نہ ہی ابواب پر مرتب ہو سکی نہ ہی مسانید پر، اور اسی وجہ سے مصنف نے اس کا نام "التقاسیم والأَنْوَاع" رکھا۔ ابن حبان کی اس کتاب سے حدیث تلاش کرنا انتہائی مشکل ہے، بعض متأخرین نے اس کو ابواب پر مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کے مصنف (ابن حبان) حدیث پر صحت کا حکم لگانے میں تساہل پسند ہیں مگر وہ حاکم کی نسبت کم تساہل پسند ہیں۔

شرح :- محمد بن حبان متوفی ۲۵۴ھ خراسان کے شیخ کہلاتے ہیں، اپنے زمانہ میں علوم کے سب سے بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ آپ کی کتاب جو "صحیح ابن حبان" کے نام سے مشہور ہے دراصل عام محدثین کی ترتیب اور اسلوب سے ہٹ کر ایک نئے انداز سے لکھی گئی ہے یعنی اس میں کتاب اور باب کے عنوانات قائم نہیں ہیں، اس کتاب کا اصل نام "التقاسیم والأَنْوَاع" ہے۔ متأخرین میں سے امیر علاء الدین علی بن بلبان متوفی ۳۹۷ھ نے اس کو مروجہ انداز میں مرتب کیا اور اپنی کتاب کا نام "الاحسان فی تقریب ابن حبان" رکھا، حافظ ابوالحسن بیہقی نے ابن حبان کے زوائد کی تجرید بھی کی ہے۔ اس طرح صحیح ابن حبان سے استفادہ آسان ہو گیا۔ حاکم کی طرح ابن حبان بھی تصحیح میں تساہل پسند ہیں لیکن شرائط میں ان سے قدرے سخت اور بہتر ہیں۔

(ج) صَحِيحُ ابْنِ خُزَيْمَةَ : هُوَ أَعْلَى مَرْتَبَةٍ مِنْ صَحِيحِ ابْنِ حَبَّانَ لِشِدَّةِ تَحَرُّيهِ حَتَّى إِنَّهُ يَتَوَقَّفُ فِي التَّصْحِيحِ لِأَذْنَى كَلَامٍ فِي الْإِسْنَادِ.

ترجمہ صحیح ابن خزیمہ: یہ صحیح ابن حبان سے بلند مرتبہ ہے مصنف کے شدید جستجو کی وجہ سے یہاں تک کہ وہ اسناد میں ذرا کلام کی بناء پر ہی تصحیح سے رک جاتے ہیں۔

شرح :- ان تینوں میں ابن خزیمہ کا درجہ صحت کے اعتبار سے زیادہ ہے کیونکہ انہیں جب کسی حدیث کے متعلق ذرا تردد ہوتا ہے تو وہ اس کا بھی اظہار کر دیتے ہیں اور معمولی کلام کی بناء پر تصحیح کا

حکم روک لیتے ہیں۔ لہذا بخاری و مسلم کے بعد اصح کتاب ابن خزمہ کی ہے، پھر ابن حبان کی اور پھر حاکم شہید کی۔

۱۰ - الْمُسْتَخْرَجَاتُ عَلَى الصَّحِيحَيْنِ: (أ) مَوْضُوعُ الْمُسْتَخْرَجِ: هُوَ أَنْ يَأْتِيَ الْمُصَنِّفُ إِلَى كِتَابٍ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ فَيُخْرِجُ أَحَادِيثَهُ بِأَسَانِيدَ لِنَفْسِهِ مِنْ غَيْرِ طَرِيقِ صَاحِبِ الْكِتَابِ، فَيَجْتَمِعُ مَعَهُ فِي شَيْخِهِ أَوْ مَنْ فَوْقَهُ. (ب) أَشْهُرُ الْمُسْتَخْرَجَاتِ عَلَى الصَّحِيحَيْنِ: (۱) الْمُسْتَخْرَجُ لِأَبِي بَكْرٍ الْإِسْمَاعِيلِيِّ عَلَى الْبُخَارِيِّ. (۲) الْمُسْتَخْرَجُ لِأَبِي عَوَانَةَ الْإِسْفَرَايْنِيِّ عَلَى مُسْلِمٍ. (۳) الْمُسْتَخْرَجُ لِأَبِي نُعَيْمٍ الْأَصْبَهَانِيِّ عَلَى كُلِّ مِنْهُمَا.

ترجمہ صحیحین کی مستخرجات: (أ) مستخرج کا موضوع: وہ یہ ہے کہ مصنف کتب حدیث میں سے کسی کتاب کا ارادہ کرے پھر اس کی احادیث صاحب کتاب کے واسطہ کے بغیر اپنی اسانید کے ساتھ بیان کرے، اور اس کے ساتھ اس کے شیخ یا اس سے اوپر کسی سے مل جائے۔ (ب) صحیحین کی مشہور ترین مستخرجات: (۱) بخاری کی مستخرج جو ابو بکر اسماعیلی کی تصنیف ہے۔ (۲) مسلم کی مستخرج جو ابو عوانہ اسفراینی کی تصنیف ہے۔ (۳) ان میں سے ہر ایک کی مستخرج جو ابو نعیم اصفہانی کی تصنیف ہے۔

تشریح :- مستخرج وہ کتاب ہوتی ہے جس میں کسی دوسری کتاب کی احادیث کو مصنف کے واسطہ کے بغیر اپنی ذاتی اسناد کے ذریعے اس کے شیخ یا شیخ الشیخ سے نقل کیا جائے۔

(ج) هَلِ التَّرَمُّ أَصْحَابُ الْمُسْتَخْرَجَاتِ فِيهَا مُوَافَقَةُ الصَّحِيحَيْنِ فِي الْأَلْفَاظِ؟ لَمْ يَلْتَزِمَ مُصَنِّفُوهَا مُوَافَقَتَهُمَا فِي الْأَلْفَاظِ لِأَنَّهُمْ إِنَّمَا يَرْوُونَ الْأَلْفَاظَ الَّتِي وَصَلَتْهُمْ مِنْ طَرِيقِ شُيُوخِهِمْ، لِذَلِكَ فَقَدْ حَصَلَ فِيهَا تَفَاوُتٌ قَلِيلٌ فِي بَعْضِ الْأَلْفَاظِ. وَكَذَلِكَ مَا أَخْرَجَهُ الْمُؤَلَّفُونَ الْقَدَامَى فِي تَصَانِيفِهِمُ الْمُسْتَقْلَةَ كَالْبَيْهَقِيِّ وَالْبَغَوِيِّ وَشَبِهِهِمَا قَائِلِينَ: "رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ" أَوْ "رَوَاهُ مُسْلِمٌ" فَقَدْ وَقَعَ فِي بَعْضِهِ تَفَاوُتٌ فِي الْمَعْنَى وَفِي الْأَلْفَاظِ، فَمَرَادُهُمْ مِنْ قَوْلِهِمْ "رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ" أَنَّهُمَا رَوَيَا أَصْلَهُ.

ق۔ ۱۔ **ترجمہ** کیا مستخرجات کے مصنفین ہے ان (کتب) میں صحیحین (کی احادیث) کے ساتھ الفاظ میں موافقت کا التزام کیا ہم؟ مستخرجات کے مصنفین ہے الفاظ میں صحیحین کی موافقت کو اپنے ذمہ لازم نہیں کیا ہم اس لیے کہ وہ وہی الفاظ روایت کرتے ہیں جو ان تک اپنے شیوخ کے واسطے سے پہنچے ہوتے ہیں، یہی وجہ ہم کہ ان میں بعض کلمات میں تھوڑا بہت فرق پیدا ہوا ہم۔ اسی طرح وہ احادیث بھی جنہیں بیہقی و بغوی جیسے قدیم مصنفین ہے اپنی مستقل تصانیف میں یہ کہہ کر ذکر کیا ہم کہ ”اسے بخاری ہے روایت کیا“ یا ”اسے مسلم ہے روایت کیا“، تو ان میں سے کچھ میں معنی و الفاظ کے اعتبار سے فرق واقع ہوا ہم۔ اس لیے ان کے ”بخاری و مسلم ہے روایت کیا“ سے مراد یہ ہم کہ ان دونوں ہے اصل حدیث روایت کی ہم۔

شرح :- مستخرجات کی اصل غرض کسی کتاب سے مکمل مطابقت کرنا نہیں ہوتی بلکہ ان کی احادیث کو اپنی اسانید کے ذریعے عموماً تقویت پہنچائی جاتی ہیں اور بسا اوقات سند عالی کے ساتھ حدیث کا حصول مقصود ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہم مستخرجات کے مصنفین میں سے کسی ہے بھی صحیحین کی مستخرجات میں بعینہ الفاظ نقل کرے کی پابندی نہیں کی ہم بلکہ وہ وہی الفاظ نقل کرتے ہیں جو اپنے شیوخ سے انہیں حاصل ہوتے۔ اس بناء پر صحیحین اور ان کی مستخرجات کی احادیث کے درمیان معمولی تفاوت پایا گیا ہم جو ظاہر ہے۔ اسی طرح امام بیہقی و امام بغوی جیسے قدیم مصنفین ہے بھی اپنی مستقل تصانیف میں جن احادیث کے متعلق ”رواہ البخاری“ یا ”رواہ مسلم“ کہا ہم تو ان کی غرض بھی صرف یہ بتانا ہے کہ یہ حدیث مندرجہ بالا مضمون کے ساتھ صحیح بخاری یا مسلم میں موجود ہے، یہ غرض نہیں کہ بعینہ الفاظ بھی موجود ہوں گے۔

(د) هَلْ يَجُوزُ أَنْ نَنْقُلَ مِنْهَا حَدِيثًا وَنَعَزُوهُ إِلَيْهِمَا؟ بِنَاءٍ عَلَى مَا تَقَدَّمَ فَلَا يَجُوزُ لِشَخْصٍ أَنْ يَنْقُلَ مِنَ الْمُسْتَخْرَجَاتِ أَوْ الْكُتُبِ الْمَذْكُورَةِ آيَةً حَدِيثًا وَيَقُولَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ أَوْ مُسْلِمٌ إِلَّا بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ: (۱) أَنْ يُقَابِلَ الْحَدِيثَ بِرِوَايَتِهِمَا. (۲) أَوْ يَقُولَ صَاحِبُ الْمُسْتَخْرَجِ أَوْ الْمُصَنِّفُ ”أَخْرَجَاهُ بِلَفْظِهِ“.

ق۔ ۲۔ **ترجمہ** کیا یہ جائز ہے کہ کسی مستخرجات سے کوئی حدیث نقل کریں اور اس کی نسبت صحیحین کی

طرف کر دیں؟ گذشتہ تقریر کی بنیاد پر کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ مستخرجات یا ابھی ذکر کی گئیں کتابوں سے کوئی حدیث نقل کرے اور کہہ دے کہ اسے بخاری سے یا مسلم ہے روایت کیا ہم مگر دو باتوں میں سے کسی کی وجہ سے: (۱) یہ کہ وہ اس حدیث بخاری و مسلم کی روایت سے مقابلہ کر لے۔ (۲) یا صاحب مستخرج یا مصنف یہ کہہ دے کہ ان دونوں ہے انہی الفاظ کے ساتھ حدیث ذکر کی ہم۔

شرح :- چونکہ یہ واضح ہو چکا کہ مستخرجات یا قدیم مصنفین کی کتب میں صحیحین کی احادیث بعینہ ان کے لفظوں میں نقل کر ہے کی پابندی اختیار نہیں کی گئی، اس لیے محض ان میں کسی حدیث کو دیکھ کر صحیحین کی طرف اس کی نسبت کر دینا جائز نہیں ہم کیونکہ صحیحین میں انہی الفاظ کا ہونا ضروری نہیں ہم، البتہ دو صورتوں میں مستخرج کی حدیث کی نسبت صحیحین کی طرف کرنا مناسب ہم یعنی (۱) یہ کہ اس حدیث کا صحیحین کی حدیث کے ساتھ جائزہ لے لیا جائے جس کے بعد دونوں کے الفاظ کے ایک جیسے ہوئے کا اطمینان ہو جائے۔ (۲) یا یہ کہ مستخرج کا مصنف یا کسی دوسری کتاب کا مصنف یہ کہہ دے کہ بخاری و مسلم ہے انہی الفاظ کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہم۔ ان دو صورتوں میں مستخرج وغیرہ کی حدیث کو صحیحین کی طرف منسوب کرنا جائز ہم۔

(ھ) فَوَائِدُ الْمُسْتَخْرَجَاتِ عَلَى الصَّحِيحَيْنِ : لِلْمُسْتَخْرَجَاتِ عَلَى الصَّحِيحَيْنِ
فَوَائِدُ كَثِيرَةٌ تُقَارِبُ الْعَشْرَةَ، ذَكَرَهَا السَّيُوطِيُّ فِي تَدْرِيبِهِ، وَإِلَيْكَ أَهْمُهَا : ۱.....
عُلُوُّ الْإِسْنَادِ : لِأَنَّ مُصَنِّفَ الْمُسْتَخْرَجِ لَوْ رَوَى حَدِيثًا مِنْ طَرِيقِ الْبُخَارِيِّ مَثَلًا
أَوْ قَعَّ أَنْزَلَ مِنَ الطَّرِيقِ الَّذِي رَوَاهُ بِهِ فِي الْمُسْتَخْرَجِ ۲..... الزِّيَادَةُ فِي قَدْرِ
الصَّحِيحِ : لِمَا يَقَعُ مِنَ الْفَاطِ زَائِدَةٍ وَتَمَامَاتٍ فِي بَعْضِ الْأَحَادِيثِ ۳..... الْقُوَّةُ
بِكثَرَةِ الطُّرُقِ : وَفَائِدَتُهَا التَّرْجِيحُ عِنْدَ الْمُعَارَضَةِ .

ترجمہ :- صحیحین کی مستخرجات کے فائدے: صحیحین کی مستخرجات کے بہت سے فائدے ہیں جو دس کے قریب ہوتے ہیں، امام سیوطیؒ ہے انہیں اپنی تدریب میں ذکر کیا ہم، آپ ان میں سے انی فوائد ملاحظہ کریں: (۱) علو اسناد: اس لیے کہ مستخرج کا مصنف کسی حدیث کو مثلاً اگر امام

بخاری کی سند سے روایت کرے تو وہ اس سند سے نیچے واقع ہو جس کے واسطے سے اس ہے مستخرج میں روایت کی ہم۔ (۲) صحیح حدیث کی مقدار میں اضافہ: کیونکہ بعض احادیث میں کچھ زائد الفاظ اور تہتے حاصل ہوتے ہیں۔ (۳) کثرت اسانید کے ذریعے قوت: اور اس کا فائدہ معارضہ کے وقت ترجیح دینا ہوتی ہم۔

شرح :- مستخرجات کے دس تک فوائد ہیں جنہیں امام سیوطیؒ ہے اپنی کتاب تدریب الراوی میں ذکر کیا ہم مگر تین فائدے بڑے بڑے ہیں: (۱) علو اسناد کا حصول: اس کی مثال جیسے ابو نعیم اصفہانیؒ اگر امام عبدالرزاقؒ سے بخاری کے واسطے سے روایت کریں تو ان کے اور امام عبدالرزاق کے درمیان چار واسطے بن جائیں گے اور اگر طبرانی عن زبیری کے واسطے سے نقل کریں تو ان دونوں کے درمیان دو واسطے رہ جائیں گے، اس طرح مستخرج والی سند عالی ہوئی۔ (۲) کبھی کبھار صحیحین میں الفاظ کم نقل ہوتے ہیں لیکن مستخرج میں الفاظ زیادہ ہوتے ہیں تو اس طرح صحیح حدیث کی مقدار میں اضافہ حاصل ہوتا ہم اور کبھی کبھی صحیحین میں مذکور حدیث کا بقیہ حصہ بھی ہوتا ہم جس سے بہت فائدہ ملتا ہم۔ (۳) مستخرج کی اسناد کے اضافہ سے وہ حدیث قوی اور مضبوط ہو جاتی ہم جس سے بوقت معارضہ ترجیح دینے میں آسانو ہوتی۔

دو فائدے اور بھی ہیں وہ یہ کہ (۱) اصل کتاب کے مصنف ہے شیخ سے اختلاط کے بعد یا اس سے پہلے سماع کی وضاحت نہ کی ہو اور مستخرج کا مصنف اس کی وضاحت کر دے۔ (۲) پہلے مصنف ہے عنعنہ کے ساتھ روایت کیا ہو اور مستخرج کا مصنف بغیر عنعنہ روایت کرے۔

۱۱ - مَا هُوَ الْمَحْكُومُ بِصَحِّهِ مِمَّا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ؟ مَرَّ بِنَا أَنَّ الْبُخَارِيَّ وَمُسْلِمًا لَمْ يُدْخِلَا فِي صَحِيحَيْهِمَا إِلَّا مَا صَحَّ، وَأَنَّ الْأُمَّةَ تَلَقَّتْ كِتَابَيْهِمَا بِالْقَبُولِ، فَمَا هِيَ الْأَحَادِيثُ الْمَحْكُومُ بِصَحِّهَا وَالَّتِي تَلَقَّتْهَا الْأُمَّةُ بِالْقَبُولِ يَا تُرَيُّ؟ وَالْجَوَابُ هُوَ: أَنَّ مَا رَوَاهُ بِالْإِسْنَادِ الْمُتَّصِلِ فَهُوَ الْمَحْكُومُ بِصَحِّهِ، وَأَمَّا مَا حُذِفَ مِنْ مَبْدَأِ إِسْنَادِهِ رَأَوْا أَكْثَرُ وَيُسَمَّى الْمُعْلَقَ، وَهُوَ فِي الْبُخَارِيِّ كَثِيرٌ، لَكِنَّهُ فِي تَرَاجِمِ الْأَبْوَابِ وَمَقْدَمَاتِهَا، وَلَا يُوجَدُ شَيْءٌ مِنْهُ فِي صُلْبِ الْأَبْوَابِ الْبَتَّةَ، أَمَّا فِي مُسْلِمٍ

فَلَيْسَ فِيهِ مِنْ ذَلِكَ إِلَّا حَدِيثٌ وَاحِدٌ فِي بَابِ التَّيَمُّمِ لَمْ يَصِلْهُ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ
فَحُكْمُهُ كَمَا يَلِي : (أ) فَمَا كَانَ مِنْهُ بِصِغَةِ الْجَزْمِ : كَقَالَ وَ أَمَرَ وَ ذَكَرَ ، فَهُوَ حُكْمٌ
بِصِحَّتِهِ عَنِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ . (ب) وَمَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ جَزْمٌ : كَيُرْوَى وَيُذَكَّرُ وَيُحْكَى ،
وَرُويَ وَ ذَكَرَ فَلَيْسَ فِيهِ حُكْمٌ بِصِحَّتِهِ عَنِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ ، وَمَعَ ذَلِكَ فَلَيْسَ فِيهِ
حَدِيثٌ وَاهٍ لَا دُخَالَه فِي الْكِتَابِ الْمُسَمَّى بِالصَّحِيحِ .

ترجمہ شیخین کی روایت کردہ احادیث میں کس کی صحت کا حکم لگایا گیا ہم؟ ہماری یہ بات گزر چکی ہم کہ بخاری و مسلم ہے اپنی صحیحین میں صرف وہی حدیث داخل کی ہم جو صحیح ثابت ہوئی اور یہ کہ امت ہے ان دونوں کی کتابیں قبولیت کے ساتھ لی ہیں، تو آپ کے خیال میں وہ کونسی احادیث ہیں جن کی صحت کا حکم لگایا گیا ہم اور جن کو امت ہے قبولیت کے ساتھ لیا ہم؟ جواب یہ ہم کہ بخاری و مسلم ہے جسے متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہو تو وہی ہم جس کی صحت کا حکم لگایا گیا ہم اور جس حدیث کی ابتداء سند سے ایک راوی یا اس سے زیادہ محذوف ہو تو اس کا نام معلق ہم، اور یہ بخاری میں زیادہ ہم مگر یہ تراجم الالباب اور مقدمات ابواب میں ہم، ابواب کے مقصودی حصے میں یقیناً نہیں ہم، البتہ مسلم میں اس قسم کی کوئی حدیث نہیں سوائے ایک حدیث کے جو کہ تیمم کے باب میں ہم، اس کو انہوں نے دوسرے مقام پر متصل نقل نہیں کیا، الغرض اس کا حکم حسب ذیل ہم:

(أ) اس میں سے جو صیغہ جزم کے ساتھ ہو: جیسے اُس ہے کہا، حکم دیا، ذکر کیا تو یہ اس کے منسوب الیہ سے صحیح ثبوت کا حکم ہوگا۔ (ب) اور جس میں صیغہ جزم نہ ہو: جیسے روایت نقل کی جاتی ہم، ذکر کیا جا : ہم، بیان کیا جاتا ہم، روایت کیا گیا، ذکر کیا گیا تو اس میں اس کے منسوب الیہ سے صحیح ثبوت کا حکم نہیں ہم، اس کے باوجود اس میں کوئی راوی بہت کمزور نہیں ہم اس لیے کہ اسے ایسی کتاب میں داخل کیا گیا جس کا نام صحیح ہم۔

شرح :- امت ہے صحیحین کی احادیث کو قبول کیا ہم اور محدثہ ہے ان کی حدیثوں کے صحیح ہوئے کا حکم لگایا ہم تو اب سوال یہ ہم کہ ان دونوں کی تمام احادیث کے صحیح ہوئے کا حکم ہم چاہم

اس کی روایت کے الفاظ جیسے بھی ہوں یا اس کا کوئی ضابطہ موجود ہم؟ اس سوال کا جواب ان دو کتابوں میں احادیث عموماً سند متصل کے ساتھ مذکور ہیں اور کبھی کبھی معلق ہوتی ہیں۔ متصل تو وہ ہم جس میں کسی راوی کا انقطاع نہ ہو اور معلق وہ ہم جس میں ابتداء سند سے ایک دور راوی محذوف ہو جائیں۔ بخاری میں معلق احادیث کی تعداد مسلم سے زیادہ ہم، لیکن امام بخاری مقصودی طور پر کسی باب میں معلق روایات نہیں لاتے بلکہ کسی باب کے عنوان کی وضاحت یا تمہید باندھنے کے لیے معلق روایات ذکر کرتے ہیں بہر حال صحیح بخاری میں معلق روایات موجود ہیں جبکہ صحیح مسلم میں صرف ایک جگہ یعنی باب التیمم میں ایک ایسی روایت ہم جو معلق ہم اور امام مسلم ہے دوسرے مقام پر اس کی پوری سند بھی ذکر نہیں کی ہم۔

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ صحیحین کی روایات جن کا حکم مطلوب ہم وہ متصل السند ہیں یا معلق؟ اگر متصل السند ہیں تو وہ محکوم بالصحة ہیں اور اگر معلق ہیں تو پھر یہ دیکھا جائے کہ صیغہ جزم کے ساتھ ہیں یا صیغہ تملیض کے ساتھ؟۔ صیغہ جزم سے مراد ایسے الفاظ سے نقل کرنا ہم جس سے قائل کی طرف اس قول کی صراحة نسبت مقصود ہو مثلاً قَالَ فُلَانٌ، ذَكَرَ فُلَانٌ وغیرہ اور صیغہ تملیض جس میں قائل کی طرف صراحة نسبت نہ ہو بلکہ صیغہ مجہول ہو مثلاً يُذَكِّرُ عَنْ فُلَانٍ، حُكِيَ أَنَّ فُلَانًا قَالَ وغیرہ۔ اگر صحیحین کی معلق روایات صیغہ جزم کے ساتھ ہم تو یہ اس قول کے صحیح ہوئے کی دلیل ہم اور اگر صیغہ تملیض ہم تو پھر اس کو صحت کا حکم نہیں سمجھا جائے گا۔ البتہ اتنا اطمینان رکھنا چاہیے کہ جب صحیح نام والی کتاب میں مذکور ہم تو انتہائی کمزور حدیث نہیں ہوگی۔

۱۲ - مَرَاتِبُ الصَّحِيحِ : مَرَبْنَا أَنَّ بَعْضَ الْعُلَمَاءِ ذَكَرُوا أَصَحَّ الْأَسَانِيدِ عِنْدَهُمْ، فَبَنَاءَ عَلَى ذَلِكَ وَعَلَى تَمَكُّنِ بَاقِي شُرُوطِ الصَّحَّةِ يُمَكِّنُ أَنْ يُقَالَ إِنَّ لِلْحَدِيثِ الصَّحِيحِ مَرَاتِبَ. (أ) فَأَعْلَى مَرَاتِبِهِ مَا كَانَ مَرْوِيًّا بِإِسْنَادٍ مِنْ أَصَحِّ الْأَسَانِيدِ كَمَا لِكَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ. (ب) وَدُونُ ذَلِكَ رُتَبَةٌ مَا كَانَ مَرْوِيًّا مِنْ طَرِيقِ رِجَالٍ هُمْ أَذْنَى مِنْ رِجَالِ الْإِسْنَادِ الْأَوَّلِ، كَرِوَايَةِ حَمَادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ. (ج) وَدُونُ ذَلِكَ رُتَبَةٌ مَا كَانَ مِنْ رِوَايَةٍ مَنْ تَحَقَّقَتْ فِيهِمْ أَذْنَى مَا يَصْدُقُ

عَلَيْهِمْ وَصَفُ الثَّقَةِ كَرَوَايَةِ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .

ترجمہ: صحیح کے مراتب: ہماری یہ گفتگو گزر چکی ہم کہ بعض علماء ہے اپنے نزدیک سب سے زیادہ صحیح سند کا تذکرہ کیا ہم، چنانچہ اس بات کی بناء پر اور دیگر شرائط صحت کے پائے جا رہے ہیں کہنا ممکن ہم کہ حدیث صحیح کے چند مراتب ہیں: (ا) پس صحیح کا سب سے بلند رتبہ وہ ہم جو کسی اصح الا سانی سند کے ساتھ مروی ہو جیسے امام مالک بواسطہ نافع وہ بواسطہ ابن عمر۔ (ب) اس سے کم رتبہ وہ ہم جو ایسے رواۃ کے واسطے سے مروی ہو جو اسناد اول کے رواۃ سے درجہ میں کم ہو جیسے حماد بن سلمہ بواسطہ ثابت بواسطہ انس۔ (ج) اور اس سے بھی کم رتبہ وہ ہم جو ان لوگوں کی روایت سے ہو جن میں صفت ثقاہت سب سے کم صادق آتی ہو جیسے سہیل بن ابی صالح کی اپنے والد سے اور ان کی ابو ہریرہ سے روایت۔

شرح :- بعض بڑے درجے کے ائمہ حدیث کے حوالے سے اصح الا سانی کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہم لہذا اس کے پیش نظر اور دیگر شرائط صحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہم کہ صحیح حدیث کے تین درجات ہیں: (۱) پہلا درجہ اصح الا سانی کا ہم یعنی جو حدیث اصح درجے کی سندوں میں سے کسی کے ساتھ مروی ہو اس کا رتبہ دوسری صحیح احادیث سے زیادہ ہم جیسے مالک عن نافع عن ابن عمر وغیرہ۔ (۲) دوسرا درجہ ان صحیح احادیث کا ہم جن کے رواۃ اصح الا سانی کے رواۃ سے تھوڑے کم درجے کے ہوں مثلاً حماد بن سلمہ عن ثابت عن انس وغیرہ۔ (۳) تیسرا درجہ ان صحیح احادیث کا ہم جن کے راوی کم سے کم صفت ثقاہت والے ہوں جیسے سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرہ۔

وَيَلْتَحِقُ بِهَذِهِ التَّفَاصِيلِ تَقْسِيمُ الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ إِلَى سَبْعِ مَرَاتِبٍ وَهِيَ: (۱) مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ (وَهُوَ أَعْلَى الْمَرَاتِبِ). (۲) ثُمَّ مَا انفرد به الْبُخَارِيُّ. (۳) ثُمَّ مَا انفرد به مُسْلِمٌ. (۴) ثُمَّ مَا كَانَ عَلَى شَرْطِهِمَا وَلَمْ يُخْرِجَاهُ. (۵) ثُمَّ مَا كَانَ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَلَمْ يُخْرِجْهُ. (۶) ثُمَّ مَا كَانَ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخْرِجْهُ. (۷) ثُمَّ مَا صَحَّ عِنْدَ غَيْرِهِمَا مِنَ الْأَئِمَّةِ كَابْنِ خُزَيْمَةَ وَابْنِ جَبَّانٍ مِمَّا لَمْ يَكُنْ عَلَى شَرْطِهِمَا.

د۔ رتبہ انہی تفصیلات سے ملحق صحیح حدیث کی سات مراتب میں تقسیم ہم اور وہ یہ ہیں: (۱) جس حدیث پر بخاری و مسلم متفق ہوں (اور یہ سب سے بلند مرتبہ ہم)۔ (۲) پھر جس کو صرف بخاری ہے ذکر کیا۔ (۳) پھر جس کو صرف مسلم ہے ذکر کیا۔ (۴) پھر جو ان دونوں کی شرط کے مطابق ہو اور انہوں نے اسے ذکر نہیں کیا۔ (۵) پھر جو بخاری کی شرط کے مطابق ہو اور انہوں نے ذکر نہیں کیا۔ (۶) پھر جو مسلم کی شرط کے مطابق ہو اور انہوں نے ذکر نہیں کیا۔ (۷) پھر جو حدیث ان دو کے علاوہ دوسرے ائین جیسے ابن خزمیہ و ابن حبان وغیرہ کے نزدیک صحیح ہو ان احادیث میں سے جو ان دونوں حضرات کی شرط کے مطابق نہ ہو۔

شرح :- اصح الا سانیہ اور اس سے کم درجہ صحیح احادیث کے تین مراتب جو اوپر بیان ہوئے ہیں، اسی سے ملحق ایک اور تفصیل ہم جو صحیحین اور ان کے علاوہ صحیح کتب کی احادیث کے درمیان قائم ہم۔ جس کے تحت صحیح کے سات مراتب قائم کیے گئے ہیں: (۱) صحیح متفق علیہ: یعنی جس صحیح حدیث کو شیخین ہے متفقہ روایت کیا ہو، اس کے اعلیٰ مرتبہ میں کیا شک۔ (۲) صحیح بخاری کی انفرادی حدیث: اس کا رتبہ صحیح مسلم کی انفرادی حدیث سے بلند ہم جس کی وجہ پہلے گزر چکی ہم۔ (۳) صحیح مسلم کی انفرادی حدیث: کیونکہ امام بخاری کے بعد سخت شرط امام مسلم کی ہم اور امت ہے اسے بھی قبول کیا ہم۔ (۴) صحیح علی شرط الشیخین: جو حدیث صحیحین میں نہ ہو مگر بخاری و مسلم کی شرائط صحت کے مطابق ہو، اس کا رتبہ بعد کی اقسام سے بلند ہم۔ (۵) صحیح علی شرط البخاری: جو صحیح حدیث بخاری و مسلم میں نہ ہو مگر بخاری کی شرط کے موافق ہو۔ (۶) صحیح علی شرط مسلم: جو صحیح حدیث بخاری و مسلم میں نہ ہو مگر مسلم کی شرط کے موافق ہو۔ (۷) صحیح عند غیرہما: جو صحیح حدیث بخاری و مسلم میں بھی نہ ہو اور ان دونوں میں سے کسی کی شرط کے موافق بھی نہ ہو مگر دوسرے ائمہ حدیث ہے اس کی تصحیح کی ہو جیسے ابن خزمیہ و ابن حبان وغیرہ۔

۱۳ - شَرَطُ الشَّيْخَيْنِ : لَمْ يُفْصَحِ الشَّيْخَانِ عَنْ شَرَطِ شَرَطَاهُ أَوْ عَيْنَاهُ زِيَادَةً عَلَى الشُّرُوطِ الْمُتَّفَقِ عَلَيْهَا فِي الصَّحِيحِ، لَكِنَّ الْبَاحِثِينَ مِنَ الْعُلَمَاءِ ظَهَرَ لَهُمْ مِنَ التَّبَعِ وَالْإِسْتِقْرَاءِ لِأَسَالِيْبِهِمَا مَا ظَنَّهُ كُلُّ مِنْهُمْ أَنَّهُ شَرَطُهُمَا أَوْ شَرَطُ وَاحِدٍ مِنْهُمَا

وَأَحْسَنُ مَا قِيلَ فِي ذَلِكَ أَنَّ الْمُرَادَ بِشَرْطِ الشَّيْخَيْنِ أَوْ أَحَدِهِمَا أَنْ يَكُونَ
الْحَدِيثُ مَرْوِيًّا مِنْ طَرِيقِ رَجَالِ الْكِتَابَيْنِ أَوْ أَحَدِهِمَا مَعَ مُرَاعَاةِ الْكَيْفِيَّةِ الَّتِي
الْتَزَمَهَا الشَّيْخَانِ فِي الرَّوَايَةِ عَنْهُمْ.

:- **ترجمہ** شیخین کی شرط: شیخین ہے کوئی ایسی شرط بیان نہیں کی جو انہوں نے صحیح کی تعریف میں موجود متفقہ شرائط پر اضافہ کرتے ہوئے عائد کی ہو، البتہ محققین علماء کے سامنے ان دفتوں کی اسلوبوں کی تلاش اور جستجو کے بعد وہ بات ظاہر ہوئی جس کو ان میں سے ہر ایک نے ان دفتوں کی یا ان میں سے ایک کی شرط خیال کیا۔ سب سے اچھی بات جو اس سلسلے میں کہی گئی وہ یہ ہے کہ شیخین یا ان میں سے کسی ایک کی شرط سے مراد یہ ہے کہ حدیث دفتوں کتابوں یا کسی ایک کے روات کے طریقے سے اُس کیفیت کی رعایت کے ساتھ مروی ہو جس کی پابندی شیخین نے ان سے روایت نقل کرے میں کی ہے۔

شرح :- عموماً یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان دفتوں حضرات نے محمدؐ سے ہٹ کر کوئی نئی شرط حدیث کے صحیح ہوئے کی مقرر کر دی ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جیسا محمدؐ ہے جو شرائط ایک حدیث کے صحیح ہوئے کے لیے مقرر فرمائی ہیں، ان میں یہ دفتوں بھی ان کے ساتھ ہیں، اس سے زیادہ کوئی متعین شرط ان میں سے کسی ہے واضح طور پر مقرر نہیں کی، البتہ جب محققین نے ان کی کتابوں میں غور کیا اور کس طرح یہ ثقات روات کی حدیث کو نقل کرتے ہیں اور کسی ثقہ کی روایات کو کب اختیار کرتے ہیں اور کب چھوڑ دیتے ہیں تو ان کے اسلوب اور طرز کو دیکھنے کے بعد اہل تحقیق نے بعض چیزوں کو بخاری کی شرط قرار دیا اور بعض چیزوں کو مسلم کی شرط قرار دیا جبکہ کچھ چیزوں کو دفتوں کی مشترکہ شرط قرار دیا۔

کسی حدیث کو علی شرط الشیخین کہنے کے متعلق سب سے اچھی بات یہ منقول ہے کہ جب کوئی حدیث بخاری و مسلم کے اختیار کردہ روات سے اسی کیفیت کی رعایت رکھتے ہوئے جس کی پابندی بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے، مروی ہو تو اسے علی شرط الشیخین کہہ دیا جائے گا ورنہ نہیں۔

۱۴ - مَعْنَى قَوْلِهِمْ: "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ": إِذَا قَالَ عُلَمَاءُ الْحَدِيثِ عَنْ حَدِيثٍ "مُتَّفَقٌ

عَلَيْهِ "فَمَرَادُهُمْ اِتِّفَاقُ الشَّيْخَيْنِ اَنْ اِتِّفَاقُ الشَّيْخَيْنِ عَلَى صِحَّتِهِ، لَا اِتِّفَاقُ الْأُمَّةِ إِلَّا اَنْ ابْنَ الصَّلَاحِ قَالَ: "لَكِنَّ اِتِّفَاقَ الْأُمَّةِ عَلَيْهِ لَا زَمَ مِنْ ذَلِكَ وَحَاصِلُ مَعَهُ، لَا اِتِّفَاقَ الْأُمَّةِ عَلَى تَلَقُّي مَا اِتَّفَقَا عَلَيْهِ بِالْقَبُولِ".

ترجمہ: محدث کے قول "متفق علیہ" کا مطلب: جب علمائے حدیث کسی حدیث کے متعلق "متفق علیہ" کہیں تو ان کی مراد شیخین کا اتفاق ہوتا ہے یعنی شیخین کا اس حدیث کی صحت پر اتفاق نہ کہ امت کا اس پر اتفاق ہے مگر یہ کہ ابن صلاحؒ ہے فرمایا ہم کہ (علماء کی مراد اگرچہ صرف شیخین کا اتفاق ہے) مگر اسی سے امت کا اس پر متفق ہونا بھی لازم اور اس کے ساتھ ہی حاصل ہے ہم اس لیے کہ امت اس حدیث کے لینے پر متفق ہے جس کے قبول کرے پر ان دونوں کا اتفاق ہو گیا ہو۔

شرح :- "متفق علیہ" کے معنی ہیں جس بات پر اتفاق موجود ہو۔ محدث جب کسی حدیث پر "متفق علیہ" کا حکم لگاتے ہیں تو بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ان کی مراد پوری امت کا اس حدیث کی صحت پر متفق ہونا ہے لیکن درحقیقت وہ حضرات اس سے صرف بخاری و مسلم کا متفق ہونا مراد لیتے ہیں یہ اور بات ہے امت ہے بھی ان کی احادیث کو قبول کرے پر اتفاق کیا ہوا ہے جمہور کہ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ جب امت بخاری و مسلم کی احادیث کی قبولیت پر متفق ہے تو جس حدیث پر ان دونوں کا اتفاق ہو گا اس پر امت کا متفق ہونا بھی لازم اور خود بخود حاصل ہے۔ گویا صراحتہً شیخین کا اتفاق ہوا اور ضمناً امت کا بھی اتفاق ہو گیا۔

۱۵ - هَلْ يُشْتَرَطُ فِي الصَّحِيحِ أَنْ يَكُونَ عَزِيزاً ؟ : الصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا يُشْتَرَطُ فِي الصَّحِيحِ أَنْ يَكُونَ عَزِيزاً بِمَعْنَى أَنْ يَكُونَ لَهُ إِسْنَادَانِ لِأَنَّهُ يُوجَدُ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا أَحَادِيثٌ صَحِيحَةٌ وَهِيَ غَرِيبَةٌ وَزَعَمَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ ذَلِكَ كَأَبِي عَلِيٍّ الْجُبَّائِيِّ الْمُعْتَزَلِيِّ وَالْحَاكِمِ، وَقَوْلُهُمْ هَذَا خِلَافٌ مَا اِتَّفَقَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ.

ترجمہ: کیا صحیح کے لیے اس کا عزیز ہونا ضروری ہے؟ صحیح قول یہ ہے کہ صحیح حدیث کے لیے عزیز ہونا شرط نہیں یعنی یہ کہ اس کی دو اسنادیں ہوں، اس لیے کہ صحیحین اور ان کے علاوہ کتابوں میں کئی صحیح احادیث ہیں جو کہ غریب ہیں۔ بعض علماء نے اس کا دعویٰ کیا ہے جیسے ابوعلی جبائی معتزلی اور

حاکم، اور ان کا یہ قول امت کی متفقہ بات کے خلاف ہم۔

شرح :- اس بارے میں اختلاف ہم کہ آیا حدیث کے صحیح ہو ہے کے لیے اس کا دو سندوں سے مروی ہونا جس کو عزیز کہتے ہیں، ضروری ہم یا نہیں؟ چنانچہ جیسا علماء کے نزدیک ایسا ضروری نہیں بلکہ صرف ایک سند والی حدیث بھی صحیح ہو سکتی ہم اس لیے کہ صحیحین میں ایسی بہت ساری حدیثیں ہیں جن کی دو سندیں نہیں بلکہ وہ غریب احادیث ہیں لیکن بخاری و مسلم ہے انہیں اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہم اور امت ہے ان کی احادیث کی صحت کا حکم کیا ہم، مثلاً حدیث ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“ جس کے راوی دو صحابہ میں صرف حضرت عمرؓ ہیں، ان سے صرف علقمہ، ان سے صرف محمد بن ابراہیمؓ، ان سے یحییٰ بن سعیدؓ، اس کے بعد حدیث مشہور ہوئی۔ یہ حدیث غریب ہم اور بالاتفاق صحیح ہم۔

اس کے برعکس معتزلہ میں سے ابوعلی جبائی اور اہل سنت میں سے حاکم شہیدؒ ہے حدیث صحیح کے لیے عزیز ہو ہے کی شرط لگائی ہم جو کہ امت کے متفقہ اصول کے خلاف ہو ہے کی وجہ سے ناقابل اعتناء ہم۔

الْحَسَنُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ صِفَةٌ مُشَبَّهَةٌ مِنَ "الْحُسْنِ" بِمَعْنَى الْجَمَالِ . (ب) اصْطِلَاحًا : اِخْتَلَفَتْ أَقْوَالُ الْعُلَمَاءِ فِي تَعْرِيفِ الْحَسَنِ نَظْرًا لِأَنَّهُ مُتَوَسِّطٌ بَيْنَ الصَّحِيحِ وَالضَّعِيفِ ، وَلِأَنَّ بَعْضَهُمْ عَرَّفَ أَحَدَ قِسْمَيْهِ ، وَسَاءَ ذِكْرُ بَعْضِ تِلْكَ التَّعْرِيفَاتِ ثُمَّ اخْتَارَ مَا أَرَاهُ أَوْفَقَ مِنْ غَيْرِهِ . (۱) تَعْرِيفُ الْخَطَّابِيِّ : هُوَ مَا عُرِفَ مَخْرَجُهُ ، وَاشْتَهَرَ رِجَالُهُ ، وَعَلَيْهِ مَدَارُ أَكْثَرِ الْحَدِيثِ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُهُ أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ ، وَيَسْتَعْمِلُهُ عَامَّةُ الْفُقَهَاءِ . [معالم السنن] (۲) تَعْرِيفُ التِّرْمِذِيِّ : كُلُّ حَدِيثٍ يُرْوَى لَا يَكُونُ فِي إِسْنَادِهِ مَنْ يُتَّهَمُ بِالْكَذِبِ ، وَلَا يَكُونُ الْحَدِيثُ شَاذًا وَيُرْوَى مِنْ غَيْرِ وَجْهِ نَحْوُ ذَلِكَ فَهُوَ عِنْدَنَا حَدِيثٌ حَسَنٌ . [العلل للترمذی]

ترجمہ حدیث حسن: اس کی تعریف: (۱) لغت کے اعتبار سے: یہ کہ حسن بمعنی خوبصورتی سے

صفت مشبہ ہے۔ (ب) اصطلاحی اعتبار سے: حسن کی تعریف میں اس بات کے پیش نظر کہ یہ صحیح اور ضعیف کے درمیان ہے، علماء کے مختلف اقوال ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ ان میں سے بعض نے حسن کی ایک قسم کی تعریف کی ہے۔ میں ان میں سے چند تعریفات ذکر کروں گا اس کے بعد وہ تعریف اختیار کروں گا جسے دوسری تعریفات کی بنسبت حقیقت کے موافق سمجھوں گا۔ (۱) علامہ خطابیؒ کی تعریف: جس کا مخرج معلوم ہو، اس کے رواۃ مشہور ہوں اور اس پر اکثر احادیث کا دار و مدار ہے، اور یہی وہ حدیث ہے جس کو اکثر علماء قبول کرتے ہیں اور زیادہ تر فقہاء عمل میں لاتے ہیں۔

(۲) امام ترمذیؒ کی تعریف: ہر وہ حدیث جو مروی ہو، اس کی سند میں کوئی متہم بالکذب نہ ہو اور حدیث شاذ نہ ہو اور ایک سے زیادہ طریقوں سے مروی ہو تو وہ ہمارے نزدیک حدیث حسن ہے۔

شرح :- حسن لغت میں خوبصورت کو کہتے ہیں اور اصطلاح اصول حدیث میں پہلے تین اقوال مذکور ہیں جو یہ ہیں: (۱) علامہ خطابیؒ یہ فرماتے ہیں کہ ”حسن وہ حدیث ہے جس کا مخرج معلوم ہو اور اس کے رواۃ مشہور ہوں“۔ مخرج سے مراد رواۃ ہی ہیں اور مراد یہ ہے کہ سند میں تمام رواۃ کے نام آگئے ہوں، کوئی راوی ساقط نہ ہو، اس قید سے منقطع نکل گیا۔ رواۃ کے مشہور ہونے سے مراد سند میں تدلیس سے کام نہ لیا گیا ہو، اس سے مدلس کی احادیث نکل گئیں۔ اس کے بعد خطابیؒ فرماتے ہیں: اسی پر اکثر احادیث کا دار و مدار ہے یعنی اکثر احادیث حسن ہیں۔ پھر فرماتے ہیں: اکثر علماء اس کو قبول کرتے ہیں یعنی بہت کم علماء ہوں گے جو حسن سے استدلال نہیں کرتے۔ پھر فرماتے ہیں: زیادہ تر فقہاء اس کو عمل میں لاتے ہیں یعنی اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ قول خطابیؒ کا ہے مگر یہ مانع نہیں کیونکہ یہ تعریف صحیح پر بھی صادق آتی ہے۔

(۲) امام ترمذیؒ کی تعریف: آپ فرماتے ہیں کہ جو حدیث ایسی سند سے مروی ہو جس میں متہم بالکذب راوی نہ ہو اور حدیث شاذ بھی نہ ہو اور ایک سے زیادہ سندوں سے مروی ہو تو وہ ہمارے نزدیک حسن ہے۔ یہ تعریف بھی مانع نہیں، اس میں صحیح کی بعض صورتیں داخل ہیں نیز یہ درحقیقت حسن کی دوسری قسم حسن لغیرہ کی تعریف ہے جبکہ تعریف حسن لذاتہ کی کرنی چاہیے نہ کہ حسن لغیرہ کی کیونکہ وہ دراصل ضعیف ہے جس کے طرق متعدد ہو جاتے ہیں۔

(۳) تَعْرِيفُ ابْنِ حَجَرٍ : قَالَ : ” وَخَبَرُ الْآحَادِ بِنَقْلِ عَدْلِ تَامِ الضَّبْطِ مُتَّصِلَ السَّنَدِ غَيْرَ مُعَلَّلٍ وَلَا شَاذٍ هُوَ الصَّحِيحُ لِذَاتِهِ ، فَإِنْ خَفَّ الضَّبْطُ فَالْحَسَنُ لِذَاتِهِ “ . [النخبة]

قُلْتُ : فَكَأَنَّ الْحَسَنَ عِنْدَ ابْنِ حَجَرٍ هُوَ الصَّحِيحُ إِذَا خَفَّ ضَبْطُ رَاوِيهِ أَيْ قَلَّ ضَبْطُهُ وَهُوَ خَيْرُ مَا عُرِفَ بِهِ الْحَسَنُ ، أَمَّا تَعْرِيفُ الْخَطَّابِيِّ فَعَلَيْهِ انْتِقَادَاتٌ كَثِيرَةٌ ، وَأَمَّا التِّرْمِذِيُّ فَقَدْ عَرَّفَ أَحَدَ قِسْمِي الْحَسَنِ ، وَهُوَ الْحَسَنُ لِغَيْرِهِ . وَالْأَصْلُ فِي تَعْرِيفِهِ أَنْ يُعَرَّفَ الْحَسَنُ لِذَاتِهِ لِأَنَّ الْحَسَنَ لِغَيْرِهِ ضَعِيفٌ فِي الْأَصْلِ إِرْتَقَى إِلَى مَرْتَبَةِ الْحَسَنِ لِأَنْجِبَارِهِ بِتَعَدُّ طُرُقِهِ . ٤ تَعْرِيفُهُ الْمُخْتَارُ : وَيُمْكِنُ أَنْ يُعَرَّفَ الْحَسَنُ بِنَاءً عَلَى مَا عَرَّفَهُ بِهِ ابْنُ حَجَرٍ بِمَا يَلِي : ” هُوَ مَا اتَّصَلَ سَنَدُهُ بِنَقْلِ الْعَدْلِ الَّذِي خَفَّ ضَبْطُهُ عَنْ مِثْلِهِ إِلَى مُنْتَهَاهُ مِنْ غَيْرِ شُدُوزٍ وَلَا عِلَّةٍ “ .

ترجمہ (۳) حافظ ابن حجر کی تعریف: انہوں نے کہا ہے: ”خبر آحاد ایک عادل کا نقل الضبط کے اس حال میں نقل کرنے کے ساتھ کہ سند متصل ہو، اس میں کوئی علت نہ اور نہ وہ شاذ ہو تو وہ صحیح لذاتہ ہے، اگر ضبط کم ہو تو وہ حسن لذاتہ ہے۔ میں کہتا ہوں: گویا ابن حجر کے نزدیک حسن وہ صحیح ہی ہے جب اس کے راوی کا ضبط خفیف ہو یعنی کم ہو، یہ حسن کی سب سے بہترین تعریف ہے جو کی گئی ہے۔ رہی خطابی کی تعریف تو اس پہ بہت سارے اعتراضات ہیں، اور رہی ترمذی تو تحقیق انہوں نے حسن کی دو قسموں میں سے ایک کی تعریف کی ہے اور وہ حسن لغیرہ ہے، حالانکہ اس کی تعریف میں اصل یہ ہے کہ حسن لذاتہ کی تعریف کی جائے اس لیے کہ حسن لغیرہ دراصل ایک ضعیف ہے جو متعدد طرق سے تلافی ہو جانے کے بعد حسن کے مرتبہ کو پہنچا۔ (۴) حسن کی پسندیدہ تعریف: ابن حجر کی ہوئی تعریف کی بناء پر حسن کی اس طرح تعریف کرنا ممکن ہے: یہ وہ حدیث ہے، حسن کی سند اس عدل کے جس کا ضبط کم ہو چکا ہو بغیر شذوذ و علت کے اپنے جیسے (دوسرے عدل) سے نقل کرنے کے ساتھ آخر تک متصل ہو۔

شرح :- (۳) حافظ ابن حجر کی تعریف جس کے مطابق حسن وہ ہے جس کا ناقل عدل ضابط ہو اور حدیث کی سند متصل اور وہ خود شاذ یا معلل نہ ہو البتہ راوی کا ضبط کم ہو۔ مصنف اس تعریف سے

متفق ہیں جیسا کہ انہوں نے اس کی پسندیدہ تعریف اس طرح کی ہے: (۴) حسن وہ حدیث جس کی سند عدل ضابط کے جس کا ضبط کم ہو چکا ہو، اپنے جیسے عدل سے نقل کرنے کے ساتھ متصل ہو اور اس میں کوئی علت یا شذوذ نہ ہو۔ یہ تعریف جامع و مانع ہے اور جمہور اسی تعریف کو اختیار کرتے ہیں۔

۲ - حُكْمُهُ : هُوَ كَالصَّحِيحِ فِي الْاِخْتِجَاجِ بِهِ، وَإِنْ كَانَ دُونَهُ فِي الْقُوَّةِ، لِذَلِكَ اِخْتِجَ بِهِ جَمِيعُ الْفُقَهَاءِ، وَعَمِلُوا بِهِ، وَعَلَى الْاِخْتِجَاجِ بِهِ مُعْظَمُ الْمُحَدِّثِينَ وَالْأُصُولِيِّينَ إِلَّا مَنْ شَذَّ مِنَ الْمُتَشَدِّدِينَ. وَقَدْ أَدْرَجَهُ بَعْضُ الْمُتَسَاهِلِينَ فِي نَوْعِ الصَّحِيحِ كَالْحَاكِمِ وَابْنِ حِبَّانَ وَابْنِ خُزَيْمَةَ، مَعَ قَوْلِهِمْ بِأَنَّهُ دُونَ الصَّحِيحِ الْمُبَيَّنِ أَوَّلًا. ۳ - مِثَالُهُ : مَا أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ قَالَ : " حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ الْحَدِيثُ . فَهَذَا الْحَدِيثُ قَالَ عَنْهُ التِّرْمِذِيُّ : " هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ " . وَكَانَ هَذَا الْحَدِيثُ حَسَنًا لِأَنَّ رِجَالَ إِسْنَادِهِ الْأَرْبَعَةَ ثِقَاتٌ إِلَّا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ فَإِنَّهُ حَسَنُ الْحَدِيثِ، لِذَلِكَ نَزَلَ الْحَدِيثُ عَنْ مَرْتَبَةِ الصَّحِيحِ إِلَى الْحَسَنِ .

:- **رحمہ** حسن کا حکم: وہ اس کے استدلال کرنے میں صحیح کی طرح ہے اگرچہ قوت میں اس سے کم ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے اس سے حجت پیش کی ہے اور اس کے مطابق عمل کیا ہے، اس سے حجت پکڑنے پر اکثر محدثین و اصولیین قائم ہیں مگر جو سخت گیروں میں سے جمہور سے الگ ہوئے۔ بعض تساہل پسندوں نے اس کو صحیح کی تقسیم میں داخل کر دیا ہے جیسے حاکم، ابن حبان اور ابن خزیمہ باوجود اس کے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ حسن اس صحیح سے کم رتبہ ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا۔ حسن کی مثال: وہ حدیث جسے امام ترمذی نے ذکر کیا، انہوں نے کہا: ہم سے قتیبہ نے بواسطہ جعفر بن سلیمان ضبعی، وہ ابو عمران جونی سے وہ ابو بکر بن ابو موسیٰ اشعرئی سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے کہا میں نے دشمن کی موجودگی میں اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے

شک جنت کے دروازے تلواروں کے سایے میں ہیں..... الحدیث۔ اس حدیث کے متعلق امام ترمذی نے کہا ہے ”یہ حسن غریب حدیث ہے“۔ اور یہ حدیث حسن اس وجہ سے ہوئی کہ اس کے اسناد کے چاروں رواۃ ثقہ ہیں سوائے جعفر بن سلیمان ضبعی کے کہ وہ حسن الحدیث ہے، اسی وجہ سے حدیث صحیح کے مرتبہ سے حسن کے مرتبہ تک نیچے پہنچ گئی۔

شرح :- ضبط کی کمی کے باعث حسن کا رتبہ صحیح سے کم ہے لیکن باقی شرائط صحت اس میں بھی موجود ہوتی ہے اسی لیے فقہاء اس سے بھی بحث کرتے ہیں، مسائل کے استنباطات کے لیے اس سے مدد لیتے ہیں اور اس سے استدلال بھی کرتے ہیں جمہور اہل حدیث اور اہل اصول اس پر متفق ہیں، ان کے نزدیک حسن حجت بن سکتا ہے مگر چند متشددین نے اس کی حجیت کا انکار کیا ہے اور صرف صحیح کو ہی منتخب کیا ہے مگر یہ قول شاذ اور ناقابل قبول ہے ورنہ احادیث کا بڑا حصہ ترک ہو جائے گا۔ دوسری طرف کچھ حضرات نے اس قدر آسانی کا معاملہ اختیار کیا کہ انہوں نے کئی حسن درجے کی احادیث کو بھی صحیح قرار دیا جس سے خلط ملط ہو جاتا ہے، ان حضرات میں پہلے حاکم شہید ہیں، اس کے بعد ابن حبان اور اس کے بعد ابن خزیمہ ہیں کہ تینوں حضرات نے اپنی کتب میں باوجود صحت کے التزام کے حسن بھی لے آئے ہیں۔

۴ - مَرَاتِبُهُ : كَمَا أَنَّ لِلصَّحِيحِ مَرَاتِبَ يَتَفَاوَتْ بِهَا بَعْضُ الصَّحِيحِ عَنْ بَعْضٍ، كَذَلِكَ فَإِنَّ لِلْحَسَنِ مَرَاتِبَ وَقَدْ جَعَلَهَا الذَّهَبِيُّ مَرْتَبَتَيْنِ فَقَالَ : (أ) فَأَعْلَى مَرَاتِبِهِ : بِهِزُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ، وَعَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ، وَابْنُ إِسْحَاقَ عَنِ التَّيْمِيِّ، وَأَمْثَالُ ذَلِكَ مِمَّا قِيلَ إِنَّهُ صَحِيحٌ، وَهُوَ مِنْ أَدْنَى مَرَاتِبِ الصَّحِيحِ . (ب) ثُمَّ بَعْدَ ذَلِكَ مَا اخْتَلَفَ فِي تَحْسِينِهِ وَتَضْعِيفِهِ : كَحَدِيثِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، وَعَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ وَحَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ وَنَحْوِهِمْ .

ترجمہ :- رتبہ حسن کے مراتب: جس طرح صحیح کے چند مراتب ہیں جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے رتبہ میں مختلف ہے، اسی طرح حسن کے بھی چند مراتب ہیں، امام ذہبی نے اس کے دو مرتبے مقرر فرمائے ہیں چنانچہ انہوں نے کہا: (أ) حسن کا سب سے اونچا مرتبہ یہ ہیں: بہز بن حکیم

بواسطہ اپنے والد اور ان کے دادا سے، عمرو بن شعیب بواسطہ اپنے والدہ بواسطہ اپنے دادا، اور ابن اسحاق بواسطہ تیمی اور ان جیسی دوسری سندیں جن کے متعلق یہ کہا گیا کہ یہ صحیح ہیں جبکہ وہ صحیح کے سب سے کم مرتبے پر ہیں۔ (ب) پھر اس کے بعد وہ حدیث جس کو حسن یا ضعیف قرار دینے میں اختلاف ہوا ہو جیسے حارث بن عبد اللہ، عاصم بن ضمرہ اور حجاج بن ارطاة وغیرہ کی حدیثیں ہیں۔

شرح :- جس طرح صحیح کے مراتب مقرر ہیں اور تعارض کے وقت ان کی قوت کے درجات ملحوظ رکھے جاتے ہیں اسی طرح حسن کے بھی دو مرتبے قائم کیے گئے ہیں تاکہ بوقت معارضہ ان کے مطابق ترجیح دی جاسکے، وہ دو مرتبے شیخ الاسلام علامہ ذہبیؒ نے بیان کیے ہیں اور محققین نے اسے قبول کیا ہے، وہ یہ ہیں: (أ) وہ حدیث جو بواسطہ بہر بن حکیم عن ابیہ عن جدہ منقول ہو، یا اس کی سند عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے ہو، یا پھر ابن اسحاق عن تیمی کے واسطہ سے منقول ہو کیونکہ ان اسانید کو کم سے کم صحیح قرار دیا گیا ہے تو یہ حسن کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہیں۔ (ب) اس کے بعد درجے میں وہ حدیثیں ہیں جن کی تصحیح و تضعیف میں اختلاف ہوا ہے کسی نے صحیح اور کسی نے ضعیف کہا ہو مثلاً حارث بن عبد اللہ، عاصم بن ضمرہ اور حجاج بن ارطاة وغیرہ کی روایات کیونکہ بعض علماء کے نزدیک یہ صحیح کے روات ہیں اور بعض حضرات نے ان کی مرویات کی صحت سے انکار کیا ہے اور ضعیف قرار دیا ہے۔

۵ - مَرْتَبَةُ قَوْلِهِمْ: "حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ" أَوْ "حَسَنُ الْإِسْنَادِ": (أ) قَوْلُ

الْمُحَدِّثِينَ: "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ" دُونَ قَوْلِهِمْ: "هَذَا حَدِيثٌ

صَحِيحٌ". (ب) وَكَذَلِكَ قَوْلُهُمْ: "هَذَا حَدِيثٌ حَسَنُ الْإِسْنَادِ" دُونَ قَوْلِهِمْ

: "هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ" لِأَنَّهُ قَدْ يَصِحُّ أَوْ يَحْسُنُ الْإِسْنَادُ دُونَ الْمَتْنِ لِشُدُودِ أَوْ

عِلَّةٍ، فَكَأَنَّ الْمُحَدِّثَ إِذَا قَالَ: "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ" قَدْ تَكْفَّلَ لَنَا بِتَوْفِيرِ شُرُوطِ

الصَّحَّةِ الْخَمْسَةِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ، أَمَّا إِذَا قَالَ: "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ"

فَقَدْ تَكْفَّلَ لَنَا بِتَوْفِيرِ شُرُوطِ ثَلَاثَةِ مِنْ شُرُوطِ الصَّحَّةِ وَهِيَ: اتِّصَالُ السَّنَدِ،

وَعَدَالَةُ الرُّوَاةِ، وَضَبْطُهُمْ، أَمَّا نَفْيُ الشُّدُودِ وَنَفْيُ الْعِلَّةِ عَنْهُ فَلَمْ يَتَكْفَّلْ بِهِمَا لِأَنَّهُ

لَمْ يَتَبَيَّنْ مِنْهُمَا لَكِنْ لَوْ اقْتَصَرَ حَافِظٌ مُعْتَمِدٌ عَلَى قَوْلِهِ: "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ"

الْإِسْنَادُ“ وَلَمْ يُذَكَّرْ لَهُ عِلَّةٌ فَالظَّاهِرُ صِحَّةُ الْمَتْنِ، لِأَنَّ الْأَصْلَ عَدَمُ الْعِلَّةِ وَعَدَمُ الشُّذُوزِ .

:- **ترجمہ** محدثین کے قول ”صحیح الاسناد حدیث“ یا ”حسن الاسناد حدیث“ کا درجہ: (ا) محدثین کا قول ”یہ صحیح الاسناد حدیث ہے“ ان کے قول ”یہ صحیح حدیث ہے“ سے کم درجہ ہے۔ (ب) اور اسی طرح ان کا قول ”یہ حسن الاسناد حدیث ہے“ درجہ میں ان کے قول ”یہ حسن حدیث ہے“ سے کم ہے اس لیے کہ کبھی اسناد صحیح یا حسن ہوتی ہے مگر کسی قسم کے شذوذ یا علت کی وجہ سے متن ایسا نہیں ہوتا، تو گویا محدث جب ”یہ صحیح حدیث ہے“ کہے تو وہ ہمارے لیے اس حدیث میں صحت کی پانچوں شرائط پائے جانے کا ضامن ہو گیا، البتہ جب وہ ”یہ صحیح الاسناد حدیث ہے“ کہے تو اُس نے ہمارے لیے شرائط صحت میں سے تین شرائط کے پائے جانے کی ضمانت دی جو کہ اتصال سند، عدالت رواۃ اور ان کا ضبط ہے۔ جہاں تک شذوذ کی اور علت کی حدیث سے نفی کا تعلق ہے تو اُس نے ان دونوں کی ضمانت نہیں دی اس لیے کہ اُسے ان دونوں کی تحقیق نہیں ہو سکی، لیکن اگر کوئی ایسا حافظ جس کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہو وہ صرف یہ کہنے پر کہ ”یہ صحیح الاسناد حدیث ہے“ اکتفا کر لے درانحالیکہ حدیث کی کوئی علت بھی مذکور نہ ہو تو ظاہر یہی ہے متن صحیح ہوگا کیونکہ اصل تو علت اور شذوذ کا نہ ہونا ہے۔

شرح :- محدثین حدیث پر کلام کرتے ہوئے کبھی تو ”صحیح الاسناد“ یا ”حسن الاسناد“ کا حکم لگاتے ہیں اور کبھی ”حدیث صحیح“ یا ”حدیث حسن“ کا حکم لگاتے ہیں، یہ دونوں کلام دو مختلف مقاصد کی طرف اشارہ کر رہے ہوتے ہیں۔ جب کسی محدث کو حدیث کے اندر صحت کی تمام شرائط پائے جانے کا یقین ہو جاتا ہے تب وہ یوں کہتا ہے کہ ”ہذا حدیث صحیح“ اور شرائط صحت میں رواۃ کا عدل و ضبط، اتصال اور ان کے دیگر حالات پر اطمینان کے ساتھ متن کی حفاظت بھی داخل ہے، اسی طرح جب وہ ”حدیث حسن“ کہے تو اس کا بھی یہی مطلب ہوگا کہ رواۃ اور متن دونوں قابل اعتبار ہیں اور حسن درجے کے ہیں لیکن جب وہ حدیث پر اس کے صحیح یا حسن کا حکم لگانے کے بجائے اسناد کو صحیح یا حسن قرار دے مثلاً یوں کہے ”صحیح الاسناد“ یا ”حسن الاسناد“ تو یہ واضح طور پر صرف اسناد کے صحیح یا حسن ہونے کا حکم ہے اور اس میں محدث اپنی طرف سے صرف اسناد پر اطمینان کا اظہار کرتا ہے جو

کہ صحیح حدیث کی سند سے متعلق تین شرائط کی ضمانت ہے یعنی اتصال، عدالت اور ضبط کی، اور جو متن کی شدوذ اور علت سے حفاظت کی ضمانت ہے وہ اس کلام سے ظاہر نہیں۔ اسی لیے ”صحیح الاسناد“ کا حکم ”حدیث صحیح“ سے اور ”حسن الاسناد“ کا حکم ”حدیث حسن“ سے درجے میں کم ہے۔

البتہ اگر ”صحیح الاسناد“ یا ”حسن الاسناد“ کہنے والا حافظ متقن اور معتمد علیہ ہو جس کے فیصلے محدثین قبول کیا کرتے ہوں تو اس کا کسی ایسی حدیث کے متعلق جس کی کوئی علت یا شدوذ مذکور نہ ہو، تو ایسے حافظ کا صرف ”صحیح الاسناد“ کہنے پر اکتفا کرنا بھی اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہوگی کیونکہ بظاہر متن میں کوئی علت یا شدوذ نہیں اور سند کو انہوں نے صحیح قرار دے دیا تو دونوں باتیں حاصل ہو گئیں: صحت متن و صحت سند۔

۶ - مَعْنَى قَوْلِ التِّرْمِذِيِّ وَغَيْرِهِ "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ": إِنَّ ظَاهِرَ هَذِهِ الْعِبَارَةِ مُشْكِلٌ لِأَنَّ الْحَسَنَ يَتَقَاصَرُ عَنْ دَرَجَةِ الصَّحِيحِ، فَكَيْفَ يُجْمَعُ بَيْنَهُمَا مَعَ تَفَاوُتِ مَرْتَبَتَيْهِمَا؟ وَلَقَدْ أَجَابَ الْعُلَمَاءُ عَنْ مَقْصُودِ التِّرْمِذِيِّ مِنْ هَذِهِ الْعِبَارَةِ بِأَجْوِبَةٍ مُتَعَدِّدَةٍ، أَحْسَنُهَا مَا قَالَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ وَارْتَضَاهُ السُّيُوطِيُّ وَمُلَخَّصُهُ مَا يَلِي: (أ) إِنْ كَانَ لِلْحَدِيثِ إِسْنَادَانِ فَأَكْثَرُ فَالْمَعْنَى "حَسَنٌ بِاعْتِبَارِ إِسْنَادِهِ، صَحِيحٌ بِاعْتِبَارِ إِسْنَادٍ آخَرَ". (ب) وَإِنْ كَانَ لَهُ إِسْنَادٌ وَاحِدٌ فَالْمَعْنَى "حَسَنٌ عِنْدَ قَوْمٍ، صَحِيحٌ عِنْدَ قَوْمٍ آخَرِينَ". فَكَأَنَّ الْقَائِلَ يُشِيرُ إِلَى الْخِلَافِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ فِي الْحُكْمِ عَلَى هَذَا الْحَدِيثِ أَوْ لَمْ يَتَرَجَّحْ لَدَيْهِ الْحُكْمُ بِأَحَدِهِمَا.

۱۰۔ **ترجمہ** امام ترمذی وغیرہ کے قول ”حدیث حسن صحیح“ کا مطلب: اس عبارت کا ظاہر حال مشکل ہے اس لیے کہ حسن درجہ صحیح سے کم ہوتا ہے تو پھر کس طرح ان دونوں کو اکٹھا کیا جائے گا باوجود ان کے مراتب مختلف ہونے کے؟ علماء نے امام ترمذی کی اس عبارت سے مقصود کے متعلق متعدد جوابات دیئے ہیں، ان میں سب سے اچھا جواب وہ ہے جو حافظ ابن حجرؒ نے دیا ہے اور امام سیوطیؒ بھی اس سے راضی ہیں، اس کا خلاصہ یہ ہے: (أ) اگر حدیث کی دو یا دو سے زیادہ سندیں ہوں تو مطلب ہوگا کہ حدیث ایک سند کے اعتبار سے حسن ہے اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح

ہے۔ (ب) اور اگر ایک ہی سند ہو تو مطلب ہوگا کہ کچھ لوگوں کے ہاں حسن ہے اور دوسرے کچھ لوگوں کے ہاں صحیح ہے، گویا کہنے والا اس حدیث پر حکم کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف کی طرف اشارہ کر رہا ہوتا ہے یا اس کے نزدیک ان میں سے کسی کا حکم راجح نہیں ہوتا۔

شرح :- صحیح اور حسن کے درمیان رتبہ کا جو فرق ہے اس کی رُو سے بظاہر ایک ہی حدیث کا صحیح و حسن ہونا ممتنع ہے مگر امام ترمذی کی اپنی کتاب جامع ترمذی شریف میں یہ عادت ہے کہ وہ ایک ہی حدیث کے متعلق بظاہر متضاد حکموں کو جمع کر لیتے ہیں اور بیک وقت ”حسن صحیح“ وغیرہ کہہ دیتے ہیں، اسی طرح بعض دیگر محدثین بھی کبھی کبھار متضاد صفات کا حکم صادر کرتے ہیں حالانکہ جب صحیح و حسن کے درجے مختلف ہیں اور حسن کا رتبہ صحیح سے کم ہے تو دونوں کا اجتماع ناممکن ہونا چاہیے؟ تو اس اشکال کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں:

(۱) اگر اس حدیث کی دو یا اس سے بھی زیادہ اسانید ہوں تو ”حسن صحیح“ کا مطلب ہے کہ اس کی ایک سند حسن درجے کی ہے اور دوسری صحیح درجے کی، اس طرح دونوں صفات ایک حدیث میں پائی جا رہی ہیں۔ (۲) اور اگر حدیث کی ایک ہی سند ہو تو اس میں علماء کے مابین اختلاف کی طرف اشارہ ہوتا ہے یعنی یہ کہ یہ حدیث بعض علماء کے نزدیک حسن ہے اور بعض علماء کے نزدیک صحیح ہے۔ اختصاراً اسے صرف ”حسن صحیح“ کہہ دیا جاتا ہے۔ (۳) یہ امام ترمذی کی خاص اصطلاح ہے جو انہوں نے اپنی کتاب میں اپنائی ہے کیونکہ ان کے نزدیک حسن کی تعریف یہ ہے: ”ہر وہ حدیث جس میں کوئی راوی متہم بالکذب نہ ہو اور اس کی ایک سے زیادہ سندیں ہوں اور وہ شاذ بھی نہ ہو تو اس کو حسن کہا جائے گا۔“ اس تعریف کی رُو سے امام ترمذی ایک ہی حدیث پر حسن صحیح کا حکم لگاتے ہیں جو تعریف مذکور کے اعتبار سے ممنوع نہیں۔

پہلے دو جوابات کتاب میں مذکور ہیں۔

۷ - تَقْسِيمُ الْبَغْوِيِّ أَحَادِيثَ الْمَصَابِيحِ : دَرَجَ الْإِمَامِ الْبَغْوِيِّ فِي كِتَابِهِ

”الْمَصَابِيحِ“ عَلَى اضْطِلَاحٍ خَاصٍّ لَهُ، وَهُوَ أَنَّهُ يَرْمِزُ إِلَى الْأَحَادِيثِ الَّتِي فِي

الصَّحِيحَيْنِ أَوْ أَحَدِهِمَا بِقَوْلِهِ : ”صَحِيحٌ“ وَإِلَى الْأَحَادِيثِ الَّتِي فِي السُّنَنِ الْأَرْبَعَةِ

بِقَوْلِهِ "حَسَنٌ" وَهُوَ اضْطِلَاحٌ لَا يُسْتَقِيمُ مَعَ الْإِضْطِلَاحِ الْعَامِّ لَدَى الْمُحَدِّثِينَ، لِأَنَّ فِي السُّنَنِ الْأَرْبَعَةِ الصَّحِيحِ وَالْحَسَنِ وَالضَّعِيفِ وَالْمُنْكَرِ، لِذَلِكَ نَبَّهَ ابْنُ الصَّلَاحِ وَالتَّوَوُّيُّ عَلَى ذَلِكَ فَيَنْبَغِي عَلَى الْقَارِئِ فِي كِتَابِ "المَصَابِيحِ" أَنْ يَكُونَ عَلَى عِلْمٍ مِنَ اضْطِلَاحِ الْبَغَوِيِّ الْخَاصِّ فِي هَذَا الْكِتَابِ عِنْدَ قَوْلِهِ عَنِ الْأَحَادِيثِ: "صَحِيحٌ" أَوْ "حَسَنٌ".

۳۔ **رحمہ** امام بغویؒ کا مصابیح کی احادیث کو تقسیم کرنا: امام بغویؒ اپنی کتاب "مصباح" میں اپنی ایک خاص اصطلاح پر گامزن ہوئے ہیں، وہ یہ کہ آپ ان احادیث کی طرف جو صحیحین میں یا ان میں سے ایک میں موجود ہوں "صحیح" کہہ کر اشارہ کرتے ہیں اور جو احادیث سنن اربعہ میں ہیں ان کی طرف 'حسن' کہہ کر اشارہ کرتے ہیں، یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جو محدثین کے ہاں مقبول عام اصطلاح کے مطابق نہیں، اس لیے کہ سنن اربعہ میں صحیح، حسن، ضعیف اور منکر حدیثیں (بھی) ہیں۔ اسی بناء ابن صلاحؒ اور امام نوویؒ نے اس پر تنبیہ کی ہے لہذا کتاب المصابیح کے قاری کو چاہیے کہ امام بغویؒ کی کتاب میں ان کی خاص اصطلاح کا علم رکھے جبکہ وہ احادیث کے متعلق صحیح یا حسن کہہ رہے ہوں۔

شرح :- محی السنۃ امام ابو محمد بغویؒ متوفی ۵۱۶ھ کی مذکورہ کتاب کا پورا نام "مصباح السنۃ" ہے جس میں آپ نے صحیحین، سنن اربعہ، سنن دارمی وغیرہ کتب کی احادیث کو یکجا کیا ہے پھر اس کو ابو عبد اللہ خطیب تبریزیؒ متوفی ۵۳۷ھ نے مہذب کیا اور مزید احادیث کا اس میں اضافہ کیا اور کتاب کا نام "مشکوٰۃ المصابیح" رکھا۔ امام بغویؒ نے اپنی مصابیح میں بالکل نئی اصطلاح قائم کرتے ہوئے صحیحین کی احادیث کو "صحیح" سے تعبیر کیا اور سنن اربعہ کی تمام احادیث کو "حسن" سے تعبیر کیا۔ گو رمز و اشارہ میں ہر مصنف آزاد ہے مگر اس اصطلاح سے قاری کو مغالطہ ہو سکتا ہے کیونکہ عام محدثین کی اصطلاح کی رو سے سنن اربعہ میں ہر طرح کی احادیث موجود ہیں یعنی صحیح بھی، حسن بھی اور ضعیف بھی حتیٰ کہ ابن ماجہؒ کے تو بعض رواۃ پر وضع کا بھی الزام لگایا گیا ہے پھر بھی انہیں حسن کہا جا رہا ہے۔ لہذا مطالعہ کرنے والا، بغویؒ کی اصطلاح سے محدثین کی اصطلاح نہ مراد لے لے، (۱۵) لیے ابن صلاحؒ اور نوویؒ وغیرہ حضرات نے اس پر بطور خاص تنبیہ کی ہے۔

۸ - اَلْکُتُبُ الَّتِیْ مِنْ مَطْنَّاتِ الْحَسَنِ : لَمْ یُفَرِّدِ الْعُلَمَاءُ کُتُبًا خَاصَّةً بِالْحَدِیْثِ الْحَسَنِ الْمَجْرَدِ کَمَا اُفْرَدُوا الصَّحِیْحَ الْمَجْرَدَ فِی کُتُبِ مُسْتَقِلَّةٍ لٰکِنْ هُنَاکَ کُتُبًا یَکْثُرُ فِیْهَا وَجُودُ الْحَدِیْثِ الْحَسَنِ فَمِنْ اَشْهُرِ هَذِهِ الْکُتُبِ :

(أ) جَامِعُ التِّرْمِذِی : الْمَشْهُورُ بِ "سُنَنِ التِّرْمِذِی" فَهُوَ اَصْلٌ فِی مَعْرِفَةِ الْحَسَنِ، وَالتِّرْمِذِی هُوَ الَّذِی شَهَرَهُ فِی هَذَا الْکِتَابِ وَاکْثَرَ مِنْ ذِکْرِهٖ. لٰکِنْ یَنْبَغِی التَّنْبِیْهُ اِلٰی اَنَّ نُسْخَهٗ تَخْتَلِفُ فِی قَوْلِهِ "حَسَنٌ صَحِیْحٌ" وَنَحْوِهِ فَعَلٰی طَالِبِ الْحَدِیْثِ الْعِنَايَةُ بِاخْتِیَارِ النُّسْخَةِ الْمُحَقَّقَةِ وَالْمُقَابَلَةِ عَلٰی اُصُولٍ مُعْتَمَدَةٍ. (ب) سُنُّ اَبِی دَاوُدَ : فَقَدْ ذَكَرَ فِی رِسَالَتِهِ اِلٰی اَهْلِ مَكَّةَ : اَنَّهُ یَذْکُرُ فِیهِ الصَّحِیْحَ وَمَا یُشَبِّهُهُ وَیَقَارِبُهُ، وَمَا کَانَ فِیهِ وَهْنٌ شَدِیْدٌ بَیْنَهُ، وَمَا لَمْ یَذْکُرْ فِیهِ شَیْئًا فَهُوَ صَالِحٌ. فَبِنَاءً عَلٰی ذٰلِکَ اِذَا وَجَدْنَا فِیهِ حَدِیْثًا لَمْ یُبَیِّنْ هُوَ ضَعْفُهُ، وَلَمْ یُصَحِّحْهُ اَحَدٌ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْمُعْتَمَدِیْنَ فَهُوَ حَسَنٌ عِنْدَ اَبِی دَاوُدَ. (ج) سُنُّ الدَّارَقُطَنِی : فَقَدْ نَصَّ الدَّارَقُطَنِیُّ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّنْهُ فِی هَذَا الْکِتَابِ .

نقد۔ راجحتمہ وہ کتب جو حسن کے ملنے کے مواقع ہیں: علماء نے جس طرح خالص صحیح کو مستقل کتابوں میں الگ سے بیان کیا، اس طرح خالص حدیث حسن کے ساتھ مخصوص کتابیں نہیں لکھیں۔ البتہ چند کتابیں ہیں جن میں حدیث حسن کثرت سے موجود ہے، چنانچہ ان میں سے چند مشہور ترین کتب یہ ہیں: (أ) جامع ترمذی: جو سنن ترمذی کے نام سے معروف ہے، یہ حسن کی پہچان کے لیے بنیاد ہے اور امام ترمذی ہی ہیں جنہوں نے اس کو اپنی کتاب کے ذریعے مشہور کیا اور اس کا بہت دفعہ ذکر کیا۔ اس طرف توجہ کرنا ضروری ہے کہ سنن ترمذی کے نسخے ان کے "حسن صحیح" وغیرہ کہنے میں مختلف ہیں، لہذا حدیث کے طالب علم کو وہ نسخے تلاش کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے جن کی تحقیق کی جا چکی ہو اور انہیں قابل اعتماد اصول کے ساتھ ملایا جا چکا ہو۔ (ب) سنن ابوداؤد: چنانچہ انہوں نے اہل مکہ کے نام اپنے خط میں تحریر فرمایا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں صحیح، اس کے مشابہ اور اس سے قریب درجے کی حدیث ذکر کیا ہے اور جس میں شدید کمزوری تھی اس کی وضاحت کی ہے

اور جس کے متعلق کچھ ذکر نہیں کیا تو قابل قبول ہے۔ اس بناء پر ہمیں جب مذکورہ کتاب میں ایسی حدیث ملے گی جس کا ضعیف انہوں نے بیان نہ کیا ہو اور کسی معتمد امام نے بھی اس کو صحیح قرار نہ دیا ہو تو وہ امام ابوداؤد کے نزدیک حسن ہوگی۔ (ج) سنن دارقطنی: تحقیق اس کتاب میں دارقطنی نے بہت سی حسن حدیث جمع کر رکھی ہیں۔

نکات :- صحیح احادیث کو جس طرح مستقل اور جدا تصنیف میں ذکر کرنے کا اہتمام ہوا ہے گو کہ اس طرح کا اہتمام حدیث حسن کے معاملہ میں نہیں ہوا، پھر بھی بہت ساری ایسی تصانیف موجود ہیں جن سے حدیث حسن کی تلاش میں آسانی مل سکتی ہے بالخصوص مندرجہ ذیل تین کتابیں حسن کی خصوصی مراجع سمجھی جاتی ہیں جو کہ یہ ہیں:

(۱) جامع ترمذی: جس کی شہرت عموماً سنن ترمذی کے نام سے ہو چکی ہے۔ امام ترمذی کی خصوصیت کہیے کہ وہ ہر حدیث کے متعلق جدا حکم تحریر کرتے ہیں، شاید ہی کوئی حدیث ایسی ہو جس کے متعلق انہوں نے کوئی حکم نہ لگایا ہو۔ اس طرح انہوں نے صحیح، حسن، غریب، ضعیف و منکر وغیرہ کئی اقسام حدیث اپنی مذکورہ کتاب میں درج فرمائی ہیں خصوصاً حسن درجے کی احادیث تو بکثرت تحریر فرمائی ہیں اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حدیث حسن کی شہرت کی وجہ امام ترمذی کی جامع و سنن ہی بنی ہے۔ اس لیے جامع ترمذی حسن کی تلاش کا بہترین مرجع ہے۔ اس سے بھرپور استفادہ ممکن ہے البتہ ایک امر ملحوظ رہنا ضروری ہے وہ یہ جامع ترمذی کے مختلف نسخوں میں ان کا قول مختلف پایا جاتا ہے یعنی کسی حدیث پر حسن وغیرہ کا حکم لگانے نسخے مختلف پائے جاتے ہیں، ان میں ایک ہی حکم نہیں۔ لہذا حدیث کے طالب علم کو صحیح شدہ نسخہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو الحمد للہ آج کل باسانی دستیاب ہے۔

(۲) سنن ابوداؤد: احادیث حسن تلاش کرنے کا یہ بھی بہترین مرجع ہے کیونکہ اول مصنف کی غرض جو انہوں نے اس کتاب کی تصنیف میں مد نظر رکھی وہ فقہاء کرام کے ہاں مستدل احادیث کا ذخیرہ پیش کرنا تھا اور یہ واضح ہے کہ فقہاء کے اکثر مستدلات کا تعلق حسن سے ہے۔ نیز امام ابوداؤد اہل مکہ کے نام اپنے خط میں اس کی وضاحت بھی کر چکے ہیں کہ ان کی کتاب میں صحیح یا اس کے قریب

درجے کی احادیث ہیں اور جس حدیث میں کوئی علت تھی تو انہوں نے اس کو بیان کر دیا ہے اور اگر کسی حدیث پر کوئی تبصرہ نہ کیا ہو نہ اس کی علت بیان کی ہو تو وہ فقہاء کے ہاں مقبول احادیث میں سے ہوگی۔ اس سے پتہ چلا کہ آپ کی کتاب میں بھی حسن احادیث کا بکثرت وجود ہے۔ رہی بات علت والی حدیث تو امام ابوداؤد عموماً ایسی حدیثوں پر قال ابوداؤد کہہ کر تبصرہ کرتے ہیں جو اہل علم کے ہاں معروف ہے۔

(۳) سنن دارقطنی: یہ کتاب بھی حسن احادیث تلاش کرنے کا موقع ہے جس میں ترمذی کی طرح صحیح، حسن، ضعف اور منکر احادیث کا ذخیرہ موجود ہے اور عموماً امام دارقطنی ان احادیث کی وضاحت کر دیا کرتے ہیں۔

الصَّحِيحُ لِغَيْرِهِ

۱ - تَعْرِيفُهُ : هُوَ الْحَسَنُ لِذَاتِهِ إِذَا رُوِيَ مِنْ طَرِيقٍ آخَرَ مِثْلِهِ أَوْ أَقْوَى مِنْهُ، وَسُمِّيَ صَحِيحاً لِغَيْرِهِ لِأَنَّ الصَّحَّةَ لَمْ تَأْتِ مِنْ ذَاتِ السَّنَدِ، وَإِنَّمَا جَاءَتْ مِنْ انْضِمَامِ غَيْرِهِ لَهُ. ۲ - مَرْتَبَتُهُ : هُوَ أَعْلَى مَرْتَبَةٍ مِنَ الْحَسَنِ لِذَاتِهِ وَدُونَ الصَّحِيحِ لِذَاتِهِ. ۳ - مِثَالُهُ : حَدِيثُ "مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَوْلَا أَنِ أَشَقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسَّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ". [ترمذی] قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ: "فَمُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو بْنُ عَلْقَمَةَ مِنَ الْمَشْهُورِينَ بِالصِّدْقِ وَالصِّيَانَةِ لِكِنَّةٍ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْإِتْقَانِ حَتَّى ضَعُفَهُ بَعْضُهُمْ مِنْ جِهَةِ سُوءِ حِفْظِهِ، وَوَقَّعَهُ بَعْضُهُمْ لِصِدْقِهِ وَجَلَالَتِهِ، فَحَدِيثُهُ مِنْ هَذِهِ الْجِهَةِ حَسَنٌ، فَلَمَّا انْضَمَّ إِلَى ذَلِكَ كَوْنُهُ رُوِيَ مِنْ أَوْجِهٍ أُخَرَ زَالَ بِذَلِكَ مَا كُنَّا نَخْشَاهُ عَلَيْهِ مِنْ جِهَةِ سُوءِ حِفْظِهِ وَانْجَبَرَ بِهِ ذَلِكَ النِّقْصُ الْيَسِيرُ، فَصَحَّ هَذَا الْإِسْنَادُ وَالتَّحَقَّقَ بِدَرَجَةِ الصَّحِيحِ .

نقہ: رتبہ صحیح لغیرہ۔ اس کی تعریف: وہ حسن لذاتہ ہے جب اسی کی مثل یا اس سے بھی اقویٰ

سند کے ذریعے منقول ہو جائے، اس کا نام صحیح لغیرہ اس لیے رکھا گیا کہ صحت خود سند سے حاصل نہیں ہوئی بلکہ دوسری سند کے اس کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ صحیح لغیرہ کا مرتبہ: یہ حسن لذاتہ سے مرتبہ میں بلند اور صحیح لذاتہ سے کم درجہ ہے۔

اس کی مثال: ”حدیث محمد بن عمرو بواسطہ ابو سلمہ، وہ بواسطہ حضرت ابو ہریرہؓ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اگر اپنی امت کے لیے مشقت کا باعث نہ لگتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔“ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں: محمد بن عمرو بن علقمہ صدق و پرہیزگاری میں معروف لوگوں میں سے ہیں مگر وہ قوی حافظہ والوں میں سے نہیں تھے یہاں تک کہ بعض محدثین نے انہیں کمزور یادداشت کی وجہ سے ضعف قرار دیا اور بعض دوسروں نے ان کی سچائی اور شان کی بڑائی کے پیش نظر ثقہ کہا۔ لہذا ان کی حدیث اس اعتبار سے حسن ہے، جب اس کے ساتھ دوسری سندوں سے مروی ہونا بھی پایا گیا تو اس کے ذریعے وہ ڈر زائل ہو گیا جو ہمیں ان کے اوپر کمزور یادداشت کی بناء پر تھا اور اس طریقے سے اس معمولی نقصان کا تدارک ہو گیا۔ چنانچہ یہ اسناد صحیح ہو گئی اور صحیح کے درجے کو پہنچ گئی۔

نکات :- صحیح لغیرہ: لغوی اعتبار سے وہ چیز جو دوسرے کے سبب سے درست حالت میں موجود ہو اور اصطلاح محدثین میں وہ حدیث حسن لذاتہ جو دوسری سند سے مروی ہونے کی وجہ سے صحیح کہلائے یعنی اپنی ذات میں وہ حسن ہو لیکن دوسرے طرق سے مروی ہونے سے اسے تقویت ملے اور اس کا درجہ حسن سے بڑھ کر صحیح ہو جائے۔ اس کا رتبہ واضح ہے کہ صحیح لذاتہ کے برابر تو نہیں اس لیے کہ وہ بذاتہ صحیح ہے لیکن حسن لذاتہ سے بہتر ہے کیونکہ اسے سندوں کی کثرت کی وجہ سے جو قوت مل چکی ہے وہ حسن کو حاصل نہیں۔ اس کی مثال محمد بن عمرو بن علقمہ کے واسطے سے منقول حضرت ابو ہریرہؓ کی مذکورہ بالا حدیث ہے جس کا تعلق مسواک سے ہے اور بہت ہی مشہور حدیث ہے۔

اس حدیث کی مختلف سندیں ہیں لیکن خاص محمد بن عمرو والی سند کو دیکھیں تو وہ حسن لذاتہ ہے اس لیے کہ محمد بن عمرو تقویٰ، دیانت اور سچائی سے متصف ہونے کے باوجود اس طرح ضبط و اتقان نہیں رکھتے جو ایک صحیح حدیث کے راوی کے اندر مطلوب ہے، اس لیے یادداشت کی کمی کی

وجہ سے متن یا سند میں کمی بیشی کا خوف لاحق تھا مگر جب دوسری سندیں اور متن اس کی تائید میں منقول ہوئے تو وہ ڈر اور خوف زائل ہو گیا اور حدیث کا رتبہ حسن لذاتہ سے بڑھ کر صحیح تک پہنچ گیا۔ اسی بناء پر اس کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔

صحیح لغیرہ کا حکم اس کے مرتبے سے واضح ہے یعنی اس سے استدلال کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا لازم ہے، البتہ معارضہ کے وقت صحیح لذاتہ اس سے بہتر ہوگا۔

الْحَسَنُ لَغِيرِهِ

۱ - تَعْرِيفُهُ : هُوَ الضَّعِيفُ إِذَا تَعَدَّدَتْ طُرُقُهُ وَلَمْ يَكُنْ سَبَبُ ضَعْفِهِ فُسُقَ الرَّاَوِي أَوْ كَذِبَهُ . يُسْتَفَادُ مِنْ هَذَا التَّعْرِيفِ أَنَّ الضَّعِيفَ يَرْتَقِي إِلَى دَرَجَةِ الْحَسَنِ لَغِيرِهِ بِأَمْرَيْنِ هُمَا : (أ) أَنْ يُرَوِيَ مِنْ طَرِيقٍ آخَرَ فَأَكْثَرَ عَلَى أَنْ يَكُونَ الطَّرِيقُ الْآخَرُ مِثْلَهُ أَوْ أَقْوَى مِنْهُ . (ب) أَنْ يَكُونَ سَبَبُ ضَعْفِ الْحَدِيثِ إِمَّا سُوءَ حِفْظِ رَاوِيهِ أَوْ انْقِطَاعاً فِي سَنَدِهِ أَوْ جَهَالَةً فِي رِجَالِهِ . ۲ - مَرْتَبَتُهُ : الْحَسَنُ لَغِيرِهِ أَذْنَى مَرْتَبَةٍ مِنَ الْحَسَنِ لِذَاتِهِ . وَيَنْبَغِي عَلَى ذَلِكَ أَنَّهُ لَوْ تَعَارَضَ الْحَسَنُ لِذَاتِهِ مَعَ الْحَسَنِ لَغِيرِهِ قُدِّمَ الْحَسَنُ لِذَاتِهِ . ۳ - حُكْمُهُ : هُوَ مِنَ الْمَقْبُولِ الَّذِي يُحْتَجُّ بِهِ .

ق۔۔۔ **رحمہ** حسن لغیرہ۔ اس کی تعریف: یہ ضعف ہی ہے جب اس کی سندیں متعدد ہوں اور اس کے ضعیف کا سبب راوی کا فسق یا جھوٹ بولنا نہ ہو۔ تعریف مذکور سے یہ حاصل ہوا کہ ضعف دو امور سے حسن لغیرہ کے درجے تک پہنچتا ہے: (ا) اس کا دوسری ایک یا اس سے زیادہ سندوں سے مروی ہونا بشرطیکہ دوسری سند اسی کی طرح یا اس سے زیادہ قوی ہو۔ (ب) حدیث کے ضعیف کا سبب یا تو راوی کی یادداشت کمزور ہونا ہو یا سند میں انقطاع یا رواۃ کا مجہول ہونا ہو۔ اس کا مرتبہ: حسن لغیرہ مرتبے میں حسن لذاتہ سے کم درجہ ہے۔ اس بناء پر مناسب یہ ہے کہ اگر حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ کے درمیان تعارض ہو تو حسن لذاتہ کو مقدم رکھا جائے۔ اس کا حکم: یہ اس مقبول حدیث کی قسم سے ہے جس سے حجت پیش کی جاتی ہے۔

نک۱:- یہاں سے حسن کی دوسری قسم کا بیان ہو رہا ہے جس کا نام حسن لغیرہ ہے۔ اس کی تعریف کی جاتی ہے کہ حسن لغیرہ وہ ضعف حدیث ہے جس کی سندیں ایک سے زیادہ ہو جائیں بشرطیکہ کوئی راوی فاسق یا کاذب نہ ہو۔ اس کے اندر دو امر ملحوظ ہیں: (۱) اسی جیسی یا اس سے اعلیٰ سند کے ساتھ مروی ہونا۔ (۲) حدیث کا ضعیف راویوں کے فاسق یا کاذب ہونے کی وجہ سے نہ ہو یعنی راویوں کا کسی واضح گناہ میں مبتلا ہونا یا جھوٹ کہنا معلوم نہ ہو بلکہ حدیث اس وجہ سے ضعف کہلاتی ہو کہ چونکہ راوی کی یادداشت کمزور ہے یا سند کے درمیان سے کوئی راوی محذوف ہو چکا ہے یا بعض راوی مجہول ہیں اور ان تمام باتوں کا تدارک دوسری سند کے ذریعے کیا گیا ہو۔ اسی وجہ سے اس کا حسن ذاتی نہیں کہلاتا بلکہ دوسری سندوں کا مرہون ہے۔

اس بیان سے واضح ہو چکا کہ اس کا رتبہ حسن لذاتہ کے بعد ہے کیونکہ اس کا حسن ذاتی ہے اور ضبط کے علاوہ باقی تمام صفات کامل اور سند میں اتصال وغیرہ بھی تمامہ حاصل ہے جبکہ حسن لغیرہ میں یہ باتیں مکمل طور پر حاصل نہیں ہوتیں بلکہ کافی نقص رہ جاتا ہے جس کی تلافی دوسری سند کے ذریعے کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ کا کسی مقام پر تعارض پیش آجائے تو حسن لذاتہ کو ہی ترجیح دینا مناسب ہوگا۔

حسن لغیرہ کا حکم یہ ہے کہ اس سے استدلال کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا درست ہے۔

۴۔ مِثَالُهُ: ”مَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَنَهُ مِنْ طَرِيقِ شُعْبَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ بَنِي فِزَارَةَ تَزَوَّجَتْ عَلَى نَعْلَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَرْضَيْتِ مِنْ نَفْسِكَ وَمَالِكَ بِنَعْلَيْنِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، فَأَجَازَ“۔
 قَالَ التِّرْمِذِيُّ: ”وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ وَأَبِي حَدَرَدٍ“۔ فَعَاصِمٌ ضَعِيفٌ لِسُوءِ حِفْظِهِ، وَقَدْ حَسَّنَ لَهُ التِّرْمِذِيُّ هَذَا الْحَدِيثَ لِمَجِيئِهِ مِنْ غَيْرِ وَجْهِ“۔

ترجمہ اس کی مثال: ”وہ حدیث جس کو امام ترمذی نے نقل کیا اور حسن کہا، بواسطہ شعبہ اور بواسطہ عاصم بن عبید اللہ، وہ بواسطہ عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ کے اور وہ اپنے والد سے کہ بنو فزارہ کی ایک عورت نے (بطور مہر) دو جوتیوں کے بدلے شادی قبول کر لی تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

کیا تو اپنی جان اور مال کے بدلے دو جوتیوں پر راضی ہوگئی؟ اس نے کہا: جی ہاں، تو آپ نے اس نکاح کو جائز قرار دیا۔ امام ترمذی نے فرمایا: ”اس باب میں حضرت عمرؓ، ابو ہریرہؓ، عائشہؓ اور ابو حذرہؓ سے بھی مروی ہے۔“ اب عاصم اپنی کمزور یادداشت کی بناء پر ضعف ہیں اور امام ترمذی نے ان کی اس حدیث کو اس وجہ سے حسن کہا کہ حدیث دوسری سندوں سے بھی وارد ہے۔

شجہ ۱:- اوپر بیان ہو چکا کہ حسن لغیرہ دراصل ضعف حدیث ہوتی ہے جو دوسری سند سے بھی مروی ہوتی ہے، اس کی مثال امام ترمذی کی مذکورہ بالا حدیث ہے جس کی سند میں عاصم بن عبید اللہ نامی راوی ضعف ہے اور اس کی وجہ فق یا کذب نہیں بلکہ سوء حفظ ہے اور اس کا تدارک دوسری سندوں سے درود کے ساتھ ہو چکا ہو لہذا حدیث حسن لغیرہ بن گئی۔

خَبَرُ الْآحَادِ الْمَقْبُولِ الْمُحْتَفِّ بِالْقَرَّائِنِ

۱ - تَوَاطُؤُهُ : وَفِي خَتَامِ أَقْسَامِ الْمَقْبُولِ أُبْحَثُ الْمَقْبُولَ الْمُحْتَفِّ بِالْقَرَّائِنِ، وَالْمُرَادُ بِالْمُحْتَفِّ بِالْقَرَّائِنِ أَيْ الَّذِي أَحَاطَ وَاقْتَرَنَ بِهِ مِنَ الْأُمُورِ الزَّائِدَةِ عَلَى مَا يَتَطَلَّبُهُ الْمَقْبُولُ مِنَ الشُّرُوطِ. وَهَذِهِ الْأُمُورُ الزَّائِدَةُ الَّتِي تَقْتَرِنُ بِالْخَبَرِ الْمَقْبُولِ تَزِيدُهُ قُوَّةً وَتَجْعَلُ لَهُ مِيزَةً عَلَى غَيْرِهِ مِنَ الْأَخْبَارِ الْمَقْبُولَةِ الْآخَرَى الْخَالِيَةِ عَنْ تِلْكَ الْأُمُورِ الزَّائِدَةِ، وَتَرْجَحُهُ عَلَيْهَا.

ترجمہ: وہ مقبول خبر آحاد جو قرائن پر مشتمل ہو۔ تمہید: مقبول کی قسمیں ختم کرتے وقت میں قرائن پر مشتمل مقبول حدیث سے بحث کروں گا۔ قرائن پر مشتمل سے مراد وہ حدیث ہے جس نے مقبول کے لیے مطلوبہ شرائط سے زائد امور کا احاطہ کیا ہو اور وہ اس کے ساتھ مل گئے ہوں۔ یہ زائد امور جو خبر مقبول کے ساتھ مل جاتے ہیں، اُس میں قوت بڑھاتے ہیں اور ان زائد امور سے خالی دیگر مقبول احادیث کے مقابلہ میں اس حدیث کو امتیاز بخشتے ہیں اور ان پر اسے راجح کر دیتے ہیں۔

شجہ ۱:- خبر مقبول کی ایک قسم وہ بھی ہے جو مقبول ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ مزید اوصاف کی حامل ہوتی ہے جس کا فائدہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کئی مقبول احادیث اکٹھی ہوں اور ان کے

درمیان تعارض پیدا ہو جائے تو پھر ان اوصاف کی بدولت خبر مقبول کو دوسری احادیث پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ ان زائد اوصاف کا تعلق قبولیت کے لیے مطلوب شرائط سے نہیں ہوتا بلکہ ان کے علاوہ ایسے قرائن اور علامات سے ہوتا ہے جن سے حدیث کی شان بڑھ رہی ہوتی ہے اور دوسری احادیث سے وہ ممتاز ہو جاتی ہے۔ اس قسم کو اصطلاح میں ”خف بالقرائن“ کہتے ہیں۔ احتفاف کے معنی ہیں احاطہ کرنا، گھیرنا اور قرائن، قرینہ کی جمع ہے بمعنی علامت و نشانی اور دلیل۔

۲ - أَنْوَاعُهُ : الْخَبَرُ الْمُخْتَفٌ بِالْقَرَائِنِ أَنْوَاعٌ، أَشْهَرُهَا : (أ) مَا أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ فِي صَحِيحَيْهِمَا مِمَّا لَمْ يَبْلُغْ حَدَّ الْمُتَوَاتِرِ، فَقَدْ اخْتَفَ بِهِ قَرَائِنٌ مِنْهَا :
 ۱..... جَلَّالَتُهُمَا فِي هَذَا الشَّانِ ۲..... تَقَدُّمُهُمَا فِي تَمْيِيزِ الصَّحِيحِ عَلَى غَيْرِهِمَا .
 ۳..... تَلَقَّى الْعُلَمَاءُ لِكِتَابَيْهِمَا بِالْقَبُولِ، وَهَذَا التَّلَقُّى وَحْدَهُ أَقْوَى فِي إِفَادَةِ الْعِلْمِ مِنْ مُجَرَّدِ كَثْرَةِ الطَّرِيقِ الْقَاصِرَةِ عَنِ التَّوَاتُرِ .

نقد۔ رجعتہ اس کی اقسام: خبر خف بالقرائن کی چند قسمیں ہیں، ان میں سے زیادہ معروف یہ ہیں: (۱) شیخین نے جن احادیث کو اپنی صحیحین میں ذکر کیا جو متواتر کی حد کو نہ پہنچی ہوں، ان کے ساتھ چند قرائن ملے ہوئے ہیں، ان میں سے یہ بھی ہیں: (۱) اس فن میں شیخین کی عظمت (۲) صحیح کو غیر صحیح سے جدا کرنے میں ان دونوں کی برتری (۳) علماء کا ان کی کتابوں کو قبولیت کے ساتھ لے لینا۔ اور صرف قبول کر لینا ہی علم کا فائدہ پہنچانے میں تواتر کی حد سے کوتاہی سندوں کی کثرت سے زیادہ مضبوط دلیل ہے۔

نکتہ ۱ :- خبر خف کی مشہور اقسام تین ہیں جن کی تفصیل یہ ہیں: (۱) پہلی قسم وہ احادیث جو حد تواتر کو نہ پہنچی ہوں مگر شیخین نے انہیں روایت کی ہو۔ اس قسم کی افضلیت کا ایک قرینہ یہ ہے کہ شیخین اس فن کے جیسے القدر اور قابل ترین امام ہیں۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ شیخین کو صحیح احادیث کی تمیز کا ملکہ دوسروں بڑھ کر حاصل تھا۔ تیسرا قرینہ علماء کا ان کی کتابوں کو قبول کرنا ہے۔ امت اور علماء امت کے ہاں قبولیت ہی سب سے بڑی ترجیح کی وجہ ہے کیونکہ اصل تو امت کا تسلیم کرنا ہے اور جب تک تواتر کی حد تک نہ پہنچے امت کا قبول کرنا حدیث کی اصحیت کی علامت ہے اور یہ شان صحیحین کی احادیث

کی ہے کہ امت نے انہیں قبول کر لیا ہے۔ ان قرائن و علامات کی بناء پر وہ صحیح و غیر متواتر احادیث جو صحیحین میں موجود ہیں ان صحیح احادیث سے بڑھ کر ہیں جو دوسری کتابوں میں ہیں۔

(ب) الْمَشْهُورُ إِذَا كَانَتْ لَهُ طُرُقٌ مُتَبَايِنَةٌ سَالِمَةٌ كُلُّهَا مِنْ ضَعْفِ الرَّوَاةِ وَالْعِلَلِ .

(ج) الْخَبَرُ الْمُسْلَسِلُ بِالْأَيْمَةِ الْحَقَاطِ الْمُتَقِينِ حَيْثُ لَا يَكُونُ غَرِيبًا :

كَالْحَدِيثِ الَّذِي يَرْوِيهِ الْإِمَامُ أَحْمَدُ عَنِ الْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ وَيَرْوِيهِ الشَّافِعِيُّ عَنِ

الْإِمَامِ مَالِكٍ وَيُشَارِكُ الْإِمَامَ أَحْمَدَ غَيْرُهُ فِي الرَّوَايَةِ عَنِ الْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ،

وَيُشَارِكُ الْإِمَامَ الشَّافِعِيَّ كَذَلِكَ غَيْرُهُ فِي الرَّوَايَةِ عَنِ الْإِمَامِ مَالِكٍ .

۳ - حُكْمُهُ : هُوَ أَرْجَحُ مِنْ أَيِّ خَبَرٍ مَقْبُولٍ مِنْ أَخْبَارِ الْآحَادِ، فَلَوْ تَعَارَضَ الْخَبَرُ

الْمُحْتَفُّ بِالْقَرَائِنِ مَعَ غَيْرِهِ مِنَ الْأَخْبَارِ الْمَقْبُولَةِ قُدِّمَ الْخَبَرُ الْمُحْتَفُّ بِالْقَرَائِنِ .

د۔ رتبہ (ب) مشہور جب اس کے کئی متفرق اور ضعیف رواۃ و علل سے محفوظ طرق حاصل

ہو جائیں۔ (ج) وہ حدیث جس کی سند اہل اتقان حافظین حدیث اماموں کے ذریعے مسلسل ہو

جبکہ وہ غریب نہ ہو: جلیل وہ حدیث جسے امام احمد بواسطہ امام شافعی روایت کریں، امام شافعی بواسطہ

امام مالک روایت کریں، اور امام شافعی سے روایت میں امام احمد کے ساتھ دوسرے بھی شریک

ہو جائیں، اسی طرح امام مالک سے روایت میں امام شافعی کے ساتھ دوسرے بھی شریک

ہو جائیں۔ اس کا حکم: یہ اخبار آحاد میں سے کسی بھی خبر مقبول سے راجح ہے اس لیے اگر خبر محتف

بالقرائن کا دوسری مقبول اخبار کے ساتھ تعارض ہو جائے تو خبر محتف بالقرائن کو مقدم کیا جائے گا۔

شرح ۱ :- خبر محتف بالقرائن کی دوسری قسم (ب) وہ مشہور حدیث ہے جس کی مختلف سندیں

ہوں اور ان کے رواۃ ضعیف سے محفوظ ہوں اور متن میں بھی علت نہ ہو۔ صحیحین کے بعد دوسرا درجہ

انہی احادیث کا ہے کیونکہ ایک تو یہ مشہور ہیں دوسرا رواۃ قابل اعتماد اور متون محفوظ ہیں۔ اس لیے

اس قسم کو بھی ترجیح ہوگی۔ تیسری قسم (ج) وہ حدیث مسلسل ہے جو مشہور بھی نہ ہو اور غریب بھی نہ

ہو لیکن اس کے رواۃ بڑے درجے کے کامل الضبط حافظ حدیث اماموں سے پُر اور مسلسل ہو۔ اس

میں دو قرائن ہیں: ایک تو بڑے اماموں کا مسلسل روایت کرنا، دوسرا غریب سند کا نہ ہونا۔

اس کی مثال جلیل امام احمدؒ ایک حدیث امام شافعیؒ سے سنیں اور وہ امام مالکؒ سے سنیں، اس طرح تین بڑے امام ایک دوسرے سے نقل کرنے والے ہوئے پھر یہ کہ امام مالکؒ سے صرف امام شافعیؒ روایت کرنے والے نہ ہوں بلکہ اس حدیث میں امام مالکؒ کے دوسرے شاگرد بھی ان کے ساتھ شریک ہوں، اس کے بعد امام شافعیؒ سے صرف امام احمدؒ راوی نہ ہوں بلکہ اس میں اور لوگ بھی شامل ہوں، اس طرح حدیث غریب نہیں کہلائے گی۔ تو ایسی مسلسل بالائیں حدیث مشہور بھی دوسری ان احادیث سے رائج ہوگی جو اس صفت کی حامل نہ ہوں اور پہلی دو قسموں میں سے بھی نہ ہوں۔

جب ترجیح کی اتنی ساری وجوہات جمع ہوں تو خبر مختلف بالقرائن کی فضیلت و برتری میں کس کو شک؟ لہذا جب بھی کئی مقبول اخبار جمع ہوں اور باہمی تعارض ہو تو اس خبر مقبول کو ترجیح دیں گے جس کے ساتھ قرائن بھی موجود ہوں مثلاً وہ مذکورہ بالا تین اقسام میں سے ہو۔

الْمَبْحَثُ الثَّانِي : تَقْسِيمُ الْخَبَرِ الْمَقْبُولِ

إِلَى مَعْمُولٍ بِهِ وَغَيْرِ مَعْمُولٍ بِهِ

يَنْقَسِمُ الْخَبَرُ الْمَقْبُولُ إِلَى قِسْمَيْنِ مَعْمُولٍ بِهِ وَغَيْرِ مَعْمُولٍ بِهِ، وَيَنْشِقُّ عَنْ ذَلِكَ نَوْعَانِ مِنْ أَنْوَاعِ عُلُومِ الْحَدِيثِ وَهُمَا : "الْمُحْكَمُ وَمُخْتَلَفُ الْحَدِيثِ" وَ "النَّاسِخُ وَالْمَنْسُوخُ".

ترجمہ: بحث دوم: خبر مقبول کی معمول بہ و غیر معمول بہ میں تقسیم۔ خبر مقبول دو قسموں کی طرف تقسیم ہوتی ہے جو کہ معمول بہ اور غیر معمول بہ ہیں، اور اس تقسیم سے علوم حدیث کی انواع میں سے دو نوع حاصل ہوتی ہیں اور وہ یہ ہیں: محکم و مختلف الحدیث اور ناسخ و منسوخ۔

نکات :- یہاں سے خبر مقبول کی وہ تقسیم بیان ہو رہی ہے جو اس پر عمل کرنے سے متعلق ہے۔ یعنی اس لحاظ سے تقسیم ہے کہ کوئی حدیث پر عمل کیا جاتا ہے جس کو معمول بہ کہتے ہیں اور کوئی حدیث پر عمل نہیں کیا جاتا جس کو غیر معمول بہ کہتے ہیں۔ حقیقی طور پر اس تقسیم کے اقسام معمول بہ و غیر معمول بہ کے نام سے موسوم نہیں ہیں بلکہ دراصل عمل کرنے یا نہ کرنے کی بنیاد پر جو قسمیں حاصل ہو رہی

ہیں جن کے مشہور نام محکم و مختلف الحدیث اور ناسخ و منسوخ ہیں، انہی میں سے بعض کا حکم عمل کرنا ہے اور بعض کا حکم عمل نہ کرنا ہے۔

الْمُحْكَمُ وَمُخْتَلِفُ الْحَدِيثِ

۱ - تَعْرِيفُ الْمُحْكَمِ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمٌ مَفْعُولٌ مِنْ "أَحْكَمَ" بِمَعْنَى اتَّقَنَ . (ب) إِصْطِلَاحًا : هُوَ الْحَدِيثُ الْمَقْبُولُ الَّذِي سَلِمَ مِنْ مُعَارَضَةٍ مِثْلِهِ . وَ أَكْثَرُ الْأَحَادِيثِ مِنْ هَذَا النَّوعِ ، وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ الْمُتَعَارِضَةُ الْمُخْتَلِفَةُ فَهِيَ قَلِيلَةٌ بِالنِّسْبَةِ لِمَجْمُوعِ الْأَحَادِيثِ . ۲ - تَعْرِيفُ مُخْتَلِفِ الْحَدِيثِ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمٌ فَاعِلٌ مِنْ "الْإِخْتِلَافِ" ضِدَّ الْإِتْفَاقِ ، وَمَعْنَى مُخْتَلِفِ الْحَدِيثِ أَيِ الْأَحَادِيثِ الَّتِي تَصِلُنَا وَيُخَالِفُ بَعْضُهَا بَعْضًا فِي الْمَعْنَى ، أَيْ يَتَضَادَّانِ فِي الْمَعْنَى . (ب) إِصْطِلَاحًا : هُوَ الْحَدِيثُ الْمَقْبُولُ الْمُعَارِضُ بِمِثْلِهِ مَعَ امْكِانِ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا . أَيْ هُوَ الْحَدِيثُ الصَّحِيحُ أَوْ الْحَسَنُ الَّذِي يَجِيءُ حَدِيثٌ آخَرُ مِثْلُهُ فِي الْمَرْتَبَةِ وَالْقُوَّةِ وَيُنَاقِضُهُ فِي الْمَعْنَى ظَاهِرًا ، وَيُمْكِنُ لِأَوَّلَى الْعِلْمِ وَالْفَهْمِ الثَّاقِبِ أَنْ يَجْمَعُوهُمَا بَيْنَ مَذْلُوقَيْهِمَا بِشَكْلِ مَقْبُولٍ .

نقد۔ راجحہ محکم و مختلف الحدیث: محکم کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ "أَحْكَمَ" (بمعنی مضبوط کیا) سے اسم مفعول ہے۔ (ب) اصطلاحی اعتبار سے: وہ حدیث مقبول جو اپنی جیسی حدیث کے تعارض سے محفوظ ہو۔ اکثر احادیث اسی قسم سے متعلق ہیں اور جہاں تک باہم متعارض و مختلف احادیث کا تعلق ہے تو وہ احادیث کے مجموعے کو دیکھتے ہوئے کم ہیں۔ مختلف الحدیث: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ اختلاف سے اسم فاعل ہے جو اتفاق کا ضد ہے اور مختلف الحدیث سے مراد وہ احادیث ہیں جو ہمیں موصول ہوں اور معنی کے لحاظ سے ایک دوسرے کی مخالف ہوں یعنی متضاد معنی والی ہوں۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ حدیث مقبول جس کا مقابلہ اسی طرح (کے مرتبہ کی) حدیث کے ساتھ ہو درانحالیکہ ان کو اکٹھا کرنا ممکن ہو۔ یعنی وہ صحیح یا حسن حدیث کہ دوسری اسی

رُتبہ و قوت والی حدیث وارد ہو اور بظاہر معنی میں اس کی مخالفت کرے اور اہل علم و فہم کے لیے قابل قبول طریقے سے ان دونوں کی مدلولات کو اکٹھا کرنا ممکن ہو۔

نک۱:- محکم کی تعریف یہ ہے کہ یہ لغوی اعتبار سے الإحکام مصدر کا اسم مفعول ہے جس کے معنی مضبوط و مستحکم کرنے کے آتے ہیں اور اصطلاحی اعتبار سے وہ حدیث کہلاتی ہے جس کے مقابل اس جیسی حدیث نہ ہو یعنی یا تو بالکل ہی مخالفت سے محفوظ ہو یا پھر اگر مخالف حدیث ہو بھی تو اس درجے کی نہ ہو بلکہ صحت کے اعتبار سے اس سے کم درجے کی ہو۔ اس کو محکم اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ مخالفت و تضاد سے محفوظ ہونے کے باعث یہ معنوی طور پر مستحکم اور مضبوط ہوتی ہے۔ احادیث کی اکثریت اسی قسم سے تعلق رکھتی ہیں کہ وہ تعارض سے محفوظ ہیں مثلاً حدیث ”بُنِیَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ..... الحدیث“ اور جو احادیث بظاہر متعارض کہلاتی ہیں وہ تعداد میں بہت کم ہیں۔

مختلف الحدیث، یہ الاختلاف مصدر کا اسم فاعل ہے جو کہ اتفاق کا ضد ہے اور مختلف الحدیث سے مراد وہ حدیث ہوتی ہے جس کے مقابل اسی درجے کی حدیث موجود ہو لیکن ان دونوں کے درمیان تطبیق کرنا ممکن ہو۔ اس میں دو باتیں ضروری ہیں: (۱) متعارض حد نہ قوت و مرتبہ میں ایک درجے کی ہوں۔ (۲) ان میں مقبول انداز سے مناسبت پیدا کرنا ممکن ہو، اور امکان سے مراد اہل علم کے نزدیک ممکن ہونا ہے نہ کہ عوام کے نزدیک۔ اگر یہ دونوں باتیں ہوں تو پھر ایسی احادیث کو مختلف الحدیث کا نام دیا جائے گا۔

۳ - مِثَالُ الْمُخْتَلَفِ : (أ) حَدِيثُ "لَا عَدُوَّ وَلَا طَيْرَةَ....." الَّذِي أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ مَعَ (ب) حَدِيثِ "فِرَّ مِنَ الْمَجْدُومِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ" الَّذِي هَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. فَهَذَا هَاتَانِ حَدِيثَانِ صَحِيحَانِ، ظَاهِرُهُمَا التَّعَارُضُ لِأَنَّ الْأَوَّلَ يَنْفِي الْعَدُوَّ، وَالثَّانِي يُنَبِّئُهَا وَقَدْ جَمَعَ الْعُلَمَاءُ بَيْنَهُمَا وَوَقَّفُوا بَيْنَ مَعْنَاهُمَا عَلَى وَجْهِ مُتَعَدِّدَةٍ، أَذْكَرُ هُنَا مَا اخْتَارَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ، وَمُفَادُهُ مَا يَلِي :

ترجمہ مختلف کی مثال: (أ) حدیث ”لَا عَدُوَّ وَلَا طَيْرَةَ.....“ (نہ بیماری کا متعدی ہونا ہے نہ بدقالی لینا) جس کو امام مسلم نے ذکر کیا ہے (ب) حدیث ”فِرَّ مِنَ الْمَجْدُومِ فِرَارَكَ“

مِنَ الْأَسَدِ“ (کوڑھی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو) جس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے، کے ساتھ۔ یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں، ان کی ظاہری حالت باہم متعارض ہونا ہے اس لیے کہ پہلی حدیث تعدی کی نفی کر رہی ہے جبکہ دوسری حدیث اس کو ثابت کر رہی، اور علماء نے ان کے درمیان تطبیق کی ہے اور ان کے معانی کے درمیان متعدد طریقوں سے موافقت پیدا کر دی ہے، میں یہاں پر وہی ذکر کروں گا جسے حافظ ابن حجرؒ نے پسند کیا، اور اس کا حاصل یہ ہے۔

شجرہ ۱ :- مختلف الحدیث کی مثال دو حدیثوں سے پیش ہے جن کے معانی ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں چنانچہ پہلی حدیث ”لَا عَدْوَى وَلَا طَيْرَةٌ.....“ ہے جس کے مطابق ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور دوسری حدیث ”فَرَّ مِنَ الْمَجْدُومِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ“ ہے جس کے مطابق کوڑھی شخص سے بھاگنا چاہیے، کہیں اس کی بیماری تمہیں نہ لگ جائے، اس سے بیماری لگنے کا اثبات ہو رہا ہے۔ نفی اور اثبات تعارض ہی ہے لیکن ایسا تعارض ہے جس کو حل کرنا ممکن ہے اور علماء نے یہ خدمت انجام دی ہے، انہوں نے دونوں حدیثوں کے درمیان مختلف انداز سے مطابقت پیدا کر دی ہے جس کے بعد ان دونوں کے مطابق عمل کرنا ممکن ہے۔ یہ طریقے اگرچہ بہت ہیں لیکن یہاں پر ایک مقبول طریقے کا ذکر ہوگا جس کو شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے اختیار کیا ہے۔

۴ - كَيْفِيَّةُ الْجَمْعِ : وَكَيْفِيَّةُ الْجَمْعِ بَيْنَ هَذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ أَنْ يُقَالَ : إِنَّ الْعَدْوَى مَنْفِيَّةٌ وَغَيْرُ ثَابِتَةٍ بِدَلِيلِ قَوْلِهِ ﷺ : ”لَا يُعْدَى شَيْءٌ شَيْئًا“ وَقَوْلُهُ ﷺ لِمَنْ عَارَضَهُ بِأَنَّ الْبَعِيرَ الْأَجْرَبَ يَكُونُ بَيْنَ الْإِبِلِ الصَّحِيحَةِ فَيُخَالِطُهَا فَتَجْرُبُ : ”فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ؟“ [ترمذی] يَعْنِي أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى ابْتَدَأَ ذَلِكَ الْمَرَضَ فِي الثَّانِي كَمَا ابْتَدَأَ فِي الْأَوَّلِ، وَأَمَّا الْأَمْرُ بِالْفِرَارِ مِنَ الْمَجْدُومِ فَمِنْ بَابِ سَدِّ الدَّرَائِعِ أَيْ لِئَلَّا يَتَّفِقَ لِلشَّخْصِ الَّذِي يُخَالِطُ ذَلِكَ الْمَجْدُومَ حُصُولُ شَيْءٍ لَهُ مِنْ ذَلِكَ الْمَرَضِ بِتَقْدِيرِ اللَّهِ تَعَالَى ابْتِدَاءً لَا بِالْعَدْوَى الْمَنْفِيَّةِ، فَيُظَنُّ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ بِسَبَبِ مُخَالَطَتِهِ لَهُ، فَيَعْتَقِدُ صِحَّةَ الْعَدْوَى، فَيَقَعُ فِي الْإِثْمِ، فَأَمَرَ بِتَجَنُّبِ الْمَجْدُومِ دَفْعًا لِلْوُقُوعِ فِي هَذَا الْإِعْتِقَادِ الَّذِي يُسَبِّبُ الْوُقُوعَ فِي الْإِثْمِ.

ترجمہ: جمع کرنے کی کیفیت: ان دو حدیثوں کے درمیان جمع کرنے کی کیفیت یہ ہے کہ یوں کہا جائے: بیماری کا انتقال منفی اور غیر ثابت ہے اس لیے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے ”ایک چیز دوسری چیز کو منتقل نہیں کرتی“ اور آپ ﷺ کا اس شخص کو جس نے یہ اشکال کیا کہ خارش اونٹ تندرست اونٹوں کے درمیان ہوتا ہے، ان کے ساتھ رہتا ہے تو وہ بھی خارش ہو جاتے ہیں، یہ فرمانے کی وجہ سے کہ ”پھر پہلے کو کس نے منتقل کیا“۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے دوسرے اونٹ میں اسی طرح ابتداء بیماری ڈالی جس طرح پہلے اونٹ میں ڈالی تھی، رہا کوڑھی سے بھاگنے کا حکم تو وہ سید ذرائع کے قبیل سے ہے یعنی اس لیے کہ کہیں اس شخص کو بھی جو کوڑھی کے ساتھ رہتا ہو، اتفاقی طور پر اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اس مرض کا کچھ حصہ ابتداء لاحق نہ ہو جائے نہ کہ اس تعدی کی وجہ سے جس کی نفی کی گئی، پھر وہ شخص یہ گمان کرے گا کہ بیماری اس کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ہوئی ہے، وہ تعدی کے ثابت ہونے کا اعتقاد رکھے گا اور گناہ میں پڑ جائے گا، پس آپ نے کوڑھی سے دور رہنے کا حکم اس اعتقاد میں پڑنے سے روکنے کی خاطر دیا جو گناہ میں واقع ہونے کا سبب بنتا ہے۔

نکات: - مذکورہ بالا دو احادیث میں تطبیق پیدا کرنے کی دو مقبول صورتیں ہیں جن میں سے ایک کو مصنف نے اختیار کیا، وہ یہ کہ پہلی حدیث اپنی ظاہر پر محمول ہے یعنی تعدی امراض منفی ہے اور کوئی مرض کسی کو منتقل نہیں ہوتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے یہ بیان فرمایا کہ کسی کا مرض دوسرے کو منتقل نہیں ہوتا تو ایک صحابی نے ازراہ استفہام یہ سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم دیکھتے ہیں کہ ایک خارش اونٹ کو جب تندرست اونٹوں کے درمیان چھوڑ دیا جاتا ہے تو کچھ دن بعد وہ بھی خارش ہو جاتے ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ دوسرے کو مرض پہلے اونٹ سے منتقل ہوا ہوگا؟ اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”اچھا یہ بتاؤ پھر پہلے اونٹ کو مرض کس سے منتقل ہوا؟“ یعنی جس ذات نے پہلی دفعہ اُس اونٹ کو بیمار کیا اسی نے بغیر اس سے منتقل کیے بیماری دوسرے میں لگا دی نہ یہ کہ اُس کی بیماری اس کو لگ گئی۔ لہذا ایسا اعتقاد رکھنا باطل ہے، اور دوسری حدیث سید ذرائع کے طور پر وارد ہے یعنی اس وجہ سے کہ کہیں مریض کے ساتھ اختلاط کے بعد اس کو بھی مرض لاحق ہو جائے جس کا لاحق ہونا خالصتاً اللہ کے فیصلے کی بناء پر ہوگا نہ کہ مرض کے

متعدی ہونے کی بناء پر لیکن یہ شخص اس سے یہ اثر لے گا کہ مریض کے ساتھ رہنے کی بناء پر ایسا ہوا ہے تو اس قسم کا عقیدہ رکھنے کی بناء پر وہ شدید گناہ میں مبتلا ہوگا۔ لہذا اس گناہ سے عامۃ الخلق کو بچانے اور زور رکھنے کی غرض سے مریض کے ساتھ اختلاط سے منع فرمایا گیا، اسی کو سد ذرائع کہا جاتا ہے کہ کسی فساد سے بچنے کے لیے کسی جائز کام سے منع کر دینا۔

دوسری تطبیق یہ ہے کہ پہلی حدیث میں بذاتہ متعدی ہونے کی نفی ہے اور دوسری حدیث میں فرار کا حکم اختلاط کے بیماری کا سبب بننے کی بناء پر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

۵ - مَاذَا يَجِبُ عَلَى مَنْ وَجَدَ حَدِيثَيْنِ مُتَعَارِضَيْنِ مَقْبُولَيْنِ ؟ عَلَيْهِ أَنْ يَتَّبِعَ الْمَرَاهِلَ الْآتِيَةَ : (أ) إِذَا أُمِّكِنَ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا : تَعَيَّنَ الْجَمْعُ ، وَوَجِبَ الْعَمَلُ بِهِمَا . (ب) إِذَا لَمْ يُمَكِّنِ الْجَمْعُ بَوَاجِهٍ مِنَ الْوُجُوهِ : ١ فَإِنْ عَلِمَ أَحَدُهُمَا نَاسِخًا : قَدَّمْنَاهُ وَعَمِلْنَا بِهِ ، وَتَرَكْنَا الْمَنْسُوخَ . ٢ وَإِنْ لَمْ يُعْلَمْ ذَلِكَ : رَجَّحْنَا أَحَدَهُمَا عَلَى الْآخَرِ بَوَاجِهٍ مِنْ وَجُوهِ التَّرْجِيحِ الَّتِي تَبْلُغُ خَمْسِينَ وَجْهًا أَوْ أَكْثَرَ ، ثُمَّ عَمِلْنَا بِالرَّاجِحِ . ٣ وَإِنْ لَمْ يَتَرَجَّحْ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ - وَهُوَ نَادِرٌ - تَوَقَّفْنَا عَنِ الْعَمَلِ بِهِمَا حَتَّى يَظْهَرَ لَنَا مُرَجِّحٌ .

۴ - **مراجہ** جس شخص کو دو مقبول و متعارض حدیث ملے، اس کے ذمے کیا لازم ہے؟ اس کے ذمے مندرجہ ذیل مراحل کا اتباع واجب ہے: (۱) جب احادیث کو جمع کرنا ممکن ہو: تو جمع کرنا متعین ہے اور دونوں پر عمل واجب ہے۔ (ب) جب کسی بھی طریقے سے جمع کرنا ممکن نہ ہو تو (۱) اگر ان میں سے ایک کا ناسخ ہونا معلوم ہو جائے: تو ہم اسی کو مقدم رکھیں گے اور اس پر عمل کریں گے اور منسوخ کو چھوڑ دیں گے۔ (۲) اور اگر یہ معلوم نہ ہو: تو ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح کی ان صورتوں میں سے جو پچاس یا اس سے زیادہ بنتی ہیں، کسی صورت کے ساتھ ترجیح دیں گے اور رائج پر عمل کریں گے۔ (۳) اور اگر ایک، دوسرے سے رائج نہ ہو سکے جو کہ بہت کم ہے، تو ہم ان دونوں پر عمل کرنے سے رُک جائیں گے جب تک ہمارے سامنے کوئی باعث ترجیح ظاہر نہ ہو۔

نکات :- جب کسی شخص کے سامنے کسی مسئلے میں دو حدیثیں باہم متعارض پیش ہوں تو اس کے لیے عمل کرنے کے واسطے چند مراحل ہیں: پہلا مرحلہ یہ ہے کہ جب احادیث کے درمیان تطبیق اور موافقت کرنا ممکن ہو تو ایسا کرنا ہی لازم ہے، اسے چاہیے کہ مطابقت پیدا کر کے دونوں پر عمل کرے۔ (ب) اگر تطبیق کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو اس کے تین احکامات ہیں:

(۱) اگر ایک حدیث کا دوسری کے لیے ناسخ ہونا معلوم ہو جائے تو ناسخ پر عمل کرنا واجب ہے اور منسوخ پر عمل نہیں ہوگا۔ ناسخ و منسوخ کی بحث آگے آرہی ہے۔

(۲) اگر نسخ کا علم نہ ہو تو ترجیح کی صورتوں میں سے کسی صورت کے ساتھ ایک حدیث کو دوسری پر راجح قرار دیں گے پھر راجح پر عمل کریں گے اور مرجوح غیر معمول بہ بن جائے گی۔ جیسے ایک حدیث میں ہے کہ مس ذکر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ ذکر بمنزلہ ناک ہے یعنی جیسے ناک کو چھونا ناقض وضو نہیں ہے تو مس ذکر بھی ناقض نہیں۔ احناف و دیگر حضرات نے دوسری حدیث کو ترجیح دی۔ ترجیح کی پچاس سے زائد وجوہات ہیں جن کا حاصل مندرجہ ذیل ہے:

(الف) راوی کی صفات سے ترجیح۔ (ب) تحمل حدیث کی بناء پر ترجیح۔ (ج) روایت کی کیفیت دیکھ کر ترجیح۔ (د) احادیث کے وقت و ورود کے انداز سے ترجیح۔ (ه) الفاظ حدیث کی بناء پر ترجیح۔

(۳) اگر کسی بھی حدیث کو دوسری پر ترجیح نہ دے سکیں تو جب کوئی مرجح سمجھ میں نہ آئیں تو دونوں کے متعلق توقف کیا جائے گا اور ظاہر پر عمل ساقط ہو جائے گا۔

۶ - اَهْمِيَّتُهُ وَمَنْ يَكْمُلُ لَهُ: هَذَا الْفَنُ مِنْ اَهَمِّ عُلُومِ الْحَدِيثِ اِذَا يُضْطَرُّ اِلَى مَعْرِفَتِهِ جَمِيعُ الْعُلَمَاءِ، وَاِنَّمَا يَكْمُلُ لَهُ وَيَمْتَهَرُ فِيهِ الْاَيْمَةُ الْجَامِعُونَ بَيْنَ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ وَالْاُصُولِيُوْنَ الْغَوَاصُّوْنَ عَلَى الْمَعَانِي الدَّقِيقَةِ، وَهَؤُلَاءِ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يُشْكَلُ عَلَيْهِمْ مِنْهُ اِلَّا النَّادِرُ. وَتَعَارُضُ الْاَدِلَّةِ قَدْ شَغَلَ الْعُلَمَاءَ وَفِيهِ ظَهَرَتْ مَوْهِبَتُهُمْ وَدِقَّةُ فَهْمِهِمْ وَحُسْنُ اخْتِيَارِهِمْ كَمَا زَلَّتْ فِيهِ اَقْدَامُ مَنْ خَاضَ غِمَارَهُ مِنْ بَعْضِ الْمُتَطَقِّلِيْنَ عَلَى مَوَائِدِ الْعُلَمَاءِ.

۴۴۴۔ اس کی اہمیت اور اس میں مہارت رکھنے والے: یہ فن علوم حدیث کے اہم فنون میں سے ہے اس لیے کہ اس کی پہچان کی تمام علماء کو ضرورت پڑتی ہے اور اس میں کمال اور مہارت وہ اثنین رکھتے ہیں جو حدیث و فقہ کے جامع ہوتے ہیں اور وہ اصولیین رکھتے ہیں جو باریک معانی کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اس قسم میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی مگر بہت کم ہی۔ دلائل کے تعارض نے علماء کو مشغول رکھا ہے اور اسی میں ان کی قابلیت اور باریک سمجھ اور حسن اختیار ظاہر ہوا جیسا کہ اس بارے میں ان بعض علماء کے دسترخوان پر طفیلی بن کر سمیٹنے والے لوگوں کے قدم پھسلے ہیں جو اس کی گہرائی میں گھسنا چاہتے تھے۔

۴۴۵۔ بلاشبہ متعارض حدیثوں کے درمیان تطبیق کرنا انتہائی مشکل فن ہے اور ہر شخص کو اس میں مہارت نہیں ہوتی، اس کے لیے حدیث و فقہ کی جامعیت اور اصول فقہ میں عبور حاصل ہونا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر اگر محض اہل علم کی چند باتیں معلوم کر کے احادیث میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تو قدم پھسلنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اسی فن میں علماء کی صلاحیتیں اور مہارتوں کا ظہور ہوا ہے اور بڑے بڑے اماموں نے اس میں اپنے کمال علم کے مطابق گفتگو کی ہے اور کئی کتابیں لکھی ہیں، چند کتابوں کا تذکرہ آگے آئے گا۔

۷ - اَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ: (أ) اِخْتِلَافُ الْحَدِيثِ: لِلْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ تَكَلَّمَ وَصَنَّفَ فِيهِ. (ب) تَأْوِيلُ مُخْتَلَفِ الْحَدِيثِ: لِابْنِ قُتَيْبَةَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ. (ج) مُشْكِلُ الْأَثَارِ: لِلطَّحَاوِيِّ أَبِي جَعْفَرٍ أَحْمَدَ بْنِ سَلَامَةَ.

۴۴۶۔ اس میں مشہور ترین تصنیفات: (أ) اختلاف الحدیث: یہ امام شافعیؒ کی تصنیف ہے اور آپ ہی نے سب سے پہلے اس میں گفتگو کی اور تصنیف کی۔ (ب) تاویل مختلف الحدیث: یہ عبد اللہ بن مسلم المعروف بہ ابن قتیبہؒ کی تصنیف ہے۔ (ج) مشکل الآثار: یہ ابو جعفر احمد بن سلامہ طحاویؒ کی تصنیف ہے۔

۴۴۷۔ مختلف الحدیث میں سب سے پہلے امام شافعیؒ نے ”اختلاف الحدیث“ کے نام سے کتاب لکھی، اس میں مختلف متعارض احادیث کے درمیان تطبیق پیدا فرمائی اور جمع بین الحدیثین کی

مثال قائم فرمائی، لیکن یہ کتاب درحقیقت آپ کی دوسری تصنیف ”کتاب الام“ کا ایک حصہ ہے جسے آپ نے جمع بین الحدیثین کی وضاحت کے لیے تحریر فرمایا۔ بعد ازاں عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ متوفی ۲۷۱ھ نے اس فن پر ”تاویل مختلف الحدیث“ کے نام سے کتاب تحریر فرمائی لیکن اس کتاب میں بعض نامقبول تاویلات بھی ہیں اور یہ مختصر کتاب ہے۔

چوتھی صدی ہجری میں فقہ حنفی کے امام، احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے ”مشکل الاخبار ومعانی الآثار“ کے نام سے لاجواب کتاب تحریر فرمائی اور خود ہی اس کی شرح بھی فرمائی جو پاک و ہند کی دینی درس گاہوں میں داخل نصاب ہے۔ امام طحاوی نے مصر، یمن، بصرہ، کوفہ، حجاز، شام، خراسان اور مغرب کے بیشتر مشائخ سے حدیث حاصل کی تھی۔ ہر مسلک کے اہل علم آپ سے استفادہ کے لیے مضر آتے تھے اور آپ کی علمی جامعیت نے حیرت زدہ رہ جاتے تھے۔ اسی طرح ابن خزیمہ کو بھی جمع بین الحدیثین کی مہارت حاصل تھی۔

نَاسِخُ الْحَدِيثِ وَمَنْسُوخُهُ

۱ - تَعْرِيفُ النَّسْخِ : (أ) لُغَةً : لَهُ مَعْنِيَانِ : الْإِزَالَةُ، وَمِنْهُ نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ أَيْ أَزَالَتْهُ، وَالنَّقْلُ وَمِنْهُ نَسَخْتُ الْكِتَابَ إِذَا نَقَلْتُ مَا فِيهِ فَكَأَنَّ النَّاسِخَ قَدْ أَزَالَ الْمَنْسُوخَ أَوْ نَقَلَهُ إِلَى حُكْمٍ آخَرَ. (ب) اصطلاحاً : رَفَعَ الشَّارِعُ حُكْمًا مِنْهُ مُتَقَدِّمًا بِحُكْمٍ مِنْهُ مُتَأَخِّرٍ.

معنی: ناسخ و منسوخ حدیث: نسخ کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے اس کے دو معانی ہیں: ہٹانا، اسی سے کہا جاتا ہے نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ یعنی سورج نے سایہ کو ہٹایا، اور منتقل کرنا، اسی سے کہا جاتا ہے: نَسَخْتُ الْكِتَابَ جب آپ کتاب میں موجود باتیں منتقل کریں۔ گویا ناسخ نے منسوخ کو ہٹایا ہے یا اسے دوسرے حکم کی طرف منتقل کیا ہے۔ (ب) اصطلاحی اعتبار سے: شارع کا اپنے پہلے حکم کو بعد والے حکم کے ذریعے اٹھا لینا۔

شرح: ۱ - نسخ باب فتح کا مصدر ہے، لغت میں اس کے دو معانی آتے ہیں: ایک ”ہٹانا، زائل

کرنا“ جیسے نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ (سورج نے یعنی دھوپ نے سایے کو ہٹایا) اور دوسرے ”منتقل کرنا“ جیسے نَسَخْتُ الْكِتَابَ (میں نے کتاب کی باتیں منتقل کیں اور دوسری جگہ لکھیں)، اصطلاح میں نسخ کے معنی شارع یعنی اللہ تعالیٰ کا اپنے سابقہ حکم کو مابعد حکم کے ساتھ ختم کر دینا۔ پہلا حکم منسوخ اور دوسرا نسخ کہلائے گا۔ شارع مجازاً حضور اکرم ﷺ کو بھی کہتے ہیں۔

۲ - أَهَمِّيَّتُهُ وَصُعُوبَتُهُ وَأَشْهَرُ الْمُبْرِزِينَ فِيهِ : مَعْرِفَةُ نَاسِخِ الْحَدِيثِ مِنْ مَنْسُوخِهِ
فَنُفْهِمُ صَعْبٌ فَقَدْ قَالَ الزُّهْرِيُّ : ”أَعْيَا الْفُقَهَاءَ وَأَعْجَزَهُمْ أَنْ يَعْرِفُوا نَاسِخَ
الْحَدِيثِ مِنْ مَنْسُوخِهِ“ . وَأَشْهَرُ الْمُبْرِزِينَ فِيهِ هُوَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ فَقَدْ كَانَتْ لَهُ
فِيهِ الْيَدُ الطَّوْلَى وَالسَّابِقَةُ الْأُولَى . قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ لِابْنِ وَارَةَ - وَقَدْ قَدِمَ مِنْ
مِصْرَ - كُتِبَتْ كُتُبُ الشَّافِعِيِّ ؟ قَالَ : لَا ، قَالَ : فَرُطْتَ مَا عَلِمْنَا الْمُجْمَلُ مِنَ
الْمُفَسِّرِ وَلَا نَاسِخَ الْحَدِيثِ مِنْ مَنْسُوخِهِ حَتَّى جَالَسْنَا الشَّافِعِيَّ .

ترجمہ اس کی اہمیت اور دشواری اور اس میں مشہور با کمال شخصیات: نسخ اور منسوخ حدیث کو پہچاننا اہم اور مشکل فن ہے، چنانچہ زہریؒ نے فرمایا: نسخ و منسوخ حدیث کی معرفت (یعنی ان میں تمیز کی محنت) نے فقہاء کو در ماندہ و عاجز کر دیا۔ اس فن کے سب سے مشہور ماہر امام شافعیؒ ہیں کیونکہ آپ کو اس میں کامل و سترس اور بڑی سبقت حاصل رہی۔ امام احمدؒ نے ابن وارہ سے جب وہ مصر سے واپس آئے تھے، پوچھا: آپ نے امام شافعیؒ کی کتابیں لکھ لی ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے کہا: تم نے حق تلفی کی، ہم نے اس وقت تک مجمل و مفسر اور نسخ و منسوخ حدیثوں میں فرق نہیں پہچانا جب تک امام شافعیؒ کی مجلس میں نہیں بیٹھے۔

شرح ۱ :- نسخ و منسوخ کا علم بہت مشکل ہونے کے ساتھ اہم ترین بھی ہے کیونکہ اس پر اکثر احکام کا دار و مدار ہے یہی وجہ ہے کہ فقہاء اس کی پہچان میں سرگرداں رہے اور اسی میں مصروف کار ہوئے، اس لیے کہ منسوخ پر عمل کرنا جائز نہیں اور نسخ کی پہچان ہر کسی کی بس کی بات نہیں۔ حضرت حذیفہؓ سے کسی نے فتویٰ حاصل کرنا چاہا تو انہوں نے فرمایا: فتویٰ تو اسے دینا چاہیے جسے نسخ و منسوخ کا علم ہو۔ امام زہریؒ کا قول ہے کہ نسخ و منسوخ کی تمیز نے فقہاء کو عاجز کر دیا۔ اس

کے باوجود اس میں مہارت رکھتے تھے۔ امام شافعیؒ اس فن کی نمایاں شخصیت ہیں جنہیں کامل دسترس حاصل تھی۔ امام احمدؒ نے ابن دارہ کو اسی بناء پر تنبیہ فرمائی کہ جب امام شافعیؒ کی کتابیں تم نے حاصل نہیں کیں تو ناخ و منسوخ اور مجمل و مفسر کو کیسے پہچانو گے؟۔ اسی طرح امام ابو حنیفہؒ بڑی شدت کے ساتھ ناخ و منسوخ احادیث کی تحقیق فرماتے تھے، کوفہ جو اس زمانہ میں علم کا گھر کہلاتا تھا اس میں جتنے محدثیں تھے، سب کی احادیث کو جمع فرمایا تھا اور جب کوئی باہر سے محدث آتے تو شاگردوں کو حکم فرماتے کہ ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہو جو اپنے پاس نہ ہو تو اس کی تحقیق کرو۔

۳- بِمَ يُعْرِفُ النَّاسِخُ مِنَ الْمَنْسُوخِ ؟ يُعْرِفُ نَاسِخُ الْحَدِيثِ مِنَ الْمَنْسُوخِ بِأَحَدِ هَذِهِ الْأُمُورِ : (أ) بِتَضَرُّيخِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ : كَحَدِيثِ بُرَيْدَةَ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ : ” كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَرُودُوهَا فَإِنَّهَا تَذَكِّرُ الْآخِرَةَ “ . (ب) بِقَوْلِ صَحَابِيٍّ : كَقَوْلِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ : ” كَانَ آخِرَ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَرْكُ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ “ أَخْرَجَهُ أَصْحَابُ السُّنَنِ . (ج) بِمَعْرِفَةِ التَّارِيخِ : كَحَدِيثِ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ ” أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ “ [أَبُو دَاوُدَ] بِحَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اخْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ صَائِمٌ . [مُسْلِمٌ] فَقَدْ جَاءَ فِي بَعْضِ طُرُقِ حَدِيثِ شَدَّادٍ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ زَمَنَ الْفَتْحِ ، وَأَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ صَحْبَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ . (د) بِدَلَالَةِ الْإِجْمَاعِ : كَحَدِيثِ ” مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ “ . [أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ] قَالَ النَّوَوِيُّ : ” دَلَّ الْإِجْمَاعُ عَلَى نَسْخِهِ “ . وَالْإِجْمَاعُ لَا يَنْسَخُ وَلَا يُنْسَخُ وَلَكِنْ يَدُلُّ عَلَى نَاسِخٍ .

مذہب صحابہ ناخ و منسوخ میں تمیز کس طرح ہوتی ہے؟ ناخ حدیث کو منسوخ حدیث سے الگ مندرجہ ذیل امور میں سے کسی کے ساتھ کیا جاتا ہے: (ا) رسول اللہ ﷺ کے واضح ارشاد کے ساتھ جیسے مسلم میں حضرت بریدؓ کی حدیث ہے ” میں نے تمہیں قبور کی زیارت سے منع کیا تھا سو اب ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں “۔ (ب) کسی صحابی کے قول کے ساتھ جیسے حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو نہ

کرنا تھا۔ سنن اربعہ کے مصنفین نے اس حدیث کو، وایت کیا۔ (ج) تاریخ جاننے کے ساتھ جیسے حضرت شداد بن اوسؓ کی حدیث کہ ”کچھنے لگانے والے اور جس کے کچھنے لگائے گئے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا“ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کہ ”نبی کریم ﷺ نے بحالت احرام وروزہ کچھنے لگوائے“ کے ساتھ۔ چنانچہ حضرت شدادؓ کی حدیث کے بعض طرق میں آیا ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے وقت پیش آیا اور یقیناً ابن عباسؓ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ (د) اجماع کی دلالت کے ساتھ جیسے حدیث ”جس نے شراب پی اسے کوڑے لگاؤ، اگر چوتھی بار پئے تو اس کو مار ڈالو“، امام نوویؒ نے کہا: اجماع سے اس کا منسوخ ہونا معلوم ہوا، اور اجماع نہ ناسخ بن سکتا ہے نہ منسوخ مگر کسی ناسخ کو بتلا سکتا ہے۔

شعبہ ۱:- ناسخ و منسوخ کے معلوم کرنے کے چار طریقے معروف ہیں: (۱) خود حدیث میں ہی اس کا بیان آجائے مثلاً آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا مگر اب زیارت کر لیا کرو کیونکہ اس سے آخرت یاد آتی ہے“۔ اس حدیث میں سابقہ حکم جو کہ زیارت کا ممنوع ہونا تھا، کے منسوخ ہو جانے کی صراحت ہے۔

(۲) صحابی کے قول سے پتہ چل جائے مثلاً ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو کرنے کا حکم دیا چنانچہ اہل ظواہر کے نزدیک وضو لازم ہے۔ مگر اشین اربعہ کے نزدیک آگ پر پکی چیز کھا لینے سے وضو لازم نہیں، کیونکہ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کا آخری عمل آگ والی چیز کھا کر وضو نہ بنانا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وضو بنانے سے متعلق حدیث منسوخ ہو چکی۔ یہ صحابی کے قول سے معلوم ہوا۔

(۳) دونوں حدیث متقدم و متاخر ہوں اور ہر ایک کی تاریخ معلوم ہو جائے جیسے حضرت شدادؓ کی حدیث جس کے مطابق آنحضرت ﷺ نے کچھنے لگانے سے روزہ ٹوٹنے کا حکم فرمایا اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث جس کے مطابق آنحضرت ﷺ نے خود روزے اور احرام کی حالت میں کچھنے لگوائے۔ تمام طرق جمع کرنے سے معلوم ہوا کہ حضرت شدادؓ کی حدیث فتح مکہ کے موقع پر ہے جو کہ ۸ھ میں ہوئی اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے نبی کریم ﷺ کو حالت احرام

میں حجۃ الوداع کے موقع پر دیکھا۔ حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ میں ہے لہذا حدیث شداذ متقدم اور حدیث ابن عباس متاخر ہے پس حکم لگانا آسان ہوا کہ حدیث شداذ منسوخ اور حدیث ابن عباس اس کے لیے ناسخ ہے۔

(۴) اجماع امت کے ذریعے علم ہو جائے جیسے حدیث میں ہے کہ جو کوڑے لگتے رہنے کے باوجود چوٹھی بار شراب پئے اسے قتل کر دیا جائے مگر اجماع امت ہے کہ شرابی کی حد کوڑے لگانا ہی ہے اگرچہ چوٹھی دفعہ بھی پئے۔ صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد والوں کا شرابی کے عدم قتل پر اجماع مذکورہ بالا حدیث کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ خلاف نص اجماع منعقد نہیں ہوتا جب تک وہ منسوخ نہ ہو۔ البتہ اس میں ایک بات یہ ہے کہ خود حدیث میں بھی نبی کریم ﷺ سے اس کے بعد شرابی کو چوٹھی بار قتل نہ کرنا منقول ہے۔ لہذا یہ اجماع کی صریح مثال نہیں۔

ناسخ کے لیے شرط ہے کہ وہ منسوخ سے قوی ہو یا اس کے فی رتبہ۔ اجماع کا رتبہ کتاب و سنت کے بعد ہے کیونکہ وہ دونوں اجماع کے مآخذ ہیں لہذا اجماع، کتاب و سنت کے لیے ناسخ نہیں کہیں۔ البتہ اس بات پر دلالت کہیں ہے کہ کتاب و سنت کا یہ حکم، دوسرے کسی حکم سے منسوخ ہے۔

۴ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ: (أ) الْإِعْتِبَارُ فِي النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوخِ مِنَ الْآثَارِ لِأَبِي بَكْرٍ مُحَمَّدٍ بْنِ مُوسَى الْحَازِمِيِّ. (ب) النَّاسِخُ وَالْمَنْسُوخُ لِلْإِمَامِ أَحْمَدَ. (ج) تَجْرِيدُ الْأَحَادِيثِ الْمَنْسُوخَةِ لِابْنِ الْجَوَازِيِّ.

ترجمہ: اس فن میں مشہور ترین تصانیف: (أ) الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار: یہ ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی کی تصنیف ہے۔ (ب) الناسخ والمنسوخ: یہ امام احمد کی تصنیف ہے۔ (ج) تجرید الأحادیث المنسوخة: یہ ابن جوزی کی تصنیف ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

الفصل الثالث : الخبر المردود

- الْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : الضَّعِيفُ . - الْمَبْحَثُ الثَّانِي : الْمَرْدُودُ بِسَبَبِ سَقْطٍ مِنَ الْإِسْنَادِ . - الْمَبْحَثُ الثَّالِثُ : الْمَرْدُودُ بِسَبَبِ طَعْنٍ فِي الرَّاوِي .

۴۴ - **رحمہ** فصل ثالث: خبر مردود کا بیان۔ بحث اول: ضعیف۔ بحث دوم: سقوط سند کے باعث مردود۔ بحث سوم: راوی پر جرح کے باعث مردود۔

تشریح :- الباب الاول کی فصل اول کے اخیر میں خبر آحاد کی دو قسموں کا بیان گزرا تھا ایک کا نام خبر مقبول اور دوسری کا نام خبر مردود تھا۔ خبر مقبول کے بیان سے فراغت پا کر اب خبر مردود کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے۔

الخبر المردود وأسباب ردّه

۱ - تَعْرِيفُهُ : هُوَ الَّذِي لَمْ يَتَرَجَّحْ صِدْقُ الْمُخْبَرِ بِهِ . وَذَلِكَ بِفَقْدِ شَرْطٍ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ شُرُوطِ الْقَبُولِ الَّتِي مَرَّتْ بِنَافِي بَحْثِ الصَّحِيحِ . ۲ - أَقْسَامُهُ وَأَسْبَابُ رَدِّهِ : لَقَدْ قَسَمَ الْعُلَمَاءُ الْخَبَرَ الْمَرْدُودَ إِلَى أَقْسَامٍ كَثِيرَةٍ ، وَأَطْلَقُوا عَلَى كَثِيرٍ مِنْ تِلْكَ الْأَقْسَامِ أَسْمَاءً خَاصَّةً بِهَا ، وَمِنْهَا مَا لَمْ يُطْلَقُوا عَلَيْهَا اسْمًا خَاصًّا بِهَا بَلْ سَمَوْهَا بِاسْمٍ عَامٍّ هُوَ "الضَّعِيفُ" . أَمَّا أَسْبَابُ رَدِّ الْحَدِيثِ فَكَثِيرَةٌ ، لَكِنَّا تَرَجَّعُ بِالْجُمْلَةِ إِلَى أَحَدٍ سَبْعِينَ رِئِيسِينَ هُمَا : (أ) سَقْطٌ مِنَ الْإِسْنَادِ . (ب) طَعْنٌ فِي الرَّاوِي . وَتَحْتَ كُلِّ مِنْ هَذَيْنِ السَّبَبَيْنِ أَنْوَاعٌ مُتَعَدِّدَةٌ ، سَأَتَكَلَّمُ عَنْهَا بِأَبْحَاثٍ مُسْتَقِلَّةٍ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى مُبْتَدِئًا بِبَحْثِ "الضَّعِيفِ" الَّذِي يُعْتَبَرُ هُوَ الْإِسْمُ الْعَامُّ لِنَوْعِ الْمَرْدُودِ .

۴۴ - **رحمہ** خبر مردود اور اس کے رد کے اسباب۔ اس کی تعریف: یہ وہ حدیث ہے جس میں اس کے خبر دینے والے کی سچائی غالب نہ ہو، اور ایسا قبول کی شرائط میں سے جن کا ذکر فی صحیح کی بحث میں کر چکے ہیں، ایک یا ایک سے زیادہ شرطوں کے نہ پاتے جانے کی بناء ہوتا ہے۔ اس کی قسمیں اور رد کیے جانے کے اسباب: تحقیق علماء نے خبر مردود کی بہت سی قسمیں مقرر کی ہیں اور ان میں سے کئی قسموں

پر انہی کے ساتھ مخصوص ناموں کا اطلاق کیا ہے، اور ان میں کچھ ایسی قسمیں بھی ہیں جن پر انہوں نے خاص نام کا اطلاق نہیں کیا بلکہ اس کا ایک عام نام یعنی ضعیف مقرر کیا ہے۔ جہاں تک حدیث کے مردود ہونے کے اسباب کا تعلق ہے تو وہ زیادہ ہیں مگر مجموعی طور پر ان سب کا حاصل دو بنیادی اسباب ہیں، وہ یہ ہیں: (۱) اسناد کے کسی حصہ میں سقوط۔ (ب) راوی پر جرح۔ ان میں سے ہر سبب کے تحت کئی اقسام ہیں، میں مستقل اسباب کے ذریعے ان کے متعلق گفتگو کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ، ابتداء ضعیف کی بحث سے کروں گا جو کہ نوع مردود کا ایک عام نام فرض کیا جاتا ہے۔

نکات :- یہاں سے خبر مردود کی تعریف اور اس کے بعد اس کے مردود اور غیر مقبول ہونے کے اسباب پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ خبر مردود اس خبر کو کہتے ہیں جس کے خبر دینے والے کی سچائی اس کے کذب کے احتمال سے راجح نہ ہو، اس کو مردود اس لیے کہتے ہیں کہ انسان ایسی خبر سن کر اسے واپس کر دیتا ہے یعنی قبول نہیں کرتا۔ سچائی راجح نہ ہونے کی لکن قبولیت کی شرائط کا مفقود ہونا ہے، یا تو اکثر شرائط مفقود ہوں گی یا پھر بعض شرطیں نہیں پائی جائیں گی جس کی لکن سے خبر مردود ہو جائے گی۔ خبر مردود کی بہت قسمیں ہیں۔

چنانچہ بعض حضرات کے نزدیک اس کی اقسام ۴۲ ہیں، بعض دوسرے حضرات کے نزدیک ۶۳ ہیں لکھا علامہ مناویؒ کے نزدیک اس کی اقسام ۱۲۹ ہیں۔ ان میں سے بہت سی قسمیں تو ایسی ہیں کہ علماء نے ان کا ایک خاص نام تجویز کیا ہوا ہے مثلاً واضح حدیث کی حدیث کو ”موضوع“ کہتے ہیں اور متہم باب کی حدیث کو ”متروک“ کہتے ہیں لیکن بعض قسمیں ایسی بھی ہیں جن کا خاص نام نہیں جیسے ناسق اور بدعتی کی حدیث کا الگ سے کوئم نام مقرر نہیں بلکہ انہیں مشترکہ طور ایک ہی نام سے یاد کیا جاتا ہے مثلاً ضعیف کہہ دیا کرتے ہیں۔

الْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : الضَّعِيفُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : ضِدُّ الْقَوِيِّ، وَالضَّعْفُ حِسِّيٌّ وَمَعْنَوِيٌّ، وَالْمُرَادُ بِهِ هُنَا الضَّعْفُ الْمَعْنَوِيُّ. (ب) إِصْطِلَاحًا : هُوَ مَا لَمْ يَجْمَعْ صِفَةَ الْحَسَنِ بِفَقْدِ شَرْطٍ مِنْ

شُرُوطُهُ . قَالَ الْبَيْهَقِيُّ فِي مَنْظُومَتِهِ :

وَ كُلُّ مَا عَنِ رُتْبَةِ الْحُسْنِ قَصُرُ
فَهُوَ الضَّعِيفُ وَهُوَ أَقْسَامُ كَثُرُ

۴۴۔ ترجمہ بحث اول: ضعیف۔ اس کی تعریف: (ا) لغت کے اعتبار سے: یہ قوی کا ضد ہے اور ضعیف حسی بھی ہوتا ہے اور معنوی بھی۔ یہاں پر اس سے مراد ضعیف معنوی ہے۔ (ب) اصطلاحی اعتبار سے: وہ حدیث جس میں حسن کی شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہونے کی لکڑ سے حسن کی صفت جمع نہ ہو سکے۔ بیقوہم نے اپنی منظومہ میں کہا ہے: اور جو بھی حسن کے رتبے سے قاصر رہے وہ ضعیف ہے اور اس کی بہت سی قسمیں ہیں۔

نکات ۱:- ضعیف کے لغوی معنی کمزور کے آتے ہیں، یہ صفت مشبہ ہے اور قوی کا ضد ہے۔ ضعیف دو طرح پر ہے: ایک ضعیف حسی یعنی جسمانی طور پر کوئی چیز کمزور ہو جائے اور دوسرے ضعیف معنوی یعنی حساً اس کی کمزوری معلوم نہ کی جاسکے کیونکہ اس چیز کا تعلق جسم سے نہیں ہوگا بلکہ وہ معنی کے قبیل سے ہوگا جیسے کسی کے کلام کا مضبوط یا کمزور ہونا۔ یہ حسی ضعیف نہیں جسے مشاہدہ کیا جائے۔ احادیث کا ضعیف بھی معنوی ہے۔ ضعیف کے اصطلاحی معنی: وہ حدیث جس کے اندر حسن کی کوئی شرط مفقود ہو یعنی حسن ہونے کی جو شرائط مقرر ہیں ان میں سے اکثر شرطیں یا ان میں سے ایک شرط نہ پائے جائے۔ بیقوہم نے اپنے اشعار میں اسی کے متعلق کہا ہے کہ جو حدیث حسن کے درجے تک نہ پہنچ سکے وہ ضعیف ہے اور اس کی بہت اقسام ہیں۔

۲ - تَفَاوُتُهُ : وَتَفَاوُتُ ضَعْفُهُ بِحَسَبِ شِدَّةِ ضَعْفِ رَوَاتِهِ وَخِفَّتِهِ كَمَا يَتَفَاوَتُ

الصَّحِيحُ، فَمِنْهُ الضَّعِيفُ وَمِنْهُ الضَّعِيفُ جِدًّا وَمِنْهُ الْوَاهِي وَمِنْهُ الْمُنْكَرُ، وَشَرُّ

أَنْوَاعِهِ الْمَوْضُوعُ .

۴۴۔ ترجمہ ضعیف احادیث کا تفاوت: حدیث ضعیف کا ضعیف اس کے رواۃ کے ضعیف کی شدت اور خفت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے جیسا کہ صحیح مختلف ہوتا ہے، چنانچہ اس میں ضعیف بھی ہے، ضعیف جداً بھی ہے، واہی بھی ہے اور منکر بھی ہے اور سب سے بدتر قسم ”موضوع“ ہے۔

نکات ۱:- جس طرح حدیث صحیح کے مختلف اعتبارات سے مراتب مختلف ہیں اسی طرح حدیث

ضعیف کے تحت جو اقسام ہیں وہ سب بھی اپنے راوی کے اندر ضعف کے کم یا زیادہ ہونے کے اعتبار سے مختلف درجات اور مراتب میں منقسم ہیں۔ تفاوت سے مراد یہی فرق مراتب ہے۔ چنانچہ کبھی راوی کے اعتبار سے حدیث کو صرف ضعیف کہا جاتا ہے، کبھی ضعیف جداً، کبھی واہی اور کبھی منکر۔ البتہ ضعیف کی سب سے بدتر قسم وہ ہے جس کو موضوع کہا جاتا ہے، اس کا بیان تفصیلاً آج گا۔

۳ - اَوْهَى الْأَسَانِيدِ : وَبِنَاءٍ عَلَى مَا تَقَدَّمَ فِي "الصَّحِيحِ" مِنْ ذِكْرِ أَصَحِّ الْأَسَانِيدِ، فَقَدْ ذَكَرَ الْعُلَمَاءُ فِي بَحْثِ "الضَّعِيفِ" مَا يُسَمَّى بِـ "اَوْهَى الْأَسَانِيدِ" وَقَدْ ذَكَرَ الْحَاكِمُ النَّيْسَابُورِيُّ جُمْلَةً كَثِيرَةً مِنْ "اَوْهَى الْأَسَانِيدِ" بِالنِّسْبَةِ إِلَى بَعْضِ الصَّحَابَةِ أَوْ بَعْضِ الْجِهَاتِ وَالْبُلْدَانِ، وَأَذْكَرُ بَعْضِ الْأَمْثَلَةِ مِنْ كِتَابِ الْحَاكِمِ وَغَيْرِهِ: (أ) اَوْهَى الْأَسَانِيدِ بِالنِّسْبَةِ لِأَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: صَدَقَةُ بْنُ مُوسَى الدَّقِيقِيُّ عَنْ فَرْقَدِ السَّبْخِيِّ عَنْ مُرَّةَ الطَّيِّبِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ. (ب) اَوْهَى الْأَسَانِيدِ الشَّامِيِّنَ "مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ الْمَصْلُوبُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ". (ج) اَوْهَى الْأَسَانِيدِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا "السُّدِّيُّ الصَّغِيرُ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ عَنِ الْكَلْبِيِّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ" قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ: "هَذِهِ سِلْسِلَةُ الْكَذِبِ لَا سِلْسِلَةُ الذَّهَبِ".

۴۔ سب سے واہی سند: صحیح میں گزرے ہوئے صحیح الاسانید کے ذکر کی بنیاد پر علماء نے ضعیف کی بحث میں بھی وہ حدیث ذکر کی ہے جس کا نام "اَوْهَى الْأَسَانِيدِ" رکھا جاتا ہے اور حاکم نیشاپوری نے بعض صحابہ یا بعض علاقوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے اَوْهَى الْأَسَانِيدِ کا ایک بڑا مجموعہ ذکر کیا ہے، میں حاکم اور دیگر حضرات کی کتاب سے چند مثالیں ذکر کرتا ہوں: (أ) حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نسبت سے اَوْهَى الْأَسَانِيدِ: صدقہ بن موسیٰ دققیقی بواسطہ فرقہ سخی، وہ مرہ الطیب سے اور وہ حضرت ابو بکرؓ سے۔ (ب) شام والوں کی اَوْهَى الْأَسَانِيدِ: محمد بن قیس المصلوب بواسطہ عبید اللہ بن زحر، وہ بواسطہ علی بن یزید، قاسم سے اور وہ حضرت ابو امامہؓ سے۔ (ج) حضرت ابن عباسؓ کی نسبت اَوْهَى الْأَسَانِيدِ: محمد بن مروان المعروف بہ السدی الصغیر بواسطہ کلبی، وہ بواسطہ

ابوصالح حضرت ابن عباسؓ سے۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا: یہ جھوٹ کی لڑی (ہار) ہے، سونے کی نہیں۔
شرح ۱ :- ”اوہی“ یہ ”واہ“ ہی کا اسم تفصیل ہے جس کے معنی کمزور اور ڈھیلے ہونے کے آتے ہیں تو ”اوہی“ کے معنی ہو تھ ”زیادہ کمزور، زیادہ ڈھیلا“۔ ابھی اوپر بیان ہوا تھا کہ صحیح کی طرح ضعیف کے بھی مراتب مقرر کر دیئے گئے ہیں، پس جس طرح صحیح میں صحت کا اعلیٰ مرتبہ اصح الا سانیہ کا ہوتا ہے، اسی طرح ضعیف میں بھی ضعف کا اعلیٰ مرتبہ ”اوہی الا سانیہ“ کا ہوا کرتا ہے اور جس طرح علی الاطلاق اصح کا اطلاق کسی سند پر مشکل ہے اسی طرح ضعیف میں علی الاطلاق ”اوہی“ کا اطلاق نہیں کیا جاتا بلکہ کسی خاص شخصیت یا علاقہ کی طرف نسبت کر کے زیادہ ضعیف و کمزور ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔ یوں تو حاکم نیشاپوریؒ نے بہت سارے صحابہ اور بہت سے علاقہ والوں کی بنسبت ”اوہی الا سانیہ“ ذکر کی ہیں جن کا ذکر طویل ہو جا تھ گا مگر ان میں سے چار اوہی اسانیہ یہاں بھی مذکور ہیں۔ آخری سند پر حافظ ابن حجرؒ نے یہ کہہ کر تبصرہ کیا ہے کہ یہ جھوٹ کی لڑی ہے نہ کہ سونے کی۔ یعنی لڑی (ہار) تو دراصل سونے کی ہو ہم چاہیے جسے پسند کیا جا تھ مگر یہ ضعیف رواۃ کے ناموں کی لڑی ہے جو ناپسندیدہ ہے۔

۴ - مِثَالُهُ : مَا أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ مِنْ طَرِيقِ حَكِيمِ الْأَثَرَمِ عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهَجِيمِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ”مَنْ أَتَى حَائِضًا أَوْ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا أَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ“ ثُمَّ قَالَ التِّرْمِذِيُّ بَعْدَ إِخْرَاجِهِ ”لَا نَعْرِفُ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حَكِيمِ الْأَثَرَمِ عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهَجِيمِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ“ ثُمَّ قَالَ : ”وَضَعَفَ مُحَمَّدٌ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ قَبْلِ إِسْنَادِهِ“ . قُلْتُ : لِأَنَّ فِي إِسْنَادِهِ حَكِيمًا الْأَثَرَمَ وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْعُلَمَاءُ فَقَدْ قَالَ عَنْهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِي تَقْرِيبِ التَّهْذِيبِ ”فِيهِ لَيْنٌ“ .

ترجمہ اس کی مثال: وہ حدیث جس کو امام ترمذیؒ نے حکیم الاثرم کی سند سے بواسطہ ابو تیمہ جیحی اور وہ بواسطہ ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے حائضہ عورت سے جنسی عمل کیا یا کسی عورت سے دبر کی جانب سے ملایا کاہن کے پاس آیا تو اس نے اس وحی کا

انکار کیا جو محمد (ﷺ) پر اتاری گئی۔ اس کے نقل کرنے کے بعد امام ترمذی نے کہا ہے ”نی اس حدیث کو نہیں پہچانتے مگر حکیم الاثرم عن ابی تمیمہ بنیحی عن ابی ہریرہ“ کی سند سے، پھر کہا: محمد نے اس حدیث کو اس کی اسناد کی لکڑ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں: اس لیے کہ اس کی اسناد میں حکیم الاثرم موجود ہے اور علماء نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، اس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں کہا ہے: ”فیہ لین“ (اس میں کمزوری ہے)۔

شعبہ ۱:- ضعیف کی مثال حکیم اثرم نامی راوی کی وہ حدیث ہے جس کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی، محمد یعنی امام بخاری کے حوالے سے کہتے ہیں کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مصنف نے کہا: ضعیف ہونے کی لکڑ حکیم اثرم ہے کیونکہ علماء نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ حافظ ابن حجر اس کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ”فیہ لین“ یہ تضعیف کے کلمات ہیں لہذا ضعیف راوی کی لکڑ سے حدیث بھی ضعیف ہوگئی۔

۵ - حُكْمُ رِوَايَتِهِ : يَجُوزُ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَغَيْرِهِمْ رِوَايَةُ الْأَحَادِيثِ الضَّعِيفَةِ وَالتَّسَاهُلُ فِي أَسَانِيدِهَا مِنْ غَيْرِ بَيَانٍ ضَعْفِهَا - بِخِلَافِ الْأَحَادِيثِ الْمَوْضُوعَةِ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ رِوَايَتُهَا إِلَّا مَعَ بَيَانٍ وَضَعِهَا - بِشَرْطَيْنِ : (أ) أَنْ لَا تَتَعَلَّقَ بِالْعَقَائِدِ، كَصِفَاتِ اللَّهِ تَعَالَى . (ب) أَنْ لَا تَكُونَ فِي بَيَانِ الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ . يَعْنِي يَجُوزُ رِوَايَتُهَا فِي مِثْلِ الْمَوَاعِظِ وَالتَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَالْقِصَصِ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ، وَمَنْ رَوَى عَنْهُ التَّسَاهُلُ فِي رِوَايَتِهَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ . وَيَنْبَغِي التَّنَبُّهُ إِلَى أَنَّكَ إِذَا رَوَيْتَهَا مِنْ غَيْرِ إِسْنَادٍ فَلَا تَقُلْ فِيهَا : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَذَا، وَإِنَّمَا تَقُولُ : رَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَذَا، أَوْ بَلَّغْنَا عَنْهُ كَذَا وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ لِئَلَّا تَجْزِمَ بِنِسْبَةِ ذَلِكَ الْحَدِيثِ لِلرَّسُولِ ﷺ وَأَنْتَ تَعْرِفُ ضَعْفَهُ .

ملاحظہ فرمائیے: اس کے روایت کرنے کا حکم: محدثین اور دوسرے حضرات کے نزدیک ضعیف احادیث کا روایت کرنا اور اس کی اسانید میں نرمی برتنا لکھا ضعیف کی وضاحت بھی نہ کی جا تی دو

شرطوں کے ساتھ جائز ہے مگر وہ احادیث موضوع نہ ہو کہ ان کی روایت نقل کرنا وضع کی وضاحت کے بغیر ناجائز ہے: (۱) عقائد سے متعلق نہ ہوں جیسے اللہ تعالیٰ کی صفات۔ (ب) ان احکام شرعیہ کے بیان میں نہ ہوں جن کا تعلق حلال و حرام سے ہے۔ یعنی ضعیف احادیث کی روایت موعظ، ترغیب و ترہیب، قصوں اور ان جیسی چیزوں میں جائز ہے۔ جن حضرات سے ضعیف احادیث کی روایت میں تساہل منقول ہے ان میں سفیان ثوری، عبد الرحمن بن مہدی اور احمد بن حنبل شامل ہیں۔ اس طرف ٹکنا ضروری ہے کہ آپ جب بھی ضعیف احادیث اسناد کے بغیر روایت کریں تو یہ نہ عقیدہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا۔ آپ تو یہ عقیدہ گے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس طرح مروی ہے یا ہمیں آپ ﷺ کے بارے میں اس طرح پہنچا ہے یا ان جیسے اور الفاظ، تا کہ اس حدیث کی رسول اللہ ﷺ کی طرف یقین کے ساتھ نسبت نہ کریں لکھا آپ کو اس کا ضعیف ہونا معلوم ہے۔

نکتہ ۱:- وہ ضعیف حدیث جو موضوع نہ ہو، علماء و ائمہ نے اس کی روایت میں زیادہ سختی نہیں برتی ہے بلکہ نرمی سے کام لیا ہے چنانچہ امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری اور عبد الرحمن بن مہدی جیسے ائمہ نے اس میں تساہل کیا ہے، احادیث کے ضعف کی وضاحت کرنا بھی ضروری نہیں البتہ اس کے لیے دو شرطوں کا لحاظ ضروری ہے: (۱) یہ کہ ضعیف کا تعلق عقائد سے نہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی صفات وغیرہ، پس اگر ضعیف احادیث عقائد سے متعلق ہوں تو ان کے ضعف کو بتانا لازم ہوگا۔ (۲) حلال و حرام جیسے احکام شرعیہ سے متعلق نہ ہوں، لہذا اگر ان احکام سے متعلق احادیث ضعیفہ ہوں تو پھر بھی ضعف کی وضاحت ضروری ہوگی۔

اسی طرح یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اگر ضعیف سے مراد موضوع حدیث ہو تو یہ بتانا لازم ہوگا کہ یہ حدیث من گھڑت اور موضوع ہے، اس کے بغیر اس کی روایت ناجائز ہوگی۔ حاصل یہ کہ موعظ اور قصوں وغیرہ میں ضعیف احادیث کی روایت ضعف بیان کیے بغیر جائز ہے بشرطیکہ موضوع نہ ہوں۔

اس میں احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ جب ضعیف روایت بیان کی جائے تو براہ راست رسول

اللہ ﷺ کی طرف نسبت نہ کریں کہ آپ نے ایسا فرمایا بلکہ یوں کہہ دیا جائے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے اس طرح فرمانا منقول ہے وغیرہ۔

۶ - حُكْمُ الْعَمَلِ بِهِ : اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي الْعَمَلِ بِالْحَدِيثِ الضَّعِيفِ ، وَالَّذِي عَلَيْهِ جُمهُورُ الْعُلَمَاءِ اَنَّهُ يُسْتَحَبُّ الْعَمَلُ بِهِ فِي فُضَائِلِ الْأَعْمَالِ لَكِنْ بِشُرُوطٍ ثَلَاثَةٍ ، أَوْضَحَهَا الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ وَهِيَ : (أ) اَنْ يَكُونَ الضُّعْفُ غَيْرَ شَدِيدٍ . (ب) اَنْ يَنْدَرِجَ الْحَدِيثُ تَحْتَ أَصْلِ مَعْمُولٍ بِهِ . (ج) اَنْ لَا يَعْتَقَدَ عِنْدَ الْعَمَلِ بِهِ ثُبُوتَهُ بَلْ يَعْتَقَدُ الْإِخْتِيَاطَ .

۴۴ ترجمہ اس پر عمل کرنے کا حکم: علماء کا ضعیف حدیث پر عمل کے سلسلے میں اختلاف ہے اور جمہور جس قول پر قائل ہیں وہ یہ ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے البتہ تین شرطوں کے ساتھ جن کی حافظ ابن حجرؒ نے وضاحت کر دی ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) یہ کہ ضعف شدید نہ ہو۔ (ب) حدیث کسی معمول بہ اصل کے تحت داخل ہو۔ (ج) یہ کہ اس پر عمل کرتے وقت اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ رکھے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھے۔

شرح ۱ :- حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اس بارے میں علماء کا اگرچہ اختلاف ہوا ہے مگر جمہور کے قول کے مطابق حدیث ضعیف سے اعمال کی فضیلت ثابت کی جاسکتی ہے اور اس پر عمل فضائل اعمال میں مستحب کے درجے میں آتا ہے، البتہ عمل بالضعیف کے لیے تین شرطیں مقرر کی گئی ہیں: (۱) ضعف شدید نہ ہو۔ اس سے وہ ضعیف نکل گئی جس کی سند میں کوئم کذاب، مہتمم یا ب یا فحش غلطی کرنے والا موجود ہو، لہذا موضوع اور متروک حدیثوں پر عمل جائز نہیں اگرچہ وہ فضائل اعمال سے متعلق کیوں نہ ہوں مثلاً ماہ رجب اور ربیع الاول میں خصوصی عبادات کی فضیلت والی احادیث کہ ان میں سے اکثر موضوع ہیں۔ (۲) وہ حدیث کسی قاعدہ اور اصل کے تحت داخل ہو۔ اس سے وہ ضعیف نکل گئی جو کسی ثابت شدہ بنیاد اور اصل کے ماتحت نہ آئے۔ (۳) عمل کرتے وقت ثبوت کے بجائے احتیاط کا سکتا رکھے۔

۷ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ الَّتِي هِيَ مَظَنَّةُ الضَّعِيفِ : (أ) الْكُتُبُ الَّتِي صُنِفَتْ فِي بَيَانِ الضُّعْفَاءِ : كَكِتَابِ الضُّعْفَاءِ لِابْنِ حِبَّانَ، وَكِتَابِ مِيزَانِ الْإِعْتِدَالِ لِلدَّهَبِيِّ، فَإِنَّهُمْ يَذْكُرُونَ أَمْثَلَهُ لِلْأَحَادِيثِ الَّتِي صَارَتْ ضَعِيفَةً بِسَبَبِ رِوَايَةِ أُولَئِكَ الضُّعْفَاءِ لَهَا .
(ب) الْكُتُبُ الَّتِي صُنِفَتْ فِي أَنْوَاعٍ مِنَ الضَّعِيفِ خَاصَّةً : مِثْلَ كُتُبِ الْمَرَايِيلِ وَالْعِلَلِ وَالْمُدْرَجِ وَغَيْرِهَا كَكِتَابِ الْمَرَايِيلِ لِأَبِي دَاوُدَ، وَكِتَابِ الْعِلَلِ لِلدَّارَقُطْنِيِّ .

۴۴۴ وہ مشہور تصانیف جن میں ضعیف حدیث مل سکتی ہے: (ا) وہ کتابیں جو ضعیف روایت کے بارے میں تصنیف کی گئیں مثلاً ابن حبان کی کتاب الضعفاء اور ذہبی کی کتاب میزان الاعتدال کیونکہ یہ حضرات ان احادیث کی چند مثالیں ذکر کرتے ہیں جو مذکورہ ضعفاء کے روایت کرنے کی لکڑ سے ضعیف ہو گئی ہوں۔ (ب) وہ کتابیں جنہیں ضعیف کی خاص اقسام میں جبکہ گیا: مثلاً کتب مراییل، علل اور مدرج وغیرہ جیسے امام ابوداؤد کی کتاب المراییل اور دارقطنی کی کتاب العلل۔

شرح ۱:- حدیث ضعیف کے عنوان پر کوئم مستقل وقابل اعتماد مشہور تصنیف نہیں ہے جس میں صرف احادیث ضعیف کا مجموعہ ہوا البتہ دو قسم کی کتابیں مستند علماء کی تحریر کردہ ہیں جن میں سے ضعیف حدیث کو تلاش کیا جاسکتا ہے، وہ یہ ہیں: (ا) ضعیف روایت کے متعلق کتابیں مثلاً ابن حبان کی کتاب الضعفاء اور علامہ ذہبی کی میزان الاعتدال کہ ان میں ضعیف روایت کے حالات کے ضمن میں ان کی روایات بھی مل جاتی ہیں۔ (ب) ضعیف کی کسی خاص قسم سے متعلق تصنیف کی گئیں کتابیں مثلاً مراییل، علل وغیرہ عنوانات پر لکھی ہوئم کتابیں کیونکہ ان میں بھی ضعیف احادیث کا ذخیرہ موجود ہے۔

الْمَبْحَثُ الثَّانِي : الْمَرْدُودُ بِسَبَبِ سَقْطٍ مِنَ الْإِسْنَادِ

۱ - الْمُرَادُ بِالسَّقْطِ مِنَ الْإِسْنَادِ : الْمُرَادُ بِالسَّقْطِ مِنَ الْإِسْنَادِ انْقِطَاعُ سِلْسِلَةِ

الْإِسْنَادِ بِسُقُوطِ رَاوٍ أَوْ أَكْثَرِ عَمَدٍ مِنْ بَعْضِ الرُّوَاةِ أَوْ عَنْ غَيْرِ عَمَدٍ، مِنْ أَوَّلِ

السَّنَدِ أَوْ مِنْ آخِرِهِ أَوْ مِنْ أُنْثَائِهِ، سُقُوطاً ظَاهِراً أَوْ خَفِئاً .

۴۴۴ بحث دوم: اسناد میں سقوط کے سبب سے مردود۔ اسناد میں سقوط سے مراد: اسناد میں

سقوط سے مراد سلسلہ سند کا ایک یا اس سے زیادہ راوی کے حذف کے ساتھ منقطع ہونے جو بعض رواۃ کی جانب سے قصداً ہو یا بلا قصد، سند کے شروع سے ہو یا آخر سے یا درمیان سے، حذف ظاہر ہو یا پوشیدہ۔

شرح :- یہ بحث اس حدیث کے متعلق نے جس کے مردود یعنی غیر مقبول ہوئیں کاش کا سبب سند میں راوی کا سقوط ہونا ہو۔ پھر سقوط سے مراد یہاں پر عام نے یعنی سند کے کسی بھی مقام پر بعض رواۃ کی جانب سے کسی راوی کا ذکر حذف کر دینا جو چاہنے جان بوجھ کر ہو یا قصد کے بغیر اور چاہنے وہ حذف ظاہر ہو یا پوشیدہ اور مخفی۔ ان تمام صورتوں میں حدیث مردود ہوگی، اس کی وہ سند میں رواۃ کا سقوط ہوگا۔

۲ - أَنْوَاعُ السَّقْطِ : يَتَنَوَّعُ السَّقْطُ مِنَ الْإِسْنَادِ بِحَسَبِ ظُهُورِهِ وَخَفَائِهِ إِلَى نَوْعَيْنِ هُمَا : (أ) سَقْطٌ ظَاهِرٌ : وَهَذَا النَّوعُ مِنَ السَّقْطِ يَشْتَرِكُ فِي مَعْرِفَتِهِ الْأَيْمَةُ وَغَيْرُهُمْ مِنَ الْمُشْتَغِلِينَ بِعُلُومِ الْحَدِيثِ ، وَيَعْرِفُ هَذَا السَّقْطُ مِنْ عَدَمِ التَّلَاقِي بَيْنَ الرَّاوي وَشَيْخِهِ ، إِمَّا لِأَنَّهُ لَمْ يُذَرِكْ عَصْرَهُ أَوْ أَذَرِكْ عَصْرَهُ لَكِنَّهُ لَمْ يَجْتَمِعْ بِهِ (وَلَيْسَتْ لَهُ مِنْ إِجَازَةٍ وَلَا وَجَادَةٍ) ، لِذَلِكَ يَحْتَاجُ الْبَاحِثُ فِي الْأَسَانِيدِ إِلَى مَعْرِفَةِ تَارِيخِ الرِّوَاةِ لِأَنَّهُ يَتَضَمَّنُ بَيَانَ مَوَالِيدِهِمْ وَوَفَيَاتِهِمْ وَأَوْقَاتِ طَلَبِهِمْ وَارْتِحَالِهِمْ وَغَيْرِ ذَلِكَ . وَقَدْ اصْطَلَحَ عُلَمَاءُ الْحَدِيثِ عَلَى تَسْمِيَةِ السَّقْطِ الظَّاهِرِ بِأَرْبَعَةِ أَسْمَاءَ بِحَسَبِ مَكَانِ السَّقْطِ أَوْ عَدَدِ الرِّوَاةِ الَّذِينَ أُسْقِطُوا وَهَذِهِ الْأَسْمَاءُ هِيَ : (۱) الْمَعْلُوقُ . (۲) الْمُرْسَلُ . (۳) الْمَعْضَلُ . (۴) الْمُنْقَطِعُ .

ترجمہ سقوط کی قسمیں: اسناد میں سقوط اس کے ظہور و خفاء کے اعتبار سے دو قسموں میں منقسم ہے جو یہ ہیں: (۱) سقط ظاہر: اور سقوط کی یہ قسم، اس کی پہچان اثنین اور ان کے علاوہ علوم حدیث میں مشغول لوگ بھی مشترک طور پر رکھنے ہیں، اس سقوط کو راوی اور اس کے شیخ کے درمیان ملاقات نہ ہونے سے پہچانا جاتا ہے جو یا تو اس وقت سے نہیں ہوتی کہ اس شخص کا زمانہ نہیں پایا، یا زمانہ تو پایا ہوگا مگر اس کے ساتھ اکٹھا نہیں ہوا (اور اس کو اس سے اجازت یا وجہات بھی نہیں)، اسی لیے

اسانید کی تحقیق کرکے لے کر تاریخ جاننے کی ضرورت پیش آتی ہے کیونکہ تاریخ ان سب کے وقت پیدا ہوئی اور وفات اور طلب اور سفر کے زمانیوں وغیرہ امور پر مشتمل ہوتی ہے۔ علماء حدیث نش موقع سقوط یا ساقط کیے گئے رواۃ کی تعداد کے اعتبار سے سقوط ظاہر کے چار نام مقرر کیے ہیں، اور وہ نام یہ ہیں: (۱) معلق (۲) مرسل (۳) معطل (۴) منقطع۔

شرح: - اس عبارت کے تحت سقوط فی السند کی انیاع بیان کی گئی ہیں۔ سقوط یعنی راوی کا حذف یا تو ظاہر ہوگا جس کو علم حدیث میں مشغول کوئی بھی شخص باسلبہ جان سکتا ہو یا پھر خفیہ اور پوشیدہ جسے صرف بڑے ماہر اور باریک بین علماء حدیث ہی جان سکیں۔ اگر پہلی قسم ہو تو اس کو سقط ظاہر کے نام سے یاد رکھنے ہیں اور اس کی پہچان کا ذریعہ راوی اور اس کے شیخ کے درمیان ملاقات کا نہ ہونا جس کی وہ دو باتوں میں سے ایک ہوتی ہے یعنی یا تو مذکورہ راوی نش مذکورہ شیخ کا زمانہ ہی نہیں پایا، یا پھر زمانہ تو پایا مگر شیخ کے ساتھ کبھی ملا نہیں اور نہ ہی شیخ سے اس کو اجازت یا وجہ حاصل ہوتی ہے جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔ شیخ اور شاگرد کے زمانیوں کا تعین تاریخ سے ہوتا ہے کیونکہ تاریخ ہی وہ ذریعہ ہے جس کے مطابق لوگوں کے پیدا ہونے، مرگنے، علم طلب کرنا اور سفر وغیرہ کرنا کا زمانہ اور وقت یاد رکھا جاسکتا ہے، اسی لیے حدیث کے محقق کے لیے رواۃ کی تاریخ یاد رکھنا نہایت ضروری ہے۔ بہر حال سقط ظاہر میں تاریخ کے ذریعے راویوں کا سقوط معلوم کر سکتے ہیں۔

اس قسم میں اسناد کے جس حصہ میں سقوط واقع ہوتا ہے وہ کبھی شروع میں ہوتا ہے اور کبھی آخر میں یا درمیان میں اور حذف ہو کر نش والا راوی کبھی تو ایک ہی ہوگا اور کبھی ایک سے زیادہ، اسی لیے سقوط ظاہر کی چار قسمیں مقرر کی گئی ہیں جن کے نام یہ ہیں: معلق، مرسل، معطل اور منقطع۔

(ب) سَقَطَ خَفِيٌّ: وَهَذَا لَا يُذَرِّكُهُ إِلَّا الْأَيْمَةُ الْحُدَّاقُ الْمُطَّلِعُونَ عَلَى طُرُقِ الْحَدِيثِ وَعَلَّلِ الْأَسَانِيدَ، وَلَهُ تَسْمِيَتَانِ وَهُمَا: (۱) الْمُدَّلَّسُ. (۲) الْمُرْسَلُ الْخَفِيُّ. وَإِلَيْكَ بَحْثُ هَذِهِ الْمُسَمَّيَاتِ السِّتَةِ مُفَصَّلَةً عَلَى التَّوَالِي.

ترجمہ: (ب) سقط خفی: اس قسم کا ادراک صرف ماہر اور طریقی حدیث اور علل اسانید کی خبر رکھنے والے ائین کو ہوتا ہے، اس کے دو نام ہیں، اور وہ یہ ہیں: (۱) مدلس (۲) مرسل خفی۔ ان چھ

سمیات کی پے در پے بالتفصیل بحث ملاحظہ کریں۔

شرح :- سقوط فی الاسناد کی دوسری قسم سقط خفی نے۔ یہ وہ قسم نے جو انتہائی پوشیدہ ہونش کی وجہ سے عام باحثین کی نظروں سے اوجھل رہتی ہے مگر اچھی طرح اسانید اور ان کی علتوں سے باخبر اور ماہر ائمہ فن ہی اس پر مطلع ہوتے ہیں۔ سقط خفی کی دو قسمیں ہیں: (۱) مدلس (۲) مرسل خفی۔ چار قسمیں سقط ظاہر کی تھیں اور اب دو قسمیں سقط خفی کی ہوئیں، سقط کی کل چھ قسمیں ہوئیں۔

الْمُعْلَقُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمٌ مَفْعُولٌ مِنْ "عَلَقَ" الشَّيْءَ بِالشَّيْءِ أَيْ نَاطَهُ وَرَبَطَهُ بِهِ وَجَعَلَهُ مُعْلَقًا وَسُمِّيَ هَذَا السَّنَدُ مُعْلَقًا بِسَبَبِ اتِّصَالِهِ بِالْجِهَةِ الْعُلْيَا فَقَطُّ، وَانْقِطَاعِهِ مِنَ الْجِهَةِ الدُّنْيَا فَصَارَ كَالشَّيْءِ الْمُعْلَقِ بِالسَّقْفِ وَنَحْوِهِ. (ب) اِصْطِلَاحًا : مَا حُذِفَ مِنْ مَبْدَأِ إِسْنَادِهِ رَأَوْ فَاكْثَرَ عَلَى التَّوَالِي.

ترجمہ معلق۔ اس کی تعریف: لغت کے اعتبار سے یہ "عَلَقَ" سے اسم مفعول نے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ جوڑا، باندھا اور اس کو لٹکا ہوا کر دیا، اس سند کا معلق نام اس سبب سے رکھا گیا کہ یہ صرف اوپر والی جانب سے متصل نے اور نیچے کی جانب سے منقطع، تو وہ چھت وغیرہ کے ساتھ لٹکی ہوئی چیز کی طرح ہو گئی۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: جس حدیث کی سند کی ابتداء سے ایک یا اس سے زیادہ راوی پے در پے حذف کر دیئے گئے ہوں۔

شرح :- سقط ظاہر کی پہلی قسم معلق نے۔ لغوی اعتبار سے یہ باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ نے جس کے معنی ہیں لٹکایا ہوا، چونکہ حدیث معلق کی بھی ایک جانب سے سند متصل اور دوسری جانب سے منقطع ہوتی ہے یعنی راوی محذوف ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اوپر سے لٹکائی ہوئی چیز کے مشابہ ہو جاتی ہے اس لیے اس کو معلق کہتے ہیں۔ اصطلاح اصول حدیث کی رو سے معلق اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند کا ابتدائی حصہ حذف کر دیا گیا ہو چنانچہ وہ محذوف ایک راوی ہو یا پے در پے ایک سے زیادہ۔ ابتدائی حصہ سے مراد ناقل والی جانب نے۔

۲ - مِنْ صَوْرِهِ : (أ) أَنَّ يُحَذَفَ جَمِيعُ السَّنَدِ ثُمَّ يُقَالُ مَثَلًا " قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : كَذًا . " (ب) وَمِنْهَا أَنْ يُحَذَفَ كُلُّ الْإِسْنَادِ إِلَّا الصَّحَابِيَّ ، أَوْ الصَّحَابِيَّ وَالتَّابِعِيَّ .

۳ - مِثَالُهُ : مَا أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِي مَقْدَمَةِ بَابِ مَا يُذَكَّرُ فِي الْفَخْدِ : " وَقَالَ أَبُو مُوسَى : غَطَّى النَّبِيُّ ﷺ رُكْبَتَيْهِ حِينَ دَخَلَ عُثْمَانُ " . فَهَذَا حَدِيثٌ مُعَلَّقٌ لِأَنَّ الْبُخَارِيَّ حَذَفَ جَمِيعَ إِسْنَادِهِ إِلَّا الصَّحَابِيَّ وَهُوَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ .

ترجمہ معلق کی چند صورتیں: (ا) یہ کہ پوری سند حذف کر دی جائے پھر مثلاً یوں کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کش اس طرح فرمایا۔ (ب) اور انہی صورتوں میں سے یہ کہ پوری اسناد حذف کر دی جائے مگر صحابی یا صحابی و تابعی کو نہ کیا جائے۔ اس کی مثال: وہ حدیث جس کو امام بخاریؒ کش "باب ما یذکر فی الفخذ" کے مقدمے میں ذکر کی ہے: "اور حضرت ابو موسیٰؓ کش فرمایا: نبی کریم ﷺ کش جس وقت حضرت عثمان اندر آئے، اپنے گھٹنے چھپائے"۔ یہ معلق حدیث نے اس لیے کہ بخاریؒ کش پوری سند حذف کر دی سوائے صحابی کے جو کہ حضرت ابو موسیٰؓ ہیں۔

شرح :- معلق کی تعریف دو صورتوں میں صادق آسکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ پوری سند حذف کر کے براہ راست رسول اللہ ﷺ یا مطلوبہ قائل و فاعل کی طرف نسبت کر دی جائے مثلاً یوں کہا جائے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کش اس طرح فرمایا، یا کہا جائے کہ فلاں صحابیؓ کش اس طرح کہایا کیا۔ دوسری صورت یہ کہ صرف صحابی یا صحابی بمعہ تابعی ذکر کیے جائیں اور باقی سب حذف کر دیے جائیں مثلاً امام بخاریؒ ایک باب کے شروع میں بطور تمہید کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ کش کہا: "جب حضرت عثمانؓ اندر آئے تو حضور ﷺ کش اپنے گھٹنے چھپائے"۔ امام بخاریؒ کش صرف صحابی کا ذکر کیا اور باقی سند کو حذف کر دیا اس لیے یہ حدیث معلق بن گئی۔

۴ - حُكْمُهُ : الْحَدِيثُ الْمُعَلَّقُ مَرْدُودٌ لِأَنَّهُ فَقَدْ شَرَطًا مِنْ شُرُوطِ الْمَقْبُولِ وَهُوَ اتِّصَالُ السَّنَدِ وَذَلِكَ بِحَذْفِ رَاوٍ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ إِسْنَادِهِ مَعَ عَدَمِ عَلْمِنَا بِحَالِ ذَلِكَ الْمَحْذُوفِ . ۵ - حُكْمُ الْمُعَلَّقَاتِ فِي الصَّحِيحَيْنِ : هَذَا الْحُكْمُ - وَهُوَ أَنَّ الْمُعَلَّقَ مَرْدُودٌ - هُوَ لِلْحَدِيثِ الْمُعَلَّقِ مُطْلَقًا، لَكِنْ إِنْ وَجَدَ الْمُعَلَّقُ فِي كِتَابِ

الْتَزِمْتُ صِحَّتَهُ - كَالصَّحِيحَيْنِ - فَهَذَا لَهُ حُكْمٌ خَاصٌّ، قَدْ مَرَّ بِنَا فِي بَحْثِ
الصَّحِيحِ وَلَا بَأْسَ بِالتَّدْكِيرِ بِهِ هُنَا وَهُوَ أَنَّ: (أ) مَا ذُكِرَ بِصِغَةِ الْجَزْمِ: كَ "قَالَ"
وَ "ذَكَرَ" وَ "حَكَی" فَهُوَ حُكْمٌ بِصِحَّتِهِ عَنِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ. (ب) وَمَا ذُكِرَ بِصِغَةِ
التَّمْرِیْضِ: كَ "قِيلَ" وَ "ذَكَرَ" وَ "حَكَی" فَلَيْسَ فِيهِ حُكْمٌ بِصِحَّتِهِ عَنِ الْمُضَافِ
إِلَيْهِ بَلْ فِيهِ الصَّحِيحُ وَالْحَسَنُ وَالضَّعِيفُ، لَكِنْ لَيْسَ فِيهِ حَدِيثٌ وَاهٍ لَوْ جُودَ فِي
الْكِتَابِ الْمُسَمًّى بِالصَّحِيحِ، وَطَرِيقُ مَعْرِفَةِ الصَّحِيحِ مِنْ غَيْرِهِ هُوَ الْبَحْثُ عَنْ
إِسْنَادِ هَذَا الْحَدِيثِ وَالْحُكْمُ عَلَيْهِ بِمَا يَلِيقُ بِهِ.

نقہ۔ راجحہ اس کا حکم: حدیث معلق مردود نے اس لیے کہ اس میں مقبول کی شرطوں میں سے
ایک شرط جو کہ سند کا متصل ہونا، مفقود نے اور یہ اس کی سند سے ایک یا اس سے زیادہ راوی کے
حذف کرکے کے ساتھ نے درانحالیکہ ہمیں اس محذوف کی حالت کا علم نہیں۔ صحیحین میں موجود
معلقات کا حکم: یہ حکم کہ معلق مردود نے، مطلق حدیث معلق کانے لیکن اگر معلق کسی ایسی کتاب میں
پائی گئی جس کی صحت کا التزام کیا گیا ہو جیسے صحیحین ہیں تو اس کا ایک خاص حکم نے جو ہم صحیح کی بحث
میں ذکر کرچکے ہیں اور یہاں پر اس کو یاد دلانے میں کوئی حرج نہیں نے، اور وہ یہ کہ (أ) جو حدیث
صیغہ جزم مثلاً "قَالَ"، "ذَكَرَ" اور "حَكَی" کے ساتھ مذکور نے تو یہ منسوب الیہ کی طرف سے
اس کے صحیح ثبوت کا فیصلہ نے۔ (ب) اور جو صیغہ تمریض جیسے "قِيلَ"، "ذَكَرَ" اور "حَكَی"
کے ساتھ مذکور ہو تو اس میں منسوب الیہ کی طرف سے اس کے صحیح ثبوت کا فیصلہ نہیں نے بلکہ اس میں
صحیح، حسن اور ضعیف شامل نے مگر اس میں کوئی انتہائی کمزور حدیث نہیں ہوگی اس لیے کہ اس کتاب
میں موجود نے جس کو صحیح کا نام دیا گیا نے۔ صحیح کو غیر صحیح سے الگ کرکے کا طریقہ اس حدیث کی سند
کی تحقیق کرنا اور اس پر اس کے مناسب حکم لگانا۔

شرح: - حدیث کے مقبول ہو کرکے کی ایک اہم شرط سند کا اتصال بھی نے کیونکہ جب تک تمام
رواۃ کا ذکر نہیں ہوگا، ہمیں ان کی حالت کا علم نہیں ہوگا اور جب رواۃ کی حالت معلوم نہی ہوگی تو اس
پر صحت یا مقبول ہو کرکے کا حکم لگانا ممکن نہیں ہوگا، اسی لیے حدیث معلق کو مردود کی اقسام میں شمار کیا گیا

نے کیونکہ اس میں کچھ راوی محذوف ہوتے ہیں۔ اب اس پر اشکال ہوگا کہ صحیحین یعنی بخاری و مسلم میں بھی احادیث معلقہ موجود ہیں بالخصوص صحیح بخاری میں تو اس کی اچھی خاصی تعداد ہے، پھر ان کی مذکورہ قسم کی احادیث بھی شرط مفقود ہوئیں کیوں؟ سے مردود ہوئے چاہئیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ صحیحین کی شرائط اس قدر سخت ہیں کہ ان شرائط کے پیش نظر محدث نہ نش بخاری و مسلم کی تعلقات کی تخصیص کی ہے وہ اس طرح کہ جو حدیث ان دو کتابوں میں صیغہ جزم یعنی معلوم کے ساتھ معلق ہو مثلاً ”قال“، ”ذکر“ اور ”حکی“ یا ”روی فلان وغیرہ تو اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس قول یا فعل کی نسبت مذکورہ منسوب الیہ تک صحیح نے جیسے ”وقال ابو موسیٰ: غطی النبی ﷺ رکتہ جین دخل عثمان۔ اس لیے کہ بخاری و مسلم وغیرہ نش اپنی کتاب میں صحت کا التزام کیا ہے، انہوں نش معلق حدیث کی سند میں واقع تمام رواۃ کی جانچ پڑتال کر لی ہوگی اور اس کے بعد ہی سند حذف کر کے ذکر کیا ہوگا اور جہاں صیغہ تمریض یعنی مجہول کے ساتھ تعلیق کی گئی ہو تو اس سے نسبت الی القائل والفاعل میں شک کا اظہار بھی مقصود ہو سکتا ہے لہذا قيل، ”ذکر“ اور ”حکی“ یا یروی عن فلان وغیرہ الفاظ کے ساتھ مروی معلق احادیث کو مطلقاً صحیح نہ سمجھا جائے بلکہ ان میں صحیح بھی ہوگی اور حسن وضعیف بھی، جیسے ”وقال: القسط مصدّر المفسر“ [بخاری]۔ اس کی کچھ بحث کتاب کی الباب الاول میں ”صحیح“ کے عنوان کے تحت گذر چکی ہے۔

الْمُرْسَلُ

- ۱- تَعْرِيفُهُ: (أ) لُغَةً: هُوَ اسْمُ مَفْعُولٍ مِنْ ”أَرْسَلَ“ بِمَعْنَى ”أَطْلَقَ“ فَكَانَ الْمُرْسَلُ أَطْلَقَ الْإِسْنَادَ وَلَمْ يَقِيْدْهُ بِرَأْيِ مَعْرُوفٍ. (ب) إِصْطِلَاحاً: هُوَ مَا سَقَطَ مِنْ آخِرِ إِسْنَادِهِ مَنْ بَعْدَ التَّابِعِيِّ. ۲- صُورَتُهُ: وَصُورَتُهُ أَنْ يَقُولَ التَّابِعِيُّ - سَوَاءٌ كَانَ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا - قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَذَا، أَوْ فَعَلَ كَذَا، أَوْ فَعَلَ بِحَضْرَتِهِ كَذَا، وَهَذِهِ صُورَةُ الْمُرْسَلِ عِنْدَ الْمُحَدِّثِينَ.

:- **ترجمہ** مرسل۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے یہ اُرسَل سے اسم مفعول نے بمعنی چھوڑ دیا، گویا ارسال کر نش والے نش اسناد کو چھوڑ دیا اور اس کو کسی معروف راوی کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ (ب) اصطلاحی اعتبار سے یہ وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد والا شخص ساقط ہو جائے۔ اس کی صورت: اور اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی چھوٹا ہو یا بڑا، یہ کہے: جناب رسول اللہ ﷺ نش ایسا فرمایا، یا آپ نش ایسا کیا، یا آپ کی موجودگی میں ایسا کیا گیا۔ یہ محدث کے نزدیک ارسال کی صورت ہے۔

شرح :- مرسل سین کے فتح کے ساتھ حدیث کی صفت ہے اور مرسل سین کے کسرہ کے ساتھ راوی اور محدث کی صفت ہے۔ مرسل بفتح السین ارسال کا اسم مفعول ہے جس کے لغوی معنی ہیں چھوڑنا، اس حدیث کو مرسل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مرسل اسناد کو کسی راوی کے ذکر کے ساتھ مقید نہ کر کے اُسے خالی چھوڑ دیتا ہے۔ مرسل کے اصطلاحی معنی اس حدیث کے ہیں جس کی سند کے آخر میں تابعی کے بعد والے شخص کا ذکر نہ ہو۔ محدث کے نزدیک مرسل کی صورت یہ ہے کہ تابعی صحابی کے واسطے کے ذکر کئے بغیر یوں کہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نش ایسا کیا، یا ایسا فرمایا وغیرہ۔ تو اس طرح سند کے آخر سے ایک راوی حذف ہو گیا۔

۳ - مِثَالُهُ : مَا أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ فِي كِتَابِ الْبُيُوعِ قَالَ : " حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمَزَابِنَةِ " . فَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ تَابِعِيٌّ كَبِيرٌ ، رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِدُونِ أَنْ يَذْكُرَ الْوَاسِطَةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَدْ أَسْقَطَ مِنْ إِسْنَادِهِ هَذَا الْحَدِيثَ آخِرَهُ وَهُوَ مَنْ بَعْدَ التَّابِعِيِّ ، وَأَقْلَ هَذَا السَّقْطِ أَنْ يَكُونَ قَدْ سَقَطَ الصَّحَابِيُّ ، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ قَدْ سَقَطَ مَعَهُ غَيْرُهُ كَتَابِعِيٍّ مَثَلًا .

:- **ترجمہ** اس کی مثال: جو امام مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب البیوع میں بیان کی ہے، کہا کہ: مجھ سے محمد بن رافع نش بیان کیا، وہ کہتے ہیں "ہم سے لیث نش بواسطہ عُقیل بیان کیا، وہ بواسطہ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نش مزابنہ سے منع فرمایا"۔ سعید بن مسیب

بڑے تابعی ہیں، انہوں نے یہ حدیث نبی کریم ﷺ سے روایت کی بغیر اس کے کہ وہ اپنے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان واسطے کو ذکر کرتے، تو انہوں نے اس حدیث کی سند بیان کرکے اس میں اس کے آخر کو حذف کر دیا جو کہ تابعی کے بعد والی شخصیت نے، اور اس سقوط کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ صحابی کا ذکر ساقط ہو، یہ احتمال بھی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی اور مثلاً تابعی وغیرہ بھی ساقط ہو۔

شرح :- مرسل کی مثال واضح ہے کیونکہ ایسی حدیث پیش کی گئی ہے جس میں سعید بن مسیبؓ کے بعد والے صاحب کا ذکر نہیں ہوا جنہوں نے خود نبی کریم ﷺ سے سنا، سعید بن مسیبؓ تابعی ہیں جن کے بعد ہو سکتا ہے صرف صحابی کا واسطہ محذوف ہو اور ہو سکتا ہے کہ صحابی کے ساتھ کوئی تابعی بھی محذوف ہو یعنی اس بات کا امکان بھی ہے کہ سعید بن مسیبؓ نے مذکورہ حدیث کسی تابعی سے سنی ہو اور انہوں نے صحابی سے سنی ہو اور اس بات کا بھی ابن مسیبؓ نے صحابی سے ہی سنی ہو۔ اس طرح سند میں محذوف کی تعداد بڑھ جائے گی۔ بہر حال یہ حدیث محدثہ کے ہاں مرسل کی مثال ہے۔

۴ - الْمُرْسَلُ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ وَالْأُصُولِيِّينَ : مَا ذَكَرْتُهُ مِنْ صُورَةِ الْمُرْسَلِ هُوَ الْمُرْسَلُ عِنْدَ الْمُحَدِّثِينَ، أَمَّا الْمُرْسَلُ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ وَالْأُصُولِيِّينَ فَأَعْمٌ مِنْ ذَلِكَ، فَعِنْدَهُمْ أَنَّ كُلَّ مُنْقَطِعٍ مُرْسَلٌ عَلَى آيَةٍ وَجْهِ كَانَ انْقِطَاعُهُ، وَهَذَا مَذْهَبُ الْخَطِيبِ أَيْضاً .

ترجمہ :- فقہاء اور اصولیین کے ہاں مرسل : میں نے ذکر کی صورت کی صورت ذکر کی وہ محدثہ کے ہاں مرسل ہے، البتہ فقہاء اور اصولیین کے ہاں مرسل اس سے عام ہے۔ چنانچہ ان کے ہاں ہر منقطع، مرسل ہے چنانچہ کسی بھی طرح اس کا انقطاع ہو، اور یہی خطیبؒ کا بھی مذہب ہے۔

شرح :- محدثہ کے ہاں مرسل ایک خاص قسم کا نام ہے جو معلق، معضل اور منقطع کے علاوہ ہے مگر اصولیین اور فقہاء کے نزدیک مرسل عام ہے یعنی سند میں کسی بھی مقام پر انقطاع ہو تو وہ ان کے نزدیک مرسل ہے، خطیبؒ بغدادیؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

البتہ یہ واضح رہے کہ یہ اختلاف محض مرسل کی تعریف اور تعبیر میں ہے، حکم جب بیان کیا جاتا ہے تو اس میں فقہاء اور اصولیین بھی ہر طرح کے مرسل سے حجت پیش نہیں کرتے۔

۵ - حُكْمُهُ : الْمُرْسَلُ فِي الْأَصْلِ ضَعِيفٌ مَرْدُودٌ، لِفَقْدِهِ شَرْطًا مِنْ شُرُوطِ الْمَقْبُولِ وَهُوَ اتِّصَالُ السَّنَدِ، وَلِلْجَهْلِ بِحَالِ الرَّاويِ الْمَحْذُوفِ، لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ الْمَحْذُوفُ غَيْرَ صَحَابِيٍّ، وَفِي هَذِهِ الْحَالِ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ ضَعِيفًا . لَكِنَّ الْعُلَمَاءَ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَغَيْرِهِمْ اخْتَلَفُوا فِي حُكْمِ الْمُرْسَلِ وَالِاخْتِجَاجِ بِهِ، لِأَنَّ هَذَا النَّوعَ مِنَ الْإِنْقِطَاعِ يَخْتَلِفُ عَنْ أَيِّ انْقِطَاعٍ آخَرَ فِي السَّنَدِ، لِأَنَّ السَّاقِطَ مِنْهُ غَالِبًا مَا يَكُونُ صَحَابِيًّا، وَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُولٌ، لَا تَضُرُّ عُدَمَ مَعْرِفَتِهِمْ . وَمُجْمَلُ أَقْوَالِ الْعُلَمَاءِ فِي الْمُرْسَلِ ثَلَاثَةٌ أَقْوَالٍ هِيَ : (أ) ضَعِيفٌ مَرْدُودٌ : عِنْدَ جُمْهُورِ الْمُحَدِّثِينَ وَكَثِيرٍ مِنْ أَصْحَابِ الْأُصُولِ وَالْفُقَهَاءِ، وَحُجَّةُ هَؤُلَاءِ هُوَ الْجَهْلُ بِحَالِ الرَّاويِ الْمَحْذُوفِ لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ غَيْرَ صَحَابِيٍّ . (ب) صَحِيحٌ يُحْتَجُّ بِهِ : عِنْدَ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ - أَبُو حَنِيفَةَ وَمَالِكٌ وَأَحْمَدُ فِي الْمَشْهُورِ عَنْهُ - وَطَائِفَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ بِشَرْطِ أَنْ يَكُونَ الْمُرْسَلُ ثِقَةً وَلَا يُرْسَلُ إِلَّا عَنْ ثِقَةٍ . وَحُجَّتُهُمْ أَنَّ التَّابِعِيَّ الثِّقَّةَ لَا يَسْتَحِلُّ أَنْ يَقُولَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَّا إِذَا سَمِعَهُ مِنْ ثِقَةٍ . (ج) قَبُولُهُ بِشُرُوطٍ : أَيُّ يَصِحُّ بِشُرُوطٍ، وَهَذَا عِنْدَ الشَّافِعِيِّ وَبَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ .

نقد۔ راجحتمہ اس کا حکم: مرسل دراصل ایک ضعیف و مردود نے اس لیے کہ اس میں مقبول کی شرطوں میں سے ایک شرط مفقود نے جو کہ سند کا اتصال نے، اور اس لیے کہ محذوف راوی کی حالت مجہول نے کیونکہ یہ احتمال نے کہ وہ محذوف صحابی نہ ہو، اور اس وقت احتمال نے کہ وہ ضعیف ہو، لیکن علماء محدثہ وغیرہ کا مرسل کے حکم اور اس سے حجت پیش کرکے کے سلسلے میں اختلاف ہوانے کیونکہ اس قسم کا انقطاع سند میں دوسری کسی بھی انقطاع سے مختلف نے اس و سے کہ اس میں ساقط اکثر و بیشتر صحابی ہوتانے اور صحابہ سب عدول ہیں، ان کی پہچان نہ ہونا نقصان دہ نہیں۔ مرسل کے بارے میں علماء کے اقوال کا حاصل تین اقوال ہیں جو یہ ہیں: (أ) ضعیف و مردود نے: یہ حکم جمہور محدثہ اور بہت سے اہل اصول اور فقہاء کے نزدیک نے۔ ان حضرات کی حجت محذوف راوی کی حالت کا مجہول ہونا نے کیونکہ اس بات کا احتمال نے کہ وہ غیر صحابی ہو۔ (ب) صحیح نے: اس کو حجت

بنایا جاسکتا ہے: یہ اثن ثلاثہ یعنی امام ابو حنیفہؒ، مالکؒ، مشہور روایت کے مطابق امام احمدؒ، اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک نے بشرطیکہ مرسل ثقہ ہو اور وہ ثقہ ہی سے ارسال کرتا ہو۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ثقہ تابعی اس کو جائز نہیں سمجھے گا کہ ”رسول اللہ ﷺ“ نش فرمایا ہے، کہ مگر اسی وقت جب اس نش وہ حدیث کسی ثقہ سے سنی ہو۔ (ج) مرسل چند شرائط کے ساتھ مقبول ہے: یعنی چند شرائط کے ساتھ صحیح ہے اور یہ حکم امام شافعیؒ اور بعض اہل علم کے نزدیک ہے۔

شرح:-

مرسل کے قبول کرنا یا نہ کرنا کے سلسلے میں تین اقوال ہیں:

- (۱) جمہور محدثہ اور بہت سارے اصولیین اور فقہاء کے ہاں مرسل ضعیف و مردود ہے، اس کی وہ تابعی کے بعد راوی کا مجہول ہونا کیونکہ اگر وہ محذوف صحابی ہے تو اس کے مقبول ہونا نش میں کوئی شک نہیں لیکن اگر صحابی کے علاوہ کوئی ہے تو پھر اس کی حالت سے بحث لازمی ہے۔
- (۲) امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، مشہور روایت کے مطابق امام احمدؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ، سفیان ثوریؒ، اصحاب مالکؒ، حنابلہ اور اہل کوفہ کے نزدیک ثقہ تابعی کی مرسل حدیث مقبول ہے جب ان کی عادت ثقہ ہی سے ارسال کرنا ہی ہو۔ کہتے ہیں کہ دوسری صدی ہجری کے اختتام تک کسی نش مرسل کو رد نہیں کیا تھا۔
- (۳) امام شافعیؒ اور بعض دوسرے اہل علم کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ جو آگے بیان ہو رہی ہیں، مرسل مقبول ہے۔

مصطلح الحدیث کے اکثر مصنفین نش اگرچہ مرسل کو مطلقاً ”خبر مردود“ کی قسم قرار دیا ہے مگر اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ جمہور محدثہ و فقہاء کے ہاں مرسل مقبول اور حجت ہے کیونکہ ثقہ تابعی جبھی ارسال کرے گا جب اسے محذوف راوی پر مکمل اعتماد اور بھروسہ ہوگا، اس کے بغیر وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کو اپنے لیے حلال نہیں سمجھے گا نیز یہ بھی شرط رکھی گئی کہ تابعی ہمیشہ ثقہ ہی سے ارسال کرتا ہو (امام شافعیؒ اور بعض حضرات کچھ اور شرائط بھی رکھتے ہیں)۔ لہذا اکثریت کے قول کو دیکھتے ہوئے مناسب یہ ہے کہ ”مرسل“ کو ”مقبول“ کی قسم قرار دے کر پھر اس کے حکم کو تفصیلاً بیان کیا جائے۔ وللناس فیما یعشقون مذاہب۔ واللہ اعلم

وَهَذِهِ الشَّرُوطُ أَرْبَعَةٌ، ثَلَاثَةٌ فِي الرَّوَايِ الْمُرْسَلِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْحَدِيثِ الْمُرْسَلِ،
وَالْيَكُ هَذِهِ الشَّرُوطُ ۱..... أَنْ يَكُونَ الْمُرْسَلُ مِنْ كِبَارِ التَّابِعِينَ ۲..... وَإِذَا
سَمِيَ مَنْ أُرْسِلَ عَنْهُ سَمَى ثِقَةً ۳..... وَإِذَا شَارَكَهُ الْحِفَاطُ الْمَأْمُونُونَ لَمْ يُخَالِفُوهُ .
۴..... وَأَنْ يَنْصُمَ إِلَى هَذِهِ الشَّرُوطِ الثَّلَاثَةِ وَاحِدٌ مِمَّا يَلِي: (أ) أَنْ يُرَوِيَ الْحَدِيثُ
مِنْ وَجْهِ آخَرٍ مُسْنَدًا . (ب) أَوْ يُرَوِيَ مِنْ وَجْهِ آخَرٍ مُرْسَلًا أُرْسَلَهُ مَنْ أَخَذَ الْعِلْمَ
عَنْ غَيْرِ رِجَالِ الْمُرْسَلِ الْأَوَّلِ . (ج) أَوْ يُوَافِقَ قَوْلَ صَحَابِيٍّ . (د) أَوْ يُفْتِيَ
بِمُقْتَضَاهُ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ . فَإِذَا تَحَقَّقَتْ هَذِهِ الشَّرُوطُ تَبَيَّنَ صِحَّةُ مَخْرَجِ الْمُرْسَلِ
وَمَا عَصَدَهُ، وَأَنْهُمَا صَحِيحَانِ لَوْ عَارَضَهُمَا صَحِيحٌ مِنْ طَرِيقٍ وَاحِدٍ رَجَّحْنَاهُمَا
عَلَيْهِ بِتَعَدُّدِ الطَّرِيقِ إِذَا تَعَدَّرَ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا .

نقہ۔ اور یہ شرائط چار ہیں، تین ارسال کنندہ راوی کے متعلق اور ایک حدیث مرسل کے متعلق۔ شرائط ملاحظہ کریں: (۱) یہ کہ مرسل بڑے تابعین میں سے ہو۔ (۲) اور جب وہ مرسل عنہ کا نام ذکر کرے تو کسی ثقہ کا نام لے۔ (۳) اور جب قابلِ اعلا و حفاظ اس کے ساتھ شریک ہوں تو اس کی مخالفت نہ کریں۔ (۴) اور یہ کہ مذکورہ تین شرطوں کے ساتھ مندرجہ ذیل امور میں سے کوئی مل جائے: (أ) یہ کہ حدیث دوسرے طریقے سے مسند مروی ہو۔ (ب) یا دوسرے طریقے سے اس طرح مرسل ہو کہ اس کو مرسل ابن لوگوں ہے کیا ہو جنہوں ہے علم مرسل اول کے رواد سے حاصل نہ کیا ہو۔ (ج) یا وہ کسی صحابی کے قول کے موافق ہو۔ (د) یا اس کے مقتضی کے مطابق اکثر اہل علم فتویٰ دیں۔ جب یہ شرطیں پائی جائیں گی تو واضح ہوگا کہ مرسل اور اس کی تائید کر ہے والی دوسری روایت کا مخرج صحیح ہے اور یہ کہ وہ دہنی اس طرح صحیح ہو جائیں گی کہ اگر دوسرے طریقے سے کوئی اور صحیح ان کے معارض ہو تو ان میں تطبیق مشکل ہو ہے کے وقت کثرت طرق کی بناء پر ان دہنی (مرسل اور اس کی مؤید روایت) کو ترجیح دیں گے۔

شرح :- امام شافعیؒ اور بعض اہل علم کی رائے پر مرسل کے قبول ہو ہے کی شرطیں بیان کی گئی ہیں۔ ان کے نزدیک مرسل کے قبول ہو ہے کی چار شرطیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے: (۱) ارسال

کر ہے والا بڑے تابعین میں سے ہو جیسے سعید بن مسیبؓ۔ (۲) اگر کہیں مرسل عنہ یعنی جس کا ذکر چھوڑا جا رہا ہے، کا نام ذکر کرے تو وہ کسی ثقہ کا ہی نام ہو۔ (۳) ثقہ راویوں کی مخالفت سے محفوظ ہو۔ (۴) چار باتوں میں سے ایک بات موجود ہو: (الف) دوسری سند سے متصلاً منقول ہو۔ (ب) یا مرسل کے شیوخ کے علاوہ دوسرے شیوخ سے مرسل منقول ہو۔ (ج) یا قول صحابی اس کی تائید کرتا ہو۔ (و) یا اس کے مطابق اکثر علماء فتویٰ دیں۔ یہ شرائط اگر مرسل میں موجود ہو تو اس کی اصل کا موجود ہونا معلوم ہو جائے گا اور معارضہ کے وقت اس کو بھی ترجیح دے سکیں گے۔ پہلی تینوں تو لازمی مکمل شرطیں ہیں، چونکہ شرط میں چار شرطیں ہیں۔

۶..... مُرْسَلُ الصَّحَابِيِّ : هُوَ مَا أَخْبَرَ بِهِ الصَّحَابِيُّ عَنْ قَوْلِ الرَّسُولِ ﷺ أَوْ فِعْلِهِ، وَلَمْ يَسْمَعْهُ أَوْ يَشَاهِدْهُ، إِمَّا لِصِغَرِ سِنِّهِ أَوْ تَأَخُّرِ إِسْلَامِهِ أَوْ غِيَابِهِ، وَمِنْ هَذَا النَّوْعِ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ لِصِغَارِ الصَّحَابَةِ كَأَبْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَغَيْرِهِمَا ۷..... حُكْمُ مُرْسَلِ الصَّحَابِيِّ : الصَّحِيحُ الْمَشْهُورُ الَّذِي قَطَعَ بِهِ الْجُمْهُورُ أَنَّهُ صَحِيحٌ مُخْتَجٌ بِهِ، لِأَنَّ رِوَايَةَ الصَّحَابَةِ عَنِ التَّابِعِينَ نَادِرَةٌ، وَإِذَا رَوَوْا عَنْهُمْ بَيَّنُّوْهَا، فَإِذَا لَمْ يَبَيَّنُوا وَقَالُوا : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَلَا ضَلَّ أَتَاهُمْ سَمِعُوهَا مِنْ صَحَابِيٍّ آخَرَ، وَحَذَفَ الصَّحَابِيُّ لَا يَضُرُّ، كَمَا تَقَدَّمَ . وَقِيلَ إِنَّ مُرْسَلِ الصَّحَابِيِّ كَمُرْسَلٍ غَيْرِهِ فِي الْحُكْمِ، وَهَذَا الْقَوْلُ ضَعِيفٌ مَرْدُودٌ .

۱۔ **واقفہ** صحابی کی مرسل: یہ وہ حدیث ہے جس کے ذریعے صحابی ہے رسول اللہ ﷺ کے قول یا فعل کی خبر دی ہو لیکن نہ خود سنا نہ دیکھا، یا تو کم سنی کی وجہ سے یا دیر سے مسلمان ہوئے یا موجود نہ ہوئے کی وجہ سے۔ اسی قسم سے متعلق بہت سی حدیثیں ہیں جو صغار صحابہ سے مروی ہیں جیسے ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ وغیرہ۔ صحابی کی مرسل کا حکم: صحیح و مشہور قول جس کا کبھی رہے قطعی فیصلہ کیانے یہ نے کہ وہ صحیح نے، حجت بنایا جاسکتا ہے، اس لیے کہ تابعین سے صحابہ کرامؓ کی روایت بہت کم ہے، اور جب وہ ان سے روایت کرتے ہیں تو اس کی وضاحت کر دیتے ہیں، تو جب وہ وضاحت نہ کریں اور یوں کہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہے فرمایا ہے، تو اصل یہ ہے کہ انہوں نے یہ روایت کسی دوسرے صحابی

سے سنی ہوگی اور صحابی کا حذف کرنا نقصان دہ نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ صحابی کی مرسل حکم کے لحاظ سے غیر صحابی کی مرسل کی طرح ہے، اور یہ قول ضعیف و مروؤد ہے۔

شرح :- مرسل صحابی سے مرویہ نے کہ صحابی نبی کریم ﷺ کے کسی ایسے قول کو نقل کرے تھی انہوں نے خوؤنہ سنا ہو یا فعل بیان کرے تھی خوؤنہ دیکھا ہو جس کی وجہ یا تو یہ ہو کہ اس وقت وہ کم سن، محفوظ نہیں کر سکتے یا اس وجہ سے کہ اس وقت تک وہ مسلمان نہیں ہوئے بلکہ اس کے بعد مسلمان ہوئے یا اس وجہ سے کہ واقعہ کے وقت آپ موجود نہ بلکہ اس کے بعد حاضر ہوئے مثلاً جیسے حضرت ابو ہریرہؓ سنہ ۷ ہجری میں حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہوئے مگر آپ سے اس سے پہلے دور کی احادیث بکثرت مروی ہیں جن میں ہجرت سے پہلے یا اس کے بعد کے واقعات کی خبر نے جو ان کے مسلمان ہوئے اور موجود ہوئے سے پہلے پیش آئے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ یا عبداللہ بن زبیرؓ جو صغار صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں مگر ان سے بہت سی ایسی روایات مروی ہیں جو یقیناً انہوں نے خوؤنہ نہیں سنا یا خوؤان کا مشاہدہ نہیں کیا جس کی وجہ ان کی اس وقت صغر سنی یا عدم موجودگی نیز۔

کبھی علماء کے نزدیک مرسل صحابی مقبول ہے اور یہی ان کا قطعی فیصلہ ہے، حتیٰ کہ وہ محدثین بھی جو غیر صحابی کی مرسل کو کسی طرح قبول نہیں کرتے، صحابہ کی مراسیل قبول کر رہے ہیں ذرا تا مل نہیں کرتے کیونکہ صحابہ اگر کسی سے نقل بھی کرتے ہیں تو وہ عموماً صحابی ہوتا ہے اگرچہ اس کا نام نہیں لیا گیا ہوتا لیکن صحابہ سب کے سب عدول اور ثقہ ہیں لہذا ان کی ذات کی جہالت مانع عن القبول نہیں۔ اسی لیے صحیحین میں بکثرت صحابہ کرام کی مراسیل حدیث مرفوع متصل کی طرح منقول ہیں اور ان پہ کوئی رد و قدح نہیں کیا جاتا۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ جمہور تابعین سے بھی روایت نقل کرتے لہذا عین ممکن ہے کہ جس سے ارسال کیا جا رہا ہے وہ کوئی تابعی ہو اور یہ مسلم نے کہ تابعی کا مجہول ہونا مانع عن القبول ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ، تابعین سے عام طور پر حکایات، اسرائیلیات اور موقوفات نقل کیا کرتے، رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب قول و فعل نہیں نقل کرتے اور

ہمارا کلام نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب اقوال و افعال میں نے، تھے اگر صحابی تابعی سے نقل بھی کرتا نے تو اس کی وضاحت ضرور کر دیتا لہذا جس کی وضاحت نہیں کی گئی وہ اپنی اصل یعنی صحابی ہی سے روایت کرے پر محمول ہوگا۔

یہ قول تو کبھی رکاز نے مگر دوسری طرف ابواسحاق اسفرائینی شافعی وغیرہ کی طرف منسوب نے کہ ان کے نزدیک مرسل صحابی کا حکم وہی ہے جو غیر صحابی کی مرسل کا لہذا تحقیق اور محذوف کا بیان ضروری ہے، کبھی رکاز کے مقابلے میں یہ قول مرووۃ نے جس کی وجہ تفصیل سے بیان کر دی گئی۔

۸ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : (أ) الْمَرَايِلُ لِأَبِي دَاوُدَ . (ب) الْمَرَايِلُ لِابْنِ أَبِي حَاتِمٍ . (ج) جَامِعُ التَّحْصِيلِ لِأَحْكَامِ الْمَرَايِلِ لِلْعَلَاءِيِّ .

:- **ترجمہ** اس فن میں مشہور ترین تصانیف : (ا) المراسیل : یہ امام ابویچھے وکی تصنیف نے۔ (ب) المراسیل : یہ ابن ابی حاتم کی تصنیف نے۔ (ج) جامع التحصیل لأحكام المراسیل : یہ امام علائی کی تصنیف نے۔

شرح :- تین مشہور تصانیف کا ذکر کرنے جن میں سے پہلی مراسیل ابیچھے وکے نام سے مطبوع نے اور یہ سنن ابیچھے وکے مصنف امام ابویچھے وکے تصنیف نے۔ دوسری کتاب جرح و تعدیل کے مشہور امام عبدالرحمن بن ابی حاتم کی تصنیف نے جس کا نام بھی مراسیل نے اور تیسری کتاب جامع التحصیل لأحكام المراسیل نے جس کے مصنف صلاح الدین ابوسعید خلیل علائی ہیں۔

الْمُعْضَلُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : إِسْمٌ مَفْعُولٌ مِنْ "أَعْضَلَهُ" بِمَعْنَى أَغْيَاهُ . (ب) إِصْطِلَاحًا : مَا سَقَطَ مِنْ إِسْنَادِهِ اثْنَانِ فَأَكْثَرَ عَلَى التَّوَالِي . ۲ - مِثَالُهُ : هَمَارَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي "مَعْرِفَةِ عُلُومِ الْحَدِيثِ" بِإِسْنَادِهِ إِلَى الْقَعْنَبِيِّ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : "لِلْمَمْلُوكِ طَعَامُهُ وَكَسْوَتُهُ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَا يُكْلَفُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا يُطِيقُ". قَالَ الْحَاكِمُ : هَذَا مُعْضَلٌ عَنْ مَالِكٍ أَغْضَلَهُ هَكَذَا فِي

الْمَوْطَأُ. فَهَذَا الْحَدِيثُ مُعْضَلٌ لِأَنَّهُ سَقَطَ مِنْهُ اثْنَانِ مُتَوَالِيَانِ بَيْنَ مَالِكٍ وَأَبْنِي هُرَيْرَةَ وَقَدْ عَرَفْنَا أَنَّهُ سَقَطَ مِنْهُ اثْنَانِ مُتَوَالِيَانِ مِنْ رِوَايَةِ الْحَدِيثِ خَارِجَ الْمَوْطَأِ هَكَذَا "..... عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجَلَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ".

:- **معطل**۔ اس کی تعریف: لغت کے اعتبار سے یہ "أَعْضَلَ" سے اسم مفعول نے جس کے معنی ہیں "عاجز کروا"۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے یہ وہ حدیث نے جس کی اسناد سے دو یا اس سے زیادہ راوی پے در پے ساقط ہوں۔ اس کی مثال: وہ حدیث نے جو حاکم ہے "معرفۃ علوم الحدیث" میں قعنبی تک اپنی سند کے ذریعے امام مالک سے روایت کی نے کہ انہیں یہ خبر پہنچی نے کہ حضرت ابو ہریرہؓ ہے کہا: جناب رسول اللہ ﷺ ہے فرمایا: "غلام کے لیے اچھے طریقے سے اس کا کھانا اور کپڑے وے دینا نے اور اس سے طاقت سے زیادہ کام نہیں لیا جائے گا"۔ حاکم سے کہا: امام مالک سے یہ روایت معطل نے، انہوں نے موطا میں اسی طرح معطل روایت کیا۔ تو یہ حدیث معطل نے اس لیے کہ اس میں امام مالک اور حضرت ابو ہریرہؓ کے درمیان پے در پے دو راوی ساقط ہو چکے ہیں اور ہمیں اس بات کا پتہ کہ اس میں دو راوی مسلسل ساقط ہوئے، موطا کے باہر حدیث کی اس انداز سے روایت سے چلا یعنی "عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجَلَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ"۔

شرح :- معطل، باب افعال کے مصدر "الْأَعْضَالُ" سے اسم مفعول کا صیغہ نے، اَعْضَالُ کسی کو عاجز و بے بس کر دینے اور تھکا دینے کے معنی میں آتا نے، اسی سے لاعلاج اور سنگین مرض کو الْمَدَاءُ الْعُضَالُ کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی انسان کو عاجز و لاچار کر دیتا نے۔ حدیث کا نام معطل اس لیے پڑا کہ سند میں مسلسل دو راوی کا حذف سند کی تحقیق کر ہے والے کو تھکا دیتا نے اور بے بس کر دیتا نے۔

اصول حدیث کی اصطلاح میں معطل اس حدیث کا نام نے جس کی سند میں پے در پے دو راوی یا اس سے بھی زیادہ حذف ہو چکے ہوں۔ اس کی مثال موطا میں امام مالک کی وہ روایت نے جس کو وہ حضرت ابو ہریرہؓ کے واسطے سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہے فرمایا:

"لِلْمَمْلُوكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ بِالْمَعْرُوفِ"..... الحدیث۔ یہ واضح نے کہ امام مالک کا

حضرت ابو ہریرہؓ سے سماع ثابت نہیں، اس لیے مذکورہ روایت میں یقیناً کوئی راوی حذف ہوانے، تحقیق کرے پر موطا کے باہر امام مالکؒ کی یہی حدیث ملی جس میں وہ ”محمد بن عجلان عن ابیہ“ کے واسطے سے حدیث بیان کرنے میں ہیں تو پتہ چلا کہ موطا کی روایت میں یہی وور راوی محذوف ہیں یعنی محمد بن عجلان اور ان کے والد۔ اس لیے یہ حدیث معضل بن گئی۔

۳ - حُكْمُهُ : الْمُعْضَلُ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ ، وَهُوَ أَسْوَأُ حَالًا مِنَ الْمُرْسَلِ وَالْمُنْقَطِعِ لِكَثْرَةِ الْمَحْذُوفِينَ مِنَ الْإِسْنَادِ ، وَهَذَا الْحُكْمُ عَلَى الْمُعْضَلِ بِالِاتِّفَاقِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ .

۴ - اِجْتِمَاعُهُ مَعَ بَعْضِ صُورِ الْمُعْلَقِ : اِنْ بَيْنَ الْمُعْضَلِ وَبَيْنَ الْمُعْلَقِ عُمُومًا وَخُصُوصًا مِنْ وَجْهِ : (أ) فَيَجْتَمِعُ الْمُعْضَلُ مَعَ الْمُعْلَقِ فِي صُورَةٍ وَاحِدَةٍ وَهِيَ : إِذَا حُذِفَ مِنْ مَبْدَأِ إِسْنَادِهِ رَاوِيَانِ مُتَوَالِيَانِ ، فَهُوَ مُعْضَلٌ وَمُعْلَقٌ فِي آنٍ وَاحِدٍ .

(ب) وَيُفَارِقُهُ فِي صُورَتَيْنِ : (۱) إِذَا حُذِفَ مِنْ وَسْطِ الْإِسْنَادِ رَاوِيَانِ مُتَوَالِيَانِ ، فَهُوَ مُعْضَلٌ وَلَيْسَ بِمُعْلَقٍ . (۲) إِذَا حُذِفَ مِنْ مَبْدَأِ الْإِسْنَادِ رَاوٍ فَقَطْ فَهُوَ مُعْلَقٌ وَلَيْسَ بِمُعْضَلٍ .

:- **ترجمہ** معضل کا حکم: معضل حدیث ضعیف ہے اور سند میں محذوفین کی کثرت کی وجہ سے یہ مرسل و منقطع سے بھی گئی گزری ہے۔ معضل کا یہ حکم علماء کے درمیان بالاتفاق ہے۔ معضل کا معلق کی بعض صورتوں کے ساتھ اجتماع: بے شک معضل اور معلق کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے: (۱) چنانچہ معضل صرف ایک صورت میں معلق کے ساتھ جمع ہوتا ہے اور وہ اس وقت ہے جب سند کے آغاز سے وور راوی مسلسل حذف کر دیے جائیں، تو وہ بیک وقت معضل و معلق ہے۔ (ب) اور دو صورتوں میں معلق سے جدا ہوگا: (۱) جب سند کے درمیان سے وور راوی مسلسل حذف کیے جائیں تو وہ معضل تو ہے لیکن معلق نہیں۔ (۲) جب سند کی ابتدا سے صرف ایک راوی حذف کیا جائے تو وہ معلق ہے لیکن معضل نہیں۔

شرح:- سند میں انقطاع اتنا برائے کہ اس سے حدیث ضعیف بن جاتی ہے پھر جب وور راوی ہوں اور وہ بھی پے در پے محذوف ہوں تو یہ کس قدر باعث نقصان ہوگا آپ خود ہی اندازہ کر لیجئے

اسی لیے علماء ہر تصریح کی نے کہ معضل کا رتبہ مرسل اور منقطع سے بھی نیچے نے یعنی ناقابل قبول نے۔ معضل کے ضعیف ہو ہے میں کسی کا اختلاف نہیں۔

چونکہ معلق وہ حدیث نے جس کے شروع سے راوی حذف کر دیا جائے اور معضل اس کو کہتے ہیں جس میں دو یا دو سے زیادہ راوی پے در پے حذف ہو جائیں چاہے شروع سے ہو یا درمیان سے یا آخر سے تو اس لیے معضل و معلق کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے۔ اب یہ نسبت جن دو چیزوں کے درمیان ہوتی ہے ان میں ایک تو مادہ اجتماعی ہوتا ہے جس میں کوئی چیزیں ہوتی ہیں اور دو مادے افتراقی ہوتے ہیں جہاں ایک ہوتی ہے اور دوسری نہیں، اس لیے معضل و معلق کے درمیان بھی پائے جاتے ہیں کی تین صورتیں ہیں:

(۱) مادہ اجتماعی: یعنی وہ سند جس کی ابتداء سے دوراوی مسلسل حذف کیے جائیں تو اس پر معلق کی تعریف بھی صاوت ہوگی اور معضل کی تعریف بھی، لہذا اس میں کوئی جمع ہیں۔ (۲) مادہ افتراقی: جس سند کے درمیان سے دوراوی مسلسل محذوف ہوں تو اس پر معضل ہونا صاوت ہے لیکن معلق ہونا صاوت نہیں، پس یہ صورت صرف معضل کی ہوئی۔ (۳) مادہ افتراقی: جس سند کی ابتداء سے صرف ایک راوی محذوف ہو تو اس پر معلق کی تعریف صاوت آئے گی لیکن معضل کی تعریف صاوت نہیں آئے گی، اس لیے یہ صورت صرف معلق کی ہوئی۔

۵ - مِنْ مَّظَانِّ الْمُعْضَلِ : قَالَ السُّيُوطِيُّ : مِنْ مَّظَانِّ الْمُعْضَلِ وَالْمُنْقَطِعِ وَالْمُرْسَلِ : (أ) كِتَابُ السَّنَنِ لِسَعِيدِ بْنِ مَنْصُورٍ . (ب) مَوْلَفَاتُ ابْنِ أَبِي الدُّنْيَا .

ترجمہ: معضل کے تلاش کر ہے کی جگہیں: امام سیوطی ہے کہا: معضل، منقطع اور مرسل کے تلاش کر ہے کی جگہوں میں سے یہ بھی ہیں: (۱) کتاب السنن: یہ سعید بن منصور کی تصنیف نے۔ (ب) ابن ابی الدنیا کی تالیفات۔

شرح :- معضل، منقطع اور مرسل تلاش کر ہے کے لیے مشہور کتابوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ ان کا ایک موقعہ تو سعید بن منصور کی کتاب السنن نے جو زیادہ ضخیم نہیں اور مطبوع نے۔ دوسرا حافظ ابوبکر المعروف بہ ابن ابی الدنیا کی موفات ہیں جو بہت زیادہ ہیں اور عام طور پر اخلاق و فضائل

الْمُنْقَطِعُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمُ فَاعِلٍ مِنَ "الْإِنْقِطَاعِ" ضِدِّ الْإِتِّصَالِ .
 (ب) اصْطِلَاحًا : مَا لَمْ يَتَّصِلْ إِسْنَادُهُ، عَلَى أَيْ وَجْهِ كَانَ انْقِطَاعُهُ . ۲ - شَرْحُ
 التَّعْرِيفِ : يَعْنِي أَنَّ كُلَّ إِسْنَادٍ انْقَطَعَ مِنْ أَيْ مَكَانٍ كَانَ، سَوَاءً كَانَ الْإِنْقِطَاعُ مِنْ
 أَوَّلِ الْإِسْنَادِ أَوْ مِنْ آخِرِهِ أَوْ مِنْ وَسْطِهِ، فَيَدْخُلُ فِيهِ - عَلَى هَذَا - الْمُرْسَلُ
 وَالْمُعْلَقُ وَالْمُعْضَلُ، لَكِنَّ عُلَمَاءَ الْمُصْطَلَحِ الْمُتَأَخِّرِينَ خَصَّوْا الْمُنْقَطِعَ بِمَا لَمْ
 تَنْطَبِقْ عَلَيْهِ صُورَةُ الْمُرْسَلِ أَوْ الْمُعْلَقِ أَوْ الْمُعْضَلِ، وَكَذَلِكَ كَانَ اسْتِعْمَالُ
 الْمُتَقَدِّمِينَ فِي الْغَالِبِ، وَلِذَلِكَ قَالَ النَّوَوِيُّ : "وَكَثُرَ مَا يُسْتَعْمَلُ فِي رِوَايَةِ مَنْ
 دُونَ التَّابِعِيِّ عَنِ الصَّحَابِيِّ كَمَا لِكَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ."

۳۔ **ترجمہ** منقطع۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ انقطاع سے اسم فاعل نے جو
 اتصال (ملنا) کا ضد ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ حدیث جس کی اسناد متصل نہ ہو
 چائے کسی بھی طرح انقطاع ہو۔

تعریف کی تفصیل: یعنی ہر وہ اسناد جو کسی بھی جگہ سے منقطع ہو جائے، برابر نے کہ انقطاع
 اسناد کے شروع سے ہو یا آخر سے یا درمیان سے، پس اس تفصیل کی بناء پر اس مرسل، معلق اور
 معضل داخل ہو جائیں گے مگر متاخرین علماء مصطلح ہے منقطع کو اس حدیث کے ساتھ خاص کروانے
 جس پر مرسل، معلق یا معضل کی صورت صادق نہ آئے اور متقدمین کا استعمال بھی زیادہ تر اسی طرح
 تھا۔ اسی لینی وی ہے کہانے: اور زیادہ تر منقطع تابعی سے نیچے شخص کے صحابی سے روایت کر ہے
 میں استعمال ہوتا ہے جیسے مالک، ابن عمر سے روایت کریں۔

شرح: - منقطع، یہ باب افعال کے مصدر یعنی الانقطاع کا اسم فاعل نے، انقطاع کے لغوی معنی
 ہیں "ٹوٹنا" اس کا ضد اتصال ہے جس کے معنی ہیں "ملنا، جڑنا"، چونکہ اس حدیث میں بھی سند میں
 سے کوئی راوی حذف ہوتا ہے گویا سند کے راویوں کا آپس میں اتصال نہیں ہوتا اس لیے اس کو منقطع

کہتے ہیں۔

اصطلاح میں منقطع ہر اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند میں کہیں نہ کہیں راوی ساقط ہو گیا ہو اور اس کا ذکر نہ ہوا ہو۔ اس معنی کے لحاظ سے منقطع، انقطاع کی بقیہ تینوں قسموں یعنی مرسل، معلق اور معطل کو شامل نے لیکن متاخرین ہے منقطع کو ان تین کے علاوہ صورتوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے لہذا اب مرسل، معلق اور معطل کو منقطع نہیں کہا جاتا، خود متقدمین بھی اکثر و بیشتر منقطع سے وہ صورت مراد لیا کرتے جس پر معلق وغیرہ کی تعریف صاویق نہ آئے۔ امامی وہی کی ذکر کر وہ مثال میں امام مالک تبع تابعی ہیں، ان کے اور ابن عمر کے درمیان ایک راوی کا واسطہ نے جو کہ محذوف نے اس لیے اس روایت کو منقطع کہا جائے گا۔

۳ - الْمُنْقَطِعُ عِنْدَ الْمُتَاَخِرِينَ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ : هُوَ مَا لَمْ يَتَّصِلْ إِسْنَادُهُ مِمَّا لَا يَشْمَلُهُ اسْمُ الْمُرْسَلِ أَوْ الْمُعْلَقِ أَوْ الْمُعْضَلِ، فَكَأَنَّ الْمُنْقَطِعَ اسْمٌ عَامٌّ لِكُلِّ انْقِطَاعٍ فِي السُّنَدِ مَا عَدَا صُورًا ثَلَاثًا مِنْ صُورِ الْإِنْقِطَاعِ وَهِيَ : حَذْفُ أَوَّلِ الْإِسْنَادِ، أَوْ حَذْفُ آخِرِهِ، أَوْ حَذْفُ اثْنَيْنِ مُتَوَالِيَيْنِ مِنْ أَيِّ مَكَانٍ كَانَ وَهَذَا هُوَ الَّذِي مَشَى عَلَيْهِ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِي النَّخْبَةِ وَشَرَحَهَا. ثُمَّ إِنَّهُ قَدْ يَكُونُ الْإِنْقِطَاعُ فِي مَكَانٍ وَاحِدٍ مِنَ الْإِسْنَادِ، وَقَدْ يَكُونُ فِي أَكْثَرِ مَكَانٍ وَاحِدٍ، كَأَن يَكُونُ الْإِنْقِطَاعُ فِي مَكَانَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ مَثَلًا .

:- **ترجمہ** متاخرین اہل حدیث کے نزدیک منقطع: وہ روایت ہے جس کی اسناد ان صورتوں میں سے متصل نہ ہو جس کو مرسل یا معلق یا معطل کا نام شامل نہ ہو، گویا منقطع انقطاع کی مندرجہ ذیل تین صورتوں کے علاوہ سند میں واقع ہر انقطاع کے لیے ایک عام نام ہے: اسناد کے شروع میں حذف، یا اس کے آخر کا حذف، یا دو مسلسل راویوں کا حذف جو کسی بھی جگہ سے ہو۔ یہ وہ تعریف ہے جس پر حافظ ابن حجرؒ نخبہ اور اس کی شرح میں گامزن رہے۔ پھر بے شک انقطاع جمہو اسناد کی ایک جگہ ہوتی ہے اور جمہو ایک سے زیادہ جگہوں میں ہوتی ہے مثلاً جیسے انقطاع دو یا تین جگہوں میں ہو۔

شرح :- یہ بات اوپر گزر چکی ہے کہ منقطع اپنے اصطلاحی معنی کے لحاظ سے ہر قسم کے انقطاع

والی سند کو شامل نے جس میں معلق، مرسل اور معضل بھی آجاتے ہیں مگر متاخرین ہے منقطع کو ان تینوں کے علاوہ قسم مانا نے اور ان صورتوں کے ساتھ خاص کرویا نے جن پر معلق وغیرہ صائق نہ آئے۔ حافظ ابن حجرؒ ہے بھی اپنی نخبہ اور اس کی شرح میں متاخرین کے قول کے مطابق تعریف اختیار کی نے۔

البتہ یہ سمجھنا چاہیے کہ انقطاع جمہو سند کی ایک ہی جگہ پر ہوگا اور جمہو ایک سے زیادہ جگہوں پر مثلاً وں راویوں پر مشتمل ایک سند نے اور اس میں ہر دور راوی کے بعد ایک راوی ساقط ہو بشرطیکہ نہ بالکل شروع میں ساقط ہو نہ بالکل آخر میں۔

۴ - مِثَالُهُ : مَرَاوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ يُثَيْعٍ عَنْ حُذَيْفَةَ مَرْفُوعاً : إِنْ وَلَّيْتُمُوهَا أَبَا بَكْرٍ فَقَوِيٌّ أَمِينٌ . فَقَدْ سَقَطَ مِنْ هَذَا الْإِسْنَادِ رَجُلٌ مِنْ وَسْطِهِ وَهُوَ "شَرِيكٌ" سَقَطَ مِنْ بَيْنِ الثَّوْرِيِّ وَأَبِي إِسْحَاقَ ، إِذْ أَنَّ الثَّوْرِيَّ لَمْ يَسْمَعْ الْحَدِيثَ مِنْ أَبِي إِسْحَاقَ مُبَاشَرَةً وَإِنَّمَا سَمِعَهُ مِنْ شَرِيكٍ ، وَشَرِيكٌ سَمِعَهُ مِنْ أَبِي إِسْحَاقَ . فَهَذَا الْإِنْقِطَاعُ لَا يَنْطَبِقُ عَلَيْهِ اسْمُ الْمُرْسَلِ وَلَا الْمُعْلَقِ وَلَا الْمُعْضَلِ فَهُوَ مُنْقَطِعٌ . ۵ - حُكْمُهُ : الْمُنْقَطِعُ ضَعِيفٌ بِالِاتِّفَاقِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ ، وَذَلِكَ لِلْجَهْلِ بِحَالِ الرَّاويِ الْمَحْذُوفِ .

نقد۔ راجحتمہ اس کی مثال: وہ حدیث نے جس کو عبد الرزاق، ثوری سے، وہ ابو اسحاق سے، وہ زید بن یثیع سے اور وہ حضرت حذیفہؓ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں: "إِنْ وَلَّيْتُمُوهَا أَبَا بَكْرٍ فَقَوِيٌّ أَمِينٌ" (اگر تم خلافت ابو بکر کے سپرد کرو تو وہ قوت رکھنے والا امانت دار ہے)۔ ثوری اور ابو اسحاق کے درمیان کوئی شخص ساقط ہوا ہے کیونکہ ثوری ہے ابو اسحاق سے براہ راست حدیث نہیں سنی، بلکہ انہوں نے شریک سے اس کو سنا ہے اور شریک ہے ابو اسحاق سے۔ اس انقطاع پر نہ تو مرسل کا نام صائق آتا ہے نہ ہی معلق کا اور نہ ہی معضل کا، اس لیے یہ منقطع ہے۔ اس کا حکم: علماء کے اتفاق کے مطابق منقطع ضعیف ہے اور اس وجہ سے کہ محذوف راوی کی حالت کا علم نہیں ہے۔

شرح: - منقطع کی وہ مثال جس پر معلق وغیرہ کی تعریفیں صائق نہیں آتیں، امام عبد الرزاقؒ کی

سند سے مروی حدیث نوجس کو وہ سفیان ثوری سے روایت کرتے ہیں، سفیان ثوری اسے ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں، ابواسحاق اس حدیث کو زید بن شیح سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس سند میں سفیان ثوری کے بعد شریک کا واسطہ تھا جو محذوف ہو گیا پس سفیان ثوری اور ابواسحاق کے مابین شریک محذوف ہیں جن کی وجہ سے یہ سند منقطع مثالی۔ حدیث منقطع کا حکم یہ نوکہ بالاتفاق ضعیف نوکیونکہ محذوف راوی کا علم نہیں ہوتا۔

الْمُدْلَسُ

۱ - تَعْرِيفُ التَّدْلِيسِ : (أ) لُغَةً : الْمُدْلَسُ اسْمٌ مَفْعُولٌ مِنْ "التَّدْلِيسِ" وَالتَّدْلِيسُ فِي اللُّغَةِ كِتْمَانُ عَيْبِ السِّلْعَةِ عَنِ الْمُشْتَرِي، وَأَصْلُ التَّدْلِيسِ مُشْتَقٌّ مِنَ الدَّلْسِ وَهُوَ الظُّلْمَةُ أَوْ اخْتِلَاطُ الظَّلَامِ كَمَا فِي الْقَامُوسِ، فَكَأَنَّ الْمُدْلِسَ لِيُغْطِيَهُ عَلَى الْوَاقِفِ عَلَى الْحَدِيثِ أَظْلَمَ أَمْرُهُ فَصَارَ الْحَدِيثُ مُدْلَسًا. (ب) إِصْطِلَاحًا : إِخْفَاءُ عَيْبٍ فِي الْإِسْنَادِ، وَتَحْسِينٌ لِيُظَاهِرَهُ.

ق۔ ترجمہ مدلس۔ تدلیس کی تعریف: (ا) لغت کے مطرار سے: مدلس، تدلیس سے اسم مفعول نو، اور تدلیس کے لغت میں معنی ہیں: خریدار سے سامان کے عیب کو چھپانا، اور تدلیس کی اصل دلس سے مشتق نو اور وہ اندھیرے کو یا اندھیرے کے ساتھ ملنے کو عتبا ہیں جیسا کہ قاموس میں نو، گویا مدلس حدیث پر مطلع ہو ہے والے پر پردہ ڈالنے کی وجہ سے، اُس کا معاملہ اندھیرا ہو گیا جس کی وجہ سے حدیث مدلس بن گئی۔ (ب) اکہتے ح کے مطرار سے: اسناد میں کسی عیب کا چھپانا اور اس کے ظاہر کو اچھا کرنا نو۔

شبہ ۱ :- تدلیس، باب تفعیل کا مصدر نوجس کے لغوی معنی ہیں "خریدار سے سامان کے عیب کو چھپانا"۔ یہ دلس سے ماخوذ نو جس کے دو معنی آتے ہیں: ایک اندھیرا، دوسرے کسی چیز کا اندھیرے میں چلے جانا۔ یہ دونوں معام قاموس اور لغت کی دیگر کتابوں میں مذکور ہیں۔

مدلس اسی تدلیس سے صیغہ اسم مفعول نو اور حدیث کی صفت نو جبکہ مدلس راوی کو

عتبا ہیں جب وہ تدلیس سے کام لے، حدیث کا یہ نام اس لیے پڑا کہ جب راوی اسناد کے اندر کسی عیب کو چھپاتا تو تو گویا وہ حدیث سے بحث کر رہے والے شخص پر سند کی اصلیت چھپانا چاہتا ہو اور اس عیب کو اندھیرے میں رکھنا چاہتا ہو تاکہ واضح نہ ہو سکے اسی لیے حدیث کو بھی مدلس عتبا ہیں کیونکہ اس کا معاملہ اندھیرا ہو گیا ہو۔ اصول حدیث کی اکہتے ح میں تدلیس عتبا ہیں: سند میں کسی عیب کو چھپانا اور اس کے ظاہر کو خوبصورت بنانا۔

۲ - أَقْسَامُ التَّدْلِيسِ : لِلتَّدْلِيسِ قِسْمَانِ رَئِيسِيَّانِ هُمَا : تَدْلِيسُ الْإِسْنَادِ، وَتَدْلِيسُ الشُّيُوخِ. ۳ - تَدْلِيسُ الْإِسْنَادِ : لَقَدْ عَرَفَ عُلَمَاءُ الْحَدِيثِ هَذَا النَّوعَ مِنَ التَّدْلِيسِ بِتَعْرِيفَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَسَاخْتَارَ أَصَحَّهَا وَأَدَقَّهَا - فِي نَظَرِي - وَهُوَ تَعْرِيفُ الْإِمَامَيْنِ أَبِي أَحْمَدَ بْنِ عَمْرٍو الْبَزَّارِ وَأَبِي الْحَسَنِ بْنِ الْقَطَّانِ وَهَذَا التَّعْرِيفُ هُوَ : (أ) تَعْرِيفُهُ : أَنْ يَرَوِيَ الرَّاَوِي عَنْ مَنْ قَدْ سَمِعَ مِنْهُ مَا لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَذْكُرَ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُ. (ب) شَرْحُ التَّعْرِيفِ : وَمَعْنَى هَذَا التَّعْرِيفِ أَنَّ تَدْلِيسَ الْإِسْنَادِ أَنْ يَرَوِيَ الرَّاَوِي عَنْ شَيْخٍ قَدْ سَمِعَ مِنْهُ بَعْضَ الْأَحَادِيثِ، لَكِنَّ هَذَا الْحَدِيثَ الَّذِي دَلَّسَهُ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْهُ وَإِنَّمَا سَمِعَهُ مِنْ شَيْخٍ آخَرَ عَنْهُ فَيُسْقِطُ ذَلِكَ الشَّيْخَ، وَيَرَوِيهِ عَنْهُ بِلَفْظٍ مُحْتَمِلٍ لِلِسَّمَاعِ وَغَيْرِهِ، كَ " قَالَ " أَوْ " عَنْ " لِيُوْهِمَ غَيْرَهُ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُ لَكِنْ لَا يُصْرِّحُ بِأَنَّهُ سَمِعَ مِنْهُ هَذَا الْحَدِيثَ فَلَا يَقُولُ : " سَمِعْتُ " أَوْ " حَدَّثَنِي " حَتَّى لَا يَصِيرَ كَذَّابًا بِذَلِكَ، ثُمَّ قَدْ يَكُونُ الَّذِي أَسْقَطَهُ وَاحِدًا أَوْ أَكْثَرَ.

ت۔ ترجمہ تدلیس کی قسمیں: تدلیس کی دو بڑی قسمیں ہیں، وہ یہ ہیں: تدلیس الاسناد، تدلیس الشیوخ۔ تدلیس الاسناد: علماء سے تدلیس کی مذکورہ قسم کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں، میں ان میں سے اپنی نظر میں زیادہ صحیح اور زیادہ انی تعریف کو اختیار کروں گا اور وہ امام ابو احمد بن عمرو بزار اور امام ابو حسن بن قطن کی تعریف ہے: نو: (ا) اس کی تعریف: یہ کہ راوی اُس شخص سے جس سے اس کا سماع ہو، وہ حدیث نقل کرے جو اُس سے سنی نہ ہو یہ ذکر کیے بغیر کہ یہ حدیث اُس سے سنی

نو۔ (ب) تعریف کی وضاحت: اس تعریف کا مطلب یہ نو کہ تلیس الاسنادیہ نو کہ راوی ایسے شیخ سے جس سے چند حدیثیں سن چکا ہو سوائے وہ حدیث جس میں اس سے تلیس کی نو اس شیخ سے نہ سنی ہو، بلکہ یہ حدیث اُس ہے دوسرے شیخ کی وساطت سے اس شیخ سے سنی ہو، پھر وہ اُس شیخ کو ساقط کر دے اور حدیث کی اس شیخ سے ایسے لفظ کے ذریعے روایت کرے جس میں سماع وغیرہ کا احتمال ہو جیسے قَالَ (اس ہے کہا) یا عَنِ (اس سے) تاکہ دوسروں کو یہ خیال دلا سکے کہ یہ حدیث اُس ہے اس شیخ سے سنی نو لیکن اس حدیث کے سننے کی صراحت نہیں کرتا چنانچہ وہ ”میں ہے سنا“ یا ”اس ہے مجھ سے بیان کیا“ نہیں کہتا تاکہ اس کی وجہ سے جھوٹا نہ بن جائے، پھر جس کو اس ہے ساقط کیا نو وہ کبھی ایک ہوتا نو اور کبھی اس سے زیادہ۔

نکات :- یوں تو تلیس کئی طرح سے سکیں نو لیکن بنیادی طور پر اس کا حاصل دو قسمیں بنتی ہیں: تلیس الاسناد اور تلیس الشیوخ۔ دونوں کا تعلق اگرچہ سند کے ساتھ نو لیکن تھوڑا سا فرق نو۔ تلیس الاسناد اس تلیس کو عتبا ہیں کہ ایک شخص ایک استاذ کا شاگرد ہو اور اسی سے روایت بھی کرتا ہو مگر چند حدیثیں اُس ہے مذکورہ استاذ سے براہ راست نہیں سنی ہوتیں بلکہ ان میں وہ کسی اور کا شاگرد ہوتا نو اور وہ تیسرا شخص اس آدمی کے سابقہ شیخ سے ہی وہ حدیثیں بیان کرتا ہو۔ اب یہ شاگرد بجائے یوں کہنے کے کہ میں ہے یہ حدیث فلاں سے سنی اور اس ہے ہمارے فلاں استاذ سے سنی، وہ اس شخص کا واسطہ درمیان سے حذف کر کے اپنے استاذ ہی کا نام لے لیتا نو کہ انہوں ہے یہ حدیث بیان کی نو جبکہ یہ اس حدیث میں اس کا براہ راست شاگرد نہیں ہوتا بلکہ ایک شخص کے واسطے سے شاگرد بنتا نو۔

جن الفاظ سے روایت کرتا نو وہ اپنے متعین استاذ سے سننے یا لینے پر واضح دلالت نہ کرتے ہوں بلکہ ان سے جس طرح یہ سمجھ میں آئے کہ اس ہے استاذ سے سنا ہو گا اسی طرح یہ بھی احتمال ہو کہ شاید خود نہیں سنا بلکہ دوسرے کے واسطے سے سنا کہلا وہ یہ نہیں کہے گا کہ ”میں اپنے فلاں استاذ سے سنایا انہوں ہے مجھ سے بیان کیا“ کیونکہ اگر ایسا کہے گا تو بعد میں اصل بات ظاہر ہو ہے یہ وہ جھوٹا قرار پائے گا اور لوگ اس سے حدیث لینا ترک کر دیں گے لہذا وہ یوں کہتا نو ”استاذ ہے

کہا، ”یا“ استاذ کے واسطے سے، ان الفاظ میں سماع وعدم سماع دونوں کا احتمال نو۔
تدلیس الاسناد میں ضروری نہیں کہ ایک ہی راوی محذوف ہو بلکہ ایک سے زیادہ بھی
محذوف ہو سکتا نو۔

(ج) الْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْإِرْسَالِ الْخَفِيُّ : قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ الْقَطَّانِ بَعْدَ ذِكْرِهِ
لِلتَّعْرِيفِ السَّابِقِ : ” وَالْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْإِرْسَالِ هُوَ : أَنَّ الْإِرْسَالَ رِوَايَتُهُ عَمَّنْ لَمْ
يَسْمَعْ مِنْهُ “ وَابْتِصَاحُ ذَلِكَ أَنَّ كُلًّا مِنَ الْمُدَلِّسِ وَالْمُرْسِلِ إِرْسَالًا خَفِيًّا يَرَوِي
عَنْ شَيْخٍ شَيْئًا لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْهُ ، بِلَفْظٍ يَحْتَمِلُ السَّمَاعَ وَغَيْرَهُ ، لَكِنَّ الْمُدَلِّسَ قَدْ
سَمِعَ مِنْ ذَلِكَ الشَّيْخِ أَحَادِيثَ غَيْرَ الَّتِي دَلَّسَهَا عَلَيْهِ حِينَ أَنَّ الْمُرْسِلَ إِرْسَالًا
خَفِيًّا لَمْ يَسْمَعْ مِنْ ذَلِكَ الشَّيْخِ أَبَدًا ، لَا الْإِحَادِيثَ الَّتِي أُرْسَلَهَا وَلَا غَيْرَهَا لَكِنَّهُ
عَاصَرَهُ أَوْ لَقِيَهُ . (د) مِثَالُهُ : مَا أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ بِسَنَدِهِ إِلَى عَلِيِّ بْنِ خَشْرَمٍ قَالَ :
” قَالَ لَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ : عَنْ الزُّهْرِيِّ ، فَقِيلَ لَهُ : سَمِعْتَهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ ؟ فَقَالَ : لَا ، وَلَا
مِمَّنْ سَمِعَهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ “ . فَفِي هَذَا
الْمِثَالِ أَسْقَطَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اثْنَيْنِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الزُّهْرِيِّ .

ترجمہ اس کے اور ارسال خفی کے درمیان فرق: ابوالحسن بن قطن ہے سابقہ تعریف ذکر
کرہے کے بعد کہا: ”اس کے اور ارسال کے درمیان فرق یہ نو کہ ارسال اُس کا ایسے شیخ سے
روایت کرنا نو جس سے اُس ہے سنا نہیں“ اور اس کی وضاحت یہ نو کہ مدلس اور مرسل خفی میں
سے ہر ایک کسی شیخ سے وہ نقل کرتا نو جس کو اس سے سنا نہیں ہوتا، ایسے لفظ کے ساتھ جو سننے یا نہ
سننے کا احتمال رکھتا نو مگر مدلس اس شیخ سے چند حدیثیں سن چکا ہوتا نو جو ان کے علاوہ ہوتی ہیں
جن میں اس سے تدلیس کی جبکہ مرسل خفی اس شیخ سے قطعاً کچھ نہیں سنا ہوتا، نہ تو وہ احادیث جن کا
ارسال کرتا نو اور نہ ہی ان کے علاوہ، لیکن وہ اس کا فی زمانہ ہوتا نو یا اس سے مل چکا ہوتا نو۔
اس کی مثال: وہ حدیث نو جو حاکم ہے علی بن خشرم تک اپنی سند کے ساتھ بیان کی نو، انہوں نے
کہا: ”فی سے ابن عیینہ“ ہے کہا: ”زہری کے واسطے سے“ اس پر ان سے پوچھا گیا: کیا آپ ہے

اس کو زہری سے سنا نو؟ انہوں نے کہا: ”نہیں، اور نہ ہی اس شخص سے سنا نو جس نے زہری سے سنا، مجھ سے عبدالرزاق ہے بواسطہ معمر، زہری سے یہ نقل کیا۔“ اس مثال میں ابن عیینہؒ ہے اپنے اور زہریؒ کے درمیان دو راوی حذف کر دیئے۔

نکات :- جس طرح تدلیس میں ایک شیخ کا واسطہ حذف کر کے اس سے اوپر شیخ سے روایت کی جاتی نو اسی طرح ارسال خفی میں بھی کسی شیخ کا واسطہ حذف کر کے اس سے اوپر شیخ سے روایت کی جاتی نو لیکن ان دونوں میں فرق یہ نو کہ تدلیس میں روایت ایسے شیخ سے کی جاتی نو جس سے تدلیس والی حدیث کے علاوہ حدیثیں سن چکا ہوتا نو یعنی راوی کا اُس شیخ سے سماع ثابت ہوتا نو جبکہ ارسال میں ایسے شیخ سے روایت کی جاتی نو جس سے اس کا سنا ثابت نہیں ہوتا بلکہ محض معاصرت اور ملاقات موجود ہوتی نو یعنی صرف دونوں کا زمانہ ایک ہوتا نو یا صرف اس شیخ سے راوی کی ملاقات ثابت ہوتی نو، حدیث اس سے نہیں سنی ہوتی۔

اس کی مثال سفیان بن عیینہؒ کی مذکورہ بالا سند نو جس میں علی بن خشرمؒ عتبا ہیں کہ ایک مرتبہ سفیان بن عیینہؒ نے نی سے اس طرح حدیث بیان کی ”زہریؒ کے واسطے سے“ تو کسی نے سوال کیا: کیا آپ نے خود زہریؒ سے یہ حدیث سنی نو؟ فرمایا: ”نہیں، نہ زہریؒ سے نہ زہریؒ کے شاگرد سے سنی نو، مجھ سے تو عبدالرزاقؒ ہے معمرؒ کے واسطے بیان کیا اور معمرؒ زہریؒ سے سنا۔“ تو دیکھیے کہ سفیان بن عیینہؒ، زہریؒ کے شاگردوں میں سے ہیں اور ان سے احادیث روایت بھی کرتے ہیں لیکن ایک مرتبہ اُن سے وہ حدیث روایت کر رہے تھے جو براہ راست نہیں سنی ہوتی بلکہ اس میں وہ کسی اور استاد کے شاگرد ہوتے ہیں پھر وہ بھی یہ حدیث زہریؒ سے نہیں سنتے بلکہ ایک اور استاد کا واسطہ ہوتا نو۔ پہلے سفیان بن عیینہؒ ہے ایسے لفظ سے بیان کیا جس میں سننے نہ سننے کا احتمال تھا، لیکن جب معاملہ کھلا تو واضح ہوا کہ اس میں دو واسطے درمیان میں محذوف تھے: ایک عبدالرزاقؒ اور دوسرے معمرؒ۔

۴ - قَدْ لَيْسَ التَّسْوِيَةُ : هَذَا النَّوعُ مِنَ التَّدْلِيْسِ هُوَ فِي الْحَقِيقَةِ نَوْعٌ مِنْ أَنْوَاعِ تَدْلِيْسِ الْإِسْنَادِ . (أ) تَعْرِيفُهُ : هُوَ رِوَايَةُ الرَّاْوِي عَنْ شَيْخِهِ ثُمَّ اسْقَاطُ رَاوٍ ضَعِيفٍ

بَيْنَ ثِقَتَيْنِ لَقِيَ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ، وَصُورَةُ ذَلِكَ أَنْ يَرَوِيَ الرَّاَوِي حَدِيثًا عَنْ شَيْخٍ ثِقَةٍ، وَذَلِكَ الثِّقَةُ يَرَوِيهِ عَنْ ضَعِيفٍ عَنْ ثِقَةٍ، وَيَكُونُ الثَّقَتَانِ قَدْ لَقِيَ أَحَدُهُمَا الْأَوَّلَ فَيُسْقِطُ الضَّعِيفَ الَّذِي فِي السَّنَدِ، وَيَجْعَلُ الْإِسْنَادَ عَنْ شَيْخِهِ الثِّقَةِ عَنْ الثِّقَةِ الثَّانِي بِلَفْظٍ مُحْتَمِلٍ، فَيُسَوِّي الْإِسْنَادَ كُلَّهُ ثَقَاتٍ. وَهَذَا النَّوعُ مِنَ التَّدْلِيلِ شَرُّ أَنْوَاعِ التَّدْلِيلِ؛ لِأَنَّ الثِّقَةَ الْأَوَّلَ قَدْ لَا يَكُونُ مَعْرُوفًا بِالتَّدْلِيلِ، وَيَجِدُهُ الْوَاقِفُ عَلَى السَّنَدِ كَذَلِكَ بَعْدَ التَّسْوِيَةِ قَدْ رَوَاهُ عَنْ ثِقَةٍ آخَرَ فَيَحْكُمُ لَهُ بِالصَّحَّةِ، وَفِيهِ غُرُورٌ شَدِيدٌ.

ترجمہ: تدلیس التسویہ: تدلیس کی یہ قسم درحقیقت تدلیس الاسناد کی ہی ایک نوع (ا) اس کی تعریف: وہ راوی کا اپنے شیخ سے روایت کر کے پھر دوسرے ثقہ کے درمیان ایک ضعیف راوی کا حذف کرنا جن میں سے ایک کی دوسرے سے ملاقات ہوئی ہو، اور اس کی صورت یہ نوکہ راوی ایک ثقہ شیخ سے کوئی حدیث روایت کرے اور وہ ثقہ ایک ضعیف کے واسطے سے ایک ثقہ سے اس حدیث کی روایت کرتا ہو، وہ دونوں ثقہ ایک دوسرے سے مل چکے ہوں تو راوی اس ضعیف کو حذف کر دیتا نو جو سند میں موجود ہوتا نو اور اسناد کو احتمالی لفظ کے ساتھ: اپنے ثقہ شیخ کے واسطے سے دوسرے ثقہ سے بنا دیتا نو، اس طرح وہ اسناد کو ثقافات سے برابر (پُر) کر دیتا نو۔ تدلیس کی یہ قسم لے اے تدلیس میں سب سے بُری قسم نو اس لیے کہ پہلا ثقہ کبھی کبھی تدلیس میں مشہور نہیں ہوتا اور سند پر واقف ہو ہے والا اس کو اسی طرح دوسرے ثقہ سے روایت کیا ہوا پاتا نو تو اس کے لیے صحت کا حکم لگا دیتا نو جبکہ اس میں شدید دُلع کہ نو۔

نکات: - تدلیس الاسناد ہی سے نکلی ہوئی تدلیس کی ایک قسم تدلیس التسویہ بھی نو۔ تسویہ باب تفصیل کا مصدر نو جس کے معنی ہیں برابر کر دینا، پُر کر دینا، اس تدلیس میں سند سے ضعیف کو حذف کر کے صرف ثقافات کو باقی رکھا جاتا نو جس سے سند کے تمام راوی ایک درجے کے قرار پاتے ہیں یعنی ثقہ سمجھے جاتے ہیں حالانکہ ان میں سے ایک راوی ضعیف بھی نو جس کا ذکر نہیں ہوا۔ تدلیس التسویہ کی صورت یہ ہوتی نو کہ ایک راوی کا شیخ کہلا ثقہ ہوتا نو لیکن شیخ کا شیخ ضعیف ہوتا نو اور

اس کا شیخ ثقہ ہوتا نوگو یا دو ثقات کے درمیان ایک ضعیف ہوتا نو، راوی کا شیخ اپنے ضعیف شیخ کے ثقہ شیخ سے ملاقات کر چکا ہوتا نو تو وہ راوی یہ کرتا نو کہ ان دونوں ثقات کے درمیان سے اُس ضعیف کا واسطہ حذف کر دیتا نو جس کے بعد راوی کے شیخ کے بعد ضعیف کے بجائے ثقہ آجاتا نو، گویا پوری سند ثقات سے بھر جاتی نو اور تمام راوی ایک دوسرے کے نی رتبہ (یعنی ثقہ) بن جاتے ہیں اب کوئی بھی نیا شخص جب حدیث سے بحث کرنا چاہتا نو تو وہ پوری سند میں کوئی ضعیف نہیں پاتا حالانکہ حقیقتاً ایک راوی محذوف ضعیف ہوتا نو، چنانچہ وہ ضعیف حدیث پر صحت کا حکم لگا دیتا نو۔ اسی دلیل کے ذریعہ کی بناء پر تدلیس التسویہ کو تدلیس کی سب سے بُری اور مذموم صورت قرار دیا گیا نو۔

(ب) أَشْهَرُ مَنْ كَانَ يَفْعَلُهُ : ۱..... بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ . قَالَ أَبُو مُسْهَرٍ : " أَحَادِيثُ بَقِيَّةٍ، لَيْسَتْ نَقِيَّةً، فَكُنْ مِنْهَا عَلَى تَقِيَّةٍ " ۲..... الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ . (ج) مِثَالُهُ : مَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ فِي الْعِلَلِ قَالَ : " سَمِعْتُ أَبِي - وَذَكَرَ الْحَدِيثَ الَّذِي رَوَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ رَاهُوِيَةَ عَنْ بَقِيَّةٍ حَدَّثَنِي أَبُو وَهَبٍ الْأَسَدِيُّ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ لَا تَحْمَدُوا إِسْلَامَ الْمَرْءِ حَتَّى تَعْرِفُوا عُقْدَةَ رَأْيِهِ - قَالَ أَبِي : هَذَا الْحَدِيثُ لَهُ أَمْرٌ قَلٌّ مَنْ يَفْهَمُهُ، رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَ (ثِقَّةٌ) عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي فَرَوَةَ (ضَعِيفٌ) عَنْ نَافِعٍ (ثِقَّةٌ) عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ كُنِيَّتُهُ أَبُو وَهَبٍ، وَهُوَ أَسَدِي، فَكُنَّا بَقِيَّةً وَنَسَبَهُ إِلَى بَنِي أَسَدٍ كُنِيَ لَا يُفْطَنُ لَهُ، حَتَّى إِذَا تَرَكَ إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي فَرَوَةَ لَا يُهْتَدَى لَهُ " .

نہ۔ رتبہ تدلیس تسویہ کر ہے والے مشہور ترین اشخاص : (۱) بقیہ بن ولید : ابو مسہر ہے فرمایا : بقیہ کی احادیث صاف ستھری نہیں ہوتیں، اس لیے ان سے احتیاط کرو۔ (۲) ولید بن مسلم۔ اس کی مثال : وہ حدیث نو جس کو ابن ابی حاتم ہے کتاب العلل میں روایت کیا نو، کہا کہ "میں ہے اپنے والد سے سنا..... اس کے بعد انہوں نے وہ حدیث ذکر کی جس کو اسحاق بن راہویہ ہے بقیہ سے روایت کیا، انہوں نے کہا : مجھ سے ابو وہب اسدی سے نافع عن ابن عمر کے واسطے سے حدیث "کسی آدمی کے اسلام کی تعریف نہ کرو جب تک اس کی رائے کی گروہ (یعنی مضبوط عقیدہ) نہ معلوم

کرلو۔ میرے والد ہے کہا: اس حدیث کا ایک معاملہ نو جس کو کم ہی لوگ سمجھتے ہیں، اس حدیث کو عبید اللہ بن عمرو (ثقة) ہے اسحاق بن ابی فروہ (ضعیف) سے روایت کیا، وہ نافع (ثقة) سے اور وہ ابن عمر کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ عبید اللہ بن عمرو کی کنیت ابو وہب نو اور وہ اسدی نو تو بقیہ ہے اس کی کنیت ذکر کی اور نسبت بنی اسد کی طرف کر دی تاکہ اس طرف ذہن نہ جائے یہاں تک کہ جب وہ اسحاق بن ابی فروہ کا ذکر چھوڑے گا تو اس کی تحقیق نہیں ہو سکے گی۔

شجرہ ۱ :- تدلیس تسویہ کر ہے والوں میں دو نام بڑے مشہور ہیں، ایک بقیہ بن ولید اور دوسرا ولید بن مسلم۔ بقیہ کے متعلق ابو مسہر کا نصیحا نہ جملہ منقول نوانہوں ہے فرمایا ”أَحَادِيثُ بَقِيَّةٍ، لَيْسَتْ نَقِيَّةً، فَكُنْ مِنْهَا عَلَى تَقِيَّةٍ“ یعنی بقیہ کی احادیث صاف ستھری نہیں لہذا ان سے احتیاط کرنا۔

بقیہ کے متعلق دوسرا قول ابن ابی حاتم کا نو، ابن ابی حاتم ہے ایک سند ذکر کر کے اپنے والد امام الجرح والتعديل ابو حاتم رازی کا یہ تبصرہ نقل کیا نو کہ انہوں نے فرمایا: اس سند کے متعلق بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اس میں ہوا کیا؟ اس میں ابو وہب اسدی کا نام عبید اللہ بن عمرو نو اور وہ اسی نام سے مشہور نو، اس کے بعد دوسرے راوی اسحاق بن ابی فروہ ضعیف ہیں پھر نافع ہیں جو کہ ثقة ہیں لیکن بقیہ ہے اسحاق بن ابی فروہ کو حذف کر دیا اور عبید اللہ کو ابو وہب اسدی کے نام سے ذکر کیا تاکہ لوگ نہ سمجھ سکیں اور انہیں نافع سے ملا دیا حالانکہ یہ حدیث ان کی نافع سے نہیں نو۔

ولید بن مسلم اکثر امام اوزاعی کی احادیث میں گڑبڑ کیا کرتے تھے اور ضعیف رواۃ کو بیچ سے حذف کر دیا کرتے تھے، اس لیے مدلسین کی فہرست میں وہ بھی مشہور ہیں۔

۵ - تَدْلِيسُ الشُّيُوخِ : (أ) تَعْرِيفُهُ : هُوَ أَنْ يَرَوِيَ الرَّاَوِي عَنْ شَيْخٍ حَدِيثًا سَمِعَهُ

مِنْهُ، فَيُسَمِّيهِ أَوْ يُكْنِيهِ أَوْ يَنْسِبُهُ أَوْ يَصِفُهُ بِمَا لَا يُعْرِفُ بِهِ كُنًى لَا يُعْرِفُ .

(ب) مِثَالُهُ : قَوْلُ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُجَاهِدٍ أَحَدِ أَيْمَةِ الْقُرَاءِ : ” حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي

عَبْدِ اللَّهِ، يُرِيدُ بِهِ أَبَا بَكْرٍ بْنُ أَبِي دَاوُدَ السَّجِسْتَانِيَّ “ .

نقہ رقبہ تدلیس الشیوخ۔ (ا) اس کی تعریف: وہ یہ نو کہ راوی ایک شیخ سے ایک حدیث روایت کرے جو اُس ہے اس شیخ سے سنی نو، لیکن اس کا نام، یا کنیت یا نسبت یا وصف وہ ذکر کرے جس سے وہ مشہور نہ ہو، تا کہ پہچانا نہ جائے۔ (ب) اس کی مثال: فن قرأت کے ایک امام ابو بکر بن مجاہد کا قول کہ ”نی سے عبد اللہ بن ابو عبد اللہ ہے بیان کیا“۔ آپ کی مراد اس سے ابو بکر بن ابوداؤد بختاہم ہیں۔

نقہ ۱ :- تدلیس کی دوسری مستقل قسم تدلیس الشیوخ نو جس میں شیوخ کو مبہم اور غیر واضح نام یا صفت وغیرہ سے ذکر کیا جاتا ہوتا کہ پہچا ہے نہ جائیں یعنی ایک شیخ کسی خاص نام یا کنیت یا نسبت یا صفت کے ساتھ مشہور و معروف ہوتا نو لیکن راوی اس شیخ کو غیر معروف نام، کنیت، نسبت یا صفت کے ساتھ ذکر کرتا نو۔ اس کی مثال جیسے امام ابو بکر بن مجاہد کا قول کہ نی سے عبد اللہ بن ابو عبد اللہ ہے بیان کیا۔ ان کی مراد اس سے ابو بکر بن ابوداؤد بختاہم ہیں جن کا اصل نام عبد اللہ نو اور ان کے والد کی کنیت بھی ابوداؤد مشہور نو لیکن انہوں نے غیر معروف نام اور ولدیت ذکر کی۔

۶ - حُكْمُ التَّدْلِيسِ : (أ) أَمَّا تَدْلِيسُ الْإِسْنَادِ : فَمَكْرُوهٌ جِدًّا ذَمُّهُ أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ، وَكَانَ شُعْبَةُ مِنْ أَشَدِّهِمْ ذَمًّا لَهُ فَقَالَ فِيهِ أَقْوَالٌ مِنْهَا : ”التَّدْلِيسُ أَخُو الْكَذِبِ“ . (ب) وَأَمَّا تَدْلِيسُ التَّسْوِيَةِ : فَهُوَ أَشَدُّ كَرَاهَةً مِنْهُ، حَتَّى قَالَ الْعِرَاقِيُّ : ”إِنَّهُ قَادِحٌ فِيمَنْ تَعَمَّدَ فِعْلَهُ“ . (ج) وَأَمَّا تَدْلِيسُ الشُّيُوخِ : فَكَرَاهَتُهُ أَخَفُّ مِنْ تَدْلِيسِ الْإِسْنَادِ لِأَنَّ الْمُدْلِسَ لَمْ يُسْقِطْ أَحَدًا، وَإِنَّمَا الْكَرَاهَةُ بِسَبَبِ تَضْيِيعِ الْمُرَوِّى عَنْهُ، وَتَوْعِيرِ طَرِيقِ مَعْرِفَتِهِ عَلَى السَّامِعِ وَتَخْتَلِفُ الْحَالُ فِي كَرَاهَتِهِ بِحَسَبِ الْغَرَضِ الْحَامِلِ عَلَيْهِ .

نقہ رقبہ تدلیس کا حکم: (ا) جہاں تک تدلیس الاسناد کا تعلق نو تو وہ انتہائی ناپسندیدہ نو، اکثر علماء ہے اس کی برائی بیان کی نو، اور ان سب میں شعبہ سب سے زیادہ اس کی مذمت کرے والے تھے، چنانچہ انہوں نے اس بارے میں کئی باتیں کہی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی نو: ”تدلیس جھوٹ کا بھائی نو“۔ (ب) اور رہی تدلیس التسویہ تو وہ اُس سے بھی سخت ناپسندیدہ نو

یہاں تک کہ عراقی ہے کہا نو: ”بلاشبہ یہ جان بوجھ کے ایسا کر ہے والے کے حق میں باعث جرح نو“۔ (ج) اور جہاں تک تدلیس الشیوخ کا تعلق نو تو اس کی کراہت تدلیس الاسناد سے کم نو، اس لیے کہ تدلیس ہے کسی کو ساقط نہیں کیا، کراہت تو مروی عنہ کو ضاہو کر ہے اور سامع کے لیے اس کی پہچان کا طریقہ مشکل بنا ہے کی وجہ سے نو، اور اس کی کراہت کا حال اس کا باعث بننے والی غرض کے عطلار سے بدلتی رہتی نو۔

نکات :- اس میں تو شک نہیں کہ تدلیس چا نو کسی بھی طرح ہو قابل مذمت نو اگرچہ بڑے نامور شخصیات سے بعض اوقات تدلیس کرنا منقول نو لیکن پھر بھی اس کی مذمت کی گئی نو اور جس درجے کی تدلیس ہوگی اسی قدر اس کی مذمت بھی کی جائے گی چنانچہ تدلیس الاسناد میں چونکہ درمیان میں انقطاع آجاتا نو اس لیے اس کی برائی زیادہ بیان کی جاتی نو، اکثر علماء ہے اس کو ناپسند کیا اور سب سے زیادہ امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ ہے اس کی مذمت بیان کی نو۔ انہوں سے بڑے بڑے گناہوں سے زیادہ تدلیس سے نفرت کا اظہار کیا، ایک قول میں فرماتے ہیں کہ تدلیس جھوٹ ہی کا ساتھی اور بھائی نو۔ لہذا تدلیس الاسناد جھوٹ کی قسم نو۔

تدلیس کی دوسری ذیلی قسم تدلیس التسویہ نو جو تدلیس الاسناد سے حاصل ہوتی نو، اس کی کراہت پہلی قسم سے زیادہ نو چنانچہ عبدالرحیم عراقی فرماتے ہیں کہ یہ ایک قسم کی جرح والی بات نو۔ گویا جو تدلیس التسویہ کرے گا وہ مجروح ہوگا۔ تدلیس الشیوخ میں اگرچہ کوئی راوی حذف نہیں لیکن وہ بھی ناپسندیدہ نو کیونکہ اس میں مروی عنہ شیخ اور اس کی حدیث کو ضاہو کرنا نو اس لیے کہ بعض اوقات غیر مشہور نام سے وہ پہچانا نہیں جائے گا جس کی وجہ سے اسے مجہول سمجھ کر اس کی حدیث ترک کر دی جائے گی، اسی طرح یہ سامع کو ایک قسم کی مشکل میں ڈالنا نو کہ وہ تحقیق کرے پر مجبور ہوگا۔ بہر حال تدلیس ایک مذموم فعل نو جس سے ہر راوی کو اجتناب کرنا لازم نو۔

۷ - الْأَغْرَاضُ الْحَامِلَةُ عَلَى التَّدْلِيسِ: (أ) الْأَغْرَاضُ الْحَامِلَةُ عَلَى تَدْلِيسِ
الْبُشُوشِ أَرْبَعَةٌ وَهِيَ: ۱..... ضَعْفُ الشَّيْخِ أَوْ كَوْنُهُ غَيْرَ ثِقَةٍ. ۲..... تَأَخُّرُ وَفَاتِهِ
بِحَيْثُ شَارَكَهُ فِي السَّمَاعِ مِنْهُ جَمَاعَةٌ دُونَهُ. ۳..... صِغَرُ سِنِهِ بِحَيْثُ يَكُونُ أَصْغَرَ

مِنَ الرَّاَوِیِّ عَنْهُ . ۴ کَثْرَةُ الرَّوَايَةِ عَنْهُ، فَلَا يُحِبُّ إِلَّا كَثَارَ مَنْ ذَكَرَ اسْمَهُ عَلَى صُورَةٍ وَاحِدَةٍ .

۴۔ **ترجمہ** تدلیس کا باعث بننے والے اسباب: (۱) وہ اغراض و مقاصد جو تدلیس الشیوخ کا باعث بنتے ہیں، چار ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) شیخ کا ضعیف یا غیر ثقہ ہونا (۲) شیخ کی دیر سے وفات ہونا یہاں تک کہ ایک جماعت جو درجے میں اس سے کم ہو، اس کے ساتھ شریک ہو جائے۔ (۳) اس کی صغریٰ اس طور پر کہ وہ روایت کرنے والے شخص سے چھوٹا ہو (۴) اس سے بکثرت روایت کرنا، اس لیے وہ ایک ہی طرح سے بار بار اس کا ذکر پسند نہیں کرتا۔

شرح: - تدلیس الشیوخ کا باعث بننے والی وجوہات چار ہیں: (۱) شیخ کا ضعیف ہونا، لہذا غیر معروف نام سے ذکر کیا جاتا ہے تاکہ پتہ نہ چل سکے۔ صحیح قول کے مطابق یہ جرح نہیں ہے لیکن باعث مذمت ہے۔ (۲) شیخ کا، اپنے راوی سے کم عمر ہونا، اس لیے راوی اس کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ (۳) راوی کی عمر اس قدر طویل ہوتی ہے کہ دوسرے کم درجے کے لوگ بھی روایت میں اس کے ساتھی بن جاتے ہیں، اس لیے شیخ کا نام مبہم رکھنا چاہتا ہے۔ (۴) ایک ہی معروف نام سے ذکر کرنا اکتاہٹ کا سبب بن جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ مختلف ناموں سے ذکر کرنا چاہتا ہے تاکہ کثرت شیوخ کا پتہ چلے یا پھر تفنن فی العبارات حاصل ہو۔ آخری تینوں قسمیں کراہت میں کم ہیں۔

(ب) الْأَغْرَاضُ الْحَامِلَةُ عَلَى تَذْلِيلِ الْإِسْنَادِ خَمْسَةٌ وَهِيَ: ۱..... تَوْهِيْمُ عُلُوِّ

الْإِسْنَادِ ۲..... فَوَاتُ شَيْءٍ مِنَ الْحَدِيثِ عَنْ شَيْخٍ سَمِعَ مِنْهُ الْكَثِيرَ .

۳ - ۴ - ۵ - الْأَغْرَاضُ الثَّلَاثَةُ الْأُولَى الْمَذْكُورَةُ فِي تَذْلِيلِ الشُّيُوخِ .

۱۔ **ترجمہ** تدلیس الاسناد کا باعث بننے والے اسباب پانچ ہیں: (۱) اسناد عالی ہونے کا وہم پیدا کرنا۔ (۲) جس شیخ سے بہت کچھ سنا ہوتا ہے اس سے حدیث کا کچھ حصہ سننے سے رہ جانا۔ (۲)، (۳)، (۵) تدلیس الشیوخ میں مذکور پہلے تین اغراض۔

شرح: - تدلیس الاسناد میں راوی کا حذف عمل میں آتا ہے، اس لیے اس کے اسباب پانچ ہو سکتے ہیں: (۱) یہ وہم پیدا کرنا کہ میری سند عالی ہے یعنی چونکہ دوسروں کی بنسبت ایک راوی کم

ہو چکا ہوتا ہے اس لیے سند میں واسطے کم رہ جاتے ہیں اور وہ عالی مسلم ہونے لگتی ہے۔

(۲) کبھی کبھار کسی شیخ سے بہت ساری حدیث سن لیتا ہے لیکن ایک حدیث کا کچھ حصہ کسی وجہ سے نہیں سن پاتا بلکہ اس کے لیے اسی شیخ کے کسی اور شاگرد کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کے واسطے سے حدیث کا بقیہ حصہ سنتا ہے لیکن روایت کرتے وقت اس واسطے کا نام نہیں بلکہ اپنے شیخ ہی کا نام لیتا ہے حالانکہ حدیث کا مذکورہ ٹکڑا وہ اس شیخ سے نہیں سنا ہوتا ہے اور ایسا حدیث کے معاملہ کو سامع کے نزدیک اچھا بنانے کے لیے کرتا ہے۔ تدلیس الاسناد کے دیگر اسباب وہی ہیں جو تدلیس الشیوخ کے تحت گذر چکے۔ یہ بھی آیا ہے کہ تدلیس الاسناد قابل مذمت ہے چاہے کچھ بھی سبب ہو۔

۸ - أَسْبَابُ ذِمِّ الْمُدَلِّسِ : ثَلَاثَةٌ وَهِيَ : (أ) إِيْهَامُهُ السَّمَاعَ مِمَّنْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ .
(ب) غَدُوْلُهُ عَنِ الْكُشْفِ إِلَى الْإِحْتِمَالِ . (ج) عِلْمُهُ بِأَنَّهُ لَوْ ذُكِرَ الَّذِي دَلَّسَ عَنْهُ
لَمْ يَكُنْ مَرَضِيًّا .

ترجمہ: تدلیس کی مذمت کے اسباب: تین ہیں جو یہ ہیں: (ا) اُس کا اس شخص سے سننے کا وہم پیدا کرنا جس سے نہیں سنا۔ (ب) وضاحت کو چھوڑ کر احتمال والی راہ اختیار کرنا۔ (ج) اس کا یہ جان لینا کہ اگر اُس شیخ کا ذکر ہو جائے جس سے تدلیس کی ہے تو اُسے پسند نہیں کیا جائے گا۔

تذکرہ: - تدلیس کی مذمت اس لیے کی جاتی ہے کہ اس میں تین خرابیاں پائی جاتی ہیں: (ا) جس سے حدیث نہیں سنی ہوتی، اس سے سننے کا وہم پیدا کرنا حالانکہ حقیقت ایسی نہیں۔ (ب) صاف ستھرے انداز میں روایت کرنے کے بجائے ایک مشکل راہ اپنانا جو شک کا سبب بنتا ہے جس سے سامع ہمیشہ شبہ میں رہتا ہے۔ (ج) راوی کو یہ مسلم ہوتا ہے کہ اگر اس شیخ کا ذکر کر دیا گیا جس کے بارے میں تدلیس سے کام لیا ہے تو لوگ اسے پسند نہیں کریں گے، لوگوں کے ہاں ناپسندیدہ ہونے کے خوف سے وہ تدلیس پر آمادہ ہو جاتا ہے، حالانکہ دیانت کا تقاضا اس کے خلاف تھا۔

۹ - حُكْمُ رِوَايَةِ الْمُدَلِّسِ : اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي قَبُولِ رِوَايَةِ الْمُدَلِّسِ عَلَى أَقْوَالٍ
أَشْهَرُهَا قَوْلَانِ . (أ) رَدُّ رِوَايَةِ الْمُدَلِّسِ مُطْلَقًا وَإِنْ بَيَّنَّ السَّمَاعَ لِأَنَّ التَّدْلِيْسَ نَفْسَهُ

جَرَحُ . (وَهَذَا غَيْرُ مُعْتَمَدٍ) (ب) التَّفْصِيلُ : (وَهُوَ الصَّحِيحُ) . ۱..... إِنْ صَرَّحَ
بِالسَّمَاعِ قُبِلَتْ رِوَايَتُهُ، أَيْ إِنْ قَالَ : " سَمِعْتُ " أَوْ نَحْوَهَا قُبِلَ حَدِيثُهُ . ۲..... وَإِنْ
لَمْ يُصَرِّحْ بِالسَّمَاعِ لَمْ تُقْبَلْ رِوَايَتُهُ، أَيْ إِنْ قَالَ " عَنْ " وَنَحْوَهَا لَمْ يُقْبَلْ حَدِيثُهُ .

ترجمہ مدلس کی روایت کا حکم: مدلس کی روایت کے قبول کرنے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں جن میں مشہور دو قول ہیں: (أ) مدلس کی روایت کو مطلقاً رد کر دینا اگرچہ اس نے سماع کی وضاحت کر دی ہو اس لیے کہ تدلیس خود ایک جرح ہے (یہ قول غیر معتد ہے)۔ (ب) اس میں تفصیل ہے (اور یہی صحیح ہے کہ) اگر اس نے سننے کی صراحت کر دی ہو تو اس کی روایت مقبول ہوگی یعنی اگر اس نے کہا: "میں نے سنا ہے" یا اس جیسے اور الفاظ تو اس کی حدیث قبول کی جائے گی، اور اگر سننے کی صراحت نہ کی ہو تو اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی یعنی اگر اس نے "عن" وغیرہ کہا تو اس کی حدیث مقبول نہیں ہوگی۔

نکات :- تدلیس کے قابل مذمت ہونے میں سب کا اتفاق ہے، اختلاف اس بات میں ہے کہ مدلس کی روایت مقبول ہے یا نہیں؟ چنانچہ محدثین و فقہاء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ جو شخص بھی تدلیس کا مرتکب ہو وہ مجرد ہے، اس کی روایت ہرگز قابل قبول نہیں۔

اس کے برعکس جمہور نے یہ تفصیل کی ہے کہ مدلس اگر شیخ سے اپنے سماع کا تذکرہ کرے مثلاً کسی روایت میں حَدَّثَنَا يَا أَخْبَرْنَا وغیرہ الفاظ وارد ہوں تو اس کی روایت مقبول ہے، اسی وجہ سے صحیحین میں بعض مدلسین کی اس طرح کی روایات مروی ہیں اس لیے کہ تدلیس بذات خود جھوٹ نہیں بلکہ وہ یا تو اتصال کو ذکر نہ کرنا ہے یا پھر ظاہر اسناد کو خوبصورت کرنا اور تصریح کے بجائے لفظ محتمل کو ذکر کرنا ہے لہذا اگر سماع کا ثبوت مل جائے تو مدلس کی مذکورہ روایت مقبول ہو جائے گی۔ ورنہ نہیں جیسے "عن فلان" کہے تو قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ اس میں سننے نہ سننے کا احتمال ہے اور مدلس کی احتمالی بات قبول نہیں۔

۱۰ - بِمَ يُعْرَفُ التَّدْلِيسُ ؟ يُعْرَفُ التَّدْلِيسُ بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ : (أ) إِخْبَارُ الْمُدْلِسِ
نَفْسِهِ إِذَا سُئِلَ مَثَلًا ، كَمَا جَرَى لِابْنِ عُيَيْنَةَ . (ب) نَصُّ إِمَامٍ مِنْ أَيْمَةِ هَذَا الشَّانِ

بِنَاءٌ عَلَىٰ مَعْرِفَتِهِ ذَٰلِكَ مِنَ الْبَحْثِ وَالتَّبَعِ .

نہ۔ ترجمہ تدلیس کس طرح پہچانی جاتی ہے؟ تدلیس دو طریقوں میں سے کسی سے پہچانی جاتی ہے: (ا) مدلس کا خود اپنے بارے میں بتانا، مثلاً جب اس سے پوچھا جائے جیسا کہ ابن عیینہ کے ساتھ پیش آیا۔ (ب) اس فن کے اماموں میں سے کسی کا تلاش و جستجو کے بعد تدلیس کے متعلق اپنی معرفت کی بناء پر صراحت کرنا۔

نہ۔ ۱ :- تدلیس پہچاننے کے دو طریقے ہیں: (۱) راوی کا اپنے متعلق تدلیس کی خبر دینا جس کی مثال بحث کے شروع میں سفیان بن عیینہ کے متعلق گزر چکی ہے کہ علیہ نے جب عن الزہری کہہ کر روایت شروع کی تو لوگوں نے پوچھا: کیا آپ نے زہری سے خود سنا ہے تو اس پر علیہ نے دو واسطے ذکر کر دیئے، اس سے مسلم مہوا کہ ان کی پہلی روایت میں تدلیس کی گئی تھی۔

(۲) ائمہ حدیث میں کسی کا اپنے علم کی بناء پر تدلیس کے متعلق بتانا جیسے کہ بقیہ اور ولید بن معلو کے متعلق ہائیں کے اقوال موجود ہیں۔

۱۱ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِي التَّدْلِيسِ وَالْمُدْلِسِينَ : هُنَاكَ مُصَنَّفَاتٌ فِي التَّدْلِيسِ وَالْمُدْلِسِينَ كَثِيرَةٌ أَشْهُرُهَا : (أ) ثَلَاثَةُ مُصَنَّفَاتٍ لِلْخَطِيبِ الْبَغْدَادِيِّ ، وَاحِدٌ فِي أَسْمَاءِ الْمُدْلِسِينَ ، وَاسْمُهُ "التَّبْيِينُ لِأَسْمَاءِ الْمُدْلِسِينَ" ، وَالْآخَرَانِ أَفْرَدَ كُلًّا مِنْهُمَا لِبَيَانِ نَوْعٍ مِنْ أَنْوَاعِ التَّدْلِيسِ . (ب) التَّبْيِينُ لِأَسْمَاءِ الْمُدْلِسِينَ . إِبْرَاهَانَ الدِّينِ بْنِ الْحَلَبِيِّ (وَقَدْ طُبِعَتْ هَذِهِ الرِّسَالَةُ) . (ج) تَعْرِيفُ أَهْلِ التَّقْدِيسِ بِمَرَاتِبِ الْمُؤَصُّوفِينَ بِالتَّدْلِيسِ لِلْحَافِظِ ابْنِ حَجَرَ (وَقَدْ طُبِعَتْ أَيْضًا) .

نہ۔ ترجمہ تدلیس اور مدلسین کے بارے میں مشہور ترین تصانیف: تدلیس اور مدلسین کے بارے میں بہت سی تصانیف ہیں جن میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں: (ا) خطیب بغدادی کی تین تصانیف، ایک مدلسین کے ناموں کے بارے میں اور اس کا نام "التبیین لأسماء المدلسین" ہے، اور دوسری دونوں میں سے ہر ایک تدلیس کی ایک ایک نوع کے بیان میں لکھی ہے۔ (ب) التبیین لأسماء المدلسین: یہ برہان الدین بن حلبی کی تصنیف ہے۔ (اور یہ رسالہ چھپ چکا ہے) (ج)

تقریف اہل التقدیس، ہر اہل الموصوفین بالتدلیس: یہ حافظ ابن حجر کی تصنیف ہے (اور یہ بھی چھپ چکی ہے)۔

نکات :- اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ خطیب بغدادی نے علم حدیث کے متعلقہ فنون کا احاطہ کیا ہے اور شاید ہی کوئی فن ان کے لکھنے سے رہ گیا ہو، چنانچہ تدلیس سے متعلق بھی ان کی تین تصانیف ہیں: ایک المدلسین کے ناموں کے بیان میں اور باقی دو تدلیس کی قسموں تدلیس فی الاسناد اور تدلیس فی الشیوخ کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ نیز برہان الدین ابن الحکم اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھی ہے۔ ابن عساکر کی بھی ایک کتاب ہے جو اسماء المدلسین کے بیان میں ہے۔

الْمُرْسَلُ الْخَفِيُّ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : الْمُرْسَلُ لُغَةً إِسْمٌ مَفْعُولٌ مِنَ الْإِرْسَالِ بِمَعْنَى الْإِطْلَاقِ كَمَا أَنَّ الْمُرْسِلَ أَطْلَقَ الْإِسْنَادَ وَلَمْ يَصِلْهُ وَالْخَفِيُّ ضِدُّ الْجَلِيِّ، لِأَنَّ هَذَا النَّوعَ مِنَ الْإِرْسَالِ غَيْرُ ظَاهِرٍ فَلَا يُذْرَكُ إِلَّا بِالْبَحْثِ. (ب) إِصْطِلَاحًا : أَنْ يَرَوِيَ عَمَّنْ لَقِيَهُ أَوْ عَاَصَرَهُ مَا لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ بِلَفْظٍ يَحْتَمِلُ السَّمَاعَ وَغَيْرَهُ كَقَوْلِهِ "قَالَ" ۲ - مِثَالُهُ : مَا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ مِنْ طَرِيقِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ مَرْفُوعًا : "رَحِمَ اللَّهُ حَارِسَ الْحُرُسِ" فَإِنَّ عُمَرَ لَمْ يَلْقَ عُقْبَةَ كَمَا قَالَ الْمِزِّي فِي الْأَطْرَافِ .

ترجمہ مرسل خفی۔ اس کی تقریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: مرسل لغت کے اعتبار سے الارسال سے اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں "چھوڑ دینا"، گویا ارسال کرنے والے نے سند کو چھوڑ دیا اور ملایا نہیں، اور خفی، جلی کی ضد ہے؛ چونکہ ارسال کی یہ قسم ظاہر نہیں ہوتی اس لیے اس کو بحث کے ساتھ ہی مسلم کیا جاسکتا ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: یہ کہ اُس شخص سے جس سے ملاقات ہوئی ہو یا وہ اس کے ہم زمانہ ہو ایسی حدیث جس کو اس سے سنا نہ ہو، سماع اور غیر سماع کا احتمال رکھنے والے لفظ کے ساتھ روایت کرنے جیسے قَالَ۔ اس کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو ابن ماجہ نے عمر بن عبدالعزیز کے واسطے سے حضرت عقبہ بن عامر سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ

محافظوں کے محافظ پر رحم کرے، کیونکہ عمر کی ملاقات حضرت عقبہؓ سے نہیں ہوئی ہے، مزنی نے الاطراف میں اسی طرح کہا۔

نکۃ ۱:- مرسل خفی کا بیان ہے۔ مرسل باب افعال کے مصدر الا رسال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں ”چھوڑ دینا“، اس لحاظ سے مرسل کے معنی ہوں گے ”چھوڑا ہوا“، حدیث کا یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ راوی اس کی سند کو چھوڑ دیتا ہے اور نہیں ملاتا ہے، جبکہ خفی کے معنی ہیں: پوشیدہ، مرسل خفی میں پوشیدہ ارسال پایا جاتا ہے جس کو ہر کوئی نہیں جانتا بلکہ تحقیق کرنی پڑتی ہے۔ اصطلاح اصول حدیث کے مطابق مرسل خفی کسی شخص کی وہ حدیث ہے جو وہ اپنے کسی معاصر شیخ یا اس شخص سے روایت کرے جس سے ملاقات ہو چکی ہو مگر مذکورہ حدیث اس سے نہ سنی ہو۔ چونکہ دونوں کے درمیان معاشرت یا ملاقات پائی جاتی ہے اس لیے بادی النظر میں دونوں کے درمیان اتصال نظر آتا ہے حالانکہ بیچ میں ایک راوی کا واسطہ محذوف ہوتا ہے۔ اس کی مثال جیسے وہ حدیث جس کو عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت عقبہؓ سے روایت کریں جبکہ دونوں ہم زمانہ ضرور ہیں لیکن عمر بن عبدالعزیزؒ کی حضرت عقبہؓ سے ملاقات یا سماع ثابت نہیں۔ امام مزنیؒ کی تحقیق یہی ہے۔

۳- بِمَ يُعْرَفُ ؟ يُعْرَفُ الْإِرْسَالُ الْخَفِيُّ بِأَحَدِ أُمُورٍ ثَلَاثَةٍ وَهِيَ : (أ) نَصُّ بَعْضِ الْأَثَمَةِ عَلَى أَنَّ هَذَا الرَّاَوِيَّ لَمْ يَلْقَ مَنْ حَدَّثَ عَنْهُ أَوْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ مُطْلَقًا . (ب) إِخْبَارُهُ عَنْ نَفْسِهِ بِأَنَّهُ لَمْ يَلْقَ مَنْ حَدَّثَ عَنْهُ أَوْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا . (ج) مَجِيءُ الْحَدِيثِ مِنْ وَجْهِ آخَرٍ فِيهِ زِيَادَةُ شَخْصٍ بَيْنَ هَذَا الرَّاَوِيَّ وَبَيْنَ مَنْ رَوَى عَنْهُ ، وَهَذَا الْأَمْرُ الثَّالِثُ فِيهِ خِلَافٌ لِلْعُلَمَاءِ لِأَنَّهُ قَدْ يَكُونُ مِنْ نَوْعِ " الْمَزِيدِ فِي مُتَّصِلِ الْأَسَانِيدِ " . ۴- حُكْمُهُ : هُوَ ضَعِيفٌ لِأَنَّهُ مِنْ نَوْعِ الْمُنْقَطِعِ ، فَإِذَا ظَهَرَ انْقِطَاعُهُ فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْمُنْقَطِعِ . ۵- أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : كِتَابُ التَّفْصِيلِ لِمُبْنِهِ الْمَرَّاسِيْلُ لِلْخَطِيبِ الْبَغْدَادِيِّ .

نکۃ ۲:- رتبہ یہ کس طرح پہچانا جاتا ہے؟ ارسال خفی کو تین طریقوں میں سے کسی سے پہچانا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) بعض شیخ کا بیان کہ یہ راوی اس شخص سے نہیں ملا ہے جس سے اس نے

حدیث بیان کی ہے یا اس نے اُس سے بالکل نہیں سنا۔ (ب) راوی کا خود اپنے متعلق بتلانا کہ اس کی ملاقات اُس شخص سے نہیں ہوئی جس سے اُس نے حدیث بیان کی ہے یا اس سے کوئی چیز نہیں سنی ہے۔ (ج) حدیث کا دوسری ایسی سند سے وارد ہونا جس میں اس راوی اور اس کے مروی عنہ کے درمیان ایک شخص کی زیادتی ہو۔ اس تیسرے امر میں علماء کا اختلاف ہے اس لیے کہ یہ کبھی کبھی مزید فی متصل الا سانیہ کی نوع سے بھی ہوتا ہے۔ اس کا حکم: یہ ضعیف ہے اس لیے کہ منقطع کی قسم ہے تو جب اس کا انقطاع ظاہر ہو جائے تو اس کا حکم وہی ہوگا جو منقطع کا ہے۔ اس میں زیادہ مشہور تصنیفات: کتاب التفصیل لمبہم المراسیل جو کہ خطیب بغدادی کی تصنیف ہے۔

بند ۱ :- ارسال خفی کو پہچاننے کے تین طریقے ہیں: (۱) بعض ائمہ حدیث کی صراحت کہ مذکورہ راوی کی اپنے مروی عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی یا ملاقات تو ہوئی لیکن مذکورہ حدیث کی سماعت نہیں کی۔ (۲) کسی صحیح ذر نہ ہو سے راوی کا اپنے متعلق یہ خبر دینا کہ اس کے اور مروی عنہ کے درمیان کوئی شیخ محذوف ہے۔ (۳) مذکورہ حدیث دوسری صحیح سند کے ذر نہ ہو درمیان میں کسی راوی کے اضافے کے ساتھ وارد ہوگی، اس سے بھی پتہ چلے گا کہ پچھلی سند میں ایک راوی محذوف ہو گیا تھا۔ یہ قسم کبھی کبھی مزید فی متصل الا سانیہ میں داخل ہو جاتی ہے جب فیصلہ اس بات کا ہو کہ مذکورہ زیادتی صحیح ہے۔ چونکہ ارسال خفی ایک نقص ہے اس لیے مرسل خفی حدیث ضعیف ہے۔ خطیب بغدادی کی مرسل خفی کے متعلق بھی ایک کتاب ہے۔

الْمُعْنَنُ وَالْمُوْنَنُ

۱ - تَمْهِيدٌ: لَقَدْ اَنْتَهَتْ اَنْوَاعُ الْمَرْدُوْدِ السِّتَةِ الَّتِي سَبَبُ رَدِّهَا سَقَطَ مِنَ الْاِسْنَادِ، لَكِنْ لَمَّا كَانَ الْمُعْنَنُ وَالْمُوْنَنُ مُخْتَلَفًا فِيهِمَا، هَلْ هُمَا مِنْ نَوْعِ الْمُنْقَطِعِ اَوْ الْمُتَّصِلِ، لِذَا رَأَيْتُ اِلْحَاقَهُمَا بِاَنْوَاعِ الْمَرْدُوْدِ بِسَبَبِ سَقَطِ مِنَ الْاِسْنَادِ ۲ - تَعْرِيفُ الْمُعْنَنِ: (أ) لُغَةً: الْمُعْنَنُ اسْمٌ مَفْعُولٌ مِنْ "عَنَّ" بِمَعْنَى قَالَ "عَنْ عَنْ". (ب) اِصْطِلَاحًا: قَوْلُ الرَّاْوِي عَنْ فُلَانٍ عَنْ فُلَانٍ.

۳ - مِثَالُهُ : مَا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهَ قَالَ : " حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ " قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى مَيَّامِنِ الصُّفُوفِ " .

:- **ترجمہ** معنعن اور مؤنن - تمہید: مردود کے چھ اقسام جن کے رد کرنے کا سبب اسناد میں سقوط تھا، پوری ہو گئیں مگر چونکہ معنعن اور مؤنن کے بارے میں اختلاف موجود تھا کہ آیا یہ منقطع کی قسم سے ہیں یا متصل کی؟ اسی لیے میں نے سقط من الاسناد کے سبب سے مردود کی انواع کے ساتھ ملحق کرنا مناسب سمجھا۔ معنعن کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: معنعن، عَنْ عَنْ سے اسم مفعول ہے یعنی عَنْ عَنْ کہا۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: راوی کا عن فلان عن فلان کہنا۔ اس کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو ابن ماجہ نے روایت کیا، کہا کہ ”ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، ایسے نے کہا: ہم سے معاویہ بن ہشام نے بیان کیا ایسے نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا وہ اسامہ بن زید سے، اور وہ عثمان بن عروہ سے اور وہ حضرت عائشہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایسے نے کہا: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں کے دائیں حصوں (کے نمازیوں) پر رحمت بھیجتے ہیں۔“

شرح ۱ :- یہاں سے سند ہی سے متعلق دو مزید قسموں کا بیان ہو رہا ہے ایک معنعن دوسری مؤنن۔ انہیں مردود کے تحت ذکر کرنے کی وجہ یہ بنی کہ ان کے حکموں میں اختلاف ہے چنانچہ بعض علماء انہیں منقطع شمار کرتے ہیں اور بعض متصل۔ ان کی سندوں کی چھان بین کرنا ضروری ہے، اسی بناء پر مصنف نے انہیں مردود کے تحت شامل کرنا مناسب سمجھا۔ معنعن کی لغوی تعریف یہ ہے کہ یہ باب فعلہ رباعی مجرد کے مصدر عَنْ عَنْ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، عنعنہ کے معنی ہیں عَنْ عَنْ کہنا۔ چونکہ اس سند میں بھی عن عن کا استعمال ہوتا ہے اس لیے اس کا یہ نام رکھ دیا گیا۔

اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ معنعن وہ حدیث ہے جس کی سند میں عن عن واقع ہو۔ اس کی مثال ابن ماجہ کی وہ حدیث ہے جو عثمان بن ابی شیبہ بواسطہ معاویہ بن ہشام اور وہ بواسطہ سفیان نقل کرتے ہیں۔ اس میں سفیان کے بعد تین جگہ عن عن آیا ہے لہذا یہ حدیث معنعن ہے۔

۴ - هَلْ هُوَ مِنَ الْمُتَّصِلِ أَوْ الْمُنْقَطِعِ ؟ اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيهِ عَلَى قَوْلَيْنِ : (أ) قِيلَ إِنَّهُ مُنْقَطِعٌ حَتَّى يَتَبَيَّنَ اتِّصَالُهُ . (ب) وَالصَّحِيحُ الَّذِي عَلَيْهِ الْعَمَلُ وَقَالَهُ الْجَمَاهِيرُ مِنْ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ وَالْأُصُولِ أَنَّهُ مُتَّصِلٌ بِشُرُوطٍ، اتَّفَقُوا عَلَى شَرْطَيْنِ مِنْهَا، وَاخْتَلَفُوا فِي اشْتِرَاطِ مَا عَدَاهُمَا، أَمَّا الشَّرْطَانِ اللَّذَانِ اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهُمَا - وَمَذْهَبُ مُسْلِمٍ الْإِكْتِفَاءُ بِهِمَا - فَهُمَا : ۱..... أَنْ لَا يَكُونَ الْمُعْنَعُ مُدَلِّسًا . ۲..... أَنْ يُمَكِّنَ لِقَاءَ بَعْضِهِمْ بَعْضًا أَى لِقَاءَ الْمُعْنَعِ بِمَنْ عَنَّنَ عَنْهُ . وَأَمَّا الشَّرْطُ الْبَاقِي اخْتَلَفُوا فِي اشْتِرَاطِهَا زِيَادَةً عَلَى الشَّرْطَيْنِ السَّابِقَيْنِ فَهِيَ : ۱..... ثُبُوتُ اللَّقَاءِ : وَهُوَ قَوْلُ الْبُخَارِيِّ وَابْنِ الْمَدِينِيِّ وَالْمُحَقِّقِينَ . ۲..... طُولُ الصُّحْبَةِ : وَهُوَ قَوْلُ أَبِي الْمُظَفَّرِ السَّمْعَانِيِّ . ۳..... مَعْرِفَتُهُ بِالرَّوَايَةِ عَنْهُ : وَهُوَ قَوْلُ أَبِي عَمْرٍو الدَّانِيِّ .

۴۔ ربطہ کیا یہ متصل کی قسم ہے یا منقطع کی؟ اس بارے میں علماء کے دو مختلف اقوال ہیں:

(أ) ایک قول یہ ہے کہ یہ منقطع ہے جب تک اس کا اتصال واضح نہ ہو۔ (ب) صحیح قول جس کے مطابق عمل ہے اور محدثین، اصولیین اور فقہاء کی اکثریت نے اس کو اختیار کیا ہے، یہ ہے کہ معنعن چند شرطوں کے ساتھ متصل ہے، ان میں سے دو شرطوں پر ان کا اتفاق ہے اور ان کے علاوہ امور کے شرط قرار دینے میں اختلاف ہے۔ وہ دو شرطیں کہ سب ان کے ضروری ہونے پر متفق ہیں اور امام مغلوث کا مذہب انہی دو پر اکتفاء کرنا ہے، یہ ہیں: (۱) معنعن مدلس نہ ہو۔ (۲) ان کی ایک دوسرے سے ملاقات ممکن ہو یعنی عن عن کہنے والے کا اس شخص سے ملنا جس کے بارے میں عن عن کہا ہے، ممکن ہو۔ اور وہ شرطیں کہ علماء کا انہیں سابقہ دو شرطوں سے مزید شرط قرار دینے میں اختلاف ہے، یہ ہیں: (۱) ملاقات کا ثبوت: یہ امام بخاری، ابن المدینی اور محققین کا قول ہے۔ (۲) طویل صحبت: یہ ابوالمظفر سمعانی کا قول ہے۔ (۳) راوی کا مروی عنہ سے روایت میں مشہور ہونا: یہ ابو عمرو دانی کا قول ہے۔

۱۔ حدیث معنعن کے بارے میں بعض حضرات نے شدت اختیار کرتے ہوئے اسے سند

میں اتصال کی وضاحت ہونے تک منقطع سے شمار کیا ہے جبکہ جمہور کا قول اس سلسلے میں یہ ہے کہ چند شرائط کے پائے جانے کے ساتھ معنعن متصل کی قسم شمار ہو جائے گی، اگر مذکورہ شرطیں مفقود ہوئیں تو پھر وہ منقطع سمجھی جائے گی۔ وہ شرطیں پانچ ہیں جن میں دو متفق فیہ ہیں اور باقی مختلف فیہ۔

جن دو شرطوں کے متعلق اتفاق ہے وہ یہ ہیں: (۱) معنعن یعنی عن عن کہنے والا راوی مدلس نہ ہو۔ (۲) راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات ممکن ہو مثلاً دونوں ہم عصر ہوں اور ملاقات میں بظاہر کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو۔ امام معلو انہی دو شرطوں کو کافی سمجھتے ہیں، اسی لیے لعل نے اپنی صحیح کے مقدمے میں اس پر طویل بحث کی ہے اور ان شرائط کے کافی ہونے پر دلائل دیے ہیں۔ باقی شرطیں اختلافی ہیں، کسی کے نزدیک معتبر ہیں اور کسی کے نزدیک نہیں۔

چنانچہ ان میں سے پہلی شرط ملاقات کا ثبوت ہے یعنی یہ ثابت ہونا ضروری ہے کہ عن عن کہنے والے کی ملاقات اس شیخ سے ہو چکی ہے جس سے عن کے ذر نہ ہو روایت کر رہا ہے۔ امام بخاری وغیرہ فقط معاصرت اور امکان ملاقات کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک ملاقات کا ثبوت ہونا چاہیے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ راوی اپنے مروی عنہ جس سے عن کہہ رہا ہے، کے ساتھ طویل عرصہ رہا ہو، ورنہ اس کو منقطع سمجھیں گے، یہ شرط ابو مظفر سمعانی کے نزدیک ہے۔

تیسری شرط یہ ہے راوی کی اپنے مروی عنہ سے روایت محدثین کے ہاں مشہور ہو۔ یہ شرط ابو عمرو دانی کے ہاں ہے۔ بہر حال جمہور کے ہاں معنعن کے بارے میں تفصیل موجود ہے۔

۵ - تَعْرِيفُ الْمُؤَنِّنِ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ مَفْعُولٍ مِنْ " اَنْنَ " بِمَعْنَى قَالَ " اَنَّ اَنَّ " (ب) اِصْطِلَاحاً : هُوَ قَوْلُ الرَّاَوِي : حَدَّثَنَا فُلَانٌ اَنَّ فُلَانًا قَالَ ۶ - حُكْمُ الْمُؤَنِّنِ : (أ) قَالَ أَحْمَدُ وَجَمَاعَةٌ : هُوَ مُنْقَطِعٌ حَتَّى يَتَبَيَّنَ اتِّصَالُهُ . (ب) وَقَالَ الْجُمْهُورُ : " اَنَّ " كَ " عَنْ " وَمُطْلَقُهُ مَحْمُولٌ عَلَى السَّمَاعِ بِالشُّرُوطِ الْمُتَقَدِّمَةِ .

:- **رحمہ** مؤنن کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ اَنْنَ سے اسم مفعول ہے یعنی اس نے اَنَّ اَنَّ کہا۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: یہ راوی کا "ہم سے فلاں نے بیان کیا کہ فلاں نے کہا" کہنا ہے۔ مؤنن کا حکم: (أ) امام احمد اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ منقطع ہے جب تک اتصال

واضح نہ ہو۔ (ب) جمہور نے کہا کہ ”أَنَّ“ عَنِ کی طرح ہے اور مطلقاً سن سابقہ شرطوں کے ساتھ سماع پر محمول ہے۔

باب ۱: یتیمیں سن، باب تفعیل کے مصدر تائین سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں: کسی کا اپنے کلام میں اَنَّ اَنَّ کہنا۔ چونکہ اس حدیث کی سند میں بھی اَنَّ ہوتا ہے اس لیے اس کو حدیث یتیمیں سن کہتے ہیں۔ معنعن کی طرف سے سن کے حکم میں بھی اختلاف ہے چنانچہ امام احمد وغیرہ کے نزدیک یتیمیں سن کا جب تک اتصال واضح نہ ہو جائے اسے منقطع سمجھا جائے گا لیکن جمہور کے نزدیک معنعن کی شرطوں کا اگر لحاظ رکھا جائے فتیمیں سن بھی متصل ہوگا ورنہ نہیں۔

الْمَبْحَثُ الثَّالِثُ : الْمَرْدُودُ بِسَبَبِ طَعْنٍ فِي الرَّأْيِ

- ۱ - الْمَرَادُ بِالطَّعْنِ فِي الرَّأْيِ : الْمَرَادُ بِالطَّعْنِ فِي الرَّأْيِ جَرْحُهُ بِاللِّسَانِ، وَالتَّكْلُمُ فِيهِ مِنْ نَاحِيَةِ عَدَالَتِهِ وَدِينِهِ وَمِنْ نَاحِيَةِ ضَبْطِهِ وَحِفْظِهِ وَتَقْيُّظِهِ .
- ۲ - أَسْبَابُ الطَّعْنِ فِي الرَّأْيِ : أَسْبَابُ الطَّعْنِ فِي الرَّأْيِ عَشْرَةُ أَشْيَاءَ، خَمْسَةٌ مِنْهَا تَتَعَلَّقُ بِالْعَدَالَةِ وَخَمْسَةٌ تَتَعَلَّقُ بِالضَّبْطِ . (أ) أَمَّا الَّتِي تَتَعَلَّقُ بِالطَّعْنِ فِي الْعَدَالَةِ فَهِيَ : (۱) الْكَذِبُ . (۲) التَّهْمَةُ بِالْكَذِبِ . (۳) الْفِسْقُ . (۴) الْبِدْعَةُ . (۵) الْجَهَالَةُ . (ب) أَمَّا الَّتِي تَتَعَلَّقُ بِالطَّعْنِ فِي الضَّبْطِ فَهِيَ : (۱) فُحْشُ الْغَلَطِ . (۲) سُوءُ الْحِفْظِ . (۳) الْغَفْلَةُ . (۴) كَثْرَةُ الْأَوْهَامِ . (۵) مُخَالَفَةُ الثِّقَاتِ .
- وَسَادُّ كُرُ أَنْوَاعِ الْحَدِيثِ الْمَرْدُودِ بِسَبَبِ مِنْ هَذِهِ الْأَسْبَابِ عَلَى التَّوَالِي مُبْتَدِئاً بِالسَّبَبِ الْأَشَدِّ طَعْنًا .

نوٹ۔ رتبہ سوم۔ راوی پر طعن کے بسبب مردود ہونے والی حدیث۔ راوی پر طعن سے مراد: راوی پر طعن سے مراد زبان سے اس پر تنقید کرنا اور اس کے بارے میں اس کی عدالت، دیانت اور ضبط، حفظ اور ذہانت کے اعتبار سے گفتگو کرنا ہے۔ راوی پر طعن کے اسباب: راوی پر طعن کے اسباب دس چیزیں ہیں، ان میں سے پانچ عدالت سے متعلق ہیں اور پانچ ضبط سے۔ (۱) وہ

اسباب جو عدالت کے بارے میں تنقید سے متعلق ہیں یہ ہیں: (۱) جھوٹ۔ (۲) جھوٹ کا الزام۔ (۳) فسق۔ (۴) بدعت۔ (۵) جہالت۔ (ب) وہ اسباب جن کا تعلق ضبط کے بارے میں تنقید سے ہیں، یہ ہیں: (۱) فاش غلطی۔ (۲) یادداشت کی کمزوری۔ (۳) لاپرواہی۔ (۴) کثرتِ اوہام۔ (۵) ثقات کی مخالفت۔ اس مذکورہ اسباب میں سے کسی سبب کی وجہ سے مردود ہونے والی حدیث کی مؤذکر کروں گا، زیادہ سخت طعن سے ابتداء کروں گا۔

نکات :- اب یہاں سے حدیث کے رد کیے جانے کے وہ اسباب بیان ہو رہے ہیں جن کا تعلق سند سے یا حدیث سے نہیں بلکہ راوی کی ذات سے ہے یعنی راوی کی ذات کو ہدف تنقید بنانے کی وجہ سے مسترد ہونے والی حدیث کا بیان ہے۔ راوی پر طعن یا جرح سے مراد اس سے متعلق زبان سے کوئی ایسی بات کہنا ہے جس سے عدالت و دیانت اور ضبط و یادداشت پر عیب لگایا گیا ہو، ایسے اسباب دس ہیں جن میں سے پانچ کا تعلق راوی کی عدالت و تقویٰ سے ہے جبکہ پانچ کا تعلق اس کی یادداشت سے۔ عدالت و دیانت کے بارے میں لگائے جانے والے الزامات کے نام یہ ہیں:

(۱) جھوٹ (۲) جھوٹ کا الزام (۳) فسق یعنی گناہ (۴) بدعت یعنی دین میں نئی ایجاد (۵) جہالت یعنی راوی کی ذات نامعلوم ہونا جس سے اس کی دیانت و عدالت کا پتہ نہ چل سکے۔ وہ اسباب جن سے راوی کی ضبط و یادداشت پر جرح مقصود ہو، ان کے نام یہ ہیں:

(۱) فاش غلطی۔ (۲) حافظہ کی کمزوری۔ (۳) لاپرواہی۔ (۴) کثرتِ اوہام۔ (۵) ثقات کی مخالفت۔ آگے ان کی تفصیل بیان ہو رہی ہے۔

الْمَوْضُوعُ

إِذَا كَانَ سَبَبُ الطَّعْنِ فِي الرَّأْيِ هُوَ الْكَذِبُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَحَدِيثُهُ يُسَمَّى الْمَوْضُوعَ ۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمٌ مَفْعُولٌ مِنْ " وَضَعَ الشَّيْءَ " أَيْ " حَظَّهُ "، سُمِّيَ بِذَلِكَ لِأَنَّهُ حِطَّاطٌ رُبَّتَبَهُ . (ب) إِصْطِلَاحًا : هُوَ الْكَذِبُ الْمُخْتَلَقُ الْمَصْنُوعُ الْمُنْسُوبُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ۲ - رُبَّتَبَهُ : هُوَ شَرُّ

الْأَحَادِيثُ الضَّعِيفَةُ وَأَقْبَحُهَا وَبَعْضُ الْعُلَمَاءِ يَعْتَبِرُهُ قِسْمًا مُسْتَقِلًّا وَلَيْسَ نَوْعًا مِنْ أَنْوَاعِ الْأَحَادِيثِ الضَّعِيفَةِ ۳ - حُكْمُ رِوَايَتِهِ: أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّهُ لَا تَحِلُّ رِوَايَتُهُ لِأَحَدٍ عَلَيْهِ حَالُهُ فِي أَيِّ مَعْنَى كَانَ إِلَّا مَعَ بَيَانٍ وَضَعِهِ، لِحَدِيثِ مُسْلِمٍ: "مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَافِبِينَ".

:- **رحمہ** موضوع۔ راوی میں تنقید کا سبب جب رسول اللہ ﷺ کی ذات پر جھوٹ بولنا ہو تو اس کی حدیث کا نام موضوع رکھا جائے گا۔ (ا) اس کی تعریف: لغت کے اعتبار سے: یہ وَضْعُ الشَّيْءِ سے اسم مفعول ہے یعنی رتبہ کم کر دیا، اس کا یہ نام اس کا رتبہ کم ہو جانے کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: یہ وہ اپنی طرف سے بنایا ہوا جھوٹ ہے جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ اس کا مرتبہ: یہ ضعیف احادیث کی سب سے بدتر اور سب سے عیب دار روایت ہے، بعض علماء اس کو مستقل قسم تسلیم کرتے ہیں اور ان کے ہاں یہ احادیث ضعیفہ کی قسم نہیں ہے۔ اس کی روایت کرنے کا حکم: اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ اس کا حال جاننے والے کسی شخص کے لیے کسی بھی طرح اس کی روایت کرنا جائز نہیں ہے مگر اس کے موضوع ہونے کی وضاحت کے ساتھ اس لیے کہ مسلم شریف کی حدیث ہے: "جس نے میری طرف سے ایسی حدیث بیان کہ وہ اس کو جھوٹ سمجھتا تھا تو وہ بھی جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک ہے"۔

شرح ۱:- موضوع کے دو لغوی معنی ہیں: ایک "کم کرنا" حدیث موضوع کا رتبہ بھی کم ہو جاتا ہے، اس لیے یہ نام پڑا۔ دوسرا "گھڑنا" حدیث موضوع بھی گھڑی ہوئی حدیث کو کہتے ہیں۔ آگے آنے والی تفصیل اور وعید سے دونوں کی وضاحت ہو جائے گی۔

موضوع، احادیث ضعیفہ کی بدترین قسم ہے۔ صحیح مسلم شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے میری طرف سے ایسی حدیث بیان کی کہ اُس خیال میں وہ جھوٹی تھی، تو وہ بھی جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک ہے"۔ اسی لیے محدثین و فقہاء کا اجماع ہے کہ موضوع حدیث کو اس کی تصریح کے بغیر روایت کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ یہ تو حکم موضوع حدیث کی روایت کرنے کا تھا، باقی حدیث وضع کرنا اس سے زیادہ گناہ کبیرہ ہے حتیٰ کہ محدثین و فقہاء اس کو

کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیتے ہیں اور امام الحرمین عبداللہ بن یوسف جوینی متوفی ۴۳۸ھ نے تو قصداً حدیث وضع کرنے والے کے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

۴ - طُرُقُ الْوَضَائِعِ فِي صَيَاغَةِ الْحَدِيثِ: (أ) إِمَّا أَنْ يُنْشِئَ الْوَضَاعُ الْكَلَامَ مِنْ عِنْدِهِ ثُمَّ يَضَعُ لَهُ إِسْنَادًا وَيُرْوِيهِ. (ب) وَإِمَّا أَنْ يَأْخُذَ كَلَامًا لِبَعْضِ الْحُكَمَاءِ أَوْ غَيْرِهِمْ وَيَضَعُ لَهُ إِسْنَادًا. ۵ - كَيْفَ يُعْرَفُ الْحَدِيثُ الْمَوْضُوعُ؟ يُعْرَفُ بِأُمُورٍ مِنْهَا: (أ) إِفْرَارُ الْوَاضِعِ بِالْوَضْعِ: كَإِفْرَارِ أَبِي عِصْمَةَ نُوحِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ بِأَنَّهُ وَضَعَ حَدِيثَ فَضَائِلِ سُورِ الْقُرْآنِ سُورَةَ سُورَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ. (ب) أَوْ مَا يَتَنَزَّلُ مَنْزِلَةً إِفْرَارِهِ: كَأَنْ يُحَدِّثَ عَنْ شَيْخٍ فَيَسْأَلُ مَوْلَاهُ فَيَذْكُرُ تَارِيخًا تَكُونُ وَفَاةً ذَلِكَ الشَّيْخَ قَبْلَ مَوْلَاهُ هُوَ، وَلَا يُعْرَفُ ذَلِكَ الْحَدِيثُ إِلَّا عِنْدَهُ. (ج) أَوْ قَرِينَةً فِي الرَّأْيِ: مِثْلَ أَنْ يَكُونَ الرَّأْيُ رَافِضِيًّا، وَالْحَدِيثُ فِي فَضَائِلِ أَهْلِ الْبَيْتِ. (د) أَوْ قَرِينَةً فِي الْمَرْوِيِّ: مِثْلَ كَوْنِ الْحَدِيثِ رَكِيكًا اللَّفْظِ، أَوْ مُخَالَفًا لِلْحَسَنِ أَوْ صَرِيحَ الْقُرْآنِ.

ترجمہ: حدیث گھڑنے والوں کے حدیث گھڑنے کے مختلف طریقے: (ا) واضع حدیث یا تو اپنی طرف سے کوئی کلام تیار کرے گا پھر اس کے لیے اسناد بنائے گا اور اس کی روایت کرے گا۔ (ب) یا پھر بعض دانشوروں یا ان کے علاوہ کسی کا کلام لے کر اس کے لیے اسناد بنالے گا۔ موضوع حدیث کیسے پہچانی جاتی ہے؟ اس کو چند امور سے پہچانا جاتا ہے جن میں سے یہ بھی ہیں:

(ا) گھڑنے والے کا گھڑنے کا اعتراف کرنا جیسے ابو عصمہ نوح بن ابومریم کا اعتراف کہ اس نے ابن عباسؓ کے حوالے سے قرآن کریم کی ہر ہر سورت کی فضیلت والی حدیث گھڑی ہے۔ (ب) یا وہ انداز جو اس کے اعتراف کرنے کے بمنزلہ ہو جیسے وہ کسی شیخ کے حوالے سے حدیث بیان کرے، جب اس کی تاریخ پیدائش پوچھی جائے تو ایسی تاریخ ذکر کرے کہ اس شیخ کی وفات اس کی تاریخ پیدائش سے پہلے ہو چکی ہو اور مذکورہ حدیث صرف اسی کے پاس سے معلوم ہو۔ (ج) یا راوی میں کوئی قرینہ موجود ہو جیسے راوی کا رافضی ہونا جبکہ حدیث اہل بیت کے فضائل میں

ہو۔ (د) یا مروی میں قرینہ ہو جیسے حدیث کا بے جوڑ الفاظ والا یا امر محسوس یا قرآن کریم کی صریح آیت کے مخالف ہونا۔

شعبہ ۱:- حدیث گھڑنے کے دو طریقے ہیں: (۱) یا تو کلام اور سند دونوں واضح کے ہوں گے، اکثر موضوع احادیث اسی طرح ہیں۔ (۲) کلام حکماء وغیرہ میں سے کسی کا ہوگا اور سند اپنی طرف سے بنائے گا جیسے حدیث ”معدہ امراض کی آماجگاہ ہے اور پرہیز سب سے بڑا علاج ہے“ یہ کسی طبیب کا کلام تھا جس کو حدیث بنا کر پیش کیا گیا۔

حدیث موضوع کو پہچاننے کے مختلف طریقے ہیں مثلاً (۱) واضح کا خود اپنے متعلق حدیث گھڑنے کا اعتراف کرنا جیسے کہ نوح بن ابومریم سے جب پوچھا گیا کہ فضیلت والی یہ حدیث کس سے روایت کرتے ہو؟ اس نے کہا: عکرمہ سے اور وہ ابن عباسؓ سے قرآن کریم کی ہر سورت کی فضیلت بیان کرتے ہیں۔ کہا گیا: مگر یہ حدیث ابن عباسؓ کے معروف شاگردوں کے پاس نہیں ہے تو اس نے جواب دیا: میں نے دیکھا کہ لوگ قرآن کریم سے دور ہو گئے اور ابوحنیفہؒ کی فقہ اور ابن اسحاقؒ کی مغازی میں مشغول ہو گئے، تو میں نے ثواب سمجھ کر فضیلت قرآن کی حدیث بنالی۔

(۲) اعتراف کے بمنزلہ حرکت جیسے اگر واضح کسی شیخ کے حوالے سے ایسی حدیث بیان کرے جو کسی اور شیخ سے مروی نہ ہو لیکن جب اس سے شیخ کی تاریخ پیدائش معلوم کی جائے تو وہ شیخ کی وفات ہونے کے بعد کی تاریخ ذکر کرے۔ یہ صورت اگرچہ بعینہ اقرار یا اعتراف تو نہیں ہے لیکن اسی کے بمنزلہ ہے کیونکہ وفات کے بعد پیدائش بتانا ایک طرح وضع حدیث کا اقرار ہی ہے۔ (۳) راوی کی ذات میں کوئی نشانی موجود ہونا مثلاً راوی رافضی ہو اور حدیث اہل بیت کی فضیلت میں ہو؛ کیونکہ روافض نے اہل بیت کے متعلق بکثرت حدیث وضع کی ہے۔

(۴) حدیث کا ریک یعنی بے ربط اور بے جوڑ الفاظ پر مشتمل ہونا، ربیع بن خثیمؒ فرماتے ہیں ”جس طرح دن کی روشنی ہوتی ہے حدیث کی بھی روشنی ہوتی ہے جو تم پہچان لو گے اور جس طرح رات کی تاریکی ہوتی ہے حدیث کی بھی تاریکی ہوتی ہے جو تم پہچان لو گے“۔ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں: ”حدیث موضوع سن کر اکثر طالب حدیث کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل اس سے

بیزار ہوتا ہے۔“ اسی طرح حدیث کا امر مشاہد یا معقول کے مخالف ہونا بھی وضع کی دلیل ہے جیسے ایک راوی نے روایت بیان کی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے خانہ کعبہ کا سات طواف کیا اور مقام ابراہیم پر دو رکعت پڑھی۔ یہ صریح عقل کے خلاف ہے۔ اسی طرح کسی حدیث کا صریح نص قرآنی کے خلاف ہونا بھی وضع کی دلیل ہے مثلاً قرآن مجید میں جو چیز واضح حرام ہے حدیث میں اس کو واضح انداز میں حلال بتایا جائے وغیرہ۔

۶ - دَوَاعِي الْوَضْعِ وَأَصْنَافُ الْوَضَاعِينِ : (أ) التَّقَرُّبُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى : بِوَضْعِ أَحَادِيثٍ تُرَغِّبُ النَّاسَ فِي الْخَيْرَاتِ، وَأَحَادِيثٍ تُخَوِّفُهُمْ مِنْ فِعْلِ الْمُنْكَرَاتِ، وَهَوْلَاءِ الْوَضَاعُونَ قَوْمٌ يَنْتَسِبُونَ إِلَى الزُّهْدِ وَالصَّلَاحِ، وَهُمْ شَرُّ الْوَضَاعِينَ لِأَنَّ النَّاسَ قَبِلَتْ مَوْضُوعَاتِهِمْ ثِقَةً بِهِمْ. وَمِنْ هَوْلَاءِ مَيْسَرَةَ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ، فَقَدْ رَوَى ابْنُ حَبَّانٍ فِي الضُّعْفَاءِ عَنْ ابْنِ مَهْدِيٍّ قَالَ : قُلْتُ لِمَيْسَرَةَ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ : مِنْ أَيْنَ جِئْتَ بِهَذِهِ الْأَحَادِيثِ، مَنْ قَرَأَ كَذَا فَلَهُ كَذَا؟ قَالَ : وَضَعْتُهَا أَرَغَبُ النَّاسِ.

(ب) الْإِنْتِصَارُ لِلْمَذْهَبِ : لَا سِيَّمَا مَذَاهِبَ الْفِرَقِ السِّيَاسِيَّةِ بَعْدَ ظُهُورِ الْفِتْنَةِ وَظُهُورِ الْفِرَقِ السِّيَاسِيَّةِ كَالْخَوَارِجِ وَالشَّيْعَةِ، فَقَدْ وَضَعَتْ كُلُّ فِرْقَةٍ مِنَ الْأَحَادِيثِ مَا يُؤَيِّدُ مَذْهَبَهَا، كَحَدِيثِ ”عَلَى خَيْرِ الْبَشَرِ، مَنْ شَكَّ فِيهِ كَفَرَ“.

نقد۔ رتجتمہ وضع کے اسباب اور واضعین کی مو: (أ) اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا: ایسی احادیث تیار کر کے جن سے لوگوں کو نیکی کی ترغیب ہو اور ایسی احادیث تیار کر کے جن سے لوگوں میں ناجائز کاموں کے کرنے سے خوف پیدا ہو، یہ واضعین چند لوگ ہیں جن کی نسبت دنیا سے بے رغبتی اور اچھائی کی طرف ہوتی ہے اور یہ سب سے بدتر وضع ہیں اس لیے کہ لوگوں نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی موضوع حدیثیں قبول کر لی ہیں۔

ان ہی میں سے میسرہ بن عبد ربہ ہے، چنانچہ ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں ابن مہدی کے حوالے سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے میسرہ بن عبد ربہ سے پوچھا: تم یہ حدیثیں کہاں سے لائے ہو کہ جس نے فلاں سورت پڑھی اس کو اتنا ثواب ملے گا؟ اس نے کہا: میں نے

انہیں اس لیے گھڑا تا کہ لوگوں کو رغبت دلا سکوں۔ (ب) مذہب کی حمایت کرنا: خصوصاً فتنہ اٹھنے کے بعد سیاسی جماعتوں کے مذاہب اور سیاسی تحریکوں کے ظہور کے بعد جیسے خوارج اور شیعہ، چنانچہ ہر ٹولے نے وہ احادیث وضع کیں جو ان کے مذہب کی تائید کر رہی ہوں جیسے حدیث ”علی سب سے بہتر انسان ہیں، جس نے شک کیا وہ کافر ہوا“۔

ثالث :- حدیث گھڑنے کے اسباب بہت ہیں جن میں سے چھ مشہور اسباب یہاں بیان کیے جا رہے ہیں، انہی سے واضحین کی موبھی معلوم ہو جائیں گی۔ (۱) اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور ثواب کی امید میں حدیث بنالینا، ایسا عموماً نیک دل، شریف اور سیدھے سادھے لوگ کیا کرتے تھے چنانچہ میسرہ بن عبد ربہ اتنا مشہور تارک الدنیا شخص تھا کہ جب اس کی وفات ہوئی تو اس کی سوگ میں بغداد کے سارے بازار بند ہو گئے لیکن اس کے باوجود وہ حدیثیں گھڑتا تھا اور جب عبدالرحمن بن مہدی نے اس سے پوچھا کہ یہ احادیث کہاں سے لاتے ہو؟ تو اس کا کہنا تھا کہ ”یہ میں نے خود بنائی ہیں تاکہ لوگوں کو قرآن مجید پڑھنے کا شوق دلاؤں“۔

(۲) اپنی سیاسی یا مذہبی تحریک کی اندھی حمایت اور طرفداری، چنانچہ ایک بدعتی نے جب اپنی بدعت پرستی سے توبہ کر لی تو اس نے کہا: حدیث جب بھی لو تو جان پہچان کے شخص سے لو کیونکہ ہم اپنی رائے کے مطابق حدیث بنایا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک جماعت نے اپنے مذہب کی تائید میں یہ حدیث بنالی کہ ”علی سب سے بہتر انسان ہیں جس کو شک ہو وہ کافر ہے“۔ بہر حال سیاسی و مذہبی اغراض کے تحت بھی بہت سی حدیثیں بنائی گئی ہیں۔

(ج) الطَّعْنُ فِي الْإِسْلَامِ : وَهُوَ لَاءِ قَوْمٍ مِنَ الزُّنَادِقَةِ لَمْ يَسْتَطِيعُوا أَنْ يَكِيدُوا لِلْإِسْلَامِ جَهَارًا، فَعَمِدُوا إِلَى هَذَا الطَّرِيقِ الْخَبِيثِ، فَوَضَعُوا جُمْلَةً مِنَ الْأَحَادِيثِ بِقَصْدِ تَشْوِيبِ الْإِسْلَامِ وَالطَّعْنِ فِيهِ، فَقَدْ رَوَى عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوعًا : ”أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ“ وَلَقَدْ بَيَّنَّ جَهَابُذَةُ الْحَدِيثِ أَمْرَ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ. (د) التَّرْلَفُ إِلَى الْحُكَامِ : أَيْ تَقَرُّبَ بَعْضِ ضُبَعَاءِ الْإِيمَانِ إِلَى بَعْضِ الْحُكَّامِ بِوَضْعِ أَحَادِيثٍ تُنَاسِبُ مَا عَلَيْهِ الْحُكَّامُ مِنَ الْإِنْجِرَافِ،

مِثْلَ قِصَّةِ غِيَاثِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ الْكُوفِيِّ مَعَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ الْمَهْدِيِّ حِينَ دَخَلَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَلْعَبُ بِالْحَمَامِ، فَسَاقَ بِسِنْدِهِ عَلَى التَّوَّالِي النَّبِيَّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ : " لَا سَبَقَ إِلَّا فِي نَضَلٍ أَوْ خُفٍّ أَوْ حَافِرٍ أَوْ جَنَاحٍ " فَرَادَ كَلِمَةً " أَوْ جَنَاحٍ " لِأَجْلِ الْمَهْدِيِّ، فَعَرَفَ الْمَهْدِيُّ ذَلِكَ فَأَمَرَ بِذَبْحِ الْحَمَامِ، وَقَالَ : أَنَا حَمَلْتُهُ عَلَى ذَلِكَ .

نقد۔ راجحہ (ج) اسلام میں نکتہ چینی کرنا: یہ زندیق قسم کے وہ لوگ ہیں جو کھلم کھلا اسلام کے خلاف سازش نہیں کر سکتے تو انہوں نے اس برے طریقے کا ارادہ کیا اور اسلام کی بدنمائی اور اس میں نکتہ چینی کرنے کے لیے احادیث کا ایک مجموعہ تیار کر لیا، چنانچہ حمید سے بواسطہ انسؓ مرفوعاً یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ”میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر یہ کہ اللہ ایسا چاہے۔“ اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان کہ حدیث کے ماہرین نے ان احادیث کا معاملہ واضح کر دیا ہے۔

(د) حکمرانوں کے قریب ہونا یعنی بعض کمزور ایمان لوگوں نے حاکموں کی دین سے منحرفانہ حالت کے مناسب احادیث وضع کر کے بعض حاکموں کی نزدیکی حاصل کی ہے جیسے کہ غیاث بن ابراہیم نخعی کوئی کا امیر المؤمنین مہدی کے ساتھ قصہ جس وقت وہ ان کے پاس اس وقت آیا اور وہ کبوتر کے ساتھ شغل کر رہے تھے تو اسی وقت اس نے نبی کریم ﷺ تک اپنی سند بیان کر دی کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے ”سبقت کرنا جائز نہیں مگر تلوار یا اونٹوں کی دوڑ یا گھوڑ دوڑ یا پرندے اڑانے میں“ تو اس نے ”یا پرندے اڑانے“ کا لفظ مہدی کی خاطر بڑھایا، مہدی نے اسے بھانپ لیا، اس نے کبوتر ذبح کرنے کا حکم دے دیا اور کہا: میں نے ہی اس کو اس کام پر ابھارا۔

شرح ۱ :- وضع حدیث کا تیسرا سبب نعوذ باللہ اسلام کی حیثیت دغدار کرنے کی کوشش ہے جو زندیق اور بد دین لوگوں کا وطیرہ رہا ہے کیونکہ وہ جب کھلم کھلا اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکے تو اسلام کے بین اصول و قواعد کے خلاف حدیث بنا کر پیش کر دیتا تا کہ لوگ حدیث پر بھروسہ کر کے اپنا ایمان ضائع کر دیں جیسا کہ محمد بن سعید جس کو زندیقیت کی محتاسے قتل کر دیا گیا تھا، اس نے عن حمید عن انسؓ کی سند سے یہ مشہور حدیث پیش کی کہ ”میرے بعد کوئی نبی نہیں“ اور اس کے بعد یہ اضافہ کیا ”مگر یہ کہ اللہ کا ارادہ ایسا ہو“ تو اس کے اضافہ کے ساتھ اس نے لوگوں کو نئے نبی کے امکان کی

طرف دعوت دے دی تاکہ اگر اس کے بعد وہ یا کوئی اور نبوت کا دعویٰ کرے تو لوگ اس کا انکار نہ کریں بلکہ عین حدیث کے مطابق پا کر قبول کر لیں۔

وضع حدیث کا چوتھا سبب حکام کی خاطر حدیث گھڑنا ہے تاکہ ان کی طبیعت خوش ہو جائے اور ان سے مال و دولت حاصل ہو سکے یا ان کا تقرب حاصل ہو جائے چنانچہ غیاث بن ابراہیم نخعی کوئی ایک واضح حدیث گزرا ہے، اس کے متعلق منقول ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ وقت مہدی کے دربار میں حاضر ہوا جبکہ مہدی اس لمحہ کبوتر کے ساتھ دل بہلا رہے تھے، اس شخص نے موقع غنیمت جان کر فی الفور نبی کریم ﷺ تک ایک سند بنائی اور وہ حدیث پیش کر دی جس میں یہ ذکر ہے کہ انسان کو تین چیزوں کے علاوہ آپس میں مقابلہ نہیں کرنا چاہیے وہ تین چیزیں یہ ہیں: تلواریں چلانا سیکھنا، اونٹوں کی دوڑ اور گھوڑ دوڑ۔ لیکن غیاث نے اس کے آخر میں ”یا پرندے اڑانے میں“ کا اضافہ کر کے مہدی کو خوش کرنا چاہا۔ یہ اضافہ موضوع اور من گھڑت تھا چنانچہ مہدی سمجھ گیا اور اسی وقت اس کبوتر کو ذبح کر دینے کا حکم دیا اور یہ کہہ کر اٹھ گیا کہ افسوس میں نے ہی اسے اس بات پر ابھارا تھا۔ اگر میں اس کے سامنے کبوتر بازی میں مشغول نہ ہوتا تو یہ حدیث میں اضافہ بھی نہ کرتا۔

(ھ) التَّكْسِبُ وَطَلَبُ الرِّزْقِ : كَبَعْضِ الْقُصَاصِ الَّذِينَ يَتَكَسَّبُونَ بِالتَّحْدِثِ إِلَى النَّاسِ ، فَيُورِدُونَ بَعْضَ الْقِصَصِ الْمُسْلِيَةِ وَالْعَجِيبَةِ حَتَّى يَسْتَمِعَ إِلَيْهِمُ النَّاسُ وَيُعْطَوْهُمْ كَأَبْنَى سَعِيدِ الْمَدَائِنِيِّ . (ز) قَصْدُ الشَّهْرَةِ : وَذَلِكَ بِإِيرَادِ الْأَحَادِيثِ الْغَرِيبَةِ الَّتِي لَا تُوجَدُ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْ شُيُوخِ الْحَدِيثِ ، فَيَقْلِبُونَ سَنَدَ الْحَدِيثِ لِيُسْتَعْرَبَ ، فَيُرْغَبَ فِي سَمَاعِهِ مِنْهُمْ ، كَأَبْنَى أَبِي دَحْيَةَ وَحَمَادِ النَّصِيبِيِّ .

ن۔ راجعہ (ھ) کمائی اور رزق کی تلاش: جیسے بعض وہ قصہ گو جو لوگوں کے سامنے گفتگو کر کے روزی کھاتے ہیں، پھر وہ کچھ دلچسپ اور قابلِ تعجب کہانیاں پیش کر دیتے ہیں تاکہ لوگ ان کی باتیں توحتا سے سنیں اور انہیں عطیہ دیں جیسے ابو سعید مدائی۔ (ز) شہرت کی خواہش: اور یہ وہ عجیب احادیث ذکر کرنے کے ساتھ جو شیوخ حدیث میں سے کسی کے پاس نہ ملیں، تو وہ حدیث کی سند تبدیل کر دیتے ہیں تاکہ اس کو نا در سمجھا جائے، جس کے اثر سے ان سے حدیث کے سننے کی رغبت پیدا ہو

جیسے ابن ابی دحیہ اور حماد نصیبی۔

شرح ۱:- حدیث گھڑنے کا پانچواں سبب معاش کی تلاش اور رزق کی طلب ہے کیونکہ بعض لوگوں نے عجیب و غریب اور حسب حال احادیث سنا کر لوگوں سے مال حاصل کرنے کو اپنا پیشہ بنالیا تھا، انہی میں ایک ابوسعید مدائنی بھی تھا جو لوگوں سے ان کی خواہش اور رغبت کے مطابق حدیث بیان کرتا تا کہ متاثر ہو کر اسے کچھ دینے پر مجبور ہو جائیں۔ چھٹا سبب شہرت کی تمنا ہے کہ عجیب و غریب سند یا حدیث بنا کر پیش کرتے تا کہ اس میں زیادہ دلچسپی لی جائے اور ان کی زیادہ سے زیادہ شہرت ہو جیسے ابن ابی دحیہ اور حماد نصیبی۔ حماد نصیبی نے حضرت علیؓ کی طرف منسوب کر کے من گھڑت وصیتیں بھی تیار کیں۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ من ذلک کلہ

۷ - مَذَاهِبُ الْكِرَامِيَّةِ فِي وَضْعِ الْحَدِيثِ : زَعَمَتْ فِرْقَةٌ مِنَ الْمُتَبَدِّعَةِ سُمُّوا بِالْكَرَامِيَّةِ جَوَازَ وَضْعِ الْأَحَادِيثِ فِي بَابِ التَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيْبِ فَقَطْ، وَاسْتَدَلُّوا بِمَا رَوَى فِي بَعْضِ طُرُقِ حَدِيثِ "مَنْ كَذَبَ عَلَى مُتَعَمِّدًا" مِنْ زِيَادَةِ جُمْلَةٍ "لِيُضِلَّ بِهِ النَّاسَ" وَلَكِنْ هَذِهِ الزِّيَادَةُ لَمْ تَثْبُتْ عِنْدَ حُفَاطِ الْحَدِيثِ . وَقَالَ حُضْرُهُمْ : "نَحْنُ نَكْذِبُ لَهُ لَا عَلَيْهِ" وَهَذَا اسْتِدْلَالٌ فِي غَايَةِ السَّخْفِ، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَا يَحْتَاجُ شَرْعُهُ إِلَى كَذَائِبٍ لِيُرَوِّجُوهُ . وَهَذَا الزَّعْمُ خِلَافَ إِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى بَالِغِ الشَّيْخِ أَبُو مُحَمَّدٍ الْجُوَيْنِيُّ فَجَزَمَ بِتَكْفِيرِ وَاضِعِ الْحَدِيثِ .

ترجمہ :- وضع حدیث کی بابت کرامیہ کے مذاہب: اہل بدعت کا ایک فرقہ جس کا نام کرامیہ رکھا گیا ہے، فقط ترغیب و ترہیب کے سلسلے میں احادیث گھڑنے کا قائل ہوا ہے اور ان کا استدلال اس زائد جملے سے ہے جو حدیث "مَنْ كَذَبَ عَلَى مُتَعَمِّدًا" کی بعض سندوں میں آیا ہے یعنی "لِيُضِلَّ بِهِ النَّاسَ" (جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ بولا تا کہ وہ لوگوں کو گمراہ کر سکے.....) مگر یہ اضافہ حفاظ حدیث کے ہاں ثابت نہیں۔ ان میں سے بعض نے کہا: ہم آپ ﷺ کے حق میں جھوٹ کہتے ہیں نہ کہ آپ کے خلاف، یہ استدلال حد درجہ نامعقول ہے کیونکہ نبی کریم کی شریعت جھوٹوں کی منہج نہیں جو (جھوٹ کے ذریعے) اس کو عام کریں، اور یہ عقیدہ مسلمانوں کے اجماع کے

برخلاف ہے حتیٰ کہ شیخ ابو محمد جوینیؒ نے اس میں شدت اختیار کی اور انہوں نے واضح حدیث کے کفر کا قطعی فیصلہ کیا۔

نکات :- اہل سنت کے مقابلے میں جتنے فرقے ظاہر ہوئے ان میں ایک فرقہ کرامیہ بھی ہے جو محمد بن کرام نامی شخص کی طرف منسوب ہے، ان لوگوں کے مطابق حدیث گھڑنے سے مقصود اگر اعمال کا شوق دلانا یا گناہ سے ڈرانا ہو تو جائز ہے۔ یہ لوگ اس مقصد کے لیے ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس کے الفاظ اس طرح ہیں ”مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا لِيُضِلَّ بِهِ النَّاسَ“ اور کہتے کہ ہم گمراہی پھیلانے کے لیے جھوٹ نہیں کہتے بلکہ بھلائی کی خاطر جھوٹ کہتے ہیں۔ یہ ان کا استدلال انتہائی بیہودہ اور معنویت سے خالی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دین ان کے جھوٹ گھڑنے کا محتاج نہیں اور جو وہ حدیث میں ”لِيُضِلَّ بِهِ النَّاسَ“ کا اضافہ پیش کرتے ہیں وہ بھی ثابت نہیں۔ علماء نے بالاتفاق جھوٹی حدیث بنا کر پیش کرنے کو حرام اور گناہ کبیرہ قرار دیا ہے خواہ کسی بھی مقصد سے ہو اور امام الحرمین ابن الجوزیؒ نے تو ایسے شخص کو کافر تک قرار دیا ہے جو جان بوجھ کر حدیث گھڑتا ہو۔

۸ - خَطَأً بَعْضُ الْمُفَسِّرِينَ فِي ذِكْرِ الْأَحَادِيثِ الْمَوْضُوعَةِ : لَقَدْ أَخْطَأَ بَعْضُ الْمُفَسِّرِينَ فِي ذِكْرِهِمْ أَحَادِيثَ مَوْضُوعَةٍ فِي تَفَاسِيرِهِمْ مِنْ غَيْرِ بَيَانٍ وَضَعَهَا لَا سِيَّمَا الْحَدِيثُ عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ فِي فَصَائِلِ الْقُرْآنِ سُورَةُ سُورَةٍ، وَمِنْ هَؤُلَاءِ الْمُفَسِّرِينَ : (أ) الثَّعْلَبِيُّ . (ب) الْوَاحِدِيُّ . (ج) الزَّمَخْشَرِيُّ . (د) الْبَيْضاوِيُّ . (هـ) الشُّوْكَانِيُّ . ۹ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : (أ) كِتَابُ الْمَوْضُوعَاتِ : لِابْنِ الْجَوَزِيِّ ، وَهُوَ مِنْ أَقْدَمِ مَا صُنِفَ فِي هَذَا الْفَنِّ لِكِنَّهُ مُتَسَاهِلٌ فِي الْحُكْمِ عَلَى الْحَدِيثِ بِالْوَضْعِ ، لِذَا انتَقَدَهُ الْعُلَمَاءُ وَتَعَقَّبُوهُ . (ب) اللَّالِي الْمَوْضُوعَةُ فِي الْأَحَادِيثِ الْمَوْضُوعَةِ : لِلْسَّيُوطِيِّ ، هُوَ اخْتِصَارٌ لِكِتَابِ ابْنِ الْجَوَزِيِّ وَتَعْقِيبٌ عَلَيْهِ وَزِيَادَاتٌ لَمْ يَذْكُرْهَا ابْنُ الْجَوَزِيِّ . (ج) تَنْزِيهِ الشَّرِيعَةِ الْمَرْفُوعَةِ عَنْ الْأَحَادِيثِ الشَّنِيعَةِ الْمَوْضُوعَةِ : لِابْنِ عِرَاقٍ الْكِنَانِيِّ ، وَهُوَ كِتَابٌ تَلْخِصٌ لِسَابِقِيهِ ، وَهُوَ كِتَابٌ حَافِلٌ مُهَذَّبٌ مُفِيدٌ .

۴۔ **وجہ** احادیث موضوعہ کو ذکر کرنے میں بعض مفسرین کی غلطی: بعض مفسرین سے اپنی اپنی تفسیر میں موضوع احادیث بغیر بیان وضع کے ذکر کرنے میں غلطی واقع ہوئی ہے خصوصاً وہ حدیث جو حضرت ابی بن کعبؓ کے حوالے سے قرآن مجید کی ہر ہر سورت کے بارے میں مروی ہے، ان مفسرین میں سے چند یہ ہیں: (۱) ثعلبی (۲) واحدی (۳) زحشری (۴) بیضاوی (۵) شوکانی۔

موضوع کے بارے میں مشہور ترین تصانیف: (۱) کتاب الموضوعات: یہ ابن جوزیؒ کی تصنیف ہے اور یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو اس فن میں تصنیف کی گئی مگر وہ حدیث پر وضع کا حکم لگانے متساہل ہیں، اسی لیے علماء نے ان پر تنقید کی ہے اور ان کی گرفت کی ہے۔ (ب) اللآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة: یہ سیوطیؒ کی تصنیف ہے، یہ ابن جوزیؒ کی کتاب کا اختصار، ان کی اغلاط کی تصحیح اور کچھ اضافے ہیں جنہیں ابن جوزیؒ نے ذکر نہیں کیا۔ (ج) تنزیہ الشریعة المرفوعة عن الأحادیث الشنیعة الموضوعة: یہ ابن عراق کنانیؒ کی تصنیف ہے اور پیش تر دونوں کتابوں کی تلخیص ہے۔ یہ جامع، محقق اور مفید کتاب ہے۔

نکات :- احادیث موضوعہ کو وضع کا ذکر کیے بغیر بیان کرنا سخت منع ہے، لیکن بعض مفسرین سے اس بارے میں تسامح ہوا ہے جو نہیں ہونا چاہیے تھا، انہوں نے اپنی تفاسیر میں موضوع احادیث بھی ذکر کیں مگر ان کے موضوع ونا قابل اعتبار ہونے کی وضاحت نہیں کی۔ ان میں امام ثعلبیؒ، علامہ واحدیؒ، علامہ زحشریؒ اور علامہ بیضاویؒ شامل ہیں کہ ان کی تفسیروں میں موضوع احادیث بغیر وضاحت کے داخل ہیں۔

علامہ ابن جوزیؒ نے سب سے پہلے موضوع احادیث کو جمع کیا، البتہ انہوں نے وضع کا حکم لگانے میں متساہل سے کام لیا ہے، اور بہت سی مقبول احادیث کو بھی معمولی شبہ کی بنیاد پر موضوع قرار دے دیا اسی وجہ سے بعد کے علماء نے ان کی کتاب کی تحقیق کی اور غیر موضوع احادیث کی نشاندہی کر دی۔ دوسری مشہور کتاب علامہ سیوطیؒ کی کتاب ”الآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة“ ہے پھر ابن عراق کی کتاب تنزیہ الشریعة ہے۔ ان کے علاوہ الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، الموضوعات الکبریٰ جبکہ علی القاریؒ اور الآثار المرفوعة فی الأحادیث الموضوعة مصنفہ علامہ عبدالحی

لکھنوی میں بھی احادیث موضوعہ کو تلاش کیا جاسکتا ہے۔

الْمَتْرُوكُ

إِذَا كَانَ سَبَبُ الطَّغْنِ فِي الرَّاَوِي هُوَ التُّهْمَةُ بِالْكَذِبِ - وَهُوَ السَّبَبُ

الثَّانِي - سُمِّيَ حَدِيثُهُ الْمَتْرُوكَ ۱ - تَعْرِيفُهُ: (أ) لُغَةً: اِسْمٌ مَفْعُولٍ مِّنْ

”التَّرْكِ“ وَتُسَمَّى الْعَرَبُ الْبَيْضَةُ بَعْدَ أَنْ يَخْرُجَ مِنْهَا الْفَرْخُ ”التَّرْيِكَةُ“ أَيْ

مَتْرُوكَةٌ لَا فَائِدَةَ مِنْهَا. (ب) اِصْطِلَاحًا: هُوَ الْحَدِيثُ الَّذِي فِي إِسْنَادِهِ رَاوٍ مُتَّهَمٌ

بِالْكَذِبِ ۲ - اَسْبَابُ اِتِّهَامِ الرَّاَوِي بِالْكَذِبِ اَحَدُ اَمْرَيْنِ وَهُمَا: (أ) اَنْ لَا يُرَوَى

ذَلِكَ الْحَدِيثُ اِلَّا مِنْ جِهَتِهِ وَيَكُونُ مُخَالَفًا لِلْقَوَاعِدِ الْمَعْلُومَةِ. (ب) اَنْ يُعْرَفَ

بِالْكَذِبِ فِي كَلَامِهِ الْعَادِيِّ، لَكِنْ لَمْ يَظْهَرْ مِنْهُ الْكَذِبُ فِي الْحَدِيثِ النَّبَوِيِّ.

ترجمہ متروک۔ جب راوی پہ تنقید کا سبب جھوٹ کہنے کا الزام ہو اور یہی دوسرا سبب ہے تو اس کی حدیث نام متروک رکھا جائے گا۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ ترک سے اسم مفعول ہے، عرب چوزے کے نکلنے کے بعد انڈے کو ”تَرْيِكَةُ“ کہتے ہیں یعنی چھوڑا ہوا، اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: یہ وہ حدیث ہے جس کے اسناد میں کوئی جھوٹ کی تہمت لگایا ہوا شخص ہو۔ راوی پر جھوٹ کی تہمت لگنے کے اسباب دو امور میں سے ایک ہے، وہ یہ ہیں: (أ) یہ کہ حدیث صرف اسی کی جہت سے مروی ہو اور قواعد معلومہ کے برخلاف ہو۔ (ب) یہ کہ راوی اپنے معمول کے کلام میں جھوٹ بولنے کے ساتھ مشہور ہو مگر حدیث نبوی ﷺ میں اس سے جھوٹ کہنا ظاہر نہ ہوا ہو۔

نکات: - متروک، باب نصر کے مصدر التَّرك سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں چھوڑا ہوا، بالخصوص عرب لوگ انڈے کو جب اس سے چوزہ نکل جائے تو اس چھلکے کا نام ”تریکہ“ رکھتے ہیں یعنی بیکار چھوڑا ہوا، اس میں اب کوئی فائدہ نہیں۔ اس حدیث کو بھی متروک کہنے کی ظاہری وجہ یہ ہے کہ اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس سے عملی طور پر فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ اصطلاح اصول حدیث

میں متروک وہ حدیث کہلاتی ہے جس کی اسناد میں کوئی متہم بالکذب راوی ہو یعنی ایسا راوی جس پر جھوٹ کا الزام لگ رہا ہو جس کی دود و جہیں ہوتی ہیں: (۱) حدیث کا اسی کی سند سے معلوم ہونا اور مشہور و معروف قواعد کے خلاف ہونا۔ (۲) راوی کا اپنی روزمرہ گفتگو میں جھوٹ بولنا۔

۳ - مِثَالُهُ : حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ شَمْرِ الْجُعْفِيِّ الْكُوفِيِّ الشَّيْعِيِّ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ عَلِيٍّ وَعَمَّارٍ قَالَا : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْنُتُ فِي الْفَجْرِ وَيَكْبِرُ يَوْمَ عَرَفَةَ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَيَقْطَعُ صَلَاةَ الْعَصْرِ آخِرَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ . وَقَدْ قَالَ النَّسَائِيُّ وَالذَّارِقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُمَا عَنْ عَمْرِو بْنِ شَمْرِ : "مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ" . ۴ - مَرَبْنَا أَنَّ شَرَّ الضَّعِيفِ الْمَوْضُوعُ ، وَيَلِيهِ الْمَتْرُوكُ ثُمَّ الْمُنْكَرُ ثُمَّ الْمُعَلَّلُ ، ثُمَّ الْمُدْرَجُ ثُمَّ الْمَقْلُوبُ ثُمَّ الْمُضْطَرَبُ ، كَذَا رَتَبَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ .

ترجمہ اس کی مثال: عمرو بن شمر جعفی کوفی شیعہ کی جابر کے واسطے سے اور وہ ابو الطفیل کے واسطے سے حضرت علیؓ و عمارؓ سے نقل کی ہوئی حدیث کہ انہوں نے فرمایا: ”نبی کریم ﷺ فجر میں قنوت پڑھتے تھے اور عرفہ کے دن صبح کی نماز میں تکبیر تشریق پڑھتے اور ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز میں منقطع فرماتے“۔ نسائی اور دارقطنی وغیرہ نے عمرو بن شمر کے متعلق کہا ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ ہماری یہ بات گذر چکی ہے کہ سب سے بدتر ضعیف موضوع ہے، اس کے بعد متروک، پھر منکر، پھر معلل، پھر مدرج، پھر مقلوب، حافظ ابن حجرؒ نے اسی طرح ترتیب قائم کی ہے۔

نہ - متروک حدیث کی مثال مذکورہ بالا حدیث ہے جو عمرو بن شمر کے حوالے سے معروف ہے لیکن اس پر محدثین نے جرح کی ہے چنانچہ نسائی ”اور دارقطنی وغیرہ کا کہنا ہے کہ عمرو بن شمر متروک الحدیث ہے یعنی متہم بالکذب ہے لہذا اس کی حدیث متروک ہوئی۔ متروک کا رتبہ موضوع سے نیچے ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ضعیف احادیث کی ترتیب میں سب سے پہلے موضوع کو رکھا ہے اس کے بعد متروک کو، تو معلوم ہوا کہ موضوع کے بعد سب سے ضعیف حدیث وہ ہے جس کو متروک کہا جائے۔ اسی ترتیب کو مصنف نے اختیار کیا ہے۔

الْمُنْكَرُ

إِذَا كَانَ سَبَبُ الطَّعْنِ فِي الرَّاَوِي فُحْشَ الْغَلَطِ أَوْ كَثْرَةَ الْغَفْلَةِ أَوْ الْفِسْقِ
- وَهُوَ السَّبَبُ الثَّالِثُ وَالرَّابِعُ وَالْخَامِسُ - فَحَدِيثُهُ يُسَمَّى الْمُنْكَرَ ١ - تَعْرِيفُهُ :
(أ) لُغَةً : هُوَ اسْمٌ مَفْعُولٍ مِنْ "الْإِنْكَارِ" ضِدُّ الْإِقْرَارِ . (ب) إِصْطِلَاحًا : عَرَفَ
عُلَمَاءُ الْحَدِيثِ الْمُنْكَرَ بِتَعْرِيفَاتٍ مُتَعَدِّدَةٍ أَشْهَرُهَا تَعْرِيفَانِ وَهُمَا :
١ هُوَ الْحَدِيثُ الَّذِي فِي إِسْنَادِهِ رَاوٍ فُحْشَ غَلَطُهُ أَوْ كَثُرَتْ غَفْلَتُهُ أَوْ ظَهَرَ
فِسْقُهُ . وَهُوَ التَّعْرِيفُ الَّذِي ذَكَرَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ وَنَسَبَهُ لِغَيْرِهِ . وَمَشَى عَلَى
هَذَا التَّعْرِيفِ الْبَيْهَقِيُّ فِي مَنْظُومَتِهِ فَقَالَ :

وَمُنْكَرُ الْفَرْدِ بِهِ رَاوٍ غَدَا تَعْدِيلُهُ لَا يَحْمِلُ التَّفَرُّدَا

٢ هُوَ مَا رَوَاهُ الضَّعِيفُ مُخَالَفًا لِمَا رَوَاهُ الثِّقَّةُ . وَهَذَا التَّعْرِيفُ هُوَ الَّذِي ذَكَرَهُ
الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ وَاعْتَمَدَهُ، وَفِيهِ زِيَادَةٌ عَلَى التَّعْرِيفِ الْأَوَّلِ وَهِيَ قَيْدُ مُخَالَفَةِ
الضَّعِيفِ لِمَا رَوَاهُ الثِّقَّةُ .

ترجمہ منکر۔ جب راوی میں تنقید کا سبب فاش غلطی یا لاپرواہی کی کثرت یا فسق ہو اور یہ
تیسرا، چوتھا اور پانچواں سبب ہے، تو اس کی حدیث کا نام منکر رکھا جاتا ہے۔ اس کی تعریف: (أ)
لغت کے اعتبار سے: یہ الإنکار سے اسم مفعول ہے جو اقرار کا ضد ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار
سے: علماء حدیث نے منکر کی متعدد تعریفات کی ہیں جن میں سے زیادہ مشہور تعریفات دو ہیں اور وہ
یہ ہیں: (۱) یہ وہ حدیث ہے جس کی اسناد میں ایسا راوی ہو جس کی غلطی بہت ہو یا اس کی لاپرواہی
زیادہ ہو یا اس کا فسق ظاہر ہو۔ یہی وہ تعریف ہے جس کو حافظ ابن حجرؒ نے ذکر کیا اور نسبت کسی اور کی
طرف کی ہے، اور بیہقونیؒ بھی اپنی منظومہ میں اسی پر گامزن رہے چنانچہ انہوں نے کہا: (شعر)
اور فرد کی منکر جس کی روایت ایسا راوی کرے کہ اس کی تعدیل تفرّد کی گنجائش نہ رکھے۔

(۲) وہ حدیث جس کو ضعیف ثقہ لوگوں کی روایت کی مخالفت کرتے ہوئے نقل

کرے۔ یہ وہ تعریف ہے جس کو حافظ ابن حجرؒ نے ذکر کیا اور اسی پر اعتماد کیا، اس میں پہلی تعریف

کے مقابلہ میں ایک زیادتی ہے اور وہ ضعیف کی ثقہ کی روایت کی مخالفت کرنے کی قید ہے۔

شعبہ ۱ :- راوی پر تنقید کے پانچ اسباب میں سے دو سبب اب تک بیان ہو چکے ہیں یعنی وضع اور اتہام بالکذب۔ اب یہاں مزید تین اسباب کے تحت بحث کی جا رہی ہے۔ جس راوی کے اندر تنقید کی وجہ اس کا فاش غلطی کا ارتکاب کرنا ہو یا بکثرت لاپرواہ ہونا ہو یا فسق کا مرتکب ہونا ہو تو اس کی حدیث کو منکر کہتے ہیں، منکر کی ایک تعریف تو یہی ہے۔

دوسری تعریف کے مطابق منکر وہ حدیث ہے جس کا راوی کمزور حافظہ یا اپنے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہو اور اس حدیث میں ثقہ راوی کی مخالفت کی گئی ہو۔ پہلی تعریف میں صرف راوی کے ضعف کی وجہ سے حدیث کو منکر قرار دیا گیا لیکن دوسری تعریف میں مخالفت الثقات کا بھی اعتبار کیا گیا ہے۔ رہی بات لغت کی تو اس اعتبار سے منکر صیغہ اسم مفعول ہے اور اس کا مصدر باب افعال سے مستعمل ہے یعنی لا نکار بمعنی اوپرا سمجھنا، قبول نہ کرنا۔

۲ - أَلْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الشَّاذِّ: (أ) أَنَّ الشَّاذَّ مَا رَوَاهُ الْمَقْبُولُ مُخَالِفًا لِمَنْ هُوَ أَوْلَى مِنْهُ. (ب) أَنَّ الْمُنْكَرَ مَا رَوَاهُ الضَّعِيفُ مُخَالِفًا لِلثَّقَةِ. فَيُعْلَمُ مِنْ هَذَا أَنَّهُمَا يَشْتَرِكَانِ فِي اشْتِرَاطِ الْمُخَالَفَةِ، وَيَفْتَرِقَانِ فِي أَنَّ الشَّاذَّ رَاوِيهِ مَقْبُولٌ، وَالْمُنْكَرُ رَاوِيهِ ضَعِيفٌ. قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: "وَقَدْ غَفَلَ مَنْ سَوَّى بَيْنَهُمَا".

ترجمہ اس کے اور شاذ کے درمیان فرق: (ا) یہ کہ شاذ وہ حدیث ہے جس کو مقبول اپنے سے بہتر راوی کی مخالفت کرتے ہوئے روایت کرے۔ (ب) یہ کہ منکر وہ حدیث ہے جس کو ضعیف، ثقہ کی مخالفت کرتے ہوئے روایت کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں مخالفت کی شرط میں شریک ہیں اور اس میں جدا ہو جاتے ہیں کہ شاذ، اس کا راوی مقبول ہے اور منکر، اس کا راوی ضعیف ہے۔ ابن حجرؒ نے فرمایا: "جس نے ان دونوں کو برابر ٹھہرایا وہ بے خبر رہا"۔

شعبہ ۲ :- شاذ وہ حدیث ہے جس میں (یعنی ثقہ) اپنے سے زیادہ مقبول اور ثقہ راوی کی مخالفت کرے تو زیادہ ثقہ کی روایت۔ مگر درجہ ثقہ کی روایت جس میں بڑے ثقہ کی مخالفت ہوئی ہے شاذ کہلائے گی۔ لہذا منکر وہ حدیث ہے جس کا راوی خود ضعیف ہو اور وہ اپنی

روایت میں ثقہ اور مقبول راوی کی مخالفت کرے تو ثقہ کی روایت معروف اور ضعیف کی مذکورہ روایت منکر کہلائے گی۔ اس سے واضح ہوا کہ شاذ اور منکر دونوں میں ثقہ راوی کی مخالفت کی جاتی ہے لیکن شاذ کا راوی ثقہ اور مقبول ہوتا ہے اور منکر کا راوی ضعیف و نامقبول۔ یہی ان دونوں کے درمیان فرق ہے اور یہی درست قول ہے۔ بعض حضرات (جیسے ابن صلاح) نے منکر اور شاذ کو ایک قرار دیا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ ابن حجرؒ نے اس برابری کرنے کو غفلت (بے خبری) سے تعبیر کیا ہے۔

۳ - مِثَالُهُ : (أ) مِثَالٌ لِلتَّعْرِيفِ الْأَوَّلِ : مَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي زُكَيْرٍ يَحْيَى بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ قَيْسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوعاً "كُلُوا الْبَلَحَ بِالتَّمْرِ فَإِنَّ ابْنَ آدَمَ إِذَا أَكَلَهُ غَضِبَ الشَّيْطَانُ". قَالَ النَّسَائِيُّ : "هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ، تَفَرَّدَ بِهِ أَبُو زُكَيْرٍ، وَهُوَ شَيْخٌ صَالِحٌ، أَخْرَجَ لَهُ مُسْلِمٌ فِي الْمُتَابَعَاتِ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ مَبْلَغَ مَنْ يُحْتَمَلُ تَفَرُّدُهُ". (ب) مِثَالٌ لِلتَّعْرِيفِ الثَّانِي : مَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ مِنْ طَرِيقِ حَبِيبِ بْنِ حَبِيبٍ الزِّيَّاتِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْعِزَّارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "مَنْ أَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَحَجَّ الْبَيْتَ وَصَامَ وَقَرَأَ الضَّيْفَ دَخَلَ الْجَنَّةَ". قَالَ أَبُو حَاتِمٍ : "هُوَ مُنْكَرٌ لِأَنَّهُ غَيْرُهُ مِنَ الثِّقَاتِ رَوَاهُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ مَوْقُوفاً وَهُوَ الْمَعْرُوفُ".

:- **ترجمہ** اس کی مثال: (أ) پہلی تعریف کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو نسائی و ابن ماجہ نے ابو زکیر یحییٰ بن محمد بن قیس سے، انہوں نے ہشام بن عروہ سے اور انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ "تم چوہارے کے ساتھ کچی کھجور بھی کھاؤ کیونکہ انسان جب اسے کھاتا ہے تو شیطان کو غصہ آتا ہے"۔ نسائی نے کہا: یہ منکر حدیث ہے، اس کے ساتھ ابو زکیر تنہا ہیں اور وہ شیخ صالح ہیں، امام مسلم نے متابعات میں ان کی حدیث ذکر کی ہے مگر یہ اس شخص کے درجے کو نہیں پہنچتے جس کے تفرّد کی گنجائش ہو۔

(ب) دوسری تعریف کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو ابن ابی حاتم نے حبیب بن حبیب کی سند سے ابواسحاق کی وساطت سے روایت کیا، وہ عیزار بن حریش سے وہ ابن عباسؓ سے کہ نبی کریم ﷺ

نے فرمایا: ”جو نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، حج بیت اللہ کرے، رمضان کے روزے رکھے اور مہمان کی خاطر مدارات کری جنت میں داخل ہوگا“۔ ابو حاتم نے کہا: یہ منکر ہے اس لیے کہ اس کے علاوہ ثقات نے یہ حدیث ابو اسحاق سے موقوفاً روایت کی ہے اور یہی معروف ہے۔

شعبہ ۱ :- منکر کی پہلی تعریف کے مطابق (جس میں روای خود ضعیف تھا) اس کی مثال نسائی وابن ماجہ کی مذکورہ بالا روایت ہے جس کی سند میں ابوزکیر نامی ایک راوی آیا ہے، اس کے متعلق محدثین نے کلام کیا ہے چنانچہ امام نسائی نے اسے شیخ صالح کہا جو معمولی جرح ہے، ابن معین وغیرہ نے ضعیف کہا، ابن حبان کہتے ہیں: اس کی حدیث حجت نہیں بن سکتی۔ بہر حال راوی کے ضعف کی وجہ سے یہ حدیث منکر کی پہلی تعریف کی مثال ہے۔

دوسری تعریف کی مثال حُصَیب بن حبیب کے واسطے سے مروی حدیث ہے جس میں وہ ابو اسحاق کی سند سے مرفوعاً یعنی نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کر رہے ہیں لہذا دوسرے ثقات اس حدیث کو ابو اسحاق کے ہی واسطے سے ابن عباسؓ پر موقوف بیان کرتے ہیں۔ لہذا حُصَیب کی روایت دوسرے ثقات کی مخالفت کی وجہ سے منکر کہلائے گی۔

۴ - رُتَبَتُهُ : يَتَبَيَّنُ مِنْ تَعْرِيفِي الْمُنْكَرِ الْمَذْكُورَيْنِ أَنْفَاءً أَنَّ الْمُنْكَرَ مِنْ أَنْوَاعِ الضَّعِيفِ جِدًّا، لِأَنَّهُ إِمَّا رِوَايَةً ضَعِيفٍ مَوْصُوفٍ بِفُحْشِ الْغُلَطِ أَوْ كَثْرَةِ الْغَفْلَةِ أَوْ الْفُسْقِ، وَإِمَّا رِوَايَةً ضَعِيفٍ مُخَالِفٍ فِي رِوَايَتِهِ تِلْكَ لِرِوَايَةِ الثَّقَةِ، وَكِلَا الْقِسْمَيْنِ فِيهِ ضَعْفٌ شَدِيدٌ، لِذَلِكَ مَرَّبْنَا فِي بَحْثِ ”الْمَتْرُوكِ“ أَنَّ الْمُنْكَرَ يَأْتِي فِي شِدَّةِ الضَّعْفِ بَعْدَ مَرْتَبَةِ الْمَتْرُوكِ .

ترجمہ: اس کا رتبہ: منکر کی مندرجہ بالا دونوں تعریفوں سے یہ واضح ہے کہ منکر بہت ضعیف (حدیث) کی انواع میں سے ہے اس لیے کہ وہ یا تو فاش غلطی کرنے یا بکثرت لاپرواہی برتنے یا فسق کرنے سے موصوف ضعیف شخص کی روایت ہے یا پھر اپنی مذکورہ روایت میں ثقہ کی مخالفت کرنے والے ضعیف شخص کی روایت، اور دونوں ہی قسموں میں شدید ضعف ہے۔ اس وجہ سے ہم متروک کی بحث میں یہ ذکر کرتے آئے ہیں کہ شدتِ ضعف میں متروک کے بعد منکر کا مرتبہ ہے۔

شرح ۱:- منکر کی دو تعریفیں اوپر مذکور ہوئیں جن میں سے پہلی تعریف میں منکر کا راوی بہت لاپرواہی برتنے والا ہے یا بڑی غلطیاں کرنے والا ہے یا فسق کا مرتکب ہے اور یہ تینوں وجہیں حدیث کو بہت زیادہ ضعیف بنا دیتی ہیں۔ اسی طرح دوسری تعریف میں ضعیف کا ثقہ راوی کی مخالفت کرنا معتبر ہے اور یہ امر بھی کسی حدیث کو انتہائی ضعیف بنا دیتا ہے لہذا یہ واضح ہوا کہ اگر ضعیف میں متردک کے بعد کسی کا رتبہ ہے تو وہ منکر کا ہے۔

الْمَعْرُوفُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمٌ مَفْعُولٌ مِنْ "عَرَفَ". (ب) اِصْطِلَاحًا : مَا رَوَاهُ الثَّقَةُ مُخَالَفًا لِمَا رَوَاهُ الضَّعِيفُ . فَهُوَ بِهَذَا الْمَعْنَى مُقَابِلٌ لِلْمُنْكَرِ ، أَوْ بِتَغْيِيرِ أَدَقِّ ، هُوَ مُقَابِلٌ لِتَعْرِيفِ الْمُنْكَرِ الَّذِي اعْتَمَدَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ . ۲ - مِثَالُهُ : أَمَّا مِثَالُهُ فَهُوَ الْمِثَالُ الثَّانِي الَّذِي مَرَّ فِي نَوْعِ الْمُنْكَرِ ، لَكِنْ مِنْ طَرِيقِ الثَّقَاتِ الَّذِينَ رَوَوْهُ مَوْقُوفًا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ ، لِأَنَّ ابْنَ أَبِي حَاتِمٍ قَالَ : - بَعْدَ أَنْ سَأَلَ حَدِيثَ حُبَيْبِ الْمَرْفُوعِ - "هُوَ مُنْكَرٌ ، لِأَنَّ غَيْرَهُ مِنَ الثَّقَاتِ رَوَاهُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ مَوْقُوفًا ، وَهُوَ الْمَعْرُوفُ".

ترجمہ معروف۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ عَرَفَ سے اسم مفعول ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ حدیث ہے جس کو ثقہ ضعیف کی روایت کی مخالفت کرتے ہوئے روایت کرے۔ پس معروف اس معنی کے لحاظ سے منکر کا ضد ہے یا بہت باریک تعبیر کے ساتھ وہ منکر کی اس تعریف کے مقابل ہے جس پر حافظ ابن حجرؒ نے اعتماد کیا۔ اس کی مثال: جہاں تک اس کی مثال کا تعلق ہے تو وہ وہی دوسری مثال ہے جو منکر کی قسم میں گذر چکی مگر ان ثقات کی سند سے جنہوں نے مذکورہ حدیث حضرت ابن عباسؓ پر موقوف ہونے کی حالت میں روایت کی ہے اس لیے کہ ابن ابی حاتم نے حُبَيْب کی مرفوع حدیث بیان کرنے کے بعد کہا ہے: یہ منکر ہے کیونکہ اس کے علاوہ ثقات نے یہ حدیث ابواسحاق سے موقوف روایت کی ہے اور وہی معروف ہے۔

نک۱ :- معروف باب ضرب کے مصدر المعرفة بمعنی پہچانا سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، معروف کے لغوی معنی ہیں ”پہچانا ہوا، معلوم“ چونکہ ضعیف کے مقابلے میں ثقہ کی روایت معلوم اور پہچانی ہوئی ہوتی ہے اس لیے اس قسم کا نام معروف رکھا گیا۔ اصطلاح اصول حدیث میں معروف، ثقات کی وہ حدیث کہلاتی ہے جس میں کوئی ضعیف اس کی مخالفت کر رہا ہو۔ اس تعریف کی رو سے معروف، منکر کا ضد ہے کیونکہ منکر کی دوسری تعریف یہ بیان کی گئی تھی کہ یہ ضعیف کی وہ حدیث ہے جس میں وہ ثقہ کی مخالفت کر رہا ہو اور اس تعریف کو شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے بھی اختیار کیا تھا۔ اس لحاظ سے معروف کی مثال منکر کے تحت گزری ہوئی حدیث **مَنْ أَقَامَ الصَّلَاةَ..... الخ** میں حُیِّب کی روایت کے مخالف ثقات کی روایت ہے۔

الْمُعَلَّلُ

إِذَا كَانَ سَبَبُ الطَّعْنِ فِي الرَّاَوِي هُوَ "الْوَهْمُ" فَحَدِيثُهُ يُسَمَّى الْمُعَلَّلَ، وَهُوَ السَّبَبُ السَّادِسُ. ۱ - تَعْرِيفُهُ: (أ) لُغَةً: اِسْمُ مَفْعُولٍ مِنْ "أَعْلَهُ" بِكَذَا فَهُوَ "مُعَلَّلٌ" وَهُوَ الْقِيَاسُ الصَّرْفِيُّ الْمَشْهُورُ وَهُوَ اللُّغَةُ الْفَصِيحَةُ، لَكِنَّ التَّعْبِيرَ بِ"الْمُعَلَّلِ" مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ جَاءَ عَلَى غَيْرِ الْمَشْهُورِ فِي اللُّغَةِ، وَمِنْ الْمُحَدِّثِينَ مَنْ عَبَّرَ عَنْهُ بِ"الْمَعْلُولِ" وَهُوَ ضَعِيفٌ مَرْدُودٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعَرَبِيَّةِ وَاللُّغَةِ. (ب) اِصْطِلَاحًا: هُوَ الْحَدِيثُ الَّذِي أُطْلِعَ فِيهِ عَلَى عِلَّةٍ تَقْدَحُ فِي صِحَّتِهِ مَعَ أَنَّ الظَّاهِرَ السَّلَامَةَ مِنْهَا.

تہ۔ راجحہ معلل۔ راوی پر تنقید کا سبب جب ”وہم“ ہو تو اس کی حدیث کا معلل نام رکھا جاتا ہے اور یہ چھٹا سبب ہے۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: **أَعْلَلَ** سے اسم مفعول ہے لہذا یہ **مُعَلَّلٌ** ہے اور یہی مشہور صرفی قاعدہ ہے اور یہی فصیح لغت ہے لیکن اہل حدیث سے لفظ معلل لغت میں غیر مشہور طریقے پر منقول ہے۔ محدثین میں سے بعض نے اس کو معلول کے ساتھ تعبیر کیا اور یہ اہل عربیت و لغت کے ہاں کمزور و ناپسندیدہ لغت ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ

حدیث ہے جس میں کوئی ایسی علت پائی گئی ہو جو اس کی صحت کو مجروح کرتی ہو باوجودیکہ ظاہر حال اس علت سے محفوظ ہونا ہو۔

نک۱ :- معلل باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی بیمار قرار دیا ہوا۔ یہ حدیث ضعیف کی ایک قسم ہے جو راوی پر طعن کے چھٹے سبب سے حاصل ہوتی ہے۔ بعض لوگ اس کو معلول پڑھتے ہیں لیکن اس طرح پڑھنا بطلان لغت درست نہیں کیونکہ فعل، رباعی سے مستعمل ہے یعنی اَعْلُ اور رباعی کا اسم مفعول مُفْعَل کے وزن پر مُعَلَّ آنا چاہیے، اسی طرح اکثر محدثین کا مُعَلَّل کہنا بھی قاعدے کے خلاف ہے۔ لیکن اگر فعل عَلَّل ہو جیسا کہ بعض حضرات استعمال کرتے ہیں تو مُعَلَّل کہنا درست ہو جائے گا اس لیے کہ باب تفعیل کا اسم مفعول اسی وزن پر آتا ہے۔ مگر مُعْلُول عتبا کی کوئی وجہ نہیں۔ اس کے باوجود اکثر محدثین کی عادت مُعْلُول عتبا کی ہی رہی ہے۔

اکہتے ح محدثین میں معلل اس حدیث کو کہنے ہیں جس میں صحت حدیث کے منافی کوئی علت پائی گئی ہو جبکہ بظاہر حدیث اس سے محفوظ ہو۔

۲- تَعْرِيفُ الْعِلَّةِ : هِيَ سَبَبٌ غَامِضٌ خَفِيَ قَادِحٌ فِي صِحَّةِ الْحَدِيثِ . فَيُؤْخَذُ مِنْ تَعْرِيفِ الْعِلَّةِ هَذَا أَنَّ الْعِلَّةَ عِنْدَ عُلَمَاءِ الْحَدِيثِ لَا بُدَّ أَنْ يَتَحَقَّقَ فِيهَا شَرْطَانِ وَهُمَا : (أ) الْغُمُوضُ وَالْخَفَاءُ . (ب) وَالْقَدْحُ فِي صِحَّةِ الْحَدِيثِ . فَإِنْ اخْتَلَّ وَاحِدٌ مِنْهُمَا . كَأَنْ تَكُونَ الْعِلَّةُ ظَاهِرَةً أَوْ غَيْرَ قَادِحَةٍ . فَلَا تُسَمَّى عِنْدَئِذٍ عِلَّةً إِصْطِلَاحًا .

ترجمہ :- علت کی تعریف: یہ انتہائی باریک اور پوشیدہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو مجروح کرتی ہے۔ علت کی مذکورہ تعریف سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ علمائے حدیث کے نزدیک علت میں دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے، وہ یہ ہیں: (أ) باریکی اور پوشیدگی (ب) حدیث کی صحت کو عیب دار کرنا۔ چنانچہ اگر ان میں سے ایک بھی پوری نہ ہو جیسے کہ علت ظاہر ہو یا وہ جرح کا سبب نہ ہو تو پھر اس وقت اس کا نام اکہتے حا علت نہیں رکھا جائے گا۔

نک۱ :- علت لغت میں بیماری کو کہنے ہیں جس طرح عموماً بیماری کا نشان ظاہر بدن پر نہیں ہوتا لیکن وہ جسم کو کمزور بنا دیتی ہے، اسی طرح حدیث میں علت ایسے عیب کو کہنے ہیں جو ظاہر نہ ہو لیکن

حدیث کا رتبہ اس سے کم ہو جاتا ہے۔ پس علت اس پوشیدہ سبب کو کہیں گے جس میں دو باتیں موجود ہوں: (۱) باریکی و پوشیدگی (۲) صحت حدیث میں جرح کا باعث ہونا اور عیب پیدا کرنا۔ اگر ان میں سے کوئی بات مفقود ہوگی تو کہتے ہیں اس کا نام علت نہیں ہوگا۔

۳ - قَدْ تُطْلَقُ الْعِلَّةُ عَلَى غَيْرِ مَعْنَاهَا الْأَصْطِلَاحِي: إِنَّ مَا ذَكَرْتَهُ مِنْ تَعْرِيفِ الْعِلَّةِ فِي الْفِقْرِ السَّابِقَةِ هُوَ الْمُرَادُ بِالْعِلَّةِ فِي اصْطِلَاحِ الْمُحَدِّثِينَ، لَكِنْ قَدْ يُطْلَقُونَ الْعِلَّةَ أحيانًا عَلَى أَيْ طَعْنٍ مُوجَّهٍ لِلْحَدِيثِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ هَذَا الطَّعْنُ خَفِيًّا أَوْ قَادِحًا: (أ) فَمِنْ النَّوْعِ الْأَوَّلِ: التَّغْلِيلُ بِكَذِبِ الرَّاوي أَوْ غَفْلَتِهِ أَوْ سُوءِ حِفْظِهِ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ حَتَّى لَقَدْ سَمَى التِّرْمِذِيُّ النَّسْخَ عِلَّةً. (ب) وَمِنْ النَّوْعِ الثَّانِي: التَّغْلِيلُ بِمُخَالَفَةِ لَا تَقْدَحُ فِي صِحَّةِ الْحَدِيثِ كَمَا رَسَّالَ مَا رَصَلَهُ الثِّقَّةُ وَبِنَاءٍ عَلَى ذَلِكَ قَالَ بَعْضُهُمْ: مِنَ الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ مَا هُوَ صَحِيحٌ مُعَلَّلٌ.

ترجمہ: کبھی کبھار علت کا اطلاق اس کے غیر کہتے ہی معنی پر کیا جاتا ہے: بے شک میں نے گذشتہ جملے میں جو علت کی تعریف ذکر کی ہے، کہتے ہیں محدثین میں علت سے وہی مراد ہے لیکن کبھی کبھی وہ لوگ ہر ایسی تنقید کو علت کہہ دیتے ہیں جو حدیث کی طرف متوجہ ہو اگرچہ یہ تنقید پوشیدہ یا جرح کا باعث نہ ہو: (أ) لہذا پہلی قسم میں سے ہے: راوی کے جھوٹ عتبایا اس کی لاپرواہی برتنے یا اس کی یادداشت کی کمزوری یا اس جیسی کسی چیز کے ساتھ علت بیان کرنا حتیٰ کہ امام ترمذی نے نسخ کا بھی علت نام رکھا ہے۔ (ب) اور دوسری قسم میں سے یہ ہے: ایسی مخالفت کے ساتھ علت بیان کرنا جو صحت حدیث میں عیب پیدا نہ کرے جیسے اس روایت کا ارسال جس کو ثقہ متصل نقل کرے۔ اسی بناء پر بعض محدثین نے کہا ہے: حدیث صحیح میں سے وہ بھی ہے جو صحیح معلل ہو۔

نکات: - علت کا اطلاق جس طرح باریک و خفیہ عیب پر ہوتا ہے اسی طرح ہر اس قسم کے عیب پر بھی ہوتا ہے جس کا تعلق کسی نہ کسی طرح حدیث سے ہو چاہے وہ باریک و خفیہ ہو یا نہ ہو چنانچہ اب علت کا استعمال مختلف ہونے کے سوا اس سے عیوب کی تفصیل یہ ہے: جس عیب کا براہ راست تعلق راوی کی ذات سے ہو مثلاً اس کا جھوٹا یا لاپرواہ ہونا یا کمزور حافظہ ہونا وغیرہ تو یہ پہلی قسم کی علت میں

داخل ہے، اور وہ مخالفت جس سے حدیث کی صحت پہ کوئی اثر نہ پڑے جیسے ثقہ کی متصل روایت کو مرسل بیان کرنا کہ اس سے ثقہ کی روایت پہ کوئی اثر نہیں پڑتا تو اس قسم کا عیب علت کی دوسری قسم میں داخل ہے۔

۴ - جَلَّالَتُهُ وَدِقَّتُهُ وَمَنْ يَتَمَكَّنُ مِنْهُ : مَعْرِفَةُ عِلَلِ الْحَدِيثِ مِنْ أَجْلِ عُلُومِ الْحَدِيثِ وَأَدَقِّهَا لِأَنَّهُ يُحْتَاجُ إِلَى كَشْفِ الْعِلَلِ الْغَامِضَةِ الْخَفِيَّةِ الَّتِي لَا تَظْهَرُ إِلَّا لِلْجَهَابِذَةِ فِي عُلُومِ الْحَدِيثِ، وَإِنَّمَا يَتَمَكَّنُ مِنْهُ وَيَقْوَى عَلَى مَعْرِفَتِهِ أَهْلُ الْحِفْظِ وَالْخَبَرَةِ وَالْفَهْمِ الثَّاقِبِ، وَلِهَذَا لَمْ يَخْضْ غِمَارُهُ إِلَّا الْقَلِيلُ مِنَ الْأَثَمَةِ كَاتِبِ الْمَدِينِيِّ وَأُحْمَدَ وَابْنِ بَخَارٍ وَأَبِي حَاتِمٍ وَالدَّارَقُطَنِيِّ . ۵ - إِلَى أَيْ إِسْنَادٍ يَتَطَرَّقُ التَّغْلِيلُ؟ يَتَطَرَّقُ التَّغْلِيلُ إِلَى الْإِسْنَادِ الْجَامِعِ شُرُوطَ الصَّحَّةِ ظَاهِرًا لِأَنَّ الْحَدِيثَ الضَّعِيفَ لَا يَحْتَاجُ إِلَى الْبَحْثِ عَنْ عِلَلِهِ طَالَمَا هُوَ مَرْدُودٌ لَا يُعْمَلُ بِهِ .

ترجمہ اس (قسم) کی اہمیت و نزاکت اور جو لوگ اس پر پوری قدرت رکھتے ہیں: حدیث کی علتوں کا پہچانا علوم حدیث کی اہم ترین اور نہایت نازک اقسام میں سے ہے اس لیے کہ اس میں باریک و خفیہ علتوں کی تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے جو صرف علوم حدیث کے ماہرین پر ظاہر ہوتی ہیں اور حافظہ، تجربہ اور روشن ذہن رکھنے والوں ہی کے پاس اس کی پوری طاقت اور اس کے پہچاننے کی صلاحیت ہوتی ہے، اسی وجہ سے ائمہ کرام میں سے اس کی گہرائی میں بہت کم لوگ غوطہ زن ہوئے ہیں جیسے ابن المدینی، احمد، بخاری، ابو حاتم اور دارقطنی رحمہم اللہ۔ تغلیل کس قسم کی سند میں راہ پاتی ہے؟ ظاہری طور پر شرائط صحت کی جامع اسناد میں تغلیل راہ پاتی ہے کیونکہ حدیث ضعیف میں اس کی علتیں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ پہلے ہی مردود اور ناقابل عمل ہے۔

نہ - حدیث معلل کی پہچان یا کسی حدیث کی علتوں سے بحث بہت نازک اور اہم فن ہے اور ہر کسی کو اس میں غور کر کے نتیجہ اخذ کرنے کی صلاحیت حاصل نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ ائمہ میں سے بہت کم ہی حضرات نے حدیث کی علتوں سے بحث کا بیڑہ اٹھایا، ان میں نامور امام احمد، ابن المدینی، امام بخاری وغیرہ شخصیات ہیں۔ ان حضرات نے بحث و تمحیص کے بعد مختلف احادیث کی

خفیہ علتیں ظاہر کیں اور ان کے مطابق صحت و ضعف کا حکم لگایا۔ ایک اور بات جو قابلِ توجہ ہے وہ یہ کہ عام فہم کے مطابق علت، حدیثِ ضعیف میں پائی جاتی ہے مگر حقیقت اس کے برخلاف ہے کیونکہ علت ہمیشہ اسی حدیث میں تلاش کی جاتی ہے جس میں بظاہر صحت کی تمام شرطیں موجود ہوں مگر کوئی خفیہ عیب پایا جائے جس پر ماہرینِ علوم حدیث مطلع ہو سکتے ہیں۔

۶ - بِمَ يُسْتَعَانُ عَلَى إِذْرَاكِ الْعِلَّةِ ؟ يُسْتَعَانُ عَلَى إِذْرَاكِ الْعِلَّةِ بِأُمُورٍ مِنْهَا :

(أ) تَفَرُّدُ الرَّاَوِي . (ب) مُخَالَفَةُ غَيْرِهِ لَهُ . (ج) قَرَأَيْنُ أُخْرَى تَنْضُمُ إِلَى مَا تَقَدَّمَ فِي الْفِقْرَتَيْنِ (أ و ب) هَذِهِ الْأُمُورُ تُنَبِّهُ الْعَارِفَ بِهَذَا الْفَنِّ عَلَى وَهْمٍ وَقَعَ مِنْ رَاوِي الْحَدِيثِ إِمَّا بِكُشْفِ إِرْسَالٍ فِي حَدِيثٍ رَوَاهُ مَوْصُولًا أَوْ وَقَفَ فِي حَدِيثٍ رَوَاهُ مَرْفُوعًا أَوْ إِدْخَالِهِ حَدِيثًا فِي حَدِيثٍ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الْأَوْهَامِ بِحَيْثُ يَغْلِبُ عَلَى ظَنِّهِ ذَلِكَ فَيَحْكُمُ بِعَدَمِ صِحَّةِ الْحَدِيثِ . ۷ - مَا هُوَ الطَّرِيقُ إِلَى مَعْرِفَةِ الْمُعْلَلِ ؟ الطَّرِيقُ إِلَى مَعْرِفَتِهِ هُوَ جَمْعُ طُرُقِ الْحَدِيثِ ، وَالنَّظَرُ فِي اخْتِلَافِ رَوَاتِهِ ، وَالْمُوازَنَةُ بَيْنَ ضَبْطِهِمْ وَاتِّقَانِهِمْ ، ثُمَّ الْحُكْمُ عَلَى الرِّوَايَةِ الْمَعْلُولَةِ .

:- **ترجمہ** علت کے سمجھنے میں کس چیز سے مدد لی جاتی ہے؟ علت کے سمجھنے میں چند امور سے مدد لی جاتی ہے، ان میں سے چند ایک یہ ہیں: (أ) راوی کا تفرد (۲) کسی اور کا اس کی مخالفت کرنا (ج) کچھ اور علامات جو (أ) اور (ب) کے جملوں میں بیان شدہ امور کے ساتھ مل جائیں۔ یہ امور اس فن کے ماہر شخص کو کسی وہم سے خبردار کریں گے جو راوی حدیث کی جانب سے واقع ہو یا تو کسی ایسی حدیث میں جس کو وہ متصل روایت کر چکا ہو، ارسال یا اس کی روایت کردہ مرفوع حدیث میں وقفہ (موقوف ہونا) یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کرنے یا دیگر اوہام کے انکشاف کے ساتھ اس طرح سے کہ اس کے گمان میں یہ علت غالب ہو جائے جس سے وہ حدیث کے صحیح نہ ہونے کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ حدیثِ معلل کے پہچاننے کا طریقہ: اس کے پہچاننے کا طریقہ حدیث کی اسانید کو جمع کرنا، اس کے رواۃ کے اختلاف میں غور کرنا اور ان کے ضبط و اتقان کا آپس میں موازنہ کرنا پھر معلول روایت پر حکم لگانا ہے۔

نک۱ :- کسی بھی حدیث میں علت کے سمجھنے کے تین ذرائع ہیں: (ا) راوی کا تفرد، کیونکہ کسی بھی جگہ راوی کے تفرد سے کوئی اہم بات معلوم ہو رہی ہوتی ہے مثلاً کیا راوی قوی الحافظ ہے یا نہیں؟ کہیں اسے وہم تو نہیں ہو گیا؟ وغیرہ (ب) ثقہ کی مخالفت، کیونکہ اس سے بھی بحث و تحقیق کرنے والا بیدار ہو جاتا ہے اور تلاش و جستجو پر مجبور ہو جاتا ہے جس کے بعد حدیث میں علت کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ (ج) ان دونوں کے ساتھ ساتھ کچھ اور قرائن و علامات جن کی بناء پر ماہر فن اپنے تجربے کی روشنی میں کسی علت پر مطلع ہو جاتا ہے۔ (د) پہلے حدیث متصلہ روایت کرنا اس کے بعد اسی کو مرسل بیان کرنا یا پہلے مرفوع اور بعد میں موقوف پیش کرنا یا ایک حدیث میں دوسری حدیث کے الفاظ داخل کر دینا وغیرہ قرائن جن کی وجہ سے محقق کو علت تلاش کرنے میں مدد حاصل ہوتی ہے۔

علل حدیث کو پہچاننے کے لیے ضروری ہے کہ حدیث کی جتنی سندیں ہو سکیں سب جمع کر لی جائیں، رواۃ کے بیان میں اختلاف ہو تو اس میں غور کیا جائے اور اختلاف کی وجہ سے ان کے ضبط و اتقان کا جائزہ لینا اور پھر جو حدیث معلول معلوم ہو اس پر حکم لگانا۔

۸- أَيْنَ تَقَعُ الْعِلَّةُ؟ (أ) تَقَعُ فِي الْإِسْنَادِ، وَهُوَ الْأَكْثَرُ، كَالْتَّعْلِيلِ بِالْوَقْفِ وَالْإِرْسَالِ. (ب) وَتَقَعُ فِي الْمَتْنِ، وَهُوَ الْأَقْلُ، مِثْلَ حَدِيثِ نَفْيِ قِرَاءَةِ الْبَسْمَلَةِ فِي الصَّلَاةِ.

۹- هَلِ الْعِلَّةُ فِي الْإِسْنَادِ تَقْدَحُ فِي الْمَتْنِ؟ (أ) قَدْ تَقْدَحُ فِي الْمَتْنِ مَعَ قَدْحِهَا فِي الْإِسْنَادِ، وَذَلِكَ مِثْلُ التَّعْلِيلِ بِالْإِرْسَالِ. (ب) وَقَدْ تَقْدَحُ فِي الْإِسْنَادِ خَاصَّةً، وَيَكُونُ الْمَتْنُ صَحِيحًا، مِثْلَ يَعْلَى بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوعًا: "الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ" فَقَدْ وَهَمَ يَعْلَى عَلَى سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ فِي قَوْلِهِ "عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ" إِنَّمَا هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ، فَهَذَا الْمَتْنُ صَحِيحٌ وَإِنْ كَانَ فِي الْإِسْنَادِ عِلَّةُ الْغَلَطِ، لِأَنَّ كَلَامَ مَنْ عَمَّرُو وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ ثِقَةٌ فَإِبْدَالُ ثِقَةٍ بِثِقَةٍ لَا يَضُرُّ صِحَّةَ الْمَتْنِ، وَإِنْ كَانَ سِيَاقُ الْإِسْنَادِ خَطَأً.

نق۲- راجعہ علت کہاں واقع ہوتی ہے؟ (ا) اسناد میں واقع ہوتی ہے اور ایسا سب سے زیادہ ہے جیسے وقف یا ارسال کی علت بیان کرنا۔ (ب) اور متن میں واقع ہوتی ہے اور اکم ہے، مثلاً

نماز میں بسم اللہ پڑھنے کی نفی والی حدیث۔ کیا اسناد میں علت متن کو مجروح کرے گی؟ (ا) کبھی کبھی اسناد کے ساتھ متن کو بھی مجروح کرے گی اور یہ ارسال کی علت بیان کرنے کی طرح ہے۔ (ب) کبھی خاص طور پر اسناد میں عیب پیدا کرے گی اور متن صحیح ہوگا جیسے یعلیٰ، ثوری سے وہ عمرو بن دینار سے اور وہ ابن عمر سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ بائع اور مشتری کو اختیار حاصل ہے۔ تحقیق یعلیٰ کو سفیان ثوری کے قول عمرو بن دینار میں وہم ہوا ہے، وہ عبد اللہ بن دینار ہے، چنانچہ یہ متن صحیح ہے اگرچہ اسناد میں غلطی کی علت موجود ہے کیونکہ عمرو اور عبد اللہ بن دینار دونوں ثقہ ہیں، لہذا ثقہ کو ثقہ سے بدل دینا متن کے صحیح ہونے کے لیے نقصان دہ نہیں اگرچہ اسناد کا سیاق غلط ہے۔

شعبہ ۱:- علت زیادہ تر اسناد میں واقع ہوتی ہے جیسے کسی حدیث کا متصل اور مرسل مروی ہونا، اسی طرح مرفوع اور موقوف مروی ہونا۔ کبھی متن میں بھی واقع ہوتی ہے، اس کی مثالیں طائمام مالک کی یہ حدیث ہے: ”عَنْ أَنَسٍ قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ، فَكُلُّهُمْ كَانَ لَا يَقْرَأُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“۔ محدثین نے اس حدیث کو کئی مظار سے معلول قرار دیا ہے جس میں سب سے بڑی وجہ دوسرے رواۃ کی مخالفت اور اضطراب فی المتن ہے۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ اگر صرف اسناد میں علت ہو تو وہ متن کو بھی متاثر کرے گی یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی دونوں صورتیں ممکن ہیں یعنی کبھی تو اسناد کے ساتھ متن بھی متاثر ہوگا جیسے حدیث کا کبھی متصل اور کبھی مرسل مروی ہونا جس سے حدیث کی صحت پر اثر پڑے گا اور کبھی صرف اسناد معلول ہوگی، حدیث کا متن صحیح رہے گا جیسے ایک حدیث جس کو سفیان ثوری سے یعلیٰ بن عبید روایت کرتے ہیں اور سفیان ثوری کے شیخ کا نام عمرو بن دینار بتاتے ہیں لیکن سفیان ثوری کے دوسرے شاگرد عبد اللہ بن دینار بتاتے ہیں، اس سے سند ضرور معلول ہوگی لیکن متن پر اثر اس لیے نہیں پڑے گا کہ عبد اللہ ہو یا عمرو دونوں ثقہ ہیں، لہذا یہ تبدیلی متن کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔

۱۰ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ: (ا) كِتَابُ الْعِلَلِ لِابْنِ الْمَدِينِيِّ. (ب) عَالِي الْحَدِيثِ لِابْنِ أَبِي حَاتِمٍ. (ج) الْعِلَلُ وَمَعْرِفَةُ الرِّجَالِ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ. (د) الْعِلَلُ الْكَبِيرُ،

وَالْعِلَلُ الصَّغِيرُ لِلتِّرْمِذِيِّ . (هـ) الْعِلَلُ الْوَارِدَةُ فِي الْأَحَادِيثِ النَّبَوِيَّةِ لِلدَّارِ قُطَيْبٍ ، وَهُوَ أَجْمَعُهَا وَأَوْسَعُهَا .

ت۔ رجمہ اس بارے میں مشہور ترین تصانیف: (ا) کتاب العلل: یہ ابن مدینیؒ کی ہے۔ (ب) علل الحدیث: یہ ابن ابی حاتمؒ کی ہے۔ (ج) العلل ومعرفۃ الرجال: یہ احمد بن حنبلؒ کی ہے۔ (د) العلل الکبیر اور العلل الصغیر: دونوں امام ترمذیؒ کی ہیں۔ (هـ) العلل الوارده فی الأحادیث النبویہ: یہ دارقطنیؒ کی ہے اور یہی ان سب میں جامع اور زیادہ مفصل ہے۔

ث۔ کہتے ہیں کہ علل کے بیان میں سب سے اہم کتاب ابن مدینیؒ اور ابن ابی حاتمؒ کی ہے اور سب سے مصطلح کتاب دارقطنیؒ کی ہے۔

الْمُخَالَفَةُ لِلثَّقَاتِ

إِذَا كَانَ سَبَبُ الطَّعْنِ فِي الرَّأْيِ مُخَالَفَتَهُ لِلثَّقَاتِ - وَهُوَ السَّبَبُ السَّابِعُ - فَيَنْتُجُ عَنْ مُخَالَفَتِهِ لِلثَّقَاتِ خَمْسَةُ أَنْوَاعٍ مِنْ عُلُومِ الْحَدِيثِ ، وَهِيَ : " الْمُدْرَجُ وَالْمَقْلُوبُ وَالْمَزِيدُ فِي مُتَّصِلِ الْأَسَانِيدِ وَالْمُضْطَرِبُّ وَالْمُصَحَّفُ " .

۱ - فَإِنْ كَانَتْ الْمُخَالَفَةُ بِتَغْيِيرِ سِيَاقِ الْأَسْنَادِ أَوْ بَدْمَجِ مَوْقُوفٍ بِمَرْفُوعٍ فَيُسَمَّى " الْمُدْرَجُ " .

۲ - وَإِنْ كَانَتْ الْمُخَالَفَةُ بِتَقْدِيمِ أَوْ تَأْخِيرِ فَيُسَمَّى " الْمَقْلُوبُ " .

۳ - وَإِنْ كَانَتْ الْمُخَالَفَةُ بِزِيَادَةِ رَأْيٍ فَيُسَمَّى " الْمَزِيدُ فِي مُتَّصِلِ الْأَسَانِيدِ " .

۴ - وَإِنْ كَانَتْ الْمُخَالَفَةُ بِإِبْدَالِ رَأْيٍ بِرَأْيٍ أَوْ بِحُصُولِ التَّدَاخُلِ فِي الْمَتْنِ وَلَا مُرْجَحَ فَيُسَمَّى " الْمُضْطَرِبُّ " .

۵ - وَإِنْ كَانَتْ الْمُخَالَفَةُ بِتَغْيِيرِ اللَّفْظِ مَعَ بَقَاءِ السِّيَاقِ فَيُسَمَّى " الْمُصَحَّفُ " . وَالْيَكُ تَفْصِيلُ الْبُحْثِ فِيهَا عَلَى التَّوَالِي .

ت۔ رجمہ ثقات کی مخالفت۔ راوی پر جرح کا سبب جب اس کا ثقات کی مخالفت کرنا ہو اور یہی ساتواں سبب ہے تو اس کی مخالفت ثقات کے نتیجے میں علوم حدیث کی پانچ موہا صل ہوں گی اور وہ مدرج، مقلوب، مزید فی متصل الأسانید، مضطرب اور مصحف ہیں۔ چنانچہ اگر مخالفت اسناد

کے سیاق کی تبدیلی کے ساتھ ہو یا موقوف کو مرفوع میں داخل کرتے کے ساتھ ہو تو وہ مدرج ہے۔ اگر مخالفت تقدیم یا تاخیر کے سبب سے ہو تو اس کا مقلوب نام رکھا جاتا ہے۔ اگر مخالفت کسی راوی کی زیادتی کے ساتھ ہو تو اس کا مزید فی متصل الا سانید نام رکھا جاتا ہے۔ اگر مخالفت ایک راوی کو دوسرے راوی سے بدل دینے یا متن میں تعارض پائے جانے کے ساتھ ہو جبکہ کوئی مرجح بھی نہ ہو تو اس کا نام مضطرب رکھا جاتا ہے۔ اگر مخالفت سیاق باقی رہتے ہوئے لفظ کی تبدیلی کے ساتھ ہو اس کا مصحف نام رکھا جاتا ہے۔ ان سب کی بالترتیب بحث ملاحظہ کریں۔

نکات :- مخالفت ثقات کا مطلب یہ ہے کہ راوی جو سند یا متن نقل کر رہا ہے دوسرے ثقات اس کے مطابق نقل نہ کرتے ہوں بلکہ ان کی اور اس کی اسناد و متن میں فرق موجود ہو، چنانچہ اس مخالفت کے نتیجے میں علم حدیث کی پانچ نئی موہاصل ہو جائیں گی جن کے نام یہ ہیں: مدرج، مقلوب، مزید فی متصل الا سانید، مضطرب اور مصحف۔ ان کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

الْمُدْرَجُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمٌ مَّفْعُولٍ مِنْ "أُدْرَجْتُ" الشَّيْءُ فِي الشَّيْءِ، إِذَا أُدْخِلْتُهُ فِيهِ وَضَمَّنْتُهُ إِيَّاهُ. (ب) اِصْطِلَاحًا : مَا غَيَّرَ سِيَاقَ إِسْنَادِهِ أَوْ أَدْخَلَ فِي مَتْنِهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ بِأَفْضَلٍ. ۲ - أَقْسَامُهُ : الْمُدْرَجُ قِسْمَانِ (أ) مُدْرَجُ الْإِسْنَادِ ۱..... تَعْرِيفُهُ : هُوَ مَا غَيَّرَ سِيَاقَ إِسْنَادِهِ ۲..... مِنْ صُورِهِ : أَنْ يَسُوقَ الرَّاويَ الْإِسْنَادَ، فَيَعْرِضُ لَهُ عَارِضٌ يَقُولُ كَلَامًا مِنْ قَبْلِ نَفْسِهِ، فَيُظَنُّ بَعْضُ مَنْ سَمِعَهُ أَنَّ ذَلِكَ الْكَلَامَ هُوَ مَتْنُ ذَلِكَ الْإِسْنَادِ، فَيُرْوِيهِ عَنْهُ كَذَلِكَ ۳..... مِثَالُهُ : قِصَّةُ ثَابِتِ بْنِ مُوسَى الزَّاهِدِ فِي رِوَايَتِهِ : "مَنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ بِاللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهُ بِالنَّهَارِ" وَأَصْلُ الْقِصَّةِ أَنَّ ثَابِتَ بْنَ مُوسَى دَخَلَ عَلَى شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْقَاضِي وَهُوَ يُمْلِي وَيَقُولُ : "حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "وَسَكَتَ لِيَكْتُبَ الْمُسْتَمَلِي، فَلَمَّا نَظَرَ إِلَى ثَابِتٍ قَالَ : "مَنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ

بِاللَّيْلِ حَسَنَ وَجْهَهُ بِالنَّهَارِ “ وَقَصَدَ بِذَلِكَ ثَابِتًا لِرُؤُوسِهِ وَوَرَعَهُ ، فَظَنَّ ثَابِتٌ أَنَّهُ
مَتْنُ ذَلِكَ الْإِسْنَادِ فَكَانَ يُحَدِّثُ بِهِ .

ترجمہ: درج۔ اس کی تعریف: (ا) لغت کے مطابق سے: یہ اُذْرَجْتُ سے اسم مفعول ہے جب میں ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل اور ایک کو دوسری میں شامل کروں۔ (ب) اکہتے ح کے مطابق سے: وہ حدیث ہے جس کی سند کے سیاق کو بدل دیا گیا ہو یا اس کے متن میں فاصلہ کے بغیر وہ بات داخل کر دی گئی ہو جس کا اس سے تعلق نہ ہو۔ اس کی مؤ: مدرج دو قسموں پر ہے:

(ا) مدرج الاسناد۔ اس کی تعریف: وہ حدیث جس کی اسناد کے سیاق کو بدل دیا گیا ہو۔ اس کی صورتوں میں سے ایک: یہ کہ راوی اسناد بیان کرے تو اسے کوئی حالت پیش آجائے جس کے اثر سے وہ اپنی طرف سے کوئی بات کرے، پھر بعض اس کے سننے والے یہ خیال کریں کہ یہ بات اس اسناد ہی کا متن ہے، چنانچہ وہ اس کے حوالے سے اسی طرح روایت کر دے۔ اس کی مثال: ثابت بن موسیٰ زاہد کا مَنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ بِاللَّيْلِ حَسَنَ وَجْهَهُ بِالنَّهَارِ کی روایت نقل کرنے میں پیش آنے والا قصہ ہے۔ اصل قصہ اس طرح ہے کہ قاضی شریک بن عبد اللہ کے پاس ثابت بن موسیٰ ایسے وقت میں آئے کہ وہ املاء کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ”ہم سے اعمش نے بیان کیا، وہ ابوسفیان سے اور وہ حضرت جابرؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے.....“، پھر وہ خاموش ہو گئے تا کہ مستملی (کاتب) لکھ سکے، تو جب انہوں نے ثابتؓ سے یہ کہا تو کہا: ”جس کی شب میں نماز زیادہ ہوگی دن میں اس کا چہرہ بارونق ہوگا“۔ اس سے ان کا مقصود ثابت تھے کہ وہ زاہد اور پرہیزگار تھے، پس ثابت نے یہ خیال کیا کہ یہ اسی اسناد کا متن ہے چنانچہ وہ اس کو حدیث بنا کر بیان کرتے تھے۔

ث۔ مدرج باب افعال کے مصدر الاسناد سے اسم مفعول ہے، اور راج کے معنی ہیں ”داخل کرنا، شامل کرنا“ حدیث کا نام اس مطابق سے رکھا گیا کہ اس کی بھی سند یا متن میں خارج چیز کو داخل کر دیا جاتا ہے۔ اکہتے ح کے مطابق مدرج وہ حدیث کہلاتی ہے جس کی سند کے سیاق کو بدل دیا جائے یا پھر متن میں کسی خارج کلام کو بغیر فاصلہ و بغیر بیان کے داخل کر دیا جائے۔ تعریف سے

ہی مدرج کی دو معلوم ہو گئیں: (۱) مدرج الاسناد (۲) مدرج المتن۔ مدرج الاسناد وہ حدیث ہے جس میں سند کے سیاق کو بدل دیا جائے۔ سیاق سے مراد کلام کا تسلسل اور ما قبل کا ربط ہے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ راوی کو سند بیان کرتے ہوئے کسی حالت کا سامنا کرنا پڑ جائے اور وہ اس حالت کے مطابق اپنی طرف سے کوئی کلام کرے لیکن سننے والوں میں سے کوئی شخص اس کو بھی سند کا متن سمجھ کر بطور حدیث روایت کرنے لگ جائے، اس کی مثال ثابت بن موسیٰ کا مشہور قصہ ہے جو ترجمہ کے ذیل میں واضح ہو چکا۔ الغرض اس قصہ میں ثابت بن موسیٰ کا راوی کے کلام کو سند کا متن سمجھ کر روایت کرنا مدرج فی الاسناد ہے۔

(ب) مُدْرَجُ الْمَتْنِ : ۱..... تَعْرِيفُهُ : مَا أَذْخَلَ فِي مَتْنِهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ بِإِلَّا فَضْلٍ . ۲..... أَقْسَامُهُ : ثَلَاثَةٌ وَهِيَ : (۱) أَنْ يَكُونَ الْإِذْرَاجُ فِي أَوَّلِ الْحَدِيثِ ، وَهُوَ قَلِيلٌ لَكِنَّهُ أَكْثَرُ مِنْ وَقُوعِهِ فِي وَسْطِهِ . (۲) أَنْ يَكُونَ الْإِذْرَاجُ فِي وَسْطِ الْحَدِيثِ ، وَهُوَ أَقْلُ مِنَ الْأَوَّلِ . (۳) أَنْ يَكُونَ الْإِذْرَاجُ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ وَهُوَ الْغَالِبُ .

ت۔ ترجمہ (ب) مدرج المتن۔ اس کی تعریف: وہ حدیث ہے جس کے متن میں فاصلہ کے بغیر اس سے خارج چیز داخل کر دی جائے۔ اس کی مو: تین ہیں، اور وہ یہ ہیں: (۱) یہ کہ ادراج حدیث کے شروع میں ہو اور یہ کم ہے مگر درمیان میں واقع ہونے کی نسبت زیادہ ہے۔ (۲) یہ کہ ادراج حدیث کے درمیان ہو اور یہ پہلی قسم سے کم ہے۔ (۳) یہ کہ ادراج حدیث کے آخر میں ہو اور یہ زیادہ ہے۔

ن۔ :۔ مدرج کی دوسری قسم مدرج المتن ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ متن حدیث میں غیر متن کو داخل کر دیا جائے۔ اس کی تین صورتیں ہیں، یعنی حدیث کے شروع میں کسی کے کلام کا اضافہ، درمیان میں اضافہ اور اخیر میں اضافہ۔

۳..... أُمَثَلَةٌ لَهُ : (أ) مِثَالٌ لَوْ قُوعِ الْإِذْرَاجِ فِي أَوَّلِ الْحَدِيثِ : وَسَبَبُهُ أَنَّ الرَّاَوِي يَقُولُ كَلَامًا يُرِيدُ أَنْ يَسْتَدِلَّ عَلَيْهِ بِالْحَدِيثِ فَيَأْتِي بِهِ بِإِلَّا فَضْلٍ ، فَيَتَوَهَّمُ السَّامِعُ أَنَّ الْكُلَّ حَدِيثٌ ، مِثْلَ ” مَا رَوَاهُ الْخَطِيبُ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي قَطَنِ وَشَبَابَةَ - فَرَّقَهُمَا - عَنْ

شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : " اَسْبِغُوا
الْوُضُوءَ ، وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ " فَقَوْلُهُ " اَسْبِغُوا الْوُضُوءَ " مُدْرَجٌ مِنْ كَلَامِ أَبِي
هُرَيْرَةَ كَمَا بَيَّنَّ فِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ عَنْ آدَمَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ قَالَ : " اَسْبِغُوا الْوُضُوءَ فَإِنَّ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ قَالَ : وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ .
قَالَ الْخَطِيبُ : " وَهُمْ أَبُو قُطْنٍ وَشَبَابَةُ فِي رِوَايَتِهِمَا لَهُ عَنْ شُعْبَةَ عَلَى مَا سَقْنَاهُ ،
وَقَدْ رَوَاهُ الْجَمُّ الْغَفِيرُ عَنْهُ كَرِوَايَةِ آدَمَ " .

ترجمہ اس کی چند مثالیں: (أ) ابتدائے حدیث میں اور ارج واقع ہونے کی مثال: اور اس کا
سبب یہ ہے کہ راوی کوئی ایسی گفتگو کرے کہ اس کا ارادہ اس پر حدیث سے دلیل پیش کرنے کا ہو
چنانچہ وہ اس گفتگو کو کسی قسم کے فاصلہ کے بغیر لے آتا ہے جس سے سامع کو یہ وہم ہوتا ہے کہ سب
حدیث ہے، جیسے وہ حدیث جس کو خطیب نے ابو قطن اور شبابہ کی روایت سے نقل کیا، خطیب نے
ان دونوں کو جدا کر کے بیان کیا، شعبہ کے واسطے سے وہ محمد بن زیاد کے واسطے سے وہ حضرت
ابو ہریرہؓ سے کہلے لیں نے فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وضو کو کامل کرو، ایڑھیوں کے
لیے دوزخ کی آگ سے ہلاکت ہے۔"

چنانچہ راوی کا قول "اَسْبِغُوا الْوُضُوءَ" حضرت ابو ہریرہؓ کے کلام سے مدرج ہے
جیسا کہ بخاری کی روایت میں جو آدم بواسطہ شعبہ وہ بواسطہ محمد بن زیاد حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی
ہے کہ کہا: وضو کو کامل کرو کیونکہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: "ایڑھیوں کے لیے دوزخ کی آگ سے
ہلاکت ہے۔" خطیب نے کہا: ابو قطن اور شبابہ کو شعبہ سے اپنی اس روایت میں جیسا کہ ہم نے بیان
کیا، وہم ہو گیا ہے، جبکہ ایک بڑی جماعت نے مذکورہ حدیث آدم کی طرح روایت کی ہے۔

شرح :- ابتدائے کلام میں مدرج ہونے کی مثال حضرت ابو ہریرہؓ کی مذکورہ بالا حدیث ہے
کیونکہ اس کے بالکل شروع میں حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ کلام ہے کہ وضو کو کامل کرو۔ یہ کلام ابو قطن اور
شبابہ کی روایت میں متن حدیث سے پہلے بغیر کسی فاصلہ کے ہے جس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید
یہ بھی کلام رسول ﷺ ہو حالانکہ یہ غلط ہے۔

ان دو رواۃ کے علاوہ باقی لوگ اس حدیث کی جب تفصیل بتاتے ہیں تو وہ پوری عبارت وضاحت کے ساتھ نقل کرتے ہیں جس کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ نے اُسِبُغُوا الْوُضُوءَ اپنی طرف سے فرمایا اور حدیث پاک کو بطور استدلال ذکر کیا۔

(ب) مِثَالٌ لِّوُقُوعِ الْإِذْرَاجِ فِي وَسْطِ الْحَدِيثِ : حَدِيثُ عَائِشَةَ فِي بَدْءِ الْوُحْيِ : "كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَحَنَّنُ فِي غَارِ حِرَاءَ - وَهُوَ التَّعَبُّدُ - اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ . فَقَوْلُهُ : "وَهُوَ التَّعَبُّدُ" مُدْرَجٌ مِنْ كَلَامِ الزَّهْرِيِّ . (ج) مِثَالٌ لِّوُقُوعِ الْإِذْرَاجِ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ : حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعاً "لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوكِ أَجْرَانِ ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْحَجُّ وَبِرُّ أُمِّي لَأَخْبَيْتُ أَنْ أَمُوتَ وَأَنَا مَمْلُوكٌ" . فَقَوْلُهُ "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ الخ" مِنْ كَلَامِ أَبِي هُرَيْرَةَ ، لِأَنَّهُ يَسْتَحِيلُ أَنْ يَصْدُرَ ذَلِكَ مِنْهُ ﷺ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ أَنْ يَتَمَنَّى الرِّقَّ ، وَلِأَنَّ أُمَّه لَمْ تَكُنْ مَوْجُودَةً حَتَّى يَبْرَهَا .

:- **ترجمہ** (ب) درمیان حدیث اور ارج واقع ہونے کی مثال: وحی کے آغاز کے متعلق حضرت عائشہؓ کی حدیث کہ "نبی کریم ﷺ کئی کئی راتیں غار حراء میں عبادت فرمایا کرتے تھے"۔ تو راوی کا قول وَهُوَ التَّعَبُّدُ زہری کے کلام سے مدرج ہے۔ (ج) حدیث کے آخر میں اور ارج کے واقع ہونے کی مثال: حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث مرفوع ہے کہ "مملوک غلام کے لیے دو گنا اجر ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر اللہ کے راستہ میں جہاد، حج اور میری ماں کے ساتھ نیکی کا سلوک نہ ہوتا تو میں غلام ہونے کی حالت میں مرنا پسند کرتا"۔ اس میں وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ الخ حضرت ابو ہریرہؓ کے کلام سے مدرج ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ سے اس کا صدور ناممکن ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ آپ غلامی کی تمنا کریں اور اس وقت سے بھی آپ کی والدہ اس وقت موجود نہیں تھیں تا کہ ان سے سلوک کرتے۔

شرح :- حدیث کے درمیان میں زائد کلام واقع ہونے کی مثال وحی کے آغاز سے متعلق حضرت عائشہؓ کی حدیث میں زہری کا يَتَحَنَّنُ کی تشریح وَهُوَ التَّعَبُّدُ سے کرنا ہے کیونکہ

وضاحت کیے بغیر یہ جملہ درمیان میں آگیا ہے اور نا واقف اسے حضرت عائشہؓ کا قول سمجھے گا حالانکہ ایسا نہیں ہے، لہذا یہ مدرج من الراوی ہے۔ حدیث کے آخر میں ادراج کی مثال لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوكِ أَجْرَانِ والی حدیث کا دوسرا حصہ ہے جو وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ سے آخر تک ہے، یہ حدیث قوی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پوری حدیث آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ... سے آخر تک حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہے کیونکہ دو وجہوں سے نبی کریم ﷺ کا ایسی تمنا کرنا ممکن نہیں معلوم ہوتا: ایک تو نبوت کے ساتھ غلامی کی آرزو مشکل ہے اور دوسرا نبی کریم ﷺ کی والدہ محترمہ بچپن میں ہی انتقال کر گئی تھیں لہذا ان کی خدمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ یہ راوی کا ادراج ہے اور تحقیق سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کی آرزو ظاہر کی تھی۔

۳ - دَوَاعِي الْأَدْرَاجِ : دَوَاعِي الْأَدْرَاجِ مُتَعَدِّدَةٌ أَشْهَرُهَا مَا يَلِي : (أ) بَيَانُ حُكْمِ شَرْعِي . (ب) اسْتِنْبَاطُ حُكْمِ شَرْعِيٍّ مِنَ الْحَدِيثِ قَبْلَ أَنْ يَتِمَّ الْحَدِيثُ . (ج) شَرْحُ لَفْظٍ غَرِيبٍ فِي الْحَدِيثِ . ۴ - كَيْفَ يُدْرَكُ الْأَدْرَاجُ ؟ يُدْرَكُ الْأَدْرَاجُ بِأُمُورٍ مِنْهَا : ۱ ... وَرُودُهُ مُنْفَصِلًا فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى . ۲ ... التَّنْصِيفُ عَلَيْهِ مِنْ بَعْضِ الْأَئِمَّةِ الْمُطَّلَعِينَ . ۳ ... إِقْرَارُ الرَّاوِي نَفْسِهِ أَنَّهُ أَدْرَجَ هَذَا الْكَلَامَ . ۴ ... اسْتِحَالَةُ كَوْنِهِ ﷺ يَقُولُ ذَلِكَ . ۵ - حُكْمُ الْأَدْرَاجِ : الْأَدْرَاجُ حَرَامٌ بِاجْتِمَاعِ الْعُلَمَاءِ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَالْفُقَهَاءِ وَغَيْرِهِمْ ، وَيُسْتَشَى مِنْ ذَلِكَ مَا كَانَ لِنَفْسِهِ غَرِيبٌ فَإِنَّهُ غَيْرُ مَمْنُوعٍ ، وَلِلَّذَلِكَ فَعَلَهُ الزَّهْرِيُّ وَغَيْرُهُ مِنَ الْأَئِمَّةِ .

۴۔ **موجہ** ادراج کے اسباب: ادراج کے اسباب متعدد ہیں، ان میں مشہور ترین یہ ہیں: (۱) کسی شرعی حکم کی وضاحت۔ (ب) حدیث کے مصطلح ہونے سے پہلے حدیث سے کسی شرعی حکم کا استنباط۔ (ج) حدیث میں مذکور کسی قلیل الاستعمال لفظ کی تشریح۔ ادراج کا پتہ کیسے چلتا ہے؟ چند چیزوں سے ادراج کا پتہ چلتا ہے، ان میں سے یہ ہیں: (۱) کسی اور روایت میں مدرج کا جہاد وارد ہونا۔ (۲) حقیقت سے واقف بعض ائمہ کی تصریح۔ (۳) راوی کا بذاتِ خود اقرار کہ اس نے یہ کلام

داخل کیا ہے۔ (۴) نبی کریم کا ایسا کہنا ناممکن ہونا۔ ادراج کا حکم: علمائے محدثین اور فقہاء وغیرہ کے اجماع کے مطابق ادراج حرام ہے، اس سے وہ ادراج مستثنیٰ ہے جو کسی غیر معروف لفظ کی تفسیر کے لیے ہو کیونکہ وہ ممنوع نہیں ہے، اسی ذ سے زہری وغیرہ ائمہ نے ایسا کیا ہے۔

شرح :- ادراج کی بالعموم تین وجوہات ہیں: (۱) راوی کسی شرعی حکم کو واضح کرنا چاہتا ہے جس کے لیے حکم بیان کرنے کے بعد فوراً حدیث ذکر کر دیتا ہے لیکن وضاحت نہیں کرتا۔ (۲) حدیث کے مصطلح ہونے سے پہلے کسی ضروری شرعی کو بیان کر دیتا ہے جو اس حدیث سے مستنبط ہو رہا ہو مگر اس کی بھی وضاحت نہیں کرتا۔ (۳) حدیث میں کوئی لفظ قلیل الاستعمال ہونے کی ذ سے سامعین کی فہم سے دور ہوتا ہے چنانچہ راوی حدیث کے درمیان میں یا اخیر میں اس کی تشریح کر دیتا ہے لیکن وضاحت نہیں کرتا۔

ادراج کا علم چار طریقوں سے ہوتا ہے: (۱) کسی دوسری سند سے مروی حدیث میں پوری وضاحت ہو جانا۔ (۲) بڑے درجے کے محدثین کا جنہیں حقیقت کا پتہ ہوتا ہے، وضاحت کر دینا کہ یہ حصہ راوی کا کلام ہے۔ (۳) راوی کا بذات خود اقرار کہ یہ حصہ اس کی طرف سے ہے۔ (۴) نبی کریم ﷺ کی طرف اس قول کی نسبت کا محال ہونا۔ ادراج کا حکم یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک بلا ضرورت ادراج حرام ہے اور ضرورت سے مراد کسی مبہم لفظ کی تشریح ہے جیسا کہ کئی احادیث میں مزائنہ، مخابره، شفق وغیرہ کلمات کی تشریح بھی وارد ہے اور امام زہریؒ کی روایت اوپر گزری کلیوں نے حضرت عائشہؓ کے قول ”يَتَحَنُّ“ کی تشریح ”وَهُوَ التَّعَبُّدُ“ کہہ کر کی ہے اور یہ روایت صحیحین میں موجود ہے۔ البتہ بعض حضرات نے مطلقاً ادراج کو حرام اور عدالت کے سقوط کا سبب قرار دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔

۶ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ: (أ) الْفَصْلُ لِلْوَصْلِ الْمُدْرَجِ فِي النَّقْلِ لِلْخَطِيبِ
الْبُعْدَادِيِّ. (ب) تَقْرِيبُ الْمَنْهَجِ بِتَرْتِيبِ الْمُدْرَجِ لِابْنِ حَجَرٍ، وَهُوَ تَلْخِصُ
لِكِتَابِ الْخَطِيبِ وَزِيَادَةُ عَلَيْهِ.

ترجمہ: اس بارے میں مشہور ترین تصانیف: (۱) الفصل للوصل المدرج في النقل: یہ خطیب

بغدادی کی کتاب ہے۔ (ب) تقریب المنہج بترتیب المدرج: یہ ابن حجر کی تصنیف ہے، اور یہ خطیب کی کتاب کی تلخیص اور اس پر اضافہ ہے۔

شرح :- خطیب بغدادی نے الفصل للوصل نامی اہم کتاب لکھی تھی مگر اس میں کسی حد تک کمی رہ گئی تھی جس کو حافظ ابن حجر نے پورا کر دیا ہے۔ چنانچہ حافظ نے مذکورہ کتاب کا خلاصہ بھی کیا اور جن مضامین کی کمی رہ گئی تھی اس کا اضافہ بھی کیا اور کتاب کے حجم کو دو گنا بڑھا دیا۔

الْمَقْلُوبُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمٌ مَفْعُولٌ مِنْ "الْقَلْبِ" وَهُوَ تَحْوِيلُ الشَّيْءِ عَنْ وَجْهِهِ . (ب) اصْطِلَاحًا : اِبْدَالُ لَفْظٍ بِآخَرٍ فِي سَنَدِ الْحَدِيثِ أَوْ مَتْنِهِ بِتَقْدِيمِ أَوْ تَأْخِيرِ وَنَحْوِهِ . ۲ - اُقْسَامُهُ : يَنْقَسِمُ الْمَقْلُوبُ إِلَى قِسْمَيْنِ رَأْسِيَيْنِ هُمَا : مَقْلُوبُ السَّنَدِ، وَمَقْلُوبُ الْمَتْنِ .

:- ترجمہ مقلوب۔ اس کی تعریف: (أ) یہ القلب سے اسم مفعول ہے اور وہ چیز کو اس کے رخ سے پھیر دینا ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: حدیث کی سند یا متن میں تقدیم یا تاخیر وغیرہ کے ذریعہ ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دینا۔ اس کی قسمیں: مقلوب کی دو بڑی قسمیں ہیں وہ یہ ہیں: مقلوب السند اور مقلوب المتن۔

شرح :- مقلوب بروزن مفعول القلب مصدر سے باب ضرب کا اسم مفعول ہے اور قلب کے معنی ہیں چیز کو اس کے مقررہ رخ سے پھیر دینا، اس قسم کی حدیث کو مقلوب اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کو بھی معلوم شدہ اصل سے پھیر دیا جاتا ہے۔ اصطلاح میں مقلوب وہ حدیث مثلاً قاتی ہے جس کی سند میں یا متن میں کسی قسم کی تقدیم یا تاخیر کر کے ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیا جائے۔

حدیث مقلوب کی دو قسمیں ہیں: (۱) مقلوب السند۔ (۲) مقلوب المتن۔ آگے ان دونوں کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

(أ) مَقْلُوبُ السَّنَدِ : وَهُوَ مَا وَقَعَ الْإِبْدَالُ فِي سَنَدِهِ وَلَهُ صَوْرَتَانِ ۱ : ... أَنْ يُقَدِّمَ

الرَّائِي وَيُؤَخَّرُ فِي اسْمِ أَحَدِ الرَّوَاةِ وَاسْمِ أَبِيهِ، كَحَدِيثِ مَرْوِيِّ عَنْ "كَعْبِ بْنِ مُرَّةَ" فَيُرْوِيهِ الرَّائِي عَنْ "مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ" ۲..... أَنْ يُبَدِّلَ الرَّائِي شَخْصاً بِآخَرَ بِقَصْدِ الْإِغْرَابِ : كَحَدِيثِ مَشْهُورٍ عَنْ "سَالِمٍ" فَيَجْعَلُهُ الرَّائِي عَنْ "نَافِعٍ" وَمِمَّنْ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنَ الرَّوَاةِ "حَمَّادُ بْنُ عَمْرٍو النَّصِيبِيُّ" وَهَذَا مِثَالُهُ :

حَدِيثُ رَوَاهُ حَمَّادُ النَّصِيبِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعاً :

"إِذَا لَقِيتُمُ الْمُشْرِكِينَ فِي طَرِيقٍ فَلَا تَبَدُّوهُمْ بِالسَّلَامِ" فَهَذَا حَدِيثٌ مَقْلُوبٌ، قَلْبَهُ حَمَّادٌ، فَجَعَلَهُ عَنِ الْأَعْمَشِ وَإِنَّمَا هُوَ مَعْرُوفٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. هَكَذَا أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ. وَهَذَا النَّوْعُ مِنَ الْقَلْبِ هُوَ الَّذِي يُطْلَقُ عَلَى رَاوِيهِ أَنَّهُ يَسْرِقُ الْحَدِيثَ.

۲۔ **ترجمہ** مقلوب السند: وہ حدیث ہے جس کی سند میں تبدیلی واقع ہو، اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) یہ کہ راوی راویوں میں سے کسی کے نام و ولدیت میں تقدیم و تاخیر کر دے جیسے ایک حدیث جو کعب بن مرہ سے مروی ہو، تو وہ اس کو مرہ بن کعب سے روایت کر دے۔ (۲) یہ کہ راوی دلچسپ بنانے کی خاطر ایک شخص کو دوسرے سے بدل دے جیسے ایک حدیث جو سالم سے مشہور ہو، راوی اس کو نافع سے کر دے، اور اس طرح کرنے والے رواۃ میں سے حماد بن عمرو نصیبی ہے اور یہ اس کی مثال ہے: ایک حدیث جس کو حماد نصیبی نے اعمش سے روایت کیا لیکن نے ابو صالح سے ملیےں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً کہ ”جب کسی راستے میں تمہاری مشرکین سے ملاقات ہو جائے تو سلام کرنے میں ان سے پہل مت کرو“۔ چنانچہ یہ مقلوب حدیث ہے، حماد نے اس کو الٹا کر دیا اور اسے اعمش سے بنادیا حالانکہ یہ سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرہؓ کی سند سے مشہور ہے۔ مسلم نے اپنی صحیح میں اسی طرح اس کو ذکر کیا۔ قلب کی یہی وہ نوع ہے جس کے راوی کے متعلق بولا جاتا ہے کہ وہ حدیث پچراتا ہے۔

شرح :- مقلوب السند یعنی وہ حدیث ہے جس کی سند میں ہیر پھیر کیا جائے، اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) کسی راوی کے اور اس کے والد کے نام میں تقدیم و تاخیر کر دی جائے یعنی راوی کا نام باپ

کا اور باپ کا نام راوی کا کر دیا جائے کہلا کسی حدیث میں کعب بن مرہ کی بجائے مرہ بن کعب کہہ دیا جائے۔

(۲) سند کو دلچسپ کرنے کی غرض سے ایک کی جگہ دوسرا راوی ذکر کر دیا جائے کہلا حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث کہ جب تم کسی راستے میں مشرکین سے ملو تو انہیں پہلے سلام نہ کرو۔ اس حدیث کی سند سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرہؓ مشہور ہے، شعبہ، ثوری، جریر اور عبدالعزیز در اور دی وغیرہ سے اسی طرح منقول ہے، لیکن حماد بن عمرو نصیبی نے راوی کا نام بدل کر یوں کہا: اعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرہؓ۔ حماد نصیبی کا شمار واضعین حدیث میں ہوتا ہے۔ ایسے راوی کو حدیث چرانے والا کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ایک کی حدیث چوری کر کے دوسرے کے ساتھ بنا دیتا ہے۔

(ب) مَقْلُوبُ الْمَتْنِ : وَهُوَ مَا وَقَعَ الْإِبْدَالُ فِي مَتْنِهِ، وَلَهُ صُورَتَانِ أَيْضاً : ۱..... أَنْ يُقَدِّمَ الرَّاَوِي وَيُؤَخِّرَ فِي بَعْضِ مَتْنِ الْحَدِيثِ . وَمِثَالُهُ : حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ عِنْدَ مُسْلِمٍ فِي السَّبْعَةِ الَّذِينَ يُظْلَهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ ، فَفِيهِ ” وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ يَمِينُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ “ فَهَذَا مِمَّا انْقَلَبَ عَلَى بَعْضِ الرِّوَاةِ وَإِنَّمَا هُوَ : ” حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ “ . ۲..... أَنْ يَجْعَلَ الرَّاَوِي مَتْنَ هَذَا الْحَدِيثِ عَلَى إِسْنَادٍ آخَرَ ، وَيَجْعَلَ إِسْنَادَهُ لِمَتْنٍ آخَرَ وَذَلِكَ بِقَصْدِ الْإِمْتِحَانِ وَغَيْرِهِ . مِثَالُهُ : مَا فَعَلَ أَهْلُ بَغْدَادَ مَعَ الْإِمَامِ الْبُخَارِيِّ إِذْ قَلَبُوا لَهُ مِائَةَ حَدِيثٍ وَسَأَلُوهُ عَنْهَا امْتِحَانًا لِحِفْظِهِ ، فَرَدَّهَا عَلَى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ قَبْلَ الْقَلْبِ ، وَلَمْ يُخْطِئْ فِي وَاحِدٍ مِنْهَا .

ترجمہ (ب) مقلوب المتن : وہ حدیث جس کے متن میں تبدیلی واقع ہو، اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں: (۱) یہ کہ راوی متن حدیث کے کسی حصے میں تقدیم و تاخیر کر دے اور اس کی مثال ہے: مسلم شریف میں ان سات قسم اشخاص کے متعلق حدیث جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایے میں سایہ عطا فرمائیں گے جس دن اللہ کے سایے کے سوا سایہ نہ ہوگا، حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے، چنانچہ اس میں ہے ” وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ يَمِينُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ “، تو یہ

حصہ بعض رواۃ سے بدل گیا جبکہ یہ اس طرح ہے: حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالَهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ ۔

(۲) یہ کہ راوی اس حدیث کا متن دوسری اسناد کے ساتھ بنادے اور اس کی اسناد دوسرے متن کے ساتھ بنادے، اور یہ امتحان وغیرہ لینے کی غرض سے ہو۔ اس کی مثال وہ فعل ہے جو امام بخاری کے ساتھ اہل بغداد نے کیا کہ ان کے سامنے سو حدیثیں بدل ڈالیں اور امام سے ان کے حافظہ کا امتحان لینے کے لیے ان احادیث کے متعلق پوچھتے رہے، تو امام نے ان کو ان کی قلب سے پہلے والی حالت کی طرف لوٹا دیا اور ان میں سے کسی ایک میں غلطی نہیں کی۔

شرح :- مقلوب المتن یعنی وہ حدیث جس کے متن میں ہیر پھیر کر دیا جائے، اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) متن کے کسی حصے میں الفاظ کو آگے پیچھے کر دے جیسے کہ حدیث میں ہے: حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالَهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ (ایک وہ شخص جو صدقہ کرے اور چھپا کر کرے کہ اس کے ہاتھیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چل سکے کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا) لیکن کسی راوی نے اس کو یوں نقل کیا: ”حَتَّى لَا تَعْلَمَ يَمِينُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالَهُ“ یعنی اس نے بائیں ہاتھ کو خرچ کرنے والا بنا دیا جبکہ اصل دایاں ہاتھ خرچ کرنے والا مذکور ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ کہ ایک حدیث کا متن اور دوسری حدیث کی سند کو جوڑ دیا جائے اور ایسا امتحان لینے کے لیے ہو جیسا کہ اہل بغداد نے امام بخاری کے ساتھ کیا تھا۔ واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ امام بخاری بغداد تشریف لائے تو محدثین اور عوام جمع ہو گئے، محدثین نے امام صاحب کا اس طرح امتحان لیا کہ دس آدمیوں نے دس دس حدیثیں لے کر ان کے سامنے پیش کیں، ان احادیث کے متون اور سندوں کو بدلا گیا تھا، متن ایک حدیث کا اور سند دوسری حدیث کی جوڑ دی تھی۔ امام بخاری متانت سے حدیث سنتے اور کہتے ”مجھے یہ حدیث معلوم نہیں“۔

بڑے حضرات تو اسے امام صاحب کی مہارت سمجھے لیکن عوام کو خیال ہوا کہ یہ کیسے امام ہیں۔ جب اپنی دس دس حدیثیں سنا کر سب فارغ ہو گئے تو امام صاحب پہلے شخص کی جانب یہ کہتے ہوئے متوجہ ہوئے ”آپ نے پہلی حدیث اس طرح سنائی تھی اور صحیح اس طرح ہے“۔ پھر دوسرے کو بھی اسی طرح جواب دیا، اس کے بعد تیسرے پھر چوتھے اور آخر تک پہلے سب کو ان کی مقلوب

حدیث نہاتے پھر صحیح کرتے۔ پورا مجمع امام بخاریؒ کے حافظہ پر حیران تھا۔

۳ - الْأَسْبَابُ الْحَامِلَةُ عَلَى الْقَلْبِ : تَخْتَلِفُ الْأَسْبَابُ الَّتِي تَحْمِلُ بَعْضُ الرِّوَاةِ عَلَى الْقَلْبِ ، وَهَذِهِ الْأَسْبَابُ هِيَ : (أ) قَصْدُ الْإِغْرَابِ لِيُرَغَّبَ النَّاسُ فِي رِوَايَةِ حَدِيثِهِ وَالْأَخْذِ عَنْهُ . (ب) قَصْدُ الْإِمْتِحَانِ وَالتَّكْدِ مِنْ حِفْظِ الْمُحَدِّثِ وَتَمَامِ ضَبْطِهِ . (ج) الْوُقُوعُ فِي الْخَطَأِ وَالْغَلَطِ مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ .

ترجمہ: قلب پر ابھارنے والے اسباب: جو اسباب بعض روایہ کو قلب پر آمادہ کرتے ہیں وہ مختلف ہوتے ہیں، اور وہ اسباب یہ ہیں: (ا) دلچسپ بنانے کا ارادہ تاکہ لوگوں کو اپنی حدیث کے روایت کرنے اور اپنے سے لینے کی رغبت دلائے۔ (ب) آزمانے اور محدث کے حافظہ اور کامل ضبط کی تحقیق کرنے کا ارادہ۔ (ج) قصد کے بغیر خطا اور غلطی کر جانا۔

شرح :- قلب حدیث کے تین اسباب ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں یعنی (۱) اس لیے حدیث الٹ پھیر کرنا کہ جب حدیث انوکھی ہوگی تو لوگ اس سے اس کے روایت کرنے میں شوق کریں گے جیسا کہ حما و نصیبی کیا کرتا تھا، اور اس کی مثال گزری۔ (۲) کسی کا امتحان لینے یا ضبط و اتقان کا جائزہ لینے کی غرض سے قلب کرنا، اس کی مثال اہل بغداد کا وہ فعل ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ (۳) بغیر قصد غلطی سے قلب واقع ہو جانا جیسے حدیث ہے: ”اِذَا أُقِيِمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي“ (جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو تم مجھے دیکھنے تک مت کھڑے ہو) اس کی سند جو مشہور ہے وہ ”یحییٰ بن کثیر عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ“ ہے لیکن جریرؒ نے غلطی کھا کر اس طرح نقل کر دیا ”عن ثابت عن انس“۔

۴ - حُكْمُ الْقَلْبِ : (۱) إِنْ كَانَ الْقَلْبُ بِقَصْدِ الْإِغْرَابِ فَلَا شَكَّ فِي أَنَّهُ لَا يَجُوزُ ، لِأَنَّهُ فِيهِ تَغْيِيرٌ لِلْحَدِيثِ ، وَهَذَا مِنْ عَمَلِ الْوَضَّاعِينَ . (۲) وَإِنْ كَانَ بِقَصْدِ الْإِمْتِحَانِ فَهُوَ جَائِزٌ لِلتَّكْدِ مِنَ حِفْظِ الْمُحَدِّثِ وَأَهْلِيَّتِهِ ، وَهَذَا بِشَرْطِ أَنْ يُبَيِّنَ الصَّحِيحَ قَبْلَ انْفِصَاصِ الْمَجْلِسِ . (۳) وَإِنْ كَانَ عَنْ خَطَأٍ وَسَهْوٍ فَلَا شَكَّ أَنَّ فَاعِلَهُ مَعْدُورٌ فِي خَطِيئِهِ لَكِنْ إِذَا كَثُرَ ذَلِكَ مِنْهُ فَإِنَّهُ يُحِلُّ بِضَبْطِهِ وَيَجْعَلُهُ

ضَعِيفًا . أَمَّا الْحَدِيثُ الْمَقْلُوبُ فَهُوَ مِنْ أَنْوَاعِ الضَّعِيفِ الْمَرْدُودِ كَمَا هُوَ مَعْلُومٌ .

:- **رحمہ** قلب کا حکم: (۱) قلب اگر دلچسپ بنانے کی غرض سے ہو تو اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ اس میں حدیث کی شکل تبدیل کرنا ہے اور یہ واضعین کا عمل ہے۔ (۲) اور اگر امتحان لینے کے ارادے سے ہو تو یہ محدث کی یادداشت اور اس کی اہلیت کی تحقیق کرنے کی وجہ سے جائز ہے، اور یہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ وہ مجلس برخواست ہونے سے قبل درست بیان کر دے۔ (۳) اور اگر غلطی اور بھول سے ہو تو اس میں شک نہیں کہ ایسا کرنے والا اپنی غلطی میں معذور ہے لیکن جب یہ اس سے زیادہ سرزد ہو تو اس کے ضبط میں اثر ڈالے گا اور اس کو ضعیف بنا دے گا۔ جہاں تک حدیث مقلوب کا تعلق ہے تو وہ ضعیف و مردود کی قسموں میں سے ہے جیسا کہ معلوم ہے۔

شرح :- قلب کے چونکہ تین اسباب ہیں اس لیے جیسا اس کا سبب ہوگا یعنی حدیث کو مقلوب بنانے کی جو بھی وجہ ہوگی اس کے اعتبار سے اس پہ حکم بھی مرتب ہوگا چنانچہ: (۱) قلب ناجائز ہوگا: جب اس سے مقصود حدیث کو دلچسپ بنانا ہو کیونکہ حدیث کو قصد ابکاڑنا جبکہ پھر وضاحت بھی نہ ہو، ناجائز ہے اور یہ واضعین حدیث کا وطیرہ ہے۔ (۲) قلب جائز ہوگا مگر اسی مجلس میں وضاحت کر دینے کے ساتھ: جب قلب سے مقصد کسی کا امتحان لینا ہو، اس کی اجازت ضرورتاً ہے۔ بعض محدثین نے اس کو بھی منع کیا ہے۔ (۳) قلب کرنے میں راوی معذور سمجھا جائے گا: جب غلطی سے اس سے قلب سرزد ہو کیونکہ جب اس کا قصد نہیں تو اس پہ کوئی حرج بھی نہیں۔

۵ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : كِتَابُ "رَافِعُ الْإِرْتِيَابِ فِي الْمَقْلُوبِ مِنَ الْأَسْمَاءِ وَالْأَلْقَابِ" لِلْخَطِيبِ الْبَغْدَادِيِّ، وَالظَّاهِرُ مِنْ اسْمِ الْكِتَابِ أَنَّهُ خَاصٌّ بِقِسْمِ الْمَقْلُوبِ الْوَاقِعِ فِي السَّنَدِ فَقَطْ .

:- **رحمہ** اس بارے میں سب سے مشہور تصانیف: کتاب "رافع الارتیاب فی المقلوب من الاسماء والالقب" یہ خطیب بغدادی کی تصنیف ہے اور کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ وہ مقلوب کی اس قسم کے ساتھ جو صرف سند میں واقع ہوتی ہے، خاص ہے۔

شرح :- مقلوب کے متعلق ایک ہی مشہور کتاب کا ذکر ہے جس کے مصنف خطیب بغدادی

ہیں لیکن کتاب کا نام جو کہ رافع الارتياب فی المقلوب من الاسماء والالقباب نو، اس سے ظاہر نو کہ اس میں مقلوب کی بعض قسموں کی وضاحت نہیں بلکہ صرف ایک ہی قسم صحیح مقلوب السند کی تفصیل مذکور نو۔

الْمَزِيدُ فِي مُتَّصِلِ الْأَسَانِيدِ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : الْمَزِيدُ اسْمُ مَفْعُولٍ مِنَ "الزِّيَادَةِ" ، وَالْمُتَّصِلُ ضِدُّ الْمُنْقَطِعِ ، وَالْأَسَانِيدُ جَمْعُ إِسْنَادٍ . (ب) اصطلاحاً : زِيَادَةُ رَاوٍ فِي أَثْنَاءِ سَنَدٍ ظَاهِرُهُ الْإِتِّصَالُ .

ترجمہ مزید فی متصل الاسانید۔ اس کی تعریف : (أ) لغت کے مطابق : مزید، الزیادۃ سے اسم مفعول نو اور متصل، منقطع کا ضد نو اور اسانید، اسناد کی جمع نو۔ (ب) اعتبار کے مطابق : ایک سند کے درمیان میں جس کا ظاہر متصل ہونا ہو، کسی راوی کا اضافہ کر دینا۔

شرح :- مزید فی متصل الاسانید؛ یہ کلمہ لغت کے مطابق سے تین الفاظ سے مرکب نو صحیح مزید، متصل اور اسانید۔ مزید تو باب ضرب کے مصدر الزیادۃ سے اسم مفعول کا صیغہ نو جس کے معنی ہیں "زیادہ کیا ہوا" اس سے مراد وہ راوی نو جس کا ذکر ایک قسم کی زیادتی ہو اور اس کی ضرورت نہ ہو، متصل باب افتعال کے مصدر اتصال سے اسم فاعل کا صیغہ نو جس کے معنی ہیں "جوا ہوا" اور یہ منقطع کا ضد نو جس کے معنی ہیں "الگ"۔ اسانید، جمع نو جس کا واحد اسناد نو، اس سے مراد سند نو۔ اب اس مرکب کا مطلب ہوا کہ متصل سندوں میں اضافہ شدہ راوی کا ذکر۔ اعتبار میں مزید فی متصل الاسانید سے مراد بظاہر متصل سند میں کسی راوی کا اضافہ کرنا نو۔

۲ - مِثَالُهُ : مَا رَوَى ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا إِدْرِيسَ قَالَ : سَمِعْتُ وَائِلَةَ يَقُولُ : سَمِعْتُ أَبَا مَرْثَدٍ يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : "لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا" . ۳ - الزِّيَادَةُ فِي هَذَا الْمِثَالِ : الزِّيَادَةُ فِي هَذَا الْمِثَالِ فِي مَوْضِعَيْنِ ، الْمَوْضِعُ الْأَوَّلُ فِي لَفْظِ "سُفْيَان" وَالْمَوْضِعُ الثَّانِي فِي لَفْظِ

”أَبَا إِدْرِيسَ“ وَسَبَبُ الزِّيَادَةِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ هُوَ الْوَهْمُ. (أ) أَمَّا زِيَادَةُ ”سُفْيَانَ“ فَوَهْمٌ مِمَّنْ دُونَ ابْنِ الْمُبَارَكِ، لِأَنَّ عَدَدًا مِنَ الثَّقَاتِ رَوَوْا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، وَمِنْهُمْ مَنْ صَرَّحَ فِيهِ بِالْإِخْبَارِ. (ب) وَأَمَّا زِيَادَةُ ”أَبَا إِدْرِيسَ“ فَوَهْمٌ مِنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ، لِأَنَّ عَدَدًا مِنَ الثَّقَاتِ رَوَوْا الْحَدِيثَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ فَلَمْ يَذْكُرُوا أَبَا إِدْرِيسَ، وَمِنْهُمْ مَنْ صَرَّحَ بِسَمَاعِ بُشَيْرٍ مِنْ وَائِلَةَ.

:- **ترجمہ** اس کی مثال: وہ حدیث نوحس کو ابن مبارکؒ نے روایت کیا، کہا کہ: ہم سے سفیان نے بیان کیا، وہ عبد الرحمن بن یزید سے نقل کرتے ہیں کہا کہ مجھ سے بسر بن عبد اللہ نے بیان کیا کہا کہ میں نے ابو ادریس سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے وائلہؒ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابو مرثدؒ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنا: ”قبروں پر مت بیٹھا کرو اور نہ ہی ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرو“۔ اس مثال میں اضافہ: اس مثال میں دو جگہ اضافہ موجود نو، پہلی جگہ لفظ سفیان میں اور دوسری جگہ لفظ ابو ادریس میں، اور وہیں جگہ اضافہ کا سبب وہم ہی نو۔ (أ) جہاں تک سفیان کا اضافہ نو تو وہ ابن مبارکؒ سے نیچے لوگوں کا وہم نو اس لیے کہ متعدد ثقات نے ابن مبارکؒ سے بواسطہ عبد الرحمن بن یزید حدیث روایت کی اور ان میں سے بعض نے اخبار کی صراحت بھی کی۔ (ب) اور جہاں تک ابو ادریس کا اضافہ نو تو وہ ابن مبارکؒ کا وہم نو اس لیے کہ بہت سے ثقات نے عبد الرحمن بن یزید سے حدیث روایت کی تو انہوں نے ابو ادریس کا ذکر نہیں کیا، اور ان میں سے بعض نے بسر کے وائلہؒ سے کسے کی صراحت بھی کی۔

تشریح :- مزید فی متصل الا سانید کی مثال حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ سے روایت کی ہوئی مذکورہ

بالا حدیث نوحس کی سند یوں بیان کی جاتی ”وُسُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ حَدَّثَنِي بُشَيْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا إِدْرِيسَ قَالَ: سَمِعْتُ وَائِلَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا مَرْثَدٍ يَقُولُ“ اس میں دو جگہ راویوں کا اضافہ نو ایک تو سفیان کا اضافہ نو، دوسرا ابو ادریس کا۔ جہاں تک سفیان کے اضافہ کا تعلق نو تو محدثین نے واضح کیا نو کہ یہ ابن مبارکؒ کے بعض

شاگردوں کا ہی وہم نوکہ انہوں نے ابن مبارکؒ اور عبدالرحمن بن یزیدؒ کے درمیان سفیانؒ کے نام کا اضافہ کر دیا حالانکہ سند اس کے بغیر بھی متصل نو اور کوئی راوی حذف نہیں ہوا۔

چنانچہ عبداللہ بن مبارکؒ کے متعدد ثقہ شاگرد جن میں عبدالرحمن بن مہدیؒ، حسن بن ربیعؒ اور ہناد بن سریؒ وغیرہ شامل ہیں، اس حدیث کی سند میں ابن مبارکؒ کے بعد سفیانؒ کے بجائے عبدالرحمن بن یزیدؒ کا ذکر کرتے ہیں اور انہی میں سے بعض رواۃ نے ابن مبارکؒ کے لفظ اُخْبِرَ ذکر کیا جس سے ظاہر ہوتا نو کہ ابن مبارکؒ اور ابن یزیدؒ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

اب جہاں تک بسر بن عبداللہؒ اور حضرت واثلہ بن اسقعؒ کے درمیان ابودریس خولانیؒ کے اضافہ کا تعلق نو تو امام بخاریؒ وغیرہ نے اسے ابن مبارکؒ کے وہم پر محمول کیا نو کیونکہ عبدالرحمن بن یزیدؒ کے دوسرے ثقہ شاگرد صحیح علی بن حجرؒ، ولید بن مسلمؒ اور عیسیٰ بن یونسؒ وغیرہ ان کے درمیان ابودریسؒ کا ذکر نہیں کرتے ہیں اور ابن مبارکؒ ذکر کرتے ہیں تو یہ ابن مبارکؒ کی جانب سے اضافہ نو حالانکہ بعض رواۃ نے اس کی صراحت کی نو کہ بسر بن عبداللہؒ نے یہ حدیث حضرت واثلہؒ سے خود سنی نو۔

ابن مبارکؒ کو وہم لگنے کی بظاہر وجہ یہ نو کہ بہت سی حدیثیں ہیں جنہیں بسر بن عبداللہؒ ابودریس عن واثلہؒ کی سند سے روایت کرتے ہیں جن میں سے مذکورہ روایت کو مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم

۴ - شُرُوطُ رَدِّ الزِّيَادَةِ : يُشْتَرَطُ لِرَدِّ الزِّيَادَةِ وَاعْتِبَارِهَا وَهَمًا مِمَّنْ زَادَهَا شَرْطَانِ وَهَمًا : ۱..... أَنْ يَكُونَ مَنْ لَمْ يَزِدْهَا أَتَقَنَّ مِمَّنْ زَادَهَا . ۲..... أَنْ يَقَعَ التَّصْرِيحُ بِالسَّمَاعِ فِي مَوْضِعِ الزِّيَادَةِ . فَإِنْ اخْتَلَّ الشَّرْطَانِ أَوْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا تَرَجَّحَتْ الزِّيَادَةُ وَقُبِلَتْ ، وَاعْتَبِرَ الْإِسْنَادُ الْخَالِي مِنْ تِلْكَ الزِّيَادَةِ مُنْقَطِعًا ، لَكِنَّ انْقِطَاعَهُ خَفِيٌّ ، وَهُوَ الَّذِي يُسَمَّى " الْمُرْسَلُ الْخَفِيُّ " .

۴۔ رجحتمہ اضافہ کو مسترد کرنے کی شرطیں : اضافہ کو مسترد کرنے اور اس کو اضافہ کرنے والے کا وہم فرض کرنے کے لیے دو شرطیں ضروری ہیں، اور وہ یہ ہیں : (۱) یہ کہ جس نے اس کا اضافہ نہیں کیا وہ اس کے بڑھانے والے سے زیادہ متقن ہو۔ (۲) یہ کہ اضافہ کے مقام پر کسی کی تصریح ہو۔ لہذا

اگر وہاں شرطیں یا ان میں سے ایک شرط نہ ہو تو اضافہ رائج ہوگا اور اسے قبول کر لیا جائے گا، اور اس اضافہ سے خالی اسناد کو منقطع فرض کیا جائے گا، مگر اس کا انقطاع خفی نو اور اسی کا نام مرسل خفی رکھا جاتا نو۔

شرح :- مزید فی متصل الا سانیہ کو راوی کا وہم قرار دینے کے لیے دو شرطوں کا پایا جانا ضروری نو، اگر ان میں سے ایک بھی مفقود ہو تو اس کے قبول کرنے سے کوئی مانع نہیں ہوگا، وہ دو شرطیں یہ ہیں: (۱) اضافہ نہ کرنے والا، کرنے والے سے متقن ہو صحیح دہاں ثقہ ہوں مگر جس نے اضافہ نقل نہیں کیا وہ زیادہ ضبط و اتقان والا ہو۔ (۲) جس جگہ اضافہ کیا گیا وہاں راوی کے مروی عنہ شیخ سے کسے کا واضح ذکر ہو، اگر کسے کا ذکر نہ ہو تو زیادتی رد کی جاسکتی نو۔

۵ - الْإِعْتِرَاضَاتُ الْوَارِدَةُ عَلَى إِدْعَاءِ وَقُوعِ الزِّيَادَةِ: يُعْتَرَضُ عَلَى إِدْعَاءِ وَقُوعِ الزِّيَادَةِ بِاعْتِرَاضَيْنِ هُمَا: (أ) إِنْ كَانَ الْإِسْنَادُ الْخَالِي عَنْ الزِّيَادَةِ بِحَرْفِ "عَنْ" فِي مَوْضِعِ الزِّيَادَةِ، فَيَنْبَغِي أَنْ يُجْعَلَ مُنْقَطِعًا. (ب) وَإِنْ كَانَ مُصَرَّحًا فِيهِ بِالسَّمَاعِ احْتِمَالٌ أَنْ يَكُونَ سَمِعَهُ مِنْ رَجُلٍ عَنْهُ أَوَّلًا ثُمَّ سَمِعَهُ مِنْهُ مُبَاشَرَةً وَيُمْكِنُ أَنْ يُجَابَ عَنْ ذَلِكَ بِمَا يَلِي: ۱..... أَمَّا الْإِعْتِرَاضُ الْأَوَّلُ فَهُوَ كَمَا قَالَ الْمُعْتَرِضُ .

۲..... وَأَمَّا الْإِعْتِرَاضُ الثَّانِي فَالْإِحْتِمَالُ الْمَذْكُورُ فِيهِ مُمَكِّنٌ، لَكِنَّ الْعُلَمَاءَ لَا يَحْكُمُونَ عَلَى الزِّيَادَةِ بِأَنَّهَا وَهْمٌ إِلَّا مَعَ قَرِينَةٍ تَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ .

ترجمہ: اضافہ کے وقوع کے دعوے پر وارد ہونے والے اعتراضات: اضافہ کے وقوع کے دعوے پر دو اعتراضات کیے جاتے ہیں، وہ یہ ہیں: (۱) اگر اضافہ سے خالی سند اضافہ والی جگہ میں حرف "عن" کے ساتھ ہو تو اسے منقطع قرار دینا چاہیے۔ (ب) اور اگر اس میں سماع کی صراحت کردی گئی تو اس بات کا احتمال ہوگا کہ اس نے پہلے ایک شخص کے واسطے سے اس سے سنا ہو پھر اس سے خود سن لیا۔ اس کا مندرجہ ذیل جواب دیا جا نو: (۱) جہاں تک پہلے اعتراض کا تعلق نو تو وہ معترض کے کہنے کے مطابق ہی درست نو۔ (۲) اور جہاں تک دوسرے اعتراض کی بات نو تو اس میں مذکورہ احتمال سبکیں ضرور نو لیکن علماء اس اضافہ پر وہم ہونے کا حکم نہیں لگاتے مگر کسی

ايسے قرینے کی وجہ سے جو اس پر دلالت کرتی ہو۔

شرح :- یہاں پر مزید فی متصل الا سانیہ کے سلسلے میں کیے گئے اضافہ اور زیادتی کے دعوے پر دو اعتراضات مذکور ہیں۔ پہلا اعتراض یہ کہ اگر زیادتی سے خالی سند ”عن“ کے ساتھ ہو تو اسے منقطع قرار دیا جانا چاہیے اور اضافہ والی سند کو متصل قرار دے کر اسے ہی یعنی رکنا چاہیے کیونکہ ثقہ کی زیادتی مقبول نو لیکن ایسا نہیں کیا جاتا بلکہ اضافہ سے خالی سند کو بھی متصل مانا جاتا۔ نو جو کہ قرین قیاس نہیں؟ مصنف صاحب نے مذکورہ اعتراض کو مطابق حال اور درست قرار دیا نو اور معترض کی بات کو تسلیم کیا نو۔

دوسرا اعتراض یہ کہ اگر بغیر اضافہ والی سند میں راوی کے مروی عنہ شیخ سے سماع یا اخبار یا تحدیث کی صراحت موجود ہو تو اسے مختار اور متصل سمجھنے سے دریغ نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ سکیں نو کہ ایک دفعہ ایک شخص کے واسطے سے شیخ سے سنا ہو اور دوسری دفعہ خود شیخ سے ملاقات ہوئی تو براہ راست بھی سن لیا، اس طرح درمیان میں ایک راوی کے اضافہ کی ضرورت نہیں رہی لہذا اضافہ کو وہم سے تعبیر کرنا چاہیے؟ مصنف صاحب نے اس اعتراض میں مذکور احتمال کو بھی سکیں قرار دیا مگر محدثین اور علماء کی طرف سے یہ عذر بیان کیا کہ بغیر قرینہ و دلیل کے وہ زیادتی کو وہم سے تعبیر نہیں کرتے۔

۶ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : كِتَابُ " تَمْيِيزُ الْمَزِيدِ فِي مُتَّصِلِ الْأَسَانِيدِ "

لِلْخَطِيبِ الْبَغْدَادِيِّ .

ترجمہ اس بارے میں مشہور ترین تصانیف: خطیب بغدادی کی کتاب تَمْيِيزُ الْمَزِيدِ فِي مُتَّصِلِ الْأَسَانِيدِ ۔

شرح :- مزید فی متصل الا سانیہ کے متعلق اگرچہ خطیب بغدادی کی تصنیف موجود نو لیکن امام ہے وہی نے التقریب میں اس کے اکثر حصے پر بے اطمینانی کا اظہار کیا نو جس کی وجہ اوپر مذکور دو اعتراضات ہیں۔

الْمُضْطَرَبُ

- ۱- تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمُ فَاعِلٍ مِنْ "الِاضْطِرَابِ" وَهُوَ اخْتِلَالُ الْأَمْرِ وَفَسَادُ نِظَامِهِ، وَأَصْلُهُ مِنْ اضْطِرَابِ الْمَوْجِ، إِذَا كَثُرَتْ حَرَكَتُهُ وَضَرَبَ بَعْضُهُ بَعْضًا. (ب) إِصْطِلَاحًا : مَا رُوِيَ عَلَى أَوْجِهِ مُخْتَلِفَةً مُتَسَاوِيَةً فِي الْقُوَّةِ.
- ۲- شَرْحُ التَّعْرِيفِ : أَيْ هُوَ الْحَدِيثُ الَّذِي يُرْوَى عَلَى أَشْكَالٍ مُتَعَارِضَةٍ مُتَدَافِعَةٍ بِحَيْثُ لَا يُمَكِّنُ التَّوْفِيقُ بَيْنَهَا أَبَدًا، وَتَكُونُ جَمِيعُ تِلْكَ الرِّوَايَاتِ مُتَسَاوِيَةً فِي الْقُوَّةِ مِنْ جَمِيعِ الْوُجُوهِ بِحَيْثُ لَا يُمَكِّنُ تَرْجِيحُ أَحَدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى بِوَجْهِ مِنْ وَجُوهِ التَّرْجِيحِ.

ترجمہ مضطرب۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے مطلا سے: یہ الاضطراب سے اسم فاعل نو اور وہ معاملہ کا خراب ہونا اور نظام کا بگڑنا، نو، اس کی اصل موج کے اضطراب سے ماخوذ نو جب اس کی حرکت زیادہ ہو جائے اور وہ ایک دوسرے پر پڑنے لگے۔ (ب) اعتبار کے مطلا سے: وہ حدیث جو متساوی قوت والے مختلف طریقوں کے مطابق مروی ہو۔ تعریف کی تشریح: صحیح وہ حدیث نو جو باہم متصادم و متعارض شکلوں پر مروی ہو اس طور پر کہ ان سب کے درمیان تطبیق بالکل سکیں نہ ہو اور وہ تمام روایات ہر مطلا سے قوت میں برابر ہوں اس طرح کہ ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح کی وجوہات میں سے کسی بھی وجہ سے ترجیح دینا سکیں نہ ہو۔

شرح :- مضطرب باب افتعال کے مصدر الاضطراب سے صیغہ اسم فاعل نو، اضطراب کے معنی معاملہ کا خراب ہونا اور نظام کا بگڑنا نو جس سے افراتفری اور بے چینی عام ہو، اسی لیے مضطرب کے معنی بے چین و پریشان کے ہیں کیونکہ اسے کسی ایک حالت پہ قرار نہیں ہوتا اور نہ وہ ایک جانب مائل ہوتا نو۔ یہ دراصل سمندر کی لہروں کے اضطراب سے ماخوذ نو جس حالت میں وہ ایک دوسرے پر گریں اور ان کی حرکت زیادہ ہو جائے اور ان میں ٹھہراؤ بالکل نہ ہو کیونکہ وہ بھی بے سکونی کی کیفیت ہوتی نو۔

۱۔ اعتبارِ محدثین میں مضطرب وہ حدیث کہلاتی جو مختلف ایسے طریقوں سے مروی ہو کہ سب قوت میں برابر ہوں اور ان میں ایک کو دوسرے پر ترجیح بھی نہ دے ممکن صحیح باہم متعارض و متساوی طریقوں سے مروی حدیث جس کے کسی بھی طریقہ کو کسی طرح بھی ترجیح دینا سکیں نہ ہو۔

۳۔ شُرُوطُ تَحْقِيقِ الْإِضْطِرَابِ : يَتَبَيَّنُ مِنَ النَّظَرِ فِي تَعْرِيفِ الْمُضْطَرِبِ وَشَرْحِهِ أَنَّهُ لَا يُسَمَّى الْحَدِيثُ مُضْطَرِباً إِلَّا إِذَا تَحَقَّقَ فِيهِ شَرْطَانِ وَهُمَا : (أ) إختِلَافُ رَوَايَاتِ الْحَدِيثِ بِحَيْثُ لَا يُمَكِّنُ الْجَمْعُ بَيْنَهَا . (ب) تَسَاوَى الرِّوَايَاتِ فِي الْقُوَّةِ بِحَيْثُ لَا يُمَكِّنُ تَرْجِيحُ رِوَايَةٍ عَلَى أُخْرَى . أَمَّا إِذَا تَرَجَّحَتْ إِحْدَى الرِّوَايَاتِ عَلَى الْأُخْرَى ، أَوْ أُمَكِّنَ الْجَمْعُ بَيْنَهَا بِشَكْلِ مَقْبُولٍ فَإِنَّ صِفَةَ الْإِضْطِرَابِ تَزُولُ عَنِ الْحَدِيثِ ، وَنَعْمَلُ بِالرِّوَايَةِ الرَّاجِحَةِ فِي حَالَةِ التَّرْجِيحِ ، أَوْ نَعْمَلُ بِجَمِيعِ الرِّوَايَاتِ فِي حَالَةِ إِمْكَانِ الْجَمْعِ بَيْنَهَا .

۴۔ **ترجمہ** اضطراب کے پائے جانے کی شرطیں: مضطرب کی تعریف اور اس کی تفصیل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حدیث کا نام مضطرب نہیں رکھا جاتا مگر جس وقت اس میں دو شرطیں پائی جائیں جو کہ یہ ہیں: (۱) روایات حدیث کا اس طرح مختلف ہونا کہ ان کو جمع کرنا سکیں نہ ہو۔ (ب) روایات کا قوت میں اس طرح برابر ہونا کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر ترجیح دینا سکیں نہ ہو۔ لہذا جب ایک روایت دوسری روایت سے رائج ہو جائے یا ان کو کسی مقبول طریقے سے جمع کرنا سکیں ہو جائے تو پھر حدیث سے اضطراب کی صفت زائل ہو جائے گی اور ہم حالتِ ترجیح میں رائج روایت پر عمل کریں گے یا سب کو جمع کرنا سکیں ہونے کی حالت میں تمام روایات پر عمل کریں گے۔

شرح :- اضطراب کی تعریف سے یہ واضح ہے کہ ہر طرح کے اختلاف کو اضطراب سے تعبیر نہیں کیا جاتا بلکہ وہ خاص اختلاف جس میں دو شرطیں موجود ہوں، اس کو اضطراب کے نام سے موسوم کیا جائے گا، وہ شرطیں یہ ہیں: (۱) روایات حدیث کے درمیان تطبیق سکیں نہ ہو صحیح کسی بھی طرح سب کے مفہوم کو یکجا کرنا اور کسی محمل پر محمول کرنا سکیں نہ ہو۔ (۲) قوت و حیثیت میں بھی روایات کا ایک دوسرے کے ہم پلہ ہونا کہ کسی کو کسی پر ترجیح دینے کی صورت نہ ہو۔ ان شرائط کی روشنی

میں اگر سکتا ایک روایت دوسری سے رائج ہو جائے یا ان تمام کو یکجا کرنا اور ان میں باہم مناسبت کرنا سکیں ہو جائے تو ترجیح کی صورت میں مرجوح کو چھوڑ کر رائج پر عمل کریں گے اور تطبیق کی صورت میں تمام روایات پر عمل کریں گے۔ تطبیق کی کئی صورتیں ہیں جو اپنی جگہ مذکور ہیں۔

۴ - أَقْسَامُهُ : يَنْقَسِمُ الْمُضْطَرِبُ بِحَسَبِ مَوْقِعِ الْإِضْطِرَابِ فِيهِ إِلَى قِسْمَيْنِ ، مُضْطَرِبُ السَّنَدِ وَمُضْطَرِبُ الْمَتْنِ . وَوُقُوعُ الْإِضْطِرَابِ فِي السَّنَدِ أَكْثَرُ . (أ) مُضْطَرِبُ السَّنَدِ : وَمِثَالُهُ : حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْكَ شَيْئًا ، قَالَ : " شَيْئَتَيْنِ هُوْدٌ وَأَخَوَاتُهَا " . [الترمذی] قَالَ الدَّارِقُطْنِيُّ : " هَذَا مُضْطَرِبٌ ، فَإِنَّهُ لَمْ يُرَوْ إِلَّا مِنْ طَرِيقِ أَبِي إِسْحَاقَ وَقَدْ اخْتَلَفَ عَلَيْهِ فِيهِ عَلَى نَحْوِ عَشْرَةِ أَوْجِهٍ ، فَمِنْهُمْ مَنْ رَوَاهُ مُرْسَلًا ، وَمِنْهُمْ مَنْ رَوَاهُ مُوْصُولًا ، وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهُ مِنْ مُسْنَدِ أَبِي بَكْرٍ ، وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهُ مِنْ مُسْنَدِ سَعْدٍ ، وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهُ مِنْ مُسْنَدِ عَائِشَةَ ، وَغَيْرُ ذَلِكَ . وَرَوَاتُهُ ثِقَاتٌ لَا يُمَكِّنُ تَرْجِيحُ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ وَالْجَمْعُ مُتَعَدِّرٌ " .

ترجمہ اس کی قسمیں: اضطراب واقع ہونے کی جگہ کے لحاظ سے مضطرب دو قسموں میں منقسم ہو: مضطرب السند، مضطرب المتن اور سند میں اضطراب کا وقوع زیادہ ہو۔ (ا) مضطرب السند: اس کی مثال حضرت ابو بکر صدیقؓ کی حدیث "نو کہ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے نزدیک آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "سورہ ہود اور اس جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا"۔ دارقطنیؒ نے کہا کہ یہ حدیث مضطرب ہو کیونکہ صرف ابو اسحاق کی سند سے مروی ہو اور اس میں ابو اسحاق پر تقریباً دس طریقوں پر اختلاف ہو، چنانچہ ان میں سے کسی نے اس کو مرسل روایت کیا، کسی نے موصول روایت کیا، کسی نے مسند ابو بکرؓ سے قرار دیا، کسی نے مسند سعدؓ سے قرار دیا، اور کسی نے مسند عائشہؓ سے قرار دیا وغیرہ۔ حدیث کے تمام روایات ثقہ ہیں، ان میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا سکیں نہیں اور تطبیق مشکل ہو۔

شرح :- مضطرب کی دو قسمیں ہیں اس لیے کہ اضطراب کبھی تو سند میں واقع ہوگا صحیح سند میں

روایت کے ناموں میں شدید اختلاف ہوگا جس میں ترجیح یا تطبیق نہیں ہو سکے گی، اس کو مضطرب السند کہتے ہیں اور کبھی متن کے الفاظ وغیرہ میں واقع ہوگا جس میں بھی ترجیح یا تطبیق سکیں نہ ہوگی، اس کو مضطرب المتن کہتے ہیں۔

مضطرب السند کی مثال وہ حدیث ہے جس میں کسی صحابی نے نبی کریم ﷺ سے اس وقت عرض کیا جب آپ کی ریش مبارک میں کچھ بال سفید ہو گئے تھے کہ اے اللہ کے رسول! آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سورۃ ہود اور اس جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ بعض روایات میں سورۃ ہود کے ساتھ سورۃ واقعہ، مرسلات، عم یسّاء لون اور سورۃ تکویر کا بھی ذکر ہے۔ اس روایت میں کئی جگہ اضطراب ہے کیونکہ سند حدیث کا دار و مدار ابواسحاق پر ہے اور ان سے کوئی مرسل روایت کرتا ہے تو کوئی مسند صحیح مصطلح سند کے ساتھ، پھر کسی نے صحابی حضرت ابوبکرؓ کو قرار دیا اور کسی نے حضرت عائشہؓ کو اور کسی نے حضرت سعدؓ کو۔ اس طرح تقریباً دس جگہ اختلاف ہے اور کسی کو کسی پر ترجیح دینا سکیں نہیں، لہذا یہ حدیث مضطرب السند ہے۔

(ب) مُضْطَرَبُ الْمَتْنِ : وَمِثَالُهُ : مَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ شَرِيكَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ : "سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الزَّكَاةِ فَقَالَ : إِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ" وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ بِلَفْظٍ "لَيْسَ فِي الْمَالِ حَقٌّ سِوَى الزَّكَاةِ" ، قَالَ الْعِرَاقِيُّ : "فَهَذَا اضْطِرَابٌ لَا يَحْتَمِلُ التَّأْوِيلَ" .

:- ترجمہ (ب) مضطرب المتن: اس کی مثال وہ حدیث ہے جس کو امام ترمذی نے شریک کے واسطے سے انہوں نے ابو حمزہ سے، انہوں نے شعبی سے، اور انہوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے زکوٰۃ کے متعلق پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: "بلاشبہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ حق ہے" اور ابن ماجہ نے اس کو اسی سند سے اس لفظ کے ساتھ روایت کیا کہ "مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی حق نہیں"، علامہ عراقی نے کہا کہ یہ ایک اضطراب ہے جو تاویل کا احتمال نہیں رکھتی ہے۔

شرح :- مضطرب المتن کی مثال فاطمہ بنت قیسؓ کی مذکورہ بالا حدیث سے دی جا رہی ہے جس

کے الفاظ ہیں جگہ مختلف ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں حق ثابت کیا گیا نو جبکہ دوسری جگہ اس کی نفی کی گئی۔ علامہ عراقی کہتے ہیں کہ ان میں اضطراب نو اور ان میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی نو۔ بعض حضرات نے علامہ عراقی کے دعویٰ کو رد کیا نو اور تاویل کو سبکیں قرار دیا نو۔ وہ اس طرح کہ ”مال میں زکوٰۃ کے سوا حق نو“ سے ضیافت اور مالی تعاون وغیرہ حق مراد نو جو عرفاً بھی لازم سمجھا جاتا نو اور دوسری حدیث میں حق کی نفی سے، وہ حق مراد نو جو شرعاً واجب صحیح فرض ہو، چنانچہ زکوٰۃ کے علاوہ کوئی مقررہ معینہ حد فرض نہیں۔ اس طرح ان دو حدیثوں کے متعلق یہ کہا جا ۔ نو کہ یہ رائج و مرجوح کی مثال نو واللہ اعلم [دیکھئے شرح النزہۃ للقاری]

۵ - مِمَّنْ يَقَعُ الْإِضْطِرَابُ ؟ (أ) قَدْ يَقَعُ الْإِضْطِرَابُ مِنْ رَأٍ وَاحِدٍ ، بِأَنْ يَرَوِيَ الْحَدِيثَ عَلَى أَوْجِهٍ مُخْتَلِفَةٍ . (ب) وَقَدْ يَقَعُ الْإِضْطِرَابُ مِنْ جَمَاعَةٍ ، بِأَنْ يَرَوِيَ كُلُّ مِنْهُمْ الْحَدِيثَ عَلَى وَجْهِ يُخَالِفُ رِوَايَةَ الْآخَرِينَ .

۶ - سَبَبُ ضَعْفِ الْمُضْطَرِّبِ : وَسَبَبُ ضَعْفِ الْمُضْطَرِّبِ أَنَّ الْإِضْطِرَابَ يُشْعِرُ بَعْدَ ضَبْطِ رُوَايَةِ ۷ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : كِتَابُ " الْمُقْتَرَبُ فِي بَيَانِ الْمُضْطَرِّبِ " لِلْحَافِظِ ابْنِ حَجَرٍ .

ترجمہ اضطراب کس سے واقع ہوتا نو؟ (ا) کبھی اضطراب ایک ہی راوی سے واقع ہوتا نو اس طرح سے کہ وہ حدیث کو مختلف انداز سے روایت کرے۔ (ب) اور کبھی اضطراب ایک جماعت سے واقع ہوتا نو اس طرح سے کہ ان میں سے ہر ایک حدیث کو دوسروں کی روایت کے مخالف طریقہ پر روایت کرے۔ حدیث مضطرب کے ضعف کی وجہ: مضطرب کے ضعف کی وجہ یہ نو کہ اضطراب راویوں میں ضبط نہ ہونے کا پتہ دیتا نو۔ اس بارے میں مشہور ترین تصنیف: حافظ ابن حجر کی کتاب الْمُقْتَرَبُ فِي بَيَانِ الْمُضْطَرِّبِ نو۔

شرح :- اضطراب کبھی تو ایک ہی راوی سے واقع ہوتا نو جس کی وجہ یہ نو کہ وہ حدیث کو ایک طریقے سے روایت نہیں کرتا بلکہ اس کے لیے مختلف طریقے استعمال کرتا نو اور کبھی ایک جماعت اضطراب میں مبتلا ہوتی نو صحیح ان میں سے ہر ایک دوسرے سے مختلف طریقے پر حدیث بیان

کرے۔ حدیث کا اضطراب راوی کا حتموم ہونے پر دلالت کرتا ہے اس لیے مضطرب ضعیف کی فظوں میں سے ہے۔ اس جگہ مصنف نے مذکورہ قسم یعنی مضطرب کا حکم صراحتاً بیان نہیں کیا۔ مضطرب کی دوہم قسمیں جب سہو یا خطا ہوں تو راوی کے ضعیف ہونے کی دلیل ہیں جس سے حدیث بھی ضعیف کہلائے گی اور قصد ایسا کرنا حرام ہے اور اس سے حدیث موضوع ہو جائے گی۔ جبکہ اگر امتحان لینے کی غرض سے حدیث کی سند یا متن میں رد و بدل کیا جائے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ اُسی مجلس میں اس کی وضاحت بھی ہو جائے۔ [کذا فی الکتاب المعتمدۃ] واللہ اعلم

الْمُصَحَّفُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمٌ مَّفْعُولٍ مِّنَ "التَّضْحِيفِ" وَهُوَ الْخَطَا فِي الصَّحِيفَةِ ، وَمِنْهُ "الصَّحْفِيُّ" وَهُوَ مَنْ يُخْطِئُ فِي قِرَاءَةِ الصَّحِيفَةِ فَيَغْيِرُ بَعْضَ أَلْفَاظِهَا بِسَبَبِ خَطِئِهِ فِي قِرَاءَتِهَا . (ب) تَغْيِيرُ الْكَلِمَةِ فِي الْحَدِيثِ إِلَى غَيْرِ مَا رَوَاهَا الْبِقَاتُ لَفْظًا أَوْ مَعْنَى . ۲ - أَهْمِيَّتُهُ وَدِقَّتُهُ : هُوَ قَدْ جَلِيلٌ دَقِيقٌ ، وَتَكْمُنُ أَهْمِيَّتُهُ فِي كَشْفِ الْأَخْطَاءِ الَّتِي وَقَعَ فِيهَا بَعْضُ الرُّوَاةِ ، وَإِنَّمَا يَنْهَضُ بِأَعْبَاءِ هَذِهِ الْمُهْمَةِ الْحُدَاثُ مِنَ الْحِفَاطِ كَالدَّارِقُطْنِيِّ .

ترجمہ : مصحف۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: تصحیف سے اسم مفعول ہے اور وہ صحیفہ میں غلطی کرنا ہے، اسی سے صحفی ماخوذ ہے اور یہ وہ شخص ہے جو صحیفہ (کاغذ) پڑھنے میں غلطی کرے چنانچہ پڑھنے میں غلطی کی وجہ سے وہ کچھ الفاظ کو بدل دیتا ہو۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: حدیث میں واقع کلمہ کو اس طریقے سے بدل دینا جس پر ثقات نے روایت کیا ہے۔ اس کی اہمیت و نزاکت: یہاں نو اور نازک فن ہے اور اس کی اہمیت ان اغلاط کی تحقیق میں پوشیدہ ہے جن میں بعض رواۃ واقع ہوئے ہیں۔ اور اس انوکام کی ذمہ داریوں کو لے کر ماہر حفاظ ہی اٹھتے ہیں جیسے دارقطنی۔

شرح : - مصحف باب تفعلیل کے مصدر تصحیف سے اسم مفعول ہے، تصحیف کے معنی ہیں صحیفہ یعنی کاغذ کے پڑھنے میں غلطی کرنا، اسی سے صحفی اس شخص کو کہتے ہیں جو صحیفہ پڑھنے میں غلطی کرے اور

بعض الفاظ کو بدل دے۔ اصطلاح کے مطابق مصحف وہ حدیث ہے جس میں راوی نے ثقہ راویوں کے پڑ... کے طریقہ سے انحراف کیا ہو اور کسی اور لفظ سے اسے بدل دیا ہو۔ یہ نہایت باریک اور انوفن ہے ہر کوئی اس کے اہل نہیں ہوتا، اس کے لیے وہی لوگ تیار ہوتے ہیں جو حافظ حدیث ہوتے ہیں، ان میں امام دارقطنی کا نام زیادہ مشہور ہے۔

۳ - تَقْسِیْمَاتُهُ : قَسَمَ الْعُلَمَاءُ الْمُصَحِّفَ إِلَى ثَلَاثَةِ تَقْسِیْمَاتٍ ، كُلُّ تَقْسِیْمٍ بِاعْتِبَارٍ ، وَالْيَكُ قِسْمَيْنِ وَهُمَا : (أ) بِاعْتِبَارِ مَوْقِعِهِ : يَنْقَسِمُ الْمُصَحِّفُ بِاعْتِبَارِ مَوْقِعِهِ إِلَى قِسْمَيْنِ وَهُمَا : ۱..... تَضَحِیْفٌ فِي الْإِسْنَادِ : وَمِثَالُهُ : حَدِيثُ شُعْبَةَ عَنْ " الْعَوَّامِ بْنِ مُرَاجِمٍ " صَحَّفَهُ ابْنُ مَعِينٍ فَقَالَ : عَنْ " الْعَوَّامِ بْنِ مُرَاجِمٍ " ۲..... تَضَحِیْفٌ فِي الْمَتْنِ : وَمِثَالُهُ حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ " اخْتَجَرَ فِي الْمَسْجِدِ " صَحَّفَهُ ابْنُ لَهْيَعَةَ فَقَالَ : " اخْتَجَمَ فِي الْمَسْجِدِ " .

ترجمہ : اس کی تقسیمات۔ علماء نے مصحف کی تین تقسیمات فرمائی ہیں، ہر تقسیم ایک اعتبار سے ہے اور اب آپ دو قسمیں ملاحظہ کریں: (أ) اپنے واقع ہونے کی جگہ کے اعتبار سے: مصحف اپنی جائے وقوع کے اعتبار سے دو قسموں میں منقسم ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) تصحیف فی الاسناد، اور اس کی مثال شعبہ کی حدیث ہے جو عوام بن مرجم سے مروی ہے، ابن معین نے اس کے پڑ... میں غلطی کی چنانچہ کہا: "عوام بن مرجم"۔ (۲) تصحیف فی المتن، اور اس کی مثال زید بن ثابتؓ کی حدیث ہے کہ اخْتَجَرَ فِي الْمَسْجِدِ (نبی کریم ﷺ نے مسجد میں حجرہ بنایا) اس کے پڑ... میں ابن لہیعہ نے غلطی کی چنانچہ کہا 'اِخْتَجَمَ فِي الْمَسْجِدِ' (مسجد میں پچھنے لگوائے)۔

شرح : علماء نے تصحیف کی مختلف اعتبارات سے تقسیم کی ہے چنانچہ پہلی تقسیم اس کے محل وقوع کے اعتبار سے ہے کہ تصحیف واقع کہاں ہوئی؟ سند میں یا متن میں؟ تصحیف اگر سند میں واقع ہو تو وہ تصحیف فی الاسناد ہے یعنی سند پڑ... میں غلطی کرنا جیسے شعبہ کی حدیث میں ایک نام عوام بن مرجم (راء اور جیم کے ساتھ) ہے لیکن ابن معینؒ سے اس کے پڑ... میں غلطی ہوئی اور لہٰذا اس کو عوام بن مرجم (زاء اور حاء کے ساتھ) پڑھا۔

اگر تھیف متن میں واقع ہو تو وہ تھیف فی المتن کہلائے گی یعنی متن کے الفاظ میں غلطی کرنا جیسے حضرت زید بن ثابتؓ کی حدیث کے صحیح الفاظ اس طرح ہیں اِخْتَجَرَ فِی الْمَسْجِدِ (نبی کریم ﷺ نے مسجد میں حجرہ بنایا.....) لیکن ابن لہیعہؒ نے غلطی سے اس کو یوں پڑھا: اِخْتَجَمَ فِی الْمَسْجِدِ (مسجد میں پچھنے لگوائے.....) یعنی بھنسنے نے اِخْتَجَرَ کو اِخْتَجَمَ پڑھ دیا جس سے معنی بدل گیا۔ اس طرح تھیف کی محل وقوع کے اعتبار سے دو قسمیں بنیں: تھیف فی الاسناد، تھیف فی المتن۔

(ب) بِاعْتِبَارِ مَنْشِئِهِ : وَيَنْقَسِمُ بِاعْتِبَارِ مَنْشِئِهِ إِلَى قِسْمَيْنِ أَيْضاً وَهُمَا :
 ۱..... تَضَحِيفُ بَصَرٍ : (وَهُوَ الْأَكْثَرُ) أَيْ يَشْتَبِهُ الْخَطَّ عَلَى بَصَرِ الْقَارِئِ إِمَّا لِرَدَاءَةِ الْخَطِّ أَوْ عَدَمِ نَقْطِهِ . وَمِثَالُهُ : ” مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ ” صَحَّفَهُ أَبُو بَكْرٍ الصُّوْلِيُّ فَقَالَ : ” مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ شَيْئًا مِنْ شَوَّالٍ ... ” فَصَحَّفَ ” سِتًّا “ إِلَى ” شَيْئًا “ . ۲..... تَضَحِيفُ السَّمْعِ : أَيْ تَضَحِيفُ مَنْشِئِهِ رَدَاءَةً لِسَمْعِ السَّامِعِ أَوْ بُعْدَ السَّامِعِ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ فَتَشْتَبِهُ عَلَيْهِ بَعْضُ الْكَلِمَاتِ لِكَوْنِهَا عَلَى وَزْنٍ صَرْفِيٍّ وَاحِدٍ . وَمِثَالُهُ : حَدِيثٌ مَرْوِيُّ عَنْ ” عَاصِمِ الْأَحْوَلِ “ صَحَّفَهُ بَعْضُهُمْ فَقَالَ : ” وَاصِلُ الْأَحْدَبِ “ .

ترجمہ : وجود کے سب کے اعتبار سے: اور تھیف اپنے سبب وجود کے اعتبار سے بھی دو قسموں میں منقسم ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) تھیف البصر: (اور یہ زیادہ ہے) یعنی خط کمزور ہونے یا اس میں نقطے نہ ہونے کی وجہ سے پڑنے والے کی نگاہ میں خط مشتبہ ہو جائے۔ اس کی مثال حدیث مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ (جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھے) ہے، ابو بکر صولی نے اس یوں غلط پڑھا: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ شَيْئًا مِنْ شَوَّالٍ (جس نے رمضان کے روزے رکھے اور کچھ دن شوال کے بھی روزے رکھے) چنانچہ بھنسنے نے سِتًّا کو غلطی سے شَيْئًا پڑھا۔ (۲) تھیف السمع: یعنی وہ تھیف جس کا سب صحیح طرح نہ سنایا سامع کا دور ہونا یا اس جیسی کوئی اور وجہ کا ہونا ہے جس کے اثر سے کچھ کلمات

اس پر مشتبہ ہو جائیں کیونکہ وہ ایک وزن صرفی کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس کی مثال ایک حدیث ہے جو عاصم الا حول سے مروی ہے، بعض محدثین نے اس کو غلط پڑھا اور کہا: واصل الا حذب۔

شرح :- تصحیف کا سب کیا بنتا ہے؟ اس اعتبار سے بھی تصحیف کی دو قسمیں ہیں:

(۱) تصحیف البصر: یعنی دیکھنے میں غلطی کرنا جو پڑ... میں غلطی کا سب بنے یعنی پڑ... والے نے یا تو سرسری دیکھا جس سے ایک لفظ اُسے دوسرا لفظ لگایا لکھنے والے کا خط کمزور اور غیر واضح تھا یا پھر اس میں لفظوں پر نقطے نہیں لگائے گئے تھے تو ان امور کا تعلق دیکھنے سے ہے اس لیے اس کو تصحیف البصر کہتے ہیں اور زیادہ تر اسی قسم کی غلطیاں واقع ہوتی ہیں۔ اس کی مثال جیسے سوال کے روزوں سے متعلق مذکور بالا حدیث ہے جس میں سبأ (چھ) کو ابو بکر صولی نے شیشاً پڑھ دیا تو اس کی وجہ ان ہی تین باتوں میں سے ایک ہے۔ واللہ اعلم

(۲) تصحیف السمع: یعنی غلطی کا سب یہ بنے کہ جس وقت حدیث بیان کی جا رہی تھی سامع نے بے توجہی سے سنایا وہ دور تھا جس کی وجہ سے صحیح سمجھ نہیں سکا یا اس سے ملتی جلتی کوئی اور وجہ جس کا تعلق سامع کے سننے سے ہو جیسے ایک راوی کا صحیح نام عاصم الا حول ہے مگر بعض محدثین نے اس کو واصل الا حذب نقل کیا جو بظاہر ان کی سماعت کی غلطی ہے۔

(ج) بِاعْتِبَارِ لَفْظِهِ أَوْ مَعْنَاهُ: وَيَنْقَسِمُ بِاعْتِبَارِ لَفْظِهِ أَوْ مَعْنَاهُ إِلَى قِسْمَيْنِ وَهُمَا:

۱..... تَصْحِيفٌ فِي اللَّفْظِ: "وَهُوَ الْأَكْثَرُ" وَذَلِكَ كَالْأَمْثَلَةِ السَّابِقَةِ.

۲..... تَصْحِيفٌ فِي الْمَعْنَى: أَيْ أَنَّ يُبْقَى الرَّاَوِي الْمَصْحِفُ اللَّفْظَ عَلَى حَالِهِ،

لَكِنْ يُفَسِّرُهُ تَفْسِيرًا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ فَهِمَ مَعْنَاهُ فَهُمَا غَيْرَ مُرَادٍ. وَمِثَالُهُ: قَوْلُ أَبِي

مُوسَى الْعَنْزِي: "نَحْنُ قَوْمٌ لَنَا شَرَفٌ، نَحْنُ مِنْ عَنْزَةٍ، صَلَّى إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ

ﷺ" يُرِيدُ بِذَلِكَ حَدِيثَ "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى إِلَى عَنْزَةٍ" فَتَوَهَّمَ أَنَّهُ صَلَّى

إِلَى قَبِيلَتِهِمْ، وَإِنَّمَا الْعَنْزَةُ هُنَا الْحَرْبَةُ تُنْصَبُ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي.

ترجمہ : تصحیف کی اس کے لفظ یا معنی کے اعتبار سے تقسیم: اور تصحیف اپنے لفظ یا معنی کے اعتبار

سے دو فظوں میں تقسیم ہوتی ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) تصحیف فی اللفظ: اور زیادہ تر یہی ہے، اور یہ سابقہ

مثالوں کی طرح ہے۔ (۲) تصحیف فی المعنی: یعنی یہ کہ غلطی کرنے والا راوی لفظ کو اس کی اپنی حالت پر برقرار رکھے مگر اس کی ایسی تفسیر کرے جو اس بات کی دلیل ہو کہ اس نے اس کا وہ معنی سمجھا ہے جو کہ مراد نہیں۔ اس کی مثال ابو موسیٰ عنزی کا قول کہ ”نوشرف وعزت والے ہیں، نو قبیلہ غنزہ سے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے“ اس سے ان کی مراد حدیث اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى إِلَىٰ عَنَزَةَ ہے تو انہیں یہ نہ ہوا کہ آپ نے ان کے قبیلے کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی حالانکہ یہاں غنزہ برچھی ہے جس کو نیازی کے آگے گاڑا جاتا ہے۔

شرح: - یہ تصحیف کی تیسری تقسیم کا بیان ہے جس میں دو قسمیں ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ تصحیف یا تو لفظ میں واقع ہوگی یا معنی میں۔ اگر لفظ میں واقع ہو تو اس کو تصحیف فی اللفظ کہیں گے اور اس کی مثال وہ سب ہے جو اوپر مذکور ہوا کیونکہ ان تمام میں تلفظ کی غلطی تھی۔ اگر لفظ اسی طرح رہے لیکن سمجھنے والا اس سے غیر مرادی معنی کا قصد کرے تو اس کی مثال جیسے حدیث میں ہے اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى إِلَىٰ عَنَزَةَ یعنی نبی کریم ﷺ نے جب صحراء میں نماز ادا کی تو اپنے آگے برچھی زمین میں رکھوائی اور اسے سترہ بنا کر اس کی طرف ہی رخ کر کے نماز ادا کی۔ اس میں غنزہ برچھی کے معنی میں استعمال ہوا ہے لیکن ابو موسیٰ عنزی جن کا قبیلہ غنزہ سے ہے، بھنے نے حدیث میں غنزہ سے اپنا قبیلہ مراد لیا اور حدیث کو اپنے لیے باعث افتخار سمجھا ہے۔ حالانکہ حدیث میں غنزہ قبیلے کے لیے استعمال نہیں ہوا بلکہ برچھی کے لیے ہوا ہے، تو یہ تصحیف فی المعنی ہے۔

تَقْسِيمُ الْحَافِظِ ابْنِ حَجَرَ : هَذَا وَقَدْ قَسَمَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرَ التَّصْحِيفَ تَقْسِيمًا آخَرَ فَجَعَلَهُ قِسْمَيْنِ وَهُمَا : (أ) الْمُصَحَّفُ : وَهُوَ مَا كَانَ التَّغْيِيرُ فِيهِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى نَقْطِ الْحُرُوفِ مَعَ بَقَاءِ صُورَةِ الْخَطِّ . (ب) الْمُحَرَّفُ : وَهُوَ مَا كَانَ التَّغْيِيرُ فِيهِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى شَكْلِ الْحُرُوفِ مَعَ بَقَاءِ صُورَةِ الْخَطِّ .

ترجمہ: حافظ ابن حجر کی تقسیم: یہ سمجھ لیجیے اور تحقیق حافظ ابن حجر نے تصحیف کی ایک در تقسیم بیان کی ہے چنانچہ بھنے نے تصحیف کی دو قسمیں بنائی ہیں جو یہ ہیں: (۱) مصحف: اور یہ وہ غلطی ہے جس میں تبدیلی حروف کے نقطوں کی بہ نسبت واقع ہو بہتہ خط کی صورت باقی رہے۔ (ب) محرف: اور یہ

وہ ہے جس میں تبدیلی حروف کی شکل و صورت کی بہ نسبت واقع ہو بہتہ خط کی صورت باقی ہو۔
شرح :- حافظ ابن حجرؒ نے تصحیف کی ایک اور انداز سے تقسیم فرمائی ہے چنانچہ نے اس کی مندرجہ ذیل دو قسمیں بنائی ہیں:

(۱) مصحف (۲) محرف۔ مصحف کا مصدر تصحیف ہی ہے اور اس سے مراد ان کی حروف کی شکل باقی رکھتے ہوئے نقطوں میں غلطی کرنا ہے جیسے مُرَاجِم کو مُزَاجِم پڑھنا۔ محرف کا مصدر تحریف ہے اور یہ حرف سے نکلا ہے یعنی کسی حرف کو بگاڑ دینا جس میں نقطے تو اسی ترتیب سے رہیں جس طرح حقیقت میں ہیں لیکن حروف کی حرکات بدل جائیں جیسے اُبی کی جگہ اُبی پڑھ دیا جائے۔

۵ - هَلْ يَقْدَحُ التَّصْحِيفُ بِالرَّأْوِي ۱؟ إِذَا صَدَرَ مِنَ الرَّأْوِي نَادِرًا فَإِنَّهُ لَا يَقْدَحُ فِي ضَبْطِهِ لِأَنَّهُ لَا يَسْلَمُ مِنَ الْخَطَا وَالتَّصْحِيفِ الْقَلِيلِ أَحَدٌ ۲. وَإِذَا كَثُرَ ذَلِكَ مِنْهُ فَإِنَّهُ يَقْدَحُ فِي ضَبْطِهِ ، وَيَدُلُّ عَلَى خِفَّتِهِ وَأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ هَذَا الشَّانِ .
 ۶ - السَّبَبُ فِي وَقُوعِ الرَّأْوِي فِي التَّصْحِيفِ الْكَثِيرِ : غَالِبًا مَا يَكُونُ السَّبَبُ فِي وَقُوعِ الرَّأْوِي فِي التَّصْحِيفِ هُوَ اخْتِذُ الْحَدِيثِ مِنْ بُطُونِ الْكُتُبِ وَالصُّحُفِ ، وَعَدَمُ تَلْقَائِهِ عَنِ الشُّيُوخِ وَالْمُدَرِّسِينَ ، وَلِذَلِكَ حَدَّرَ الْأَيْمَةُ مِنْ اخْتِذِ الْحَدِيثِ عَمَّنْ هَذَا شَأْنُهُمْ وَقَالُوا : " لَا يُؤْخَذُ الْحَدِيثُ مِنْ صَحْفِي " أَيْ لَا يُؤْخَذُ عَمَّنْ أَخَذَهُ مِنَ الصُّحُفِ .

ترجمہ : کیا تصحیف راوی کو مجروح کرتی ہے؟ (۱) جب راوی سے تصحیف کبھی کبھی صادر ہو تو یہ اس کے ضبط میں نقص پیدا نہیں کرے گی اس لیے کہ غلطی اور معمولی تصحیف سے کوئی محفوظ نہیں۔
 (۲) اور جب یہ اس سے زیادہ پائی جائے تو اس کے ضبط میں نقص پیدا کرے گی اور ضبط میں کمی پر دلالت کرے گی اور اس پر کہ یہ شخص اس فن کے اہل لوگوں میں سے نہیں ہے۔ راوی کے تصحیف کثیر میں وقوع کا سبب: راوی کے تصحیف میں وقوع کا اکثر و بیشتر سبب کتابوں اور صحیفوں (لٹریچر وغیرہ) سے حدیث حاصل کرنا اور شیوخ و مدرّسین سے حاصل نہ کرنا ہوتا ہے، اسی وجہ سے ائمہ نے اس قسم کے لوگوں حدیث حاصل کرنے سے منع کیا ہے اور کہا ہے: "کسی صحیحی سے حدیث نہ لی جائے" یعنی

ان لوگوں سے نہ لی جائے جنہوں نے صحیفوں (لٹریچر وغیرہ) سے حدیث حاصل کی ہو۔
شرح :- اس میں کوئی شک نہیں کہ تصحیف سے کلی طور پر کوئی محفوظ نہیں بلکہ ہر شخص سے چاہے وہ خواص سے ہو یا عوام سے تصحیف واقع ہو سکتی ہے اس لیے کبھی کبھی تصحیف کا ہونا راوی پر جرح کا سبب نہیں البتہ ایسا جب کئی دفعہ سرزد ہو تو یہ ضبط کے حوالے سے اس کی حیثیت کو مجروح کرے گی کیونکہ یہ حفظ و اتقان میں کمی کی واضح دلیل ہے۔ رہی یہ بات کہ تصحیف کی کثرت کا سبب کیا ہے؟ تو اس کا اکثر سبب مشائخ و معلمین سے باقاعدگی کے ساتھ علم حدیث حاصل کرنے کی بجائے محض کتابوں اور لٹریچروں سے دیکھ دیکھ کر حدیث یاد کرنا اور نقل کرنا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے ایسے شخص سے حدیث لینے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے جس نے کتابوں اور کاغذات سے حدیث سیکھی ہو۔

۷ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : (أ) التَّصْحِيفُ لِلدَّارِ قُطْنِيٍّ . (ب) إِصْلَاحُ خَطِّ الْمَحْدِثِينَ لِلْخَطَّابِيِّ . (ج) تَصْحِيفَاتُ الْمَحْدِثِينَ لِأَبِي أَحْمَدَ الْعَسْكَرِيِّ .

ترجمہ : اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف : (أ) التصحيف : یہ دارقطنی کی تصحیف ہے۔ (ب) اصلاح خط المحدثين : یہ علامہ خطابی کی تصحیف ہے۔ (ج) تصحيفات المحدثين : یہ ابوالاحمد عسکری کی تصحیف ہے۔

شرح :- امام دارقطنی اور ابوالاحمد عسکری کو تصحیف کی پہچان میں کمال مہارت حاصل تھی اور علامہ خطابی کی کتاب بھی اس سلسلے میں بڑا اہم مرجع ہے اور عام طور پر دستیاب ہے۔

الشَّاذُّ وَالْمَحْفُوظُ

۱ - تَعْرِيفُ الشَّاذِّ : (أ) لُغَةً : إِسْمٌ فَاعِلٍ مِنْ "شَذَّ" بِمَعْنَى "انْفَرَدَ" فَالشَّاذُّ مَعْنَاهُ "الْمُنْفَرِدُ عَنِ الْجُمْهُورِ" . (ب) إِصْطِلَاحًا : مَا رَوَاهُ الْمَقْبُولُ مُخَالِفًا لِمَنْ هُوَ أَوْلَى مِنْهُ . ۲ - شَرْحُ التَّعْرِيفِ : الْمَقْبُولُ هُوَ : الْعَدْلُ الَّذِي تَمَّ ضَبْطُهُ ، أَوِ الْعَدْلُ الَّذِي خَفَّ ضَبْطُهُ ، وَمَنْ هُوَ أَوْلَى مِنْهُ أَيْ أَرْجَحُ مِنْهُ لِمَزِيدِ ضَبْطِهِ أَوْ كَثْرَةِ عَدَدِهِ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ مِنْ وَجُوهِ التَّرْجِيحَاتِ . هَذَا وَقَدْ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي تَعْرِيفِهِ عَلَى أَقْوَالٍ مُتَعَدِّدَةٍ ، لَكِنَّ هَذَا التَّعْرِيفَ هُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ وَقَالَ : إِنَّهُ

الْمُعْتَمَدُ فِي تَعْرِيفِ الشَّاذِّ بِحَسَبِ الْإِصْطِلَاحِ .

ترجمہ : شاذ اور محفوظ۔ شاذ کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ ”شذ“ بمعنی الگ ہوا، سے اسم فاعل ہے، لہذا شاذ، اس کے معنی ہیں ”اکثریت سے الگ ہونے والا“۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ حدیث ہے جس کو مقبول اپنے سے بہتر کی مخالفت کرتے ہوئے روایت کرے۔ تعریف کی وضاحت: مقبول یا تو وہ عدل ہے جس کا ضبط مکمل ہو یا پھر وہ عدل ہے جس کا ضبط کم ہو۔ اور جو اس سے بہتر ہے یعنی ضبط کی زیادتی یا رواۃ کی کثرت وغیرہ وجوہ ترجیح میں سے کسی کی وجہ سے رائج ہے۔ اسے یاد رکھیے، اور تحقیق اس کی تعریف میں علماء کا کئی اقوال پر اختلاف واقع ہوا ہے مگر یہی وہ تعریف ہے جس کو حافظ ابن حجرؒ نے اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ: شاذ کی باعتبار اصطلاح تعریف میں یہی قابل اعتماد ہے۔

شرح :- شاذ، باب نصر کے مصدر الشذوذ سے اسم فاعل ہے، شذوذ کے معنی الگ ہونے کے ہیں لہذا شاذ کا مفہوم ہوا ”اکثریت اور جمہور سے الگ ہونے والا“۔ حدیث کو بھی اس وقت شاذ کا نام دیا جاتا ہے جب وہ اکثر رواۃ کی روایت سے مختلف مروی ہو۔ اصطلاح میں شاذ اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو مقبول راوی اپنے سے بہتر راوی کے مخالف روایت کرے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ مقبول دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ جو عدل ہونے کے ساتھ کامل الضبط بھی ہو اور دوسرا وہ جو عدل ہو مگر کامل الضبط نہ ہو بلکہ اس کا ضبط پہلی قسم کے راوی کے مقابلے میں قدرے کم ہو۔ اب مقبول سے بہتر مقبول وہ ہوگا جس میں یا تو ضبط زیادہ ہو یا پھر اس کی روایت کے مطابق رواۃ کی بڑی تعداد روایت کرتی ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور وجہ ترجیح اس میں موجود ہو۔ شاذ کی دوسری تعریف بھی کی گئی ہے وہ یہ کہ شاذ وہ حدیث ہے جس کی صرف ایک ہی اسناد ہو۔ مگر سب سے بہتر اور پسندیدہ تعریف وہی ہے جو یہاں اختیار کی گئی ہے، حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسی پر اعتماد نقل کیا ہے۔

۳ - أَيْنَ يَقَعُ الشُّذُودُ؟ يَقَعُ الشُّذُودُ فِي السَّنَدِ ، كَمَا يَقَعُ فِي الْمَتْنِ أَيْضاً .

(أ) مِثَالُ الشُّذُودِ فِي السَّنَدِ : ”مَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ مِنْ طَرِيقِ

ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَوْسَجَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا تُوْفِيَ

عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَمْ يَدْعُ وَارِثًا إِلَّا مَوْلَىٰهُ هُوَ أَعْتَقَهُ“ وَتَابَعَ ابْنُ عُيَيْنَةَ
عَلَىٰ وَضَلِهِ ابْنُ جُرَيْجٍ وَغَيْرُهُ ، وَخَالَفَهُمْ حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ فَرَوَاهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ
عَنْ عَوْسَجَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ ابْنُ عَبَّاسٍ . وَلِذَا قَالَ أَبُو حَاتِمٍ : ”الْمَحْفُوظُ حَدِيثُ ابْنِ
عُيَيْنَةَ“ فَحَمَادُ بْنُ زَيْدٍ مِنْ أَهْلِ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ ، وَمَعَ ذَلِكَ فَقَدْ رَجَّحَ أَبُو حَاتِمٍ
رَوَايَةَ مَنْ هُمْ أَكْثَرُ عَدَدًا مِنْهُ :

ترجمہ: قہ شدوز کہاں واقع ہوتا ہے؟ شدوز ہند میں واقع ہوتا ہے جس طرح کہ متن میں بھی
واقع ہوتا ہے۔ (۱) سند میں شدوز کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ابن
عمینہ عن عمرو بن دینار عن عوسجہ عن ابن عباسؓ کی سند سے روایت کیا ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ کے
زمانے میں ایک شخص نے وفات پائی اور اس کے پیچھے ایک آقا کے سوا کوئی وارث نہیں تھا جس نے
اس کو آزاد کیا تھا“۔ سند کے موصول ہونے پر ابن جریج وغیرہ نے ابن عمینہ کی متابعت کی ہے، اور
حماد بن زید نے مخالفت، چنانچہ انہوں نے اس کو عمرو بن دینار عن عوسجہ سے روایت کیا اور ابن عباسؓ
کا ذکر نہیں کیا۔ اسی وجہ سے ابو حاتمؒ نے کہا: ”محفوظ ابن عمینہ کی حدیث ہے“، تو حماد بن زید
عدالت و ضبط سے موصوف حضرات میں سے ہیں، اس کے باوجود ابو حاتمؒ نے ان لوگوں کی روایت
کو رائج قرار دیا جن کی تعداد ان سے زیادہ تھی۔

شرح: - شدوز اپنے محل وقوع کے اعتبار سے دو قسموں پر ہے: (۱) سند میں شدوز (۲) متن میں
شدوز۔ سند میں شدوز سے مراد یہ ہے کہ تمام یا اکثر محدثین سند کو جس طرح یا جن رواۃ سے نقل کریں
ایک محدث ان کی مخالفت کرتے ہوئے دوسری طرح یا دوسرے رواۃ سے نقل کرے مثلاً حدیث
”أَنَّ رَجُلًا تَوَفَّى عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَمْ يَدْعُ وَارِثًا إِلَّا مَوْلَىٰهُ هُوَ أَعْتَقَهُ“
کیونکہ ابن عمینہ اور ان کی متابعت میں ابن جریج وغیرہ کئی حضرات نے سند کو متصلاً حضرت ابن
عباسؓ کے واسطے سے بیان کیا ہے جس سے حدیث مستدل کہلائے گی مگر حماد بن زیدؒ نے ان کے
برخلاف عوسجہ کے بعد ابن عباسؓ کا ذکر نہیں کیا بلکہ عوسجہ جو کہ تابعی ہیں، انہی سے عہد نبوی ﷺ کا
مذکورہ واقعہ نقل کیا ہے۔ اس طرح حدیث مرسل کہلائے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ ابن عمینہؒ اور ابن جریجؒ وغیرہ کی طرح حماد بن زیدؒ بھی ثقہ ہیں، ایک

ثقہ دوسرے ثقات کی مخالفت کر رہا ہو تو ترجیح کس کی روایت کو دی جائے اور حدیث مسند کہلائے گی یا مرسل؟ تو اس سلسلے میں ہمارے سامنے ابو حاتمؒ کا قول ہے جنہوں نے کثرتِ رواۃ کی بناء پر ابنِ عیینہؒ کی روایت کو حاد کی روایت پر ترجیح دی ہے پس حدیث مسند کہلائے گی نہ کہ مرسل۔

(ب) مِثَالُ الشُّذُوذِ فِي الْمَتْنِ : مَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ زِيَادٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعاً : ” إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ الْفَجْرَ فَلْيَضْطَجِعْ عَنْ يَمِينِهِ “ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ : خَالَفَ عَبْدَ الْوَاحِدِ الْعَدَدُ الْكَثِيرُ فِي هَذَا ، فَإِنَّ النَّاسَ إِنَّمَا رَوَوْهُ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ لَا مِنْ قَوْلِهِ ، وَانْفَرَدَ عَبْدُ الْوَاحِدِ مِنْ بَيْنِ ثِقَاتِ أَصْحَابِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا اللَّفْظِ .

ترجمہ : متن میں شذوذ کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو ابو داؤد اور ترمذی نے عبد الواحد بن زیاد عن الأعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرہؓ کی سند سے مرفوعاً روایت کیا کہ ”جب تم میں سے کوئی فجر کی نماز پڑھ لے تو اسے چاہیے کہ دائیں کروٹ پر سو جائے“۔ بیہقیؒ نے کہا: اس میں بڑی تعداد نے عبد الواحد کی مخالفت کی ہے کیونکہ لوگوں نے اس کو نبی کریم ﷺ کے فعل سے روایت کیا نہ کہ قول سے، اور ان الفاظ کے ساتھ اعمش کے تمام شاگردوں سے عبد الواحد منفرد ہوا۔

شرح : - متن میں واقع ہونے والے شذوذ کو شذوذ فی المتن کہتے ہیں جس کا مقصد یہ ہے کہ تمام یا اکثر رواۃ جن الفاظ کے ساتھ روایت کرتے ہوں ایک راوی ان کے مخالف دوسرے الفاظ کے ساتھ نقل کرے مثلاً مذکورہ بالا حدیث میں اعمشؒ کے اکثر ثقہ شاگردوں نے نبی کریم ﷺ کا عمل نقل کیا ہے کہ آپ (بعض اوقات) نماز فجر کے بعد دائیں کروٹ پر آرام فرمالیا کرتے تھے مگر ایک راوی جو کہ عبد الواحد بن زیاد ہیں وہ ان تمام سے مختلف روایت کرتے ہیں یعنی آپ کے عمل کے بجائے اسے قول نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نماز فجر کے بعد سونے کی ترغیب دی ہے۔

عبد الواحد بھی ثقہ ہیں اور اعمش کے دوسرے شاگرد بھی ثقہ ہیں، ترجیح کس کی روایت کو دی جائے؟ تو اس سلسلے میں محدثین نے کثرتِ رواۃ کی بناء پر اعمش کے ان شاگردوں کی روایت کو ترجیح دی ہے جنہوں نے اسے نبی کریم ﷺ کے فعل کے طور پر نقل کیا ہے۔

- ۴ - الْمَحْفُوظُ : هَذَا وَيُقَابِلُ الشَّاذَّ " الْمَحْفُوظُ " وَهُوَ : مَا رَوَاهُ الْأَوْثَقُ مُخَالَفًا لِرِوَايَةِ الثَّقَةِ ، وَمِثَالُهُ : هُوَ الْمِثَالَانِ الْمَذْكُورَانِ فِي نَوْعِ الشَّاذِّ .
- ۵ - حُكْمُ الشَّاذِّ وَالْمَحْفُوظِ : مِنَ الْمَعْلُومِ أَنَّ الشَّاذَّ حَدِيثٌ مَرْدُودٌ ، أَمَّا الْمَحْفُوظُ فَهُوَ حَدِيثٌ مَقْبُولٌ .

ترجمہ : محفوظ : اسے یاد رکھیے، اور شاذ کے مقابل محفوظ ہے، اور یہ وہ حدیث ہے جس کو زیادہ ثقہ کسی اور ثقہ سے مختلف روایت کرے، اس کی مثال وہی دو مثالیں ہیں جو شاذ کی نوع میں بیان ہوئیں۔ شاذ اور محفوظ کا حکم : یہ معلوم ہو چکا ہے کہ شاذ حدیث مردود ہے، البتہ محفوظ حدیث مقبول ہے۔

شرح : - شاذ کے بالمقابل قسم کا نام محفوظ ہے، لغوی اعتبار سے یہ باب سمع کے مصدر الحفظ سے اسم مفعول ہے بمعنی جس کی حفاظت کی گئی۔ اصطلاح میں یہ وہ روایت ہے جس میں زیادہ ثقہ راوی دوسرے ثقہ راوی کی مخالفت کرے لیکن ترجیح زیادہ ثقہ راوی کی مذکورہ حدیث کو حاصل ہو۔

جس طرح شاذ کی دو قسمیں ہیں : شاذ بحیثیت سند، شاذ بحیثیت متن۔ اسی طرح محفوظ کی بھی دو قسمیں ہیں : محفوظ السند، محفوظ المتن۔ چونکہ یہ دونوں قسمیں شاذ کی دونوں قسموں کے بالمقابل رائج روایت کو کہتے ہیں اس لیے شاذ کے تحت ذکر کی جانے والی سند اور متن سے متعلق دونوں مثالیں محفوظ کی دونوں اقسام کے بھی مثالیں بنیں گی، فرق صرف اتنا ہے کہ ان مثالوں میں جو مرجوح ہے وہ شاذ ہے اور جو رائج ہے وہ محفوظ ہے، چنانچہ پہلی مثال میں ابن عیینہ وغیرہ کی روایت محفوظ ہے اور دوسری روایت میں اعمش کے اکثر شاگردوں کی روایت محفوظ ہے۔

الْجَهَالَةُ بِالرَّائِي

- ۱ - تَعْرِيفُهَا : (أ) لُغَةً : مَصْدَرُ " جَهْلٍ " ضِدُّ " عِلْمٍ " وَالْجَهَالَةُ بِالرَّائِي تَعْنِي عَدَمَ مَعْرِفَتِهِ . (ب) إِصْطِلَاحًا : عَدَمُ مَعْرِفَةِ عَيْنِ الرَّائِي أَوْ حَالِهِ . ۲ - أَسْبَابُهَا : وَأَسْبَابُ الْجَهَالَةِ بِالرَّائِي ثَلَاثَةٌ وَهِيَ : (أ) كَثْرَةُ نُعُوتِ الرَّائِي : مِنْ اسْمٍ أَوْ كُنْيَةٍ أَوْ لَقَبٍ أَوْ صِفَةٍ أَوْ حِرْفَةٍ أَوْ نَسَبٍ فَيَشْتَهَرُ بِشَيْءٍ مِنْهَا فَيَذْكُرُ بِغَيْرِ مَا اشْتَهَرَ بِهِ لِغَرَضٍ مِنَ الْأَغْرَاضِ ، فَيُظَنُّ أَنَّهُ رَأَى آخَرَ ، فَيَحْصُلُ الْجَهْلُ بِحَالِهِ .

(ب) قِلَّةٌ رِوَايَتِهِ : فَلَا يَكْثُرُ الْأَخْذُ عَنْهُ بِسَبَبِ قِلَّةِ رِوَايَتِهِ ، فَرُبَّمَا لَمْ يَرَوْ عَنْهُ إِلَّا وَاحِدٌ . (ج) عَدَمُ التَّصْرِيحِ بِاسْمِهِ : لِأَجْلِ الْإِخْتِصَارِ وَنَحْوِهِ ، وَيُسَمَّى الرَّاَوِي غَيْرُ الْمُصَرَّحِ بِاسْمِهِ ” الْمُبْهَمُ “ .

ترجمہ : راوی کا مجہول ہونا۔ اس کی تعریف: (ا) لغت کے اعتبار سے: یہ جہل کا مصدر ہے جو عَلِمَ کا ضد ہے، اور راوی کے مجہول ہونے سے مراد اس کا مشہور نہ ہونا ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: راوی کی ذات یا اس کی حالت کا مشہور نہ ہونا۔ اس کے اسباب: راوی کی جہالت کے اسباب تین ہیں اور وہ یہ ہیں: (ا) راوی کے تعارف کا زیادہ ہونا: جو نام یا کنیت یا لقب یا صفت یا پیشہ یا نسبت کے ساتھ ہو، پس وہ ان میں سے کسی کے ساتھ مشہور ہوگا اور کسی خاص غرض کے لیے غیر مشہور بہ کے ساتھ ذکر کیا جائے گا، جس سے اسے دوسرا راوی خیال کر لیا جائے گا اور اس کی حالت مجہول ہو جائے گی۔ (ب) اس کی روایت کا کم ہونا: چنانچہ اس کے کم روایت کرنے کی بناء پر اس سے حصول حدیث کم ہوگا تو بسا اوقات اس سے صرف ایک ہی شخص روایت کر رہا ہوگا۔ (ج) اس کے نام کی صراحت نہ کرنا: اختصار وغیرہ کی غرض سے اور جس راوی کے نام کی صراحت نہ کی جائے اس کا نام ”مبہم“ رکھا جاتا ہے۔

شرح :- جہالت باب سماع کا مصدر ہے، اس کا فعل ماضی جَهِلَ ہے جو عَلِمَ کا ضد ہے اور یہاں پر مصدر مبنی للمفعول ہے، اس کے معنی ہیں ”راوی کا مجہول ہونا“، یعنی مشہور و معروف نہ ہونا۔ محدثین کی اصطلاح میں راوی کی جہالت سے مراد اس کی ذات یا حالت کا مجہول ہونا ہے کیونکہ کسی بھی راوی کی ذات و صفت سے پوری طرح بحث کی جاتی ہے پھر اس کی روایت پر حسب حال حکم لگاتے ہیں اس لیے راوی کا کسی طرح مجہول ہونا روایت پر طعن کا باعث بنے گا۔

راوی کے مجہول ہونے کے تین بنیادی اسباب ہیں: (ا) راوی کی مختلف انداز کی تعریفیں: یعنی پہچان کے لیے کسی نے اس کو نام سے ذکر کیا ہو، کسی نے لقب سے، کسی نے صفت سے، کسی نے کنیت سے اور کسی نے پیشہ یا نسبت وغیرہ کے ساتھ اس کی تعریف کی ہو یعنی اس کی شناخت اور پہچان ذکر کی ہو لہذا وہ ان میں سے ایک کے ساتھ مشہور ہو اور اسی کے ساتھ ہی پہچانا جائے لیکن کوئی شخص اس کو غیر مشہور نام کے ساتھ ذکر کر دیتا ہے جس سے الجھن پیدا ہوتی ہے اور اس کے متعلق تلاش کیا جاتا ہے

کہ دونوں ایک ہیں یا الگ الگ اور اس کی حالت عدالت وغیرہ کے اعتبار سے کیسی ہے؟ ثقہ یا مجروح۔ (۲) راوی کی روایت کم ہونا: یعنی جب راوی بہت کم حدیثیں روایت کرتا ہو تو اس کی پہچان اور معرفت بھی کم ہی لوگوں کو ہوگی اس طرح کبھی اس کی ذات مجہول ہوگی اور کبھی اس کی حالت۔ (۳) نام کی صراحت نہ کرنا: یعنی مختلف لوگ اسے مختلف حوالوں سے ذکر کریں لیکن اس کا نام واضح طور پر ذکر نہ کریں تو اس طرح بھی جہالت پیدا ہو جاتی ہے، اور خاص اس طرح کے مجہول کو جس کا نام روایات میں مذکور نہ ہو ”مبہم“ کہا جاتا ہے جو علوم حدیث کا مستقل عنوان ہے۔

۳ - أُمِّئِلَتْهُ : (أ) مِثَالُ كَثْرَةِ نَعْوَتِ الرَّاَوِي : ”مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ بْنِ بِشْرِ الْكَلْبِيِّ نَسَبَهُ بَعْضُهُمْ إِلَى جَدِّهِ فَقَالَ : ”مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرِ“ وَسَمَّاهُ بَعْضُهُمْ ”حَمَادَ بْنَ السَّائِبِ“ ، وَكَنَّاهُ بَعْضُهُمْ ”أَبَا النَّضْرِ“ وَبَعْضُهُمْ ”أَبَا سَعِيدٍ“ وَبَعْضُهُمْ ”أَبَا هِشَامٍ“ فَصَارَ يُظَنُّ أَنَّهُ جَمَاعَةٌ ، وَهُوَ وَاحِدٌ . (ب) مِثَالُ قَلَّةِ رِوَايَةِ الرَّاَوِي وَقِلَّةِ مَنْ رَوَى عَنْهُ : ”أَبُو الْعَشْرَاءِ الدَّارِمِيُّ“ مِنَ التَّابِعِينَ ، لَمْ يَزِدْ عَنْهُ غَيْرُ حَمَادِ بْنِ سَلَمَةَ (ج) مِثَالُ عَدَمِ التَّصْرِيحِ بِاسْمِهِ : قَوْلُ الرَّاَوِي : أَخْبَرَنِي فُلَانٌ أَوْ شَيْخٌ أَوْ رَجُلٌ أَوْ نَحْوُ ذَلِكَ .

ترجمہ اس کی مثالیں: (ا) راوی کی تعریفیں زیادہ ہونے کی مثال: ”محمد بن سائب بن بشر کلبی“ بعض حضرات نے اس کو اس کے دادا کی طرف منسوب کر کے محمد بن بشر کہا اور بعض دوسروں نے اس کا نام حماد بن سائب ذکر کیا، بعض لوگوں نے اس کی کنیت ابو نصر بتائی اور بعض دوسروں نے ابو سعید جبکہ بعض اور نے ابو ہشام ذکر کی تو یہ خیال کیا جانے لگا کہ وہ ایک جماعت ہے حالانکہ وہ ایک ہے۔ (ب) راوی کے کم روایت کرنے اور اس سے روایت نقل کرنے والوں کے کم ہونے کی مثال: تابعین میں سے ”ابو العشاء الدارمی“، ان سے حماد بن سلمہ کے سوا کسی اور نے روایت نہیں کی۔

شرح :- اسباب جہالت کے مطابق مثالیں پیش کی گئی ہیں چنانچہ مختلف اعتبار سے تعریف کی کثرت کی وجہ سے پیدا ہونے والی جہالت کی مثال ”محمد بن سائب بن بشر کلبی“ ہیں، جن کو کبھی دادا کی طرف نسبت کر کے محمد بن بشر کہا گیا، کبھی نام ہی دوسرا ذکر کیا گیا یعنی محمد کے بجائے حماد بن

سائب کہہ دیا۔ کنیت بھی مختلف ذکر کی گئی چنانچہ کسی نے ابو نصر بتایا، کسی نے ابو سعید ذکر کیا اور کسی نے ابو ہشام بتایا۔ اس طرح دو نام اور تین کنیتیں جمع ہو گئیں، اس بناء پر ان کے بارے میں جہالت پیدا ہو گئی اور انہیں متعدد لوگ سمجھا جانے لگا حالانکہ وہ ایک ہی راوی ہیں جن کے مختلف نام و کنیت ہیں۔ جہاں تک کم روایت کرنے سے جہالت کا تعلق ہے تو اس کی مثال تابعین میں ابو العشراء ہیں جن کے ایک ہی راوی حماد بن سلمہ ہیں۔ راوی کم ہونے کی وجہ سے ابو العشراء کے تعین میں مشکل پیش آئی، چنانچہ ان کے نام وغیرہ کے متعلق آگے ایک بحث میں تذکرہ کیا جائے گا۔ جہالت کے تیسرے سبب جس کا نام مبہم ہے، اس کی بحث بھی آئندہ آئے گی۔

۴ - تَعْرِيفُ الْمَجْهُولِ : هُوَ مَنْ لَمْ تُعْرِفْ عَيْنُهُ أَوْ صِفَتُهُ . وَمَعْنَى ذَلِكَ أَيْ هُوَ الرَّاوى الَّذِي لَمْ تُعْرِفْ ذَاتَهُ أَوْ شَخْصِيَّتَهُ، أَوْ عُرِفَتْ شَخْصِيَّتُهُ وَلَكِنْ لَمْ يُعْرِفْ عَنْ صِفَتِهِ أَيْ عَدَالَتِهِ وَضَبْطِهِ شَيْءٌ . ۵ - أَنْوَاعُ الْمَجْهُولِ : يُمَكِّنُ أَنْ يُقَالَ إِنَّ أَنْوَاعَ الْمَجْهُولِ ثَلَاثَةٌ وَهِيَ : (أ) مَجْهُولُ الْعَيْنِ : ۱ تَعْرِيفُهُ : هُوَ مَنْ ذُكِرَ اسْمُهُ وَلَكِنْ لَمْ يَرَوْ عَنْهُ إِلَّا رَاوٍ وَاحِدٌ . ۲ حُكْمُ رَوَايَتِهِ : عَدَمُ الْقَبُولِ ، إِلَّا إِذَا وُثِّقَ . ۳ كَيْفَ يُوَثَّقُ : يُوَثَّقُ بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ : (۱) إِمَّا أَنْ يُوَثَّقَهُ غَيْرُهُ (۲) وَإِمَّا أَنْ يُوَثَّقَهُ مَنْ رَوَى عَنْهُ بِشَرْطِ أَنْ يَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَرَحِ وَالتَّعْدِيلِ . ۴ هَلْ لِحَدِيثِهِ اسْمٌ خَاصٌّ ؟ لَيْسَ لِحَدِيثِهِ اسْمٌ خَاصٌّ ، وَإِنَّمَا حَدِيثُهُ مِنْ نَوْعِ الضَّعِيفِ .

ترجمہ ۴ مجہول کی تعریف: وہ راوی ہے جس کی ذات یا صفت معلوم نہ ہو اور اس سے وہ راوی مراد ہے جس کی ذات یا شخصیت معلوم نہ ہو یا شخصیت معلوم ہو مگر اس کی صفت یعنی عدالت اور ضبط سے متعلق کچھ معلوم نہ ہو۔ مجہول کی قسمیں: یوں کہنا ممکن ہے کہ مجہول کی تین قسمیں ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) مجہول العین۔ اس کی تعریف: وہ راوی ہے جس کا نام مذکور ہو مگر اس سے صرف ایک راوی روایت کرے۔ اس کی روایت کا حکم: قبول نہ کیا جاتا ہے مگر اسی وقت جب اس کو ثقہ قرار دیا جائے۔ اس کو ثقہ کیسے قرار دیا جاتا ہے؟ دو چیزوں سے ثقہ قرار دیا جاتا ہے: (۱) یا تو کوئی اور اس کو ثقہ قرار دے۔ (۲) یا پھر اس سے روایت کرنے والا اس کو ثقہ قرار دے بشرطیکہ وہ جرح و تعدیل کے اہل

ہو۔ کیا اس کی حدیث کا کوئی خاص نام ہے؟ اس کی حدیث کا کوئی خاص نام نہیں ہے، اس کی حدیث بس ضعیف کی قسم سے ہے۔

شرح :- مجہول وہ راوی کہلاتا ہے جس کی ذات یا صفت معلوم نہ ہو یعنی نہ اس کی عدالت کا پتہ چل سکے نہ اس کے ضبط کا حال کچھ معلوم ہو لہذا ایسا راوی مجہول کہلائے گا۔ اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) مجہول العین (۲) مجہول الحال (۳) مبہم۔ مجہول العین وہ کہلاتا ہے جس کا نام معلوم ہو مگر اس سے روایت کرنے والا ایک ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی حدیث اس وقت تک قبول نہ کی جائے جب تک اس کو ثقہ قرار نہ دیا جائے۔ ثقہ قرار دینے کے دو طریقے ہیں: (۱) کوئی اور شخص اس کو ثقہ قرار دے دے۔ (۲) اس سے روایت کرنے والا یعنی اس کا شاگرد اس کو ثقہ بتائے۔ مگر اس توثیق کے قبول کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ثقہ قرار دینے والا جرح و تعدیل کر سکتا ہو، اگر وہ جرح و تعدیل کے اہل نہ ہو تو اس کی توثیق قابل قبول نہیں ہوگی۔

مجہول کی حدیث کا خاص نام نہیں ہے بلکہ اسے ضعیف کی قسم کے تحت سمجھا جاتا ہے۔

(ب) مَجْهُوْلُ الْحَالِ : (وَيُسَمَّى الْمُسْتَوْرَ) ۱..... تَعْرِيفُهُ : هُوَ مَنْ رَوَى عَنْهُ اثْنَانِ فَأَكْثَرُ لَكِنْ لَمْ يُوثَّقْ ۲..... حُكْمُ رَوَايَتِهِ : الرَّدُّ، عَلَى الصَّحِيحِ الَّذِي قَالَهُ الْجُمْهُورُ ۳..... هَلْ لِحَدِيثِهِ اسْمٌ خَاصٌّ؟ لَيْسَ لِحَدِيثِهِ اسْمٌ خَاصٌّ، وَإِنَّمَا حَدِيثُهُ مِنْ نَوْعِ الضَّعِيفِ .

ترجمہ :- (ب) مجہول الحال۔ (اس کا مستور نام رکھا جاتا ہے) تعریف: وہ شخص جس سے دو یا اس سے زیادہ لوگ روایت کریں مگر اس کو ثقہ قرار نہ دیا گیا ہو۔ اس کی روایت کا حکم: جمہور کے صحیح قول کے مطابق اس کا حکم رد کر دینا ہے۔ کیا اس کی حدیث کا کوئی خاص نام ہے؟ اس کی حدیث کا خاص نام نہیں ہے، اس کی حدیث بس ضعیف کی قسم سے ہے۔

شرح :- مجہول الحال وہ راوی کہلاتا ہے جس سے روایت کرنے والے اگرچہ دو شاگرد ہوتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ مگر اس کی توثیق نہیں کی جاتی جس کی وجہ سے اس کی عدالت کا حال مجہول رہتا ہے، اس کو مستور بھی کہتے ہیں مستور کے لغوی معنی چھپایا ہوا، پوشیدہ۔ اس کی روایت کا حکم بھی جمہور کے نزدیک رد کر دینا ہے کیونکہ بغیر تعدیل کسی راوی کی حدیث مقبول نہیں ہو سکتی۔ مجہول الحال

کی حدیث کا بھی کوئی مخصوص نام نہیں، اسے بھی ضعیف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(ج) الْمُبْهَمُ : وَيُمْكِنُ أَنْ نَعْتَبِرَ الْمُبْهَمَ مِنْ أَنْوَاعِ الْمَجْهُولِ، وَإِنْ كَانَ عُلَمَاءُ

الْحَدِيثِ قَدْ أَطْلَقُوا عَلَيْهِ اسْمًا خَاصًّا لَكِنَّ حَقِيقَتَهُ تُشَبِّهُ حَقِيقَةَ الْمَجْهُولِ .

۱..... تَعْرِيفُهُ : هُوَ مَنْ لَمْ يُصَرِّحْ بِاسْمِهِ فِي الْحَدِيثِ ۲..... حُكْمُ رِوَايَتِهِ : عَدَمُ

الْقَبُولِ، حَتَّى يُصَرِّحَ الرَّاَوِي عَنْهُ بِاسْمِهِ أَوْ يُعَرِّفَ اسْمَهُ بِوَرُودِهِ مِنْ طَرِيقِ آخَرَ

مُصَرِّحٍ فِيهِ بِاسْمِهِ . وَسَبَبُ رَدِّ رِوَايَتِهِ جَهَالَةُ عَيْنِهِ ، لِأَنَّ مَنْ أَبْهَمَ اسْمَهُ جَهِلَتْ

عَيْنُهُ وَجَهِلَتْ عَدَالَتُهُ مِنْ بَابِ أُولَى ، فَلَا تُقْبَلُ رِوَايَتُهُ .

- ترجمہ - مبہم: ممکن ہے کہ ہم مبہم کو مجہول کی اقسام سے فرض کریں اگرچہ علمائے حدیث نے اس پر ایک خاص نام کا اطلاق کیا ہے مگر اس کی حقیقت مجہول کی حقیقت کے مشابہ ہے۔ اس کی تعریف: وہ راوی جس کے نام کی حدیث میں صراحت نہ کی گئی ہو۔ اس کی روایت کا حکم: قبول نہ کرنا ہے یہاں تک کہ اس سے روایت کرنے والا اس کے نام کی صراحت کر دے یا اس کا نام دوسرے طریق سے جس میں نام کی صراحت موجود ہو، معلوم ہو جائے۔ اس کی روایت رد کر دینے کا سبب ذات کا مجہول ہونا ہے اس لیے کہ جس کا نام واضح نہ ہو اس کی ذات مجہول ہوگی اور اس کی عدالت بھی بطریق اولیٰ مجہول ہوگی، لہذا اس کی روایت مقبول نہیں ہوگی۔

شرح :- (ج) مبہم، باب افعال کے مصدر لا بہام سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اور ابہام کے معنی ہیں ”واضح نہ کرنا“۔ یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ مبہم کو مجہول سے علیحدہ قسم شمار کیا جاتا ہے پھر مجہول کے تحت کیوں ذکر کیا جا رہا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اصطلاح کے اعتبار سے اسے مستقل قسم قرار دیا گیا ہے مگر پھر بھی اس کی حقیقت مجہول سے ملتی جلتی ہے، اس لیے اسے مجہول کی قسم بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔

مبہم اس راوی کو کہتے ہیں جس کے نام کی حدیث میں وضاحت نہ کی گئی ہو۔ مبہم کی جب تک نام کی وضاحت نہ ہو جائے اس وقت اس کی روایت قبول نہیں کی جاسکے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نام نہیں معلوم ہوگا تو ذات مجہول ہوگی اور ذات کے مجہول ہونے سے صفت بھی واضح نہ ہوگی کہ عدل ہے یا غیر عدل، اور بغیر تعدیل کسی کی روایت مقبول نہیں ہوتی۔ مبہم سے ابہام کو دو

طریقوں سے دور کیا جاتا ہے: (۱) نام نہ ذکر کرنے والا راوی از خود نام کی وضاحت کر دے۔ (۲) مذکورہ حدیث کے دوسرے طریق میں نام مذکور ہو جائے۔

۳..... لَوْ أَنَّهُمْ بَلَفِظَ التَّعْدِيلِ فَهَلْ تُقْبَلُ رِوَايَتُهُ؟ ذَلِكَ مِثْلُ أَنْ يَقُولَ الرَّاَوِي عَنْهُ: "أَخْبَرَنِي الثَّقَةُ". وَالْجَوَابُ: أَنَّهُ لَا تُقْبَلُ رِوَايَتُهُ أَيْضًا عَلَى الْأَصَحِّ لِأَنَّهُ قَدْ يَكُونُ ثِقَةً عِنْدَهُ، غَيْرَ ثِقَةٍ عِنْدَ غَيْرِهِ. ۴..... هَلْ لِحَدِيثِهِ اسْمٌ خَاصٌّ؟ نَعَمْ لِحَدِيثِهِ اسْمٌ خَاصٌّ هُوَ "الْمُبْهَمُ" وَالْحَدِيثُ الْمُبْهَمُ هُوَ الْحَدِيثُ الَّذِي فِيهِ رَاوٍ لَمْ يُصَرِّحْ بِاسْمِهِ، قَالَ الْبَيْهَقِيُّ فِي مَنْظُومَتِهِ: 'وَمُبْهَمٌ مَا فِيهِ رَاوٍ لَمْ يُسَمِّ'.

- ترجمہ: اگر تعدیل کے لفظ کے ساتھ مبہم ذکر کیا جائے تو کیا اس کی روایت مقبول ہوگی؟ یہ جیسے کہ راوی اس کے متعلق کہے: "مجھے ثقہ نے خبر دی"۔ جواب یہ ہے کہ اصح قول کے مطابق اس کی روایت بھی مقبول نہیں ہوگی؛ اس لیے کہ کبھی وہ اس کے نزدیک ثقہ اور غیر کے نزدیک غیر ثقہ ہوگا۔ کیا اس کی حدیث کا خاص نام ہے؟ جی ہاں، اس کی حدیث کا خاص نام ہے، اور وہ "مبہم" ہے۔ مبہم حدیث وہ حدیث ہے جس میں ایک راوی ہو جس کے نام کی صراحت نہ کی گئی ہو۔ بیہقی نے اپنی منظومہ میں کہا ہے: "اور مبہم ہے وہ جس میں کوئی راوی نام کے بغیر مذکور ہو"۔

شرح: - بسا اوقات راوی اپنے شیخ کا نام ذکر کرنے کے بجائے یہ کہہ دیتا ہے کہ مجھ سے ثقہ نے بیان کیا، تو اس انداز میں اگرچہ مروی کا بحیثیت عدل ذکر ہوا ہے مگر پھر بھی ایک قسم کا ابہام باقی رہتا ہے نیز یہ بھی ممکن ہے کہ راوی جس کو ثقہ سمجھ رہا ہے جمہور کے نزدیک وہ ثقہ نہ ہو یا اس کے غیر کے نزدیک ثقہ نہ ہو، لہذا ضروری قرار دیا گیا ہے کہ مبہم کے نام کی وضاحت جب تک نہیں کی جائے گی اس کی روایت مقبول نہیں ہوگی۔ مبہم راوی کی حدیث بھی مبہم ہی کہلاتی ہے، اور اس کا مطلب ہے وہ حدیث جس میں کوئی مبہم راوی موجود ہو۔ بیہقی نے بھی مبہم حدیث کی یہی تعریف کی ہے یعنی جس میں کوئی ایسا راوی ہو جس کا نام نہیں لیا جاتا۔

۶ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِي أَسْبَابِ الْجَهَالَةِ: (أ) كَثْرَةُ نَعْرِتِ الرَّاَوِي: صَنَّفَ فِيهَا الْخَطِيبُ كِتَابَ "مَوْضِحِ أَوْهَامِ الْجَمْعِ وَالتَّفْرِيقِ". (ب) قِلَّةُ رِوَايَةِ الرَّاَوِي: صَنَّفَ فِيهَا كُتُبُ سُمِّيَتْ "كُتُبُ الْوُحْدَانِ" أَيْ الْكُتُبُ الْمُشْتَمِلَةُ عَلَى مَنْ لَمْ

يَرَوْ عَنْهُ إِلَّا وَاحِدًا ، وَمِنْ هَذِهِ الْكُتُبُ ” الْوَحْدَانُ “ لِلْإِمَامِ مُسْلِمٍ . (ج) عَدَمُ
التَّصْرِیحِ بِاسْمِ الرَّاوی : وَصَنَّفَ فِيهِ كُتُبُ ” الْمُبْهَمَاتِ “ مِثْلُ كِتَابِ ” الْأَسْمَاءُ
الْمُبْهَمَةُ فِي الْأَنْبَاءِ الْمُحْكَمَةِ “ لِلْخَطِيبِ الْبَغْدَادِيِّ ، وَكِتَابِ ” الْمُسْتَفَادُ مِنَ
مُبْهَمَاتِ الْمَتْنِ وَالْإِسْنَادِ “ لَوْلِيِّ الدِّينِ الْعِرَاقِيِّ .

:- **ترجمہ** : اسباب جہالت کے بارے میں مشہور ترین تصانیف: (ا) راوی کی تعریفات کی
کثرت: اس کے بارے میں خطیب نے کتاب موضح اوہام الجمع والتفریق لکھی ہے۔ (ب) راوی
کا کم روایت کرنا: اس بارے میں کئی کتابیں لکھی گئی ہیں جن کا نام ”کتب الوجدان“ رکھا گیا ہے یعنی
وہ کتابیں جو اس شخص کے بیان پر مشتمل ہیں جس سے صرف ایک نے روایت کیا، ان کتب میں امام
مسلم کی کتاب ”الوجدان“ بھی ہے۔ (ج) راوی کے نام کی صراحت نہ کرنا: اس میں مبہمات کی
کتابیں لکھی گئی ہیں جیسے خطیب بغدادی کی کتاب الأسماء المبهمة فی الأنباء المحکمة ،
اور ولی الدین عراقی کی کتاب ”المستفاد من مبہمات المتن والإسناد“۔

الْبِدْعَةُ

۱- تَعْرِيفُهَا : (أ) لُغَةً : هِيَ مَصْدَرٌ مِنْ ” بَدَعَ “ بِمَعْنَى ” أَنْشَأَ “ كَ ” ابْتَدَعَ “ ،
كَمَا فِي الْقَامُوسِ . (ب) اصْطِلَاحًا : أَلْحَدْتُ فِي الدِّينِ بَعْدَ الْإِكْمَالِ ، أَوْ مَا
اسْتُحْدِثَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْأَهْوَاءِ وَالْأَعْمَالِ . ۲- أَنْوَاعُهَا : (أ) بِدْعَةُ مُكْفَرَةٍ
: أَيْ يُكْفَرُ صَاحِبُهَا بِسَبَبِهَا ، كَأَنْ يُعْتَقَدَ مَا يَسْتَلْزِمُ الْكُفْرَ ، وَالْمُعْتَمِدُ أَنَّ الَّذِي تُرَدُّ
رِوَايَتُهُ : مَنْ أَنْكَرَ أَمْرًا مُتَوَاتِرًا مِنَ الشَّرْعِ مَعْلُومًا مِنَ الدِّينِ بِالضَّرُورَةِ ، أَوْ مَنْ
اعْتَقَدَ عَكْسَهُ . (ب) بِدْعَةُ مُفْسِدَةٍ : أَيْ يُفْسِقُ صَاحِبُهَا بِسَبَبِهَا وَهُوَ مَنْ لَا تَقْتَضِي
بِدْعَتُهُ التَّكْفِيرَ أَصْلًا .

:- **ترجمہ** : بدعت۔ اس کی تعریف: (ا) لغت کے اعتبار سے: یہ بَدَعَ بمعنی ایجاد کیا کا مصدر
ہے، یہ ابتَدَعَ کی طرح ہے، جیسا کہ قاموس میں ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: دین میں
اس کی تکمیل کے بعد نئی چیز ایجاد کرنا یا وہ خواہشات (مراد نظریات) اور اعمال جو نبی کریم ﷺ کے

بعد ايجاد کیے گئے۔ اس کی قسمیں: (۱) بدعتِ مکفرہ: یعنی وہ نیا کام جس کے سبب اس کے کرنے والے کو کافر قرار دیا جائے جیسے وہ عقیدہ رکھنا جو کفر کو مستلزم ہے، اور قابل اعتماد بات یہ ہے کہ وہ مبتدع جس کی روایت مردود ہوگی وہ شخص ہے جو شریعت کے ایسے متواتر حکم کا انکار کر دے جس کا دین سے ہونا بدیہی طور پر معلوم ہو یا جس نے اس کے برعکس عقیدہ رکھا ہو۔ (ب) بدعتِ مفسدہ: یعنی وہ بدعت جس کے سبب اس کے کرنے والے کو فاسق ٹھہرایا جائے اور یہ وہ شخص ہے جس کی بدعت تکفیر کا ہرگز تقاضہ نہ کرے۔

شرح :- بدعة بروزن فعللة باب فتح کے فعل بدع کا مصدر ہے جس کے معنی کسی چیز کو پہلی مرتبہ ایجاد کرنا۔ بدع اور ابتدع ہم معنی ہیں، عموماً مصدر بدعة اور فعل ابتدع یتبدع یعنی باب افتعال سے استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاح میں بدعت ہر اس نظریہ و عقیدہ اور عمل کو کہتے ہیں جو دین کی تکمیل کے بعد اس میں ایجاد کی جائے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) بدعتِ مکفرہ (۲) بدعتِ مفسدہ۔ بدعتِ مکفرہ یعنی وہ بدعت جو اپنے کرنے والے کے کفر کا سبب بنے۔ جو شخص دین میں کوئی ایسا نیا کام یا عقیدہ اختیار کرے جس کی بناء پر وہ دین میں مشہور و معروف ضروریات کے انکار کا مرتکب ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اس کی روایت بھی مردود ہوگی۔ بدعتِ مفسدہ وہ بدعت ہے جس کا مرتکب اگرچہ کافر نہ ٹھہرایا جائے لیکن وہ بڑے گناہ کا مرتکب ہو رہا ہو۔

۳ - حُكْمُ رِوَايَةِ الْمُتَبَدِّعِ: (أ) إِنْ كَانَتْ بِدْعَتُهُ مُكْفِرَةً: تَرُدُّ رِوَايَتَهُ. (ب) وَإِنْ كَانَتْ بِدْعَتُهُ مُفْسِدَةً: فَالصَّحِيحُ الَّذِي عَلَيْهِ الْجُمْهُورُ، أَنَّ رِوَايَتَهُ تُقْبَلُ بِشَرْطَيْنِ: ١..... أَلَّا يَكُونَ دَاعِيَةً إِلَى بِدْعَتِهِ. ٢..... وَأَلَّا يَرَوِيَ مَا يَرَوِجُ بِدْعَتَهُ. ٤ - هَلْ لِحَدِيثِ الْمُتَبَدِّعِ اسْمٌ خَاصٌّ؟ لَيْسَ لِحَدِيثِ الْمُتَبَدِّعِ اسْمٌ خَاصٌّ بِهِ، وَإِنَّمَا حَدِيثُهُ مِنْ نَوْعِ الْمَرْدُودِ كَمَا عَرَفْتَ، وَلَا يُقْبَلُ إِلَّا بِالشَّرْطِ الَّتِي ذَكَرْتُ آنِفًا.

ترجمہ :- بدعتی کی روایت کا حکم: (۱) اگر اس کی بدعت مکفرہ ہو تو اس کی روایت مردود ہوگی۔ (ب) اور اگر اس کی بدعت مفسدہ ہو تو صحیح قول جس پر جمہور قائم ہیں یہ ہے کہ اس کی روایت دو شرطوں کے ساتھ مقبول ہوگی۔ (۱) یہ کہ وہ اپنی بدعت کی طرف نہ بلاتا ہو۔ (۲) اور یہ کہ ایسی

روایت نہ کرے جس سے اپنی بدعت کو پھیلا نا چاہتا ہو۔ کیا بدعتی کی حدیث کا مخصوص نام ہے؟ بدعتی کی حدیث کا اس کے ساتھ مخصوص نام نہیں، اس کی حدیث تو مردود کی قسم سے ہے جیسا کہ تم نے جانا، اور اس کی حدیث انہی شرطوں کے ساتھ مقبول ہوگی جنہیں ابھی ذکر کیا گیا۔

شرح :- اوپر گزر چکا کہ بدعت مکفرہ میں انسان دائرۃ اسلام سے نکل جاتا ہے اس لیے اس کی روایت رد کرنے کے لیے متعین ہے مگر جس کی بدعت مکفرہ نہ ہو بلکہ مفسدہ ہو تو چونکہ وہ دائرۃ اسلام سے نہیں نکلتا بلکہ فاسق اور گناہگار کے زمرے میں آتا ہے اس لیے علماء نے اس کے حکم میں یہ تفصیل لکھی ہے کہ اگر وہ اپنی بدعت کا داعی ہو یا بدعت کی ترویج کے لیے روایت نقل کرتا ہو تو اس کی روایت مردود ہوگی اور اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہ ہو بلکہ ایک عام بدعت میں مبتلا شخص ایک صحیح حدیث جس کا بدعت کی ترویج و اشاعت سے تعلق نہ ہو، روایت کرتا ہو تو اس کی روایت قبول کی جائے گی، جمہور کا قول یہی ہے اور یہی تفصیل ہی رائج ہے۔

سُوءُ الْحِفْظِ

۱ - تَعْرِيفُ سَيِّئِ الْحِفْظِ : هُوَ مَنْ لَمْ يُرْجَحْ جَانِبُ إِصَابَتِهِ عَلَى جَانِبِ خَطِيئِهِ .

۲ - أَنْوَاعُهُ : سَيِّئُ الْحِفْظِ نَوْعَانِ : (أ) إِمَّا أَنْ يَنْشَأَ سُوءُ الْحِفْظِ مَعَهُ مِنْ أَوَّلِ حَيَاتِهِ

وَيُلَازِمُهُ فِي جَمِيعِ حَالَاتِهِ ، وَيُسَمَّى خَبْرُهُ "الشَّاذُّ" عَلَى رَأْيِ بَعْضِ أَهْلِ

الْحَدِيثِ . (ب) وَإِمَّا أَنْ يَكُونَ سُوءُ الْحِفْظِ طَارِئًا عَلَيْهِ ، إِمَّا لِكِبَرِهِ أَوْ لِدَهَابِ

بَصَرِهِ أَوْ لِاخْتِرَاقِ كُتُبِهِ فَهَذَا يُسَمَّى "الْمُخْتَلَطُ" .

- ترجمہ : حافظہ کی کمزوری۔ کمزور حافظہ والے کی تعریف: وہ راوی جس کی درستگی کی نسبت کو اس کی غلطی کی نسبت پر ترجیح نہ دی جائے۔ اس کی قسمیں: کمزور حافظہ والا دو قسموں پر ہے: (ا) یا تو حافظہ کی کمزوری اس میں زندگی کی ابتداء ہی سے موجود ہو اور تمام حالات میں اس پر مسلط رہتی ہو، اس کی خبر کو بعض اہل حدیث کی رائے پر "شاذ" کہتے ہیں۔ (ب) اور یا حافظہ کی کمزوری اس پر طاری ہوگئی ہو یا تو بڑھاپے کی وجہ سے یا بینائی چلی جانے کی وجہ سے یا اس کی کتابیں جل جانے کی وجہ سے تو اس کا نام "مختلط" رکھا جاتا ہے۔

شرح :- ”سوء“ باب نصر سے مصدر ہے جس کے معنی کسی چیز کے بُرے اور کمزور ہو جانا کے ہیں، کسی کے متعلق گمان بُرا ہو۔ نو لگے تو اس کو کہتے ہیں ”سَاءَ الظَّنُّ بِهِ“ سَيِّءٌ اسی سے صفت مشبہ ہے اور حفظ بمعنی حاقسمو۔

ہر انسان کچھ نہ کچھ غلطیاں کرتا ہی ہے لیکن اصطلاح کے مطابق کمزور حاقسمو والا وہ شخص ہے جس کی غلطی اس کی درستگی سے زیادہ ہو جائے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) اگر حاقسمو کی کمزوری بچپن سے لاحق ہو اور ہر وقت اس کے ساتھ رہتی ہو تو اس کو بعض علمائے حدیث کے نزدیک شاذ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (جبکہ یہ پہلے گزر چکا ہے کہ کبھی ر کے نزدیک شاذ میں ثقہ کی مخالفت کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ حاقسمو کی کمزوری کا)۔ اگر حاقسمو کی کمزوری بچپن سے لاحق نہ ہو بلکہ کسی خاص وجہ سے اس پر طاری ہوئی ہو جیسے بڑھاپے سے یا بینائی جاتی رہنے سے یا کتابیں جل جانے کی وجہ سے تو اس راوی کا نام مختلط رکھا جاتا ہے۔

۳ - حُكْمُ رِوَايَتِهِ : (أ) أَمَّا الْأَوَّلُ : وَهُوَ مَنْ نَشَأَ عَلَى سُوءِ الْحِفْظِ فِرِوَايَتُهُ مَرْدُودَةٌ (ب) وَأَمَّا الثَّانِي أَيْ الْمُخْتَلَطُ ، فَالْحُكْمُ فِي رِوَايَتِهِ التَّفْصِيلُ الْآتِي : ۱ فَمَا حَدَّثَ بِهِ قَبْلَ الْإِخْتِلَاطِ وَتَمَيَّزَ ذَلِكَ : فَمَقْبُولٌ ۲ وَمَا حَدَّثَ بِهِ بَعْدَ الْإِخْتِلَاطِ : فَمَرْدُودٌ ۳ وَمَا لَمْ يَتَمَيَّزْ أَنَّهُ حَدَّثَ بِهِ قَبْلَ الْإِخْتِلَاطِ أَوْ بَعْدَهُ : تَوَقَّفَ فِيهِ حَتَّى يَتَمَيَّزَ .

ترجمہ :- اس کی روایت کا حکم: (۱) جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے اور یہ وہ شخص ہے جس کا آغاز ہی حاقسمو کی کمزوری کے ساتھ ہو، تو اس کی روایت مردود ہے۔ (ب) اور رہا دوسرا یعنی مختلط تو اس کی روایت کا حکم مندرجہ ذیل تفصیل ہے: (۱) جو حدیث اس نو اختلاط سے پہلے بیان کی ہو وہ مقبول ہے۔ (۲) اور جو حدیث اس نو اختلاط کے بعد بیان کی ہو مردود ہے۔ (۳) اور جس میں تمیز نہ ہو سکے کہ اختلاط سے پہلے بیان کی ہے یا اس کے بعد تو اس میں جب تک تمیز نہ ہو جائے توقف کیا جائے گا۔

شرح :- سوء حفظ کے شکار راوی کی روایت قبول کر۔ نو میں یہ تفصیل ہے کہ اگر بچپن ہی سے

ایسا ہے تو اس کی روایت مردود ہے اور اگر پہلے حاقسمودرست تھا لیکن بعد میں وہ اختلاط کا شکار ہوا اور اس کا حاقسمو کمزور ہو گیا تو جو روایت اس نو اختلاط سے بیان کی ہوگی وہ مقبول ہوگی اور جو روایت اختلاط کے بعد بیان کی ہو وہ مردود ہوگی، البتہ جس روایت کے متعلق یہ واضح نہ ہو سکے کہ اس نو اختلاط سے پہلے بیان کی ہے یا اختلاط کے بعد؟ تو اس کے متعلق قبول و رد کا حکم لگا نو سے اس وقت تک رک جائیں گے جب تک اس کی پہچان نہ ہو جائے کہ پہلے بیان کی یا بعد میں۔ اختلاط کی کچھ تفصیل ”مَنْ اخْتَلَطَ مِنَ الثَّقَاتِ“ کے عنوان کے تحت آگے آئے گی۔

الْفَصْلُ الرَّابِعُ : الْخَبَرُ الْمُشْتَرَكُ بَيْنَ الْمَقْبُولِ وَالْمَرْدُودِ

- الْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : تَقْسِيمُ الْخَبَرِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى مَنْ أُسْنِدَ إِلَيْهِ . - الْمَبْحَثُ الثَّانِي : أَنْوَاعُ مُتَفَرِّقَةٍ مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ الْمَقْبُولِ وَالْمَرْدُودِ .

ترجمہ چوتھی فصل: وہ خبر مقبول و مردود کے درمیان مشترک ہے۔ بحث اول: خبر کی اس کی مسند الیہ کے اعتبار سے تقسیم۔ بحث دوم: مقبول و مردود کے درمیان مشترک چند مختلف اقسام۔
شرح :- اب تک جو تفصیل بیان کی گئی وہ یا تو خبر مقبول کے بارے میں تھی یا پھر خبر مردود کے بارے میں۔ جب ان دونوں کے انفرادی ابحاث سے فراغت ہوئی تو اب یہاں سے ان دونوں کی وہ تفصیل ہو رہی ہے جس میں دونوں شریک ہیں۔ چنانچہ پہلی بحث اس موضوع سے متعلق ہے کہ خبر کی جس ذات کی طرف نسبت کی جاتی ہے یعنی منسوب الیہ و مسند الیہ، اس کے اعتبار سے خبر کا کونسا کونسا نام ہوتا ہے اور کتنی مزید قسمیں حاصل ہوتی ہیں۔ جبکہ دوسری بحث ان مختلف اقسام کی احادیث کے بیان میں ہیں جو جمہو مقبول ہوتی ہیں اور جمہو مردود گویا ان کے درمیان مشترک ہیں۔

الْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : تَقْسِيمُ الْخَبَرِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى مَنْ أُسْنِدَ إِلَيْهِ

يَنْقَسِمُ الْخَبَرُ بِالنِّسْبَةِ إِلَى مَنْ أُسْنِدَ إِلَيْهِ إِلَى أَرْبَعَةِ أَقْسَامٍ وَهِيَ :
الْحَدِيثُ الْقُدْسِيُّ - الْمَرْفُوعُ - الْمَوْقُوفُ - الْمَقْطُوعُ . وَإِلَيْكَ بَحْثُ هَذِهِ

الْأَقْسَامُ تَفْصِيلاً عَلَى التَّوَالِي .

ترجمہ : بحث اول: خبر کی اس کے منسوب الیہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے تقسیم۔ خبر اپنے منسوب الیہ کی طرف نسبت کر نو کے اعتبار سے چار فظوں میں منقسم ہوتی ہے اور وہ حدیث قدسی، مرفوع، موقوف اور مقطوع ہیں۔ ان اقسام کی بالترتیب مفصل بحث ملاحظہ کیجیے۔

شرح :- خبر کی نسبت یا تو خالق کی طرف ہوگی یا مخلوق کی طرف۔ اگر خالق کائنات اللہ رب العالمین کی جانب منسوب ہو تو اس کو حدیث قدسی کہتے ہیں، اور اگر مخلوق کی طرف منسوب ہو تو پھر اگر حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب ہو تو اس کو حدیث مرفوع کہتے ہیں، اگر صحابہ کی طرف منسوب ہو تو اس کو حدیث موقوف کہتے ہیں اور اگر من بعد الصحابہ کی طرف منسوب ہو تو اس کا نام حدیث مقطوع رکھتے ہیں۔ آگے ہر ایک کی تفصیل ہے۔

الْحَدِيثُ الْقُدْسِيُّ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : الْقُدْسِيُّ نِسْبَةٌ إِلَى " الْقُدْسِ " أَيِ الطَّهْرِ ، كَمَا فِي الْقَامُوسِ
أَيِ الْحَدِيثِ الْمَنْسُوبِ إِلَى الذَّاتِ الْقُدُسِيَّةِ وَهُوَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى . (ب)
إِصْطِلَاحاً : هُوَ مَا نُقِلَ إِلَيْنَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ إِسْنَادِهِ إِيَّاهُ إِلَى رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ .

ترجمہ : حدیث قدسی۔ اس کی تعریف: (ا) لغت کے اعتبار سے: قدسی، قدس یعنی پاکی کی طرف نسبت ہے جیسا کہ قاموس میں ہے، مراد وہ حدیث ہے جو پاک ذات یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ حدیث جو ہم تک نبی کریم ﷺ کے واسطے سے منقول ہو آپ ﷺ کے اس کو اپنے رب عزوجل کی طرف منسوب کر نو کے ساتھ۔

شرح :- القدسی، یہ قدس کی طرف نسبت ہے اور قدس کے معنی ہیں "پاکی" گویا حدیث قدسی وہ حدیث ہوئی جس کی نسبت سب سے مقدس اور پاک ذات یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہو۔ اصطلاح کے مطابق حدیث قدسی وہ حدیث مثلاًتی ہے جو نبی کریم ﷺ اپنے رب تعالیٰ شانہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بیان کریں۔

۲ - اَلْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقُرْآنِ : هُنَاكَ فُرُوقٌ كَثِيرَةٌ أَشْهَرُهَا مَا يَلِينِي : (أ) أَنَّ الْقُرْآنَ لَفْظُهُ وَمَعْنَاهُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى وَالْحَدِيثُ الْقُدْسِيُّ مَعْنَاهُ مِنَ اللَّهِ وَلَفْظُهُ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ . (ب) وَالْقُرْآنُ يُتَعَبَّدُ بِتِلَاوَتِهِ وَالْحَدِيثُ الْقُدْسِيُّ لَا يُتَعَبَّدُ بِتِلَاوَتِهِ . (ج) الْقُرْآنُ يُشْتَرَطُ فِي ثُبُوتِهِ التَّوَاتُرُ ، وَالْحَدِيثُ الْقُدْسِيُّ لَا يُشْتَرَطُ فِي ثُبُوتِهِ التَّوَاتُرُ .

ترجمہ :- حدیث قدسی اور قرآن مجید کے درمیان فرق: ان کے درمیان بہت سارے فرق ہیں، ان میں سے مشہور یہ ہیں: (ا) قرآن، اس کا لفظ اور معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حدیث قدسی، اس کا معنی اللہ کی طرف سے اور لفظ نبی کریم ﷺ کی جانب سے ہے۔ (ب) قرآن مجید، اس کی تلاوت سے عبادت ادا کی جاتی ہے اور حدیث قدسی، اس کی تلاوت سے عبادت ادا نہیں کی جاتی۔ (ج) قرآن، اس کے ثبوت کے لیے تواتر شرط ہے اور حدیث قدسی، اس کے ثبوت کے لیے تواتر شرط نہیں۔

شرح :- قرآن مجید اور حدیث قدسی کے درمیان کئی اعتبار سے فرق موجود ہے کہلا (۱) قرآن شریف کے الفاظ و معانی دونوں من جانب اللہ ہیں جبکہ حدیث قدسی کے معانی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء ہوتے ہیں اور الفاظ حضور ﷺ کے اپنے اختیار کردہ ہوتے ہیں۔ (۲) قرآن مجید کے الفاظ پڑھ کر عبادت ادا کی جاتی ہے کہلا نماز وغیرہ میں لیکن حدیث قدسی کے الفاظ سے کوئی عبادت ادا نہیں کی جاتی۔ (۳) قرآن مجید کے لیے تواتر کی شرط ہے، تواتر کے بغیر قرآن کا ثبوت نہیں ہو سکتا جبکہ حدیث قدسی متواتر بھی ہو سکتی ہے، مشہور، عزیز اور غریب بھی۔

۳ - عَدَدُ الْأَحَادِيثِ الْقُدْسِيَّةِ : وَالْأَحَادِيثُ الْقُدْسِيَّةُ لَيْسَتْ بِكَثِيرَةٍ بِالنِّسْبَةِ لِعَدَدِ الْأَحَادِيثِ النَّبَوِيَّةِ، وَعَدَدُهَا يَزِيدُ عَلَى الْمِائَتَيْنِ حَدِيثٌ .

۴ - مِثَالُهُ : مَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيَمَا رَوَى عَنِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ : "يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظْلِمُوا " .

ترجمہ : احادیثِ قدسیہ کی تعداد: احادیثِ قدسیہ، احادیثِ نبویہ کی نسبت زیادہ نہیں ہیں، ان کی تعداد دو سو سے زائد ہے۔ حدیثِ قدسی کی مثال: وہ حدیث جس کو مسلم نو اپنی صحیح میں حضرت ابو ذرؓ سے روایت کیا، وہ نبی کریم ﷺ سے ان باتوں کے ضمن میں نقل کرتے ہیں جو آپ ﷺ سے روایت کی ہیں کہ اللہ تعالیٰٰ نے فرمایا: ”اے میرے بندو! میں نو اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیا تو تم ظلم مت کرو.....“۔

شرح :- جس طرح حدیثِ نبوی ﷺ کی کثرت ہے کہ اس کی تعداد ہزاروں سے بھی متجاوز ہے اس طرح حدیثِ قدسی کی تعداد نہیں ہے، بلکہ حدیثِ قدسی جو مروی ہے اس کی تعداد دو سو سے کچھ اوپر نقل کی گئی ہے۔ حدیثِ قدسی کی مثال مسلم شریف کی مذکورہ بالا حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ سے حدیثِ روایت فرما رہے ہیں۔

۵ - صِيغُ رِوَايَتِهِ : لِرَاوِي الْحَدِيثِ الْقُدْسِيِّ صِيغَتَانِ يَرْوِي الْحَدِيثَ بِأَيِّهِمَا شَاءَ وَهُمَا : (أ) قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِيمَا يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ . (ب) قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِيمَا رَوَاهُ عَنْهُ رَسُولُهُ ﷺ . ۶ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : الْإِتِّحَافَاتُ السَّنِيَّةُ بِالْأَحَادِيثِ الْقُدْسِيَّةِ . لِعَبْدِ الرَّءُوفِ الْمُنَاوِي ، جَمَعَ فِيهِ ۲۷۲ / حَدِيثًا .

ترجمہ : اس کی روایت کے صیغے: حدیثِ قدسی کے لیے دو صیغے مقرر ہیں جن میں سے کسی کے ساتھ بھی حدیثِ روایت کر سکتا ہے، وہ یہ ہیں: (ا) رسول اللہ ﷺ نو ان احادیث میں جو آپ اپنے رب تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا۔ (ب) اللہ تعالیٰ نو ان احادیث میں جن کو ان سے ان کے رسول ﷺ نو روایت کیا ہے، فرمایا۔ اس بارے میں زیادہ مشہور تصنیف: الاتحافات السنیہ بالاحادیث القدسیہ: یہ عبدالرؤف مناویؒ کی تصنیف ہے، اس میں آپ نو ۲۷۲ حدیثیں جمع فرمائی ہیں۔

شرح :- احادیثِ قدسیہ کو روایت کر نو کے دو طریقے ہیں: (۱) یوں کہا جائے کہ اللہ کے رسول ﷺ نو اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا۔ (۲) یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نو اپنے حبیب ﷺ کی بیان کردہ احادیث میں فرمایا۔ بہر حال اس طرح روایت کرے کہ وہ بات اللہ تعالیٰ

کی طرف منسوب ہو مگر رسول پاک ﷺ کے واسطے سے۔ واللہ اعلم

الْمَرْفُوعُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمٌ مَفْعُولٍ مِنْ فِعْلِ "رَفَعَ" ضِدِّ "وَضَعَ" كَأَنَّهُ سُمِّيَ بِذَلِكَ لِإِسْبَتِهِ إِلَى صَاحِبِ الْمَقَامِ الرَّفِيعِ وَهُوَ النَّبِيُّ ﷺ. (ب) اِصْطِلَاحًا : مَا أُضِيفَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ أَوْ تَقْرِيرٍ أَوْ صِفَةٍ. ۲ - شَرْحُ التَّعْرِيفِ : أَيْ هُوَ مَا نُسِبَ أَوْ مَا أُسْنِدَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ سَوَاءً كَانَ هَذَا الْمُضَافُ قَوْلًا لِلنَّبِيِّ ﷺ أَوْ فِعْلًا أَوْ تَقْرِيرًا أَوْ صِفَةً ، وَسَوَاءً كَانَ الْمُضِيفُ هُوَ الصَّحَابِيُّ أَوْ مَنْ دُونَهُ ، مُتَّصِلًا كَانَ الْإِسْنَادُ أَوْ مُنْقَطِعًا ، فَيَدْخُلُ فِي الْمَرْفُوعِ الْمَوْصُولُ وَالْمُرْسَلُ وَالْمُتَّصِلُ وَالْمُنْقَطِعُ ، هَذَا هُوَ الْمَشْهُورُ فِي حَقِيقَتِهِ وَهُنَاكَ أَقْوَالٌ أُخْرَى فِي حَقِيقَتِهِ وَتَعْرِيفِهِ .

- ترجمہ مرفوع۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ رَفَعَ فعل سے اسم مفعول ہے جو وَضَعَ کا ضد ہے گویا اس کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ اس کی نسبت بلند مقام والی ذات کی طرف ہوتی ہے اور وہ آنحضرت ﷺ ہیں۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ قول یا فعل یا تقریر یا صفت جس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ تعریف کی وضاحت: یعنی وہ حدیث ہے جس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہو، برابر ہے کہ یہ منسوب نبی پاک ﷺ کا کوئی قول ہو یا فعل یا تقریر یا صفت و حالت، اور برابر ہے کہ نسبت کر نو والاصحابی ہو یا اس سے نیچے کے لوگ، اسناد متصل ہو یا منقطع، لہذا مرفوع میں موصول، مرسل، متصل اور منقطع داخل ہو جائیں گے، یہی اس کی حقیقت میں مشہور ہے، چند اقوال اور ہیں جو اس کی حقیقت اور تعریف کے بارے میں ہیں۔

شرح :- مرفوع، باب فتح کے مصدر الرَّفْع سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، رفع کے معنی ہیں بلند کرنا، تو مرفوع وہ جس کو بلند کیا گیا ہو، حدیث کو مرفوع اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کی نسبت بھی ایک بلند رتبہ ہستی کی طرف کی جاتی ہے جس سے اس کی بھی شان بلند ہو جاتی ہے۔ بلند رتبہ سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

اصطلاح اصول حدیث میں مرفوع ہر اس قول، فعل، تقریر یا صفت کو کہتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہو یعنی یہ بیان کیا گیا ہو کہ اس قول کے قائل یا فعل کے فاعل، یا تقریر کنندہ یعنی ثابت کر نو والے یا صفت سے متصف ذات آپ ﷺ ہیں نہ کہ کوئی اور۔ جب مرفوع کی تعریف میں صرف آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہو نو کا اعتبار ہے اور کوئی قید نہیں تو اس کے تحت کئی اقسام کی حدیث داخل ہو جائے گی کہلا متصل، مرسل اور منقطع وغیرہ جب تک ان کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف ہو۔ مرفوع کی تعریف کے متعلق دوسرا قول خطیب بغدادی کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مرفوع وہ حدیث ہے جس میں صحابی نبی کریم ﷺ کا فعل یا قول نقل کرے۔ کبھی رکے نزدیک وہی تعریف مقبول ہے جو اوپر بیان ہوئی۔

۳ - أَنْوَاعُهُ : يَتَبَيَّنُ مِنَ التَّعْرِيفِ أَنَّ أَنْوَاعَ الْمَرْفُوعِ أَرْبَعَةٌ وَهِيَ : (أ) الْمَرْفُوعُ الْقَوْلِيُّ . (ب) الْمَرْفُوعُ الْفِعْلِيُّ . (ج) الْمَرْفُوعُ التَّقْرِيرِيُّ . (د) الْمَرْفُوعُ الْوَصْفِيُّ . ۴ - أَمْثَلُهُ : (۱) مِثَالُ الْمَرْفُوعِ الْقَوْلِيِّ : أَنَّ يَقُولَ الصَّحَابِيِّ أَوْ غَيْرُهُ " قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَذَا " . (۲) مِثَالُ الْمَرْفُوعِ الْفِعْلِيِّ : أَنَّ يَقُولَ الصَّحَابِيِّ أَوْ غَيْرُهُ : " فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَذَا " . (۳) مِثَالُ الْمَرْفُوعِ التَّقْرِيرِيِّ : أَنَّ يَقُولَ الصَّحَابِيِّ أَوْ غَيْرُهُ : " فَعَلَ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ ﷺ كَذَا " وَلَا يَرَوِي إِنْكَارَهُ لِذَلِكَ الْفِعْلِ . (۴) مِثَالُ الْمَرْفُوعِ الْوَصْفِيِّ : أَنَّ يَقُولَ الصَّحَابِيِّ أَوْ غَيْرُهُ : " كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا " .

- ترجمہ مرفوع کے اقسام: تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ مرفوع کے اقسام چار ہیں، اور وہ یہ ہیں: (۱) مرفوع قولی (ب) مرفوع فعلی (ج) مرفوع تقریری (د) مرفوع وصفی۔ ان کی مثالیں: (۱) مرفوع قولی کی مثال: یہ کہ صحابی یا کوئی اور یوں کہے: ”رسول اللہ ﷺ نو اس طرح فرمایا۔“ (۲) مرفوع فعلی کی مثال: یہ کہ صحابی یا کوئی اور یوں کہے: ”رسول اللہ ﷺ نو اس طرح کیا۔“ (۳) مرفوع تقریری کی مثال: یہ کہ صحابی یا کوئی اور یوں کہے: ”نبی کریم ﷺ کے سامنے ایسا کیا گیا۔“ (۴) مرفوع وصفی کی مثال: یہ کہ صحابی یا کوئی اور یوں کہے: ”رسول اللہ ﷺ لوگوں میں

سب سے اچھے اخلاق والے تھے۔

شرح :- مرفوع کی چار قسمیں ہیں: (۱) مرفوع قوی: جس میں آپ ﷺ کا قول مذکور ہو۔
(۲) مرفوع فعلی: جس میں آپ ﷺ کا فعل مذکور ہو۔ (۳) مرفوع تقریری: جس میں آپ ﷺ کی تقریر مذکور ہو۔ (۴) مرفوع وصفی: جس میں آپ ﷺ کی صفت مذکور ہو۔ ان سب کی مثالیں واضح ہیں۔

الْمَوْقُوفُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمٌ مَفْعُولٍ مِّنْ "الْوَقْفِ" كَأَنَّ الرَّاَوِيَّ وَقَفَ بِالْحَدِيثِ عِنْدَ الصَّحَابِيِّ وَلَمْ يُتَابِعْ سَرْدَ بَاقِي سِلْسِلَةِ الْاِسْنَادِ . (ب) اِصْطِلَاحًا : مَا أُضِيفَ اِلَى الصَّحَابِيِّ مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اَوْ تَقْرِيرٍ . ۲ - شَرْحُ التَّعْرِيفِ : اَيُّ هُوَ مَا نُسِبَ اَوْ اُسْنِدَ اِلَى صَحَابِيٍّ اَوْ جَمَعَ مِنَ الصَّحَابَةِ سَوَاءً كَانَ هَذَا الْمَنْسُوبُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا اَوْ فِعْلًا اَوْ تَقْرِيرًا ، وَسَوَاءً كَانَ السَّنَدُ اِلَيْهِمْ مُتَّصِلًا اَوْ مُنْقَطِعًا .

ترجمہ :- موقوف۔ اس کی تعریف: (۱) لغت کے اعتبار سے: یہ الوقف سے اسم مفعول ہے گویا راوی نو صحابی پر حدیث روک دی اور سند کے بقیہ سلسلہ کا بیان جاری نہیں رکھا۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ قول یا فعل یا تقریر جس کی نسبت صحابی کی طرف کی گئی ہو۔ تعریف کی وضاحت: یعنی وہ بات جس کی نسبت کسی ایک صحابی یا صحابہ کرام کی ایک جماعت کی طرف کی گئی ہو برابر ہے کہ ان کی طرف منسوب کی جا نو والی بات قول ہو یا فعل یا تقریر، اور برابر ہے کہ ان تک سند متصل ہو منقطع۔

شرح :- موقوف، باب ضرب کے مصدر الوقف سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، لغوی معنی روکا ہوا، حدیث کو موقوف اس مناسبت سے کہا جاتا ہے کہ راوی بھی حدیث کی سند صحابی کے ذکر پر روک دیتا ہے اور اسے آگے نہیں بڑھاتا۔ اصطلاح کے اعتبار سے موقوف اس حدیث کا نام ہے جس میں کسی صحابی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔ اس میں اس بات کی قید نہیں کہ وہ متصل ہو لہذا منقطع

بھی موقوف ہو سکتا ہے۔ جس طرح مرفوع کو قولی، فعلی، تقریری میں تقسیم کیا گیا تھا موقوف کو بھی ان تین نظروں میں تقسیم کرنا ممکن ہے۔

۳ - اَمْثَلَةٌ: (أ) مِثَالُ الْمَوْقُوفِ الْقَوْلِي: قَوْلُ الرَّاَوِي، قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: 'حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ، أَتَرِيدُونَ أَنْ يُكَذِّبَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ' [البخاری] (ب) مِثَالُ الْمَوْقُوفِ الْفِعْلِيِّ: قَوْلُ الْبُخَارِيِّ: "وَأَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَيْمِّمٌ". (ج) مِثَالُ الْمَوْقُوفِ التَّقْرِيرِيِّ: كَقَوْلِ بَعْضِ التَّابِعِينَ مَثَلًا: "فَعَلْتُ كَذَا أَمَامَ أَحَدِ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيَّ".

ترجمہ: چند مثالیں: (أ) موقوف قولی کی مثال: راوی کا کہنا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نو فرمایا: "لوگوں سے وہ بات بیان کرو جسے وہ پہچانتے ہو، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے؟"۔ (ب) موقوف فعلی کی مثال: بخاری کا قول: "اور ابن عباسؓ نو تیمم کی حالت میں امامت کرائی"۔ (ج) موقوف تقریری کی مثال: کہلا جیسے بعض تابعین کا یہ کہنا: "میں نو ایک صحابی کے سامنے اس طرح کیا اور انہوں نو مجھ پر نکیر نہیں کی"۔

شرح: - موقوف کی تینوں اقسام کی مثال پیش کی گئی ہے۔ ان میں سے حضرت علیؓ کی طرف منسوب قول موقوف قولی ہے جس میں آپ لوگوں سے ان کی سمجھ بوجھ کے مطابق گفتگو کر نو اور ان کی سطح سے اونچی بات یا حدیث بیان کر نو سے منع فرما رہے ہیں کہیں وہ اللہ و رسول کی بات کو نہ جھٹلائیں۔ ابن عباسؓ کے امامت کرا نو کا ذکر موقوف فعلی ہے کیونکہ صحابی کا ایک عمل مذکور ہے۔ بعض تابعین کا صحابہ کرامؓ کے سامنے کوئی عمل کر کے اس پر صحابہ کے نکیر نہ ر نو کا ذکر موقوف تقریری ہے اور واضح ہے۔

۴ - اِسْتِعْمَالٌ آخَرُ لَهُ: يُسْتَعْمَلُ اسْمُ الْمَوْقُوفِ فِيمَا جَاءَ عَنْ غَيْرِ الصَّحَابَةِ لَكِنْ مُقَيَّدًا، فَيُقَالُ مَثَلًا: "هَذَا حَدِيثٌ وَقَّعَهُ فَلَانٌ عَلَى الزُّهْرِيِّ أَوْ عَلَى عَطَاءٍ وَنَحْوُ ذَلِكَ". ۵ - اِصْطِلَاحُ فَقَهَاءِ خُرَاسَانَ: يُسَمَّى فَقَهَاءُ خُرَاسَانَ: (أ) الْمَرْفُوعُ: خَبَرًا. (ب) وَالْمَوْقُوفُ: أَثَرًا. أَمَّا الْمُحَدِّثُونَ فَيُسَمُّونَ كُلَّ ذَلِكَ

”أَثَرًا“ لِأَنَّهُ مَأْخُذٌ مِنْ ”أَثَرْتُ الشَّيْءَ“ أَيْ رَوَيْتُهُ.

ترجمہ : اس کا ایک دوسرا استعمال: موقوف کا نام اس حدیث کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو غیر صحابی سے منقول ہو لیکن قید کے ساتھ، تو کہلا یوں کہا جائے گا: ”یہ حدیث ہے جس کو فلاں نو زہریٰ پر یا عطاء پر موقوف ہے“، اسی طرح اور بھی جملے۔ فقہاء خراسان کی اصطلاح: فقہاء خراسان (ا) مرفوع کو خبر (ب) اور موقوف کو اثر کہتے ہیں۔ البتہ محدثین ان سب کو اثر کا نام دیتے ہیں اس لیے کہ وہ ”أَثَرْتُ الشَّيْءَ“ سے ماخوذ ہے یعنی میں نو اس کو روایت کیا۔

شرح :- صحابی کے علاوہ کسی کا قول، فعل یا تقریر ہو تو اس کے لیے عام لفظ مقطوع ہے لیکن اس کے باوجود جمہو جمہو صحابی کے نیچے افراد جیسے تابعین وغیرہ ہو گئے، ان سب کے لیے بھی لفظ موقوف استعمال کر لیا جاتا ہے مگر ان کی طرف نسبت کرنی پڑتی ہے۔ کہلا جب امام زہریٰ اور حضرت عطاء کا کوئی عمل بتانا ہو تو اس کو یوں کہیں گے ”فلاں راوی نو اس کو زہریٰ پر یا عطاء پر موقوف کیا ہے“، یہ دونوں تابعی ہیں، اور جب مطلق موقوف کہا جائے تو اس سے مراد صحابی کی طرف منسوب عمل ہوگا۔ یہ تمام تفصیل محدثین کے ہاں ہے۔ فقہاء خراسان نو ایک نئی اصطلاح قائم کی ہے چنانچہ ان کے ہاں حدیث مرفوع کا نام خبر ہے اور حدیث موقوف کا نام اثر۔ ان کے برعکس محدثین کے نزدیک اثر ایک عام لفظ ہے جس کا اطلاق ان میں سے سب پر ہوتا ہے، کیونکہ اثر کے لغوی معنی ہیں ”روایت کرنا“ اس لحاظ سے ہر طرح کی مروی اثر کہا جاتا ہے۔

۶ - فُرُوعٌ تَتَعَلَّقُ بِالْمَرْفُوعِ حُكْمًا: هُنَاكَ صُورٌ مِنَ الْمَوْقُوفِ فِي الْفَاطِهَا وَشَكْلِهَا، لَكِنَّ الْمُدَقِّقَ فِي حَقِيقَتِهَا يَرَى أَنَّهَا بِمَعْنَى الْحَدِيثِ الْمَرْفُوعِ، لِذَا أَطْلَقَ عَلَيْهَا الْعُلَمَاءُ اسْمَ ”الْمَرْفُوعِ حُكْمًا“ أَيْ إِنَّهَا مِنَ الْمَوْقُوفِ لَفْظًا الْمَرْفُوعِ حُكْمًا. وَمِنْ هَذِهِ الصُّوَرِ: (أ) أَنْ يَقُولَ الصَّحَابِيُّ - الَّذِي لَمْ يُعَرَفْ بِالْأَخْذِ عَنْ أَهْلِ الْكِتَابِ - قَوْلًا لَا مَجَالَ لِلِاجْتِهَادِ فِيهِ وَلَا لَهُ تَعَلُّقٌ بِلُغَةٍ أَوْ شَرْحٍ غَرِيبٍ مِثْلَ: ۱..... الْإِخْبَارِ عَنِ الْأُمُورِ الْمَاضِيَةِ، كَبَدْعِ الْخَلْقِ. ۲..... أَوْ الْإِخْبَارِ عَنِ الْأُمُورِ الْآتِيَةِ كَالْمَلَأِجِمِ وَالْفِتَنِ وَأَحْوَالِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ. ۳..... أَوْ الْإِخْبَارِ عَمَّا

يَحْصُلُ بِفِعْلِهِ ثَوَابٌ مَخْصُوصٌ أَوْ عِقَابٌ مَخْصُوصٌ ،
كَقَوْلِهِ مَنْ فَعَلَ كَذَا فَلَهُ أَجْرٌ كَذَا .

ترجمہ ص ۴ : چند ضمنی شکلیں جو حکم کے لحاظ سے مرفوع سے بلکہ رکھتی ہیں: اس مقام پر (احادیث کی) چند صورتیں ہیں جو اپنے الفاظ اور شکل کے لحاظ سے موقوف میں سے ہیں مگر ان کی حقیقت میں غور کرنے والا یہ دیکھے گا کہ یہ حدیث مرفوع کے درجے میں ہیں، اسی لیے علماء نے ان پر مرفوع حکماً کے نام کا اطلاق کیا ہے یعنی یہ بلحاظ لفظ موقوف میں سے ہیں اور بلحاظ حکم مرفوع میں سے ہیں۔ انہی صورتوں میں سے چند یہ ہیں: (۱) یہ کہ صحابی جس کا اہل کتاب سے لینا معروف نہ ہو، کوئی ایسی بات کہے جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو اور نہ ہی اس کا کسی لغت کی وضاحت یا کسی نامانوس لفظ کی تشریح سے کوئی بلکہ ہو، مثلاً (۱) گذشتہ امور سے متعلق بتلانا جیسے ابتدائے آفرینش۔ (۲) یا مستقبل کی باتوں کی خبر دینا جیسے جنگیں، فتنے اور روز قیامت کے حالات۔ (۳) یا اس کام کے متعلق بتلانا جس کے کرنے سے مخصوص ثواب یا مخصوص سزا ہوتی ہو جیسے یہ کہنا کہ جس نے ایسا کیا اس کو اتنا اجر ملے گا۔

ترجمہ ص ۵ :- یوں تو مرفوع کا اطلاق خاص اس حدیث پر ہوتا ہے جو صراحۃً رسول پاک ﷺ کی طرف منسوب ہو مگر کبھی کبھی موقوف پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے بشرطیکہ اس کی مندرجہ ذیل تین صورتیں ہوں: (۱) جب یہ اندازہ ہو کہ صحابی نے یہ بات اپنے اجتہاد یا رائے سے نہیں کہی کیونکہ اس جگہ اجتہاد کی گنجائش نہیں اور یہ بھی معلوم ہو کہ مذکورہ صحابی اہل کتاب سے روایت نقل کرنے والے نہیں ہیں اور نہ ہی اس قول کا بلکہ کسی لغت یا لفظ کی تشریح سے ہو ورنہ ظاہر یہ ہے کہ وہ تشریح اپنے طور پر کر رہے ہوں گے۔

اب ایسے امور تین قسم کے ہیں: (۱) صحابی کا گزری ہوئی باتوں کی خبر دینا مثلاً کائنات کی پیدائش وغیرہ کے واقعات۔ (۲) مستقبل میں پیش آنے والی چیزوں کی خبر دینا جیسے یہ بتلانا کہ اس قسم کی جنگیں یا فتنے پیش آئیں گے، اسی طرح صحابی کا قیامت کے احوال بتلانا۔ (۳) کسی کام کے متعلق مخصوص ثواب یا عذاب کا ذکر کرنا مثلاً یوں کہنا کہ جس نے فلاں دن کا روزہ رکھا اس کو اتنا

ثواب ملے گا یا جس نے فلاں گناہ کا ارتکاب کیا اس کو یہ عذاب ہوگا۔

ان تینوں صورتوں میں ظاہر یہ ہے کہ صحابی نے اپنی طرف سے بات نہیں کہی ہوگی تعلق ضرور اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ سے کچھ سنا ہوگا اور اسی کے مطابق خبر دے رہے ہیں کیونکہ اس میں انسان کا ذاتی فیصلہ قابل قبول نہیں اور نہ ہی کوئی اپنی رائے سے یہ سب کہہ سکتا ہے۔ تو یہ بظاہر موقوف ہے لیکن فی الحقیقت مرفوع۔

(ب) أَوْ يَفْعَلُ الصَّحَابِيُّ مَا لَا مَجَالَ لِاجْتِهَادٍ فِيهِ : كَصَلَاةٍ عَلَيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ أَكْثَرَ مِنْ رُكُوعَيْنِ . (ج) أَوْ يُخْبِرُ الصَّحَابِيُّ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ أَوْ يَفْعَلُونَ كَذَا أَوْ لَا يَرَوْنَ بَأْسًا بِكَذَا . ۱ فَإِنْ أَضَافَهُ إِلَى زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَالصَّحِيحُ أَنَّهُ مَرْفُوعٌ ، كَقَوْلِ جَابِرٍ : ” كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ “ . [متفق عليه] ۲ وَإِنْ لَمْ يُضَفَّهُ إِلَى زَمَنِهِ فَهُوَ مَوْقُوفٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ ، كَقَوْلِ جَابِرٍ : ” كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبُرْنَا ، وَإِذَا نَزَلْنَا سَبُحْنَا “ . [البخاری]

ترجمہ مراد : (ب) یا صحابی کا وہ کام کرنا جس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں: جیسے حضرت علیؓ کا نماز کسوف میں ہر رکعت کے اندر دو سے زیادہ رکوع کرنا۔ (ج) یا صحابی یہ خبر دے کہ لوگ اس طرح کہا کرتے تھے یا اس طرح کیا کرتے تھے یا اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں محسوس کرتے تھے۔ (۱) پس اگر اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کے ایام کی طرف کرے تو صحیح یہ ہے کہ وہ مرفوع ہے جیسے حضرت جابرؓ کا قول کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عزل کیا کرتے تھے۔ (۲) اور اگر اس کی نسبت آپ کے ایام کی طرف نہ کرے تو جمہور کے نزدیک وہ موقوف ہے جیسے حضرت جابرؓ کا قول کہ ہم جب چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔

نتیجہ :- صحابی کا غیر اجتہادی فعل بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہوگا جیسے معنی ل ہے کہ حضرت علیؓ نے نماز کسوف کی ادائیگی میں دو مرتبہ سے زیادہ رکوع کیا۔ اب یہ ظاہر ہے کہ نماز کے تمام افعال غیر قیاسی ہیں لہذا ان کا یہ فعل قیاس یا اجتہاد پر محمول نہیں کیا جاسکتا تعلق ضرور اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے کچھ سنایا آپ کے فعل کا مشاہدہ کیا ہوگا۔ اسی طرح صحابی کا صحابہ کرامؓ کے عمومی قول یا فعل

کی خبر دینا مثلاً یہ کہنا کہ صحابہ ایسا کہا کرتے تھے یا وہ ایسا کیا کرتے تھے تو یہ بھی حدیث مرفوع کے حکم ہو سکتا ہے مگر اس میں کچھ تفصیل ہے:

(۱) اگر صحابہ کے مذکورہ قول یا فعل کی نسبت نبی کریم ﷺ کے بابرکت ایام کی طرف ہو تو وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوگا کیونکہ بظاہر اس کا آپ ﷺ سے پوشیدہ رہنا مشکل ہے اور علم ہونے کے باوجود آپ کا اس سے منع نہ فرمانا یہ آپ کی طرف اس کام یا اس قول کی تقریر ہے اور آپ کی تقریر بھی حدیث مرفوع ہے۔ اس کی مثال حضرت جابرؓ کا یہ قول ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے عہد میں عزل کیا کرتے تھے۔ یہی صحیح قول ہے اور جمہور اسی کے قائل ہیں لیکن امام ابو بکر اسماعیلی کے نزدیک یہ قسم بھی موقوف ہے۔

(۲) اگر اس فعل یا قول کی نسبت نبی کریم ﷺ کے بابرکت زمانے کی طرف نہ کی گئی ہو تعلق مطلق کہا گیا ہو کہ صحابہ اس طرح کہتے یا کرتے تھے تو جمہور محدثین، فقہاء اور اصولیین کے نزدیک یہ موقوف ہی ہے، مرفوع نہیں جبکہ حاکم وغیرہ کے نزدیک یہ بھی مرفوع ہے۔ اس کی مثال حضرت جابرؓ کا یہ قول ہے کہ ہم جب اوپر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔ اس میں عہد نبوی کی طرف نسبت نہیں کی گئی ہے۔

(د) أَوْ يَقُولُ الصُّحَابِيُّ: "أَمَرْنَا بِكَذَا أَوْ نُهَيْنَا عَنْ كَذَا، أَوْ مِنَ السُّنَّةِ كَذَا" مِثْلَ قَوْلِ بَعْضِ الصُّحَابَةِ "أَمَرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُوتِرَ الْإِقَامَةَ". [متفق عليه] وَكَقَوْلِ أُمِّ عَطِيَّةَ: "نُهَيْنَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا". [متفق عليه] وَكَقَوْلِ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ: "مِنَ السُّنَّةِ إِذَا تَزَوَّجَ الْبَكْرَ عَلَى الشَّيْبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا". [متفق عليه] (هـ) أَوْ يَقُولُ الرَّاويُّ فِي الْحَدِيثِ عِنْدَ ذِكْرِ الصُّحَابِيِّ بَعْضَ هَذِهِ الْكَلِمَاتِ الْأَرْبَعِ وَهِيَ: "يَرْفَعُهُ أَوْ يَنْمِيهِ أَوْ يَبْلُغُ بِهِ أَوْ رِوَايَةً" كَحَدِيثِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رِوَايَةً: "تُقَاتِلُونَ قَوْمًا صِغَارَ الْأَعْيُنِ". [البخاری] (و) أَوْ يُفَسِّرُ الصُّحَابِيُّ تَفْسِيرًا لَهُ تَعْلُقُ بِسَبَبِ نَزُولِ آيَةٍ، كَقَوْلِ جَابِرٍ "كَانَتْ الْيَهُودُ تَقُولُ: مَنْ أَتَى امْرَأَتَهُ مِنْ دُبُرِهَا فِي قُبُلِهَا جَاءَ الْوَلَدُ أَحْوَلَ، فَأَنْزَلَ

اللَّهُ تَعَالَى: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ.....﴾ الآية. [مسلم]

ترجمہ: (د) یا صحابی کہے ”ہمیں ایسا حکم دیا گیا یا ہمیں اس سے منع کیا گیا یا سنت میں سے یہ ہے“ مثلاً بعض صحابہ کا قول کہ ”حضرت بلالؓ کو حکم ہوا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ۔ اور جیسے ام عطیہؓ کا کہنا کہ ”ہمیں (یعنی عورتوں کو) جنازوں کے پیچھے چلنے سے منع کیا گیا اور یہ ہم پر لازم نہیں کیا گیا“ اور جیسے ابو قلابہؓ کا حضرت انسؓ کے حوالے سے کہنا کہ: ”سنت میں سے ہے کہ جب شادی شدہ پر کنواری سے شادی کرے تو اس کے یہاں سات دن قیام کرے۔“ (ھ) یا راوی حدیث میں صحابی کا ذکر آنے پر مندرجہ ذیل کلمات میں کوئی کہے: يَرْفَعُهُ يَا يَنْمِيهِ يَا يَتْلُغْ بِهِ يَا رِوَايَةً جیسے اعرجؓ کی حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالے سے روایت حدیث ہے: ”پہچاری چھوٹی چھوٹی آنکھوں والی قوم سے لڑائی ہوگی۔“

(و) یا صحابی ایسی تفسیر بیان کرے جس کا آیت کے سبب نزول سے بلکہ ہو جیسے حضرت جابرؓ کا قول کہ ”یہود کہا کرتے تھے کہ جو شخص اپنی بیوی سے از جانب و بر قبل میں جماع کرے تو بچہ بھینکا پیدا ہوگا، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ.....﴾ (پہچاری عورتیں پہچاری کھیتیاں ہیں)۔

شرح:- مذکورہ بالا عبارت میں حدیث موقوف کی چند اور صورتیں ذکر کی گئی ہیں جو مرفوع کے حکم میں داخل ہیں اور واضح ہیں۔

۷- هَلْ يُحْتَجُّ بِالْمَوْقُوفِ؟ الْمَوْقُوفُ - كَمَا عَرَفْتَ - قَدْ يَكُونُ صَحِيحاً أَوْ حَسَناً أَوْ ضَعِيفاً لَكِنْ حَتَّى وَلَوْ ثَبَتَتْ مِثْلُهُ فَهَلْ يُحْتَجُّ بِهِ؟ وَالْجَوَابُ عَنْ ذَلِكَ أَنَّ الْأَصْلَ فِي الْمَوْقُوفِ عَدَمُ الْإِحْتِجَاجِ بِهِ، لِأَنَّهُ أَقْوَالٌ وَأَفْعَالٌ صَحَابِيَةٌ لَكِنَّهَا إِنْ ثَبَتَتْ فَإِنَّهَا تُقَوَّى بِبَعْضِ الْأَحَادِيثِ الضَّعِيفَةِ - كَمَا مَرُّ فِي الْمُرْسَلِ - لِأَنَّ حَالَ الصُّحَابَةِ كَانَ هُوَ الْعَمَلُ بِالسُّنَّةِ، وَهَذَا إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ حُكْمُ الْمَرْفُوعِ، أَمَّا إِذَا كَانَ مِنَ الَّذِي لَهُ حُكْمُ الْمَرْفُوعِ فَهُوَ حُجَّةٌ كَالْمَرْفُوعِ.

ترجمہ: کیا موقوف سے استدلال کیا جاسکتا ہے؟ موقوف جیسا کہ آپ نے بعیرنا، کبھی صحیح

ہوتا ہے یا حسن یا ضعیف لیکن اگر اس کی صحت ثابت ہو جائے تو کیا اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ موقوف کے بارے میں اصل ضابطہ اس سے استدلال نہیں کرنا ہے اس لیے کہ وہ صحابہ کے اقوال و افعال ہیں۔ مگر جب وہ ثابت ہوں تو بعض احادیث ضعیفہ کو تقویت پہنچائیں گے جیسا کہ مرسل کے بارے میں گذر چکا، کیونکہ صحابہ کا حال سنت پر عمل کرنا تھا، اور یہ اس وقت ہے جب اس کو مرفوع کا حکم حاصل نہ ہو، البتہ جب وہ (موقوف) ان احادیث موقوفہ میں سے ہو جنہیں مرفوع کا حکم حاصل ہوتا ہے تو وہ مرفوع کی طرح حجت ہے۔

نکات :- جس طرح حدیث مرفوعہ کبھی صحیح ہوتی ہے کبھی حسن اور کبھی ضعیف بھی، اسی طرح حدیث موقوفہ بھی کبھی صحیح کبھی حسن اور کبھی ضعیف ہوتی ہے مگر اگر وہ ثابت بھی ہو جائے تو جب تک مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق اس کا مرفوع حکماً ہونا ثابت نہ ہو کسی حدیث مرفوعہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہ مستقل حجت ہے، البتہ اس سے دوسری احادیث ضعیفہ کی تائید ہو سکتی ہے اور اس کی وجہ سے بعض علماء کے ہاں مرسل بھی قوی ہو سکتا ہے۔

الْمَقْطُوعُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ مَفْعُولٍ مِنْ " قَطَعَ " ضِدَّ " وَصَلَ " . (ب) اِصْطِلَاحًا : مَا اُضْهِفَ اِلَى التَّابِعِيِّ اَوْ مَنْ دُوْنَهُ مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ . ۲ - شَرْحُ التَّعْرِيفِ : اَيُّ هُوَ مَا نُسِبَ اَوْ اُسْنِدَ اِلَى التَّابِعِيِّ اَوْ تَابِعِ التَّابِعِيِّ فَمَنْ دُوْنَهُ مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ . وَالْمَقْطُوعُ غَيْرُ الْمُنْقَطِعِ ، لِأَنَّ الْمَقْطُوعَ مِنْ صِفَاتِ الْمُتَنِّ ، وَالْمُنْقَطِعُ مِنْ صِفَاتِ الْإِسْنَادِ اَيُّ إِنَّ الْحَدِيثَ الْمَقْطُوعَ مِنْ كَلَامِ التَّابِعِيِّ فَمَنْ دُوْنَهُ ، وَقَدْ يَكُونُ السَّنَدُ مُتَّصِلًا اِلَى ذَلِكَ التَّابِعِيِّ ، عَلَى حِينِ أَنَّ الْمُنْقَطِعَ يَعْنِي أَنَّ إِسْنَادَ ذَلِكَ الْحَدِيثِ غَيْرُ مُتَّصِلٍ ، وَلَا تَعَلَّقَ لَهُ بِالْمُتَنِّ .

ترجمہ : المقطوع۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ قَطَعَ سے اسم مفعول ہے جو وَصَلَ کا ضد ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ قول یا فعل جس کی نسبت تابعی یا اس سے

نیچے فرد کی طرف کی گئی ہو۔ تعریف کی وضاحت: یعنی وہ قول یا فعل جس کی نسبت تابعی یا تبع تابعی یا اس سے نیچے کسی فرد کی طرف کی گئی ہو، مقطوع منقطع سے مختلف ہے اس لیے کہ مقطوع متن کی صفات میں سے ہے اور منقطع اسناد کی صفات میں سے یعنی حدیث مقطوع تابعی یا اس سے نیچے فرد کے کلام سے ہے اور کبھی اس تابعی تک سند متصل ہوتی ہے جبکہ منقطع سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کی اسناد متصل نہیں اور اس کا متن سے بلکہ نہیں۔

شرح :- مقطوع، باب فتح کے مصدر القَطْع سے اسم مفعول ہے جس کے منقوہ ہیں کاٹنا، تو مقطوع کے منقوہ ہوئے ”کاٹا ہوا“، حدیث کو بھی مقطوع اسی مناسبت سے کہا جاتا ہے کہ اس کی نسبت صحابی سے کاٹ دی جاتی ہے تعلق اُسے تابعی یا تبع تابعی تک محدود رکھا جاتا ہے۔ اصطلاح محدثین کے مطابق تابعی یا اس سے نیچے کسی کی طرف منسوب قول یا فعل کو مقطوع کہتے ہیں۔ تابعی سے نیچے سے مراد تبع تابعی ہے۔

جس طرح مرفوع اور موقوف کبھی قول کبھی فعل اور کبھی تقریر ہوتے ہیں اسی طرح مقطوع بھی قول، فعل یا تقریر ہو سکتا ہے مگر عام طور سے صرف قول یا فعل مراد ہوتا ہے۔ مقطوع کی طرح منقطع کا ماخذ بھی القَطْع ہے یعنی کٹا ہوا مگر اصطلاح میں ان دونوں کے درمیان فرق کیا گیا ہے، چنانچہ مقطوع کا بلکہ متن سے ہے جب اس کی نسبت تابعی و من دونہ کی طرف کی جائے اور منقطع کا بلکہ سند سے ہے جب اس سے کوئی راوی محذوف ہو جائے۔ اسی بناء پر ان کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت پائی جاسکتی ہے یعنی جس طرح مقطوع متصل بھی ہوتا ہے اور منقطع بھی، اسی طرح منقطع بھی کبھی مرفوع ہوتا ہے کبھی موقوف اور کبھی مقطوع۔

۳۔ اَمْثَلَةٌ: (ا) مِثَالُ الْمَقْطُوعِ الْقَوْلِيِّ: قَوْلُ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ فِي الصَّلَاةِ خَلْفَ الْمُتَبَدِّعِ: ”صَلِّ وَعَلَيْهِ بِذَعْتِهِ“۔ [البخاری] (ب) مِثَالُ الْمَقْطُوعِ الْفِعْلِيِّ: قَوْلُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُنتَشِرِ ”كَانَ مَسْرُوقٌ يُرَخِّي السِّرَّ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَهْلِهِ وَيُقْبَلُ عَلَى صَلَاتِهِ وَيُخَلِّيهِمْ وَدُنْيَاهُمْ“۔ [حلیۃ الأولیاء]

ترجمہ: چند مثالیں: (ا) مقطوع قولی کی مثال: بدعتی کے پیچھے نماز سے متعلق حضرت حسن

بصری کا قول کہ ”نماز پڑھو، اور اس کی بدعت اسی کے اوپر ہے۔“ (ب) مقطوع فعلی کی مثال: حضرت ابراہیم بن محمد بن منتشر کا قول ”مسروق“ اپنے اور اپنے اہل خانہ کے درمیان پردہ ڈال دیتے اور اپنی نماز میں مشغول ہو جاتے اور انہیں ان کے دنیاوی امور میں مشغول رہنے دیتے۔“

نتیجہ:- ان میں سے پہلا حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ اگر امام بدعتی ہے تو تم اس کی پرواہ کیے تمہارا نماز پڑھ لو اور جو وبال ہو گا وہ اسی کے سر پر ہوگا (البتہ اگر بدعت مکفرہ ہو تو نماز نہیں ہوگی)، آپ نے متعدد صحابہ کی زیارت کی ہے اور مشہور تابعی ہیں لہذا آپ کا قول مقطوع قولی ہے۔ دوسرا حضرت مسروق کا عمل ہے، وہ بھی تابعی ہیں، عمل یہ ہے کہ آپ جب گھر میں نماز شروع کرتے تو اپنے اور گھر والوں کے درمیان پردہ حائل کر دیتے پھر وہ جو دنیاوی امور میں مشغول ہوتے اس کی وجہ سے اپنی نماز میں کمی نہ لائے متعلق نماز میں منہمک رہتے۔ یہ مقطوع فعلی ہے۔

۴ - حُكْمُ الْإِحْتِجَاجِ بِهِ : الْمَقْطُوعُ لَا يُحْتَجُّ بِهِ فِي شَيْءٍ مِنَ الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ أَيْ وَلَوْ صَحَّتْ نِسْبَتُهُ لِقَائِلِهِ لِأَنَّهُ كَلَامٌ أَوْ فِعْلٌ أَحَدِ الْمُسْلِمِينَ ، لَكِنْ إِنْ كَانَتْ هُنَاكَ قَرِينَةٌ تَدُلُّ عَلَى رَفْعِهِ ، كَقَوْلِ بَعْضِ الرُّوَاةِ : - عِنْدَ ذِكْرِ التَّابِعِيِّ - ”يَرْفَعُهُ“ مَثَلًا ، فَيُعْتَبَرُ عِنْدَئِذٍ لَهُ حُكْمُ الْمَرْفُوعِ الْمُرْسَلِ “ . ۵ - إِطْلَاقُهُ عَلَى الْمُنْقَطِعِ : أَطْلَقَ بَعْضُ الْمُحَدِّثِينَ كَالشَّافِعِيِّ وَالتَّطَبَّرَانِيِّ لَفْظَ ”الْمَقْطُوعِ“ وَأَرَادُوا بِهِ ”الْمُنْقَطِعَ“ أَيْ الَّذِي لَمْ يَتَّصِلْ إِسْنَادُهُ ، وَهُوَ اضْطِلَاحٌ غَيْرُ مَشْهُورٍ . وَقَدْ يُعْتَدَرُ لِلشَّافِعِيِّ بِأَنَّهُ قَالَ ذَلِكَ قَبْلَ اسْتِقْرَارِ الْإِضْطِلَاحِ ، أَمَّا التَّطَبَّرَانِيُّ فإِطْلَاقُهُ ذَلِكَ يُعْتَبَرُ تَجَوُّزًا عَنِ الْإِضْطِلَاحِ .

ترجمہ ۴: مقطوع سے حجت پیش کرنے کا حکم: مقطوع، اس سے کسی بھی حکم شرعی میں حجت پیش نہیں کی جاسکتی یعنی اگرچہ اس کی اپنے قائل کی طرف نسبت صحیح ہو، اس لیے کہ وہ مسلمانوں میں سے ہی ایک شخص کا کلام یا فعل ہے لیکن اگر وہاں پر کوئی قرینہ اس کے مرفوع ہونے پر دلالت کرے مثلاً جیسے بعض روایہ کا تابعی کا ذکر کرتے وقت کہنا ”وہ اس کو مرفوع بیان کیا کرتے تھے“ تو اس وقت اس کے لیے مرفوع مرسل کے حکم کا لحاظ کیا جائے گا۔ منقطع پر اس کا اطلاق: بعض محدثین جیسے امام

شافعی اور طبرانی وغیرہ، نے لفظ مقطوع کہا اور اس سے منقطع مراد لیا یعنی جس کی اسناد متصل نہ ہو، اور یہ غیر مشہور اصطلاح ہے۔ امام شافعیؒ کا یہ عذر بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اصطلاح مقرر کرنے سے پہلے کی بات ہے، البتہ طبرانی کا جہاں تک بلکہ ہے تو ان کا اس طرح کہنا اصطلاح سے تجاوز سمجھا جائے گا (یا اصطلاح سے مجاز سمجھا جائے گا)۔

شرح :- تابعی یا تبع تابعی کے قول کی وہ خصوصیات نہیں ہیں جو کم سے کم ایک صحابی کے قول کی ہوتی ہیں اسی لیے اس کے قول یا فعل کو قول صحابی یا فعل صحابی کی طرح حجت نہیں بنا سکتے جس کی تفصیل گذر چکی ہے، امام ابو حنیفہؒ کا قول مشہور ہے کہ: ”ہم رجالٌ ونحن رجالٌ“ (یعنی تابعین ہماری طرح ہی لوگ تھے) البتہ جب یہ تصریح ہو کہ تابعی یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا تعلق وہ حدیث مرفوع بیان کر رہا ہے تو پھر اس کی حیثیت مرفوع کی قسم مرسل کی طرح ہوگی جس میں صحابی کا واسطہ حذف کر دیا جاتا ہے۔

دوسری طرف یہ جاننا ضروری کہ جب تک مقطوع و منقطع کے درمیان فرق کی اصطلاح قائم نہیں ہوئی تھی بعض محدثین نے ایک دوسرے پر ان کا اطلاق کیا ہے چنانچہ امام شافعیؒ نے منقطع کے لیے مقطوع کا لفظ استعمال کیا ہے، البتہ اصطلاح مقرر ہونے کے بعد امام طبرانیؒ نے بھی منقطع پر لفظ مقطوع کا اطلاق کیا ہے اور یہ خالصتاً مجاز ہے ورنہ اصطلاح تو وہی ہے جو تمام محدثین اختیار کیے ہوئے ہیں۔

۶ - مِنْ مَّظَنَاتِ الْمَوْقُوفِ وَالْمَقْطُوعِ: (أ) مُصْنَفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ. (ب) مُصْنَفُ عَبْدِ الرَّزَّاقِ. (ج) تَفَاسِيرُ ابْنِ جَرِيرٍ وَابْنِ أَبِي حَاتِمٍ وَابْنِ الْمُنْذِرِ.

ترجمہ :- موقوف اور مقطوع کو تلاش کرنے کی جگہیں: (أ) مصنف ابن ابی شیبہ (ب) مصنف عبدالرزاق (ج) ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن منذر کی تفسیریں۔

تذکرہ :- موقوف یا مقطوع سے متعلق مستقل تصانیف نہیں ہیں البتہ مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق اور ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن منذر کی تفاسیر، نیز امام سیوطی کی تفسیر الدر المنثور وغیرہ کتب میں ان کی بڑی مقدار موجود ہے۔

الْمَبْحَثُ الثَّانِي : أَنْوَاعُ أُخْرَى مُشْتَرِكَةٌ بَيْنَ الْمَقْبُولِ وَالْمَرْدُودِ

الْمُسْنَدُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ مَفْعُولٍ مِنْ "أَسْنَدَ" بِمَعْنَى أَضَافَ أَوْ نَسَبَ . (ب)

إِصْطِلَاحًا : مَا اتَّصَلَ سَنَدُهُ مَرْفُوعًا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ . ۲ - مِثَالُهُ : مَا أَخْرَجَهُ

الْبُخَارِيُّ قَالَ : " حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ

الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ

أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا " . فَهَذَا حَدِيثٌ اتَّصَلَ سَنَدُهُ مِنْ أَوَّلِهِ إِلَى مُنْتَهَاهُ ، وَهُوَ

مَرْفُوعٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ .

ترجمہ : بحث دوم : مقبول و مردود کے درمیان مشترک چند اقسام - مسند : اس کی

تعریف - (ا) لغت کے اعتبار سے : یہ اُسْنَدَ بمعنی اس نے منسوب کیا، سے اسم مفعول ہے -

(ب) اصطلاح کے اعتبار سے : وہ حدیث جس کی سند نبی کریم ﷺ تک مرفوع ہونے کی حالت

میں متصل ہو - اس کی مثال : وہ حدیث جس کو بخاری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن

یوسف نے ، بواسطہ امام مالک بیان کیا ، وہ بواسطہ ابو الزناد ، وہ اعرج سے وہ ابو ہریرہ سے روایت

کرتے ہیں ، انہوں نے کہا : بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : " تم میں سے کسی کے برتن سے

کتاب پی لے تو اس کو سات مرتبہ دھو لے " ، چنانچہ یہ ایسی حدیث ہے جس کی سند ابتداء سے

آخر تک متصل ہے اور نبی کریم ﷺ تک مرفوع (بھی) ہے -

نتیجہ :- مسند لغوی اعتبار سے بمعنی "نسبت کیا ہوا" یعنی جس قول کی نسبت اس کے قائل کی

طرف کی گئی ہو - اصطلاح میں مسند کی مذکورہ تعریف ہی مشہور و معتمد ہے یعنی وہ حدیث جس کی

سند متصل ہو (درمیان میں کوئی راوی محذوف نہ ہو) اور حضور اکرم ﷺ کی طرف اس کی نسبت

کی گئی ہو - اس تعریف کی رو سے مرسل ، منقطع ، معضل و معلق ، موقوف اور مقطوع مسند میں داخل

نہیں - اس تعریف کے علاوہ دو تعریفیں اور بھی ہیں : (۱) مسند ، حدیث متصل کو کہتے ہیں - اس

تعریف کی رو سے موقوف و مقطوع بھی سند میں داخل ہیں۔ (۲) سند، مرفوع حدیث کو کہتے ہیں۔ اس کی رو سے مرسل، معضل و منقطع اور معلق بھی اس میں داخل ہیں۔

الْمُتَّصِلُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ فَاعِلٍ مِنْ " اِتَّصَلَ " ضِدَّ " اِنْقَطَعَ " وَيُسَمَّى هَذَا التَّنَوُّعُ بِـ " اَلْمَوْصُولِ " اَيْضاً . (ب) اِصْطِلَاحاً : مَا اِتَّصَلَ سَنَدُهُ مَرْفُوعاً كَانَ اَوْ مَوْقُوفاً . ۲ - مِثَالُهُ : (أ) مِثَالُ الْمُتَّصِلِ الْمَرْفُوعِ : " مَا لَكَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ : كَذَّاءٌ " . (ب) مِثَالُ الْمُتَّصِلِ الْمَوْقُوفِ : " مَا لَكَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ كَذَّاءٌ " .

ترجمہ : متصل۔ اس کی تعریف: (أ) یہ اِتَّصَلَ سے اسم فاعل ہے جو اِنْقَطَعَ کا ضد ہے اور اس قسم کا نام موصول بھی رکھا جاتا ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: جس کی سند متصل ہو چاہے وہ مرفوع ہو یا موقوف۔ اس کی مثال: متصل مرفوع کی مثال: " مالک بواسطہ ابن شہاب وہ بواسطہ سالم بن عبد اللہ وہ اپنے والد سے اور وہ جناب رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ نے اس طرح فرمایا..... "۔ (ب) متصل موقوف کی مثال: " مالک بواسطہ نافع، وہ ابن عمر کے بارے میں کہ انہوں نے اس طرح فرمایا..... "۔

تشریح :- متصل باب افعال کے مصدر الاتصال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کے منقو ہیں ملنا، جڑنا۔ متصل کے منقو ہیں ملا ہوا، جڑا ہوا۔ یہ منقطع کا ضد ہے جس کے منقو ہیں " کٹا ہوا، ٹوٹا ہوا "، حدیث کو بھی " ای وقت کہتے ہیں کہ جب اس کی سند ملی ہوئی ہوتی ہے اور اس میں کوئی راوی محذوف نہیں ہوتا۔ اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو چاہے مرفوع ہو یا موقوف۔ اس طرح متصل کی دو قسمیں ہوتیں: (۱) متصل مرفوع (۲) متصل موقوف۔ ان میں سے ہر ایک کی مثال اوپر دی گئی ہے۔ چنانچہ مالک "عن ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ عن رسول اللہ ﷺ" متصل مرفوع کی مثال ہے کیونکہ اس میں آنحضرت ﷺ تک متصل سند پہنچی

ہوئی ہے، اور ”مالک عن نافع عن ابن عمر“ متصل موقوف کی مثال ہے کیونکہ ایک صحابی تک متصل سند پہنچی ہوئی ہے۔

۳ - هَلْ يُسَمَّى قَوْلُ التَّابِعِيِّ مُتَّصِلًا؟ قَالَ الْعِرَاقِيُّ: "وَأَمَّا أَقْوَالُ التَّابِعِينَ - إِذَا اتَّصَلَتْ الْأَسَانِيدُ إِلَيْهِمْ - فَلَا يُسَمُّونَهَا مُتَّصِلَةً فِي حَالَةِ الْإِطْلَاقِ، أَمَّا مَعَ التَّقْيِيدِ فَجَائِزٌ، وَوَاقِعٌ فِي كَلَامِهِمْ، كَقَوْلِهِمْ: هَذَا مُتَّصِلٌ إِلَى سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَوْ إِلَى الزُّهْرِيِّ أَوْ إِلَى مَالِكٍ وَنَحْوِ ذَلِكَ، قِيلَ وَالتُّكْتُةُ فِي ذَلِكَ أَنَّهَا تُسَمَّى "مَقَاطِيعَ" فَإِطْلَاقُ الْمُتَّصِلِ عَلَيْهَا كَالْوَصْفِ لِشَيْءٍ وَاحِدٍ بِمُتَضَادِّينِ لُغَةً."

ترجمہ: کیا تابعی کے قول کا نام متصل رکھا جائے گا؟ عراقی نے کہا: "اور جہاں تک تابعین کے اقوال کا تعلق ہے جب ان کی اسانید تابعین تک متصل ہوں تو محدثین اطلاق (یعنی قید نہ لگانے) کے وقت ان کا نام متصل نہیں رکھتے ہیں، البتہ نسبت کی قید لگانے کے ساتھ ایسا جائز اور ان کے کلام میں واقع ہے جیسے ان کا یہ کہنا کہ یہ سعید بن مسیب تک یا زہری تک یا مالک تک متصل ہے وغیرہ، کہا گیا ہے کہ اس میں نکتہ یہ ہے کہ تابعین کے اقوال کا نام مقاطع (مقطوع کی جمع) رکھا جاتا ہے، تو ان پر متصل کا اطلاق ایک ہی چیز کو لغت کے اعتبار سے دو متضاد صفات کے ساتھ متصف کرنا ہے۔"

نکات: متصل اپنے لغوی معنی کے لحاظ سے ہر کسی کے قول و فعل کو کہا جاتا ہے جب اس ذات تک سند متصل ہو چاہے منسوب الیہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہو یا صحابہ کرامؓ یا تابعین۔ یہ محدثین کے ہاں جب کسی قید کے بغیر صرف متصل کہا جائے تو اس سے مراد قول تابعی نہیں ہوتا بلکہ حدیث مرفوع یا موقوف مراد لیتے ہیں اور جب تابعی کے قول کی سند کے اتصال کو بیان کرنا مقصود ہو تو اس کی صراحت کرتے ہیں مثلاً یوں کہتے ہیں کہ یہ سعید بن مسیب تک متصل ہے وغیرہ۔ قول تابعی کو مطلقاً متصل نہ کہنے میں نکتہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ متصل کے لغوی معنی ملنے کے ہیں اور مقطوع کے معنی ٹوٹنے اور کٹنے کے ہیں لہذا لغت کے اعتبار سے یہ

دونوں لفظ ایک دوسرے کے ضد ہیں، ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

زِيَادَاتُ الثَّقَاتِ

- ۱ - الْمُرَادُ بِزِيَادَاتِ الثَّقَاتِ : الزِّيَادَاتُ جَمْعُ زِيَادَةٍ ، وَالثَّقَاتُ جَمْعُ ثَقَةٍ ، وَالثَّقَّةُ هُوَ الْعَدْلُ الضَّابِطُ ، وَالْمُرَادُ بِزِيَادَةِ الثَّقَةِ مَا نَرَاهُ زَائِدًا مِنَ الْأَلْفَاظِ فِي رَوَايَةِ بَعْضِ الثَّقَاتِ لِحَدِيثٍ مَا عَمَّا رَوَاهُ الثَّقَاتُ الْآخَرُونَ لِذَلِكَ الْحَدِيثِ .
- ۲ - أَشْهَرُ مَنْ اعْتَنَى بِهَا : هَذِهِ الزِّيَادَاتُ مِنْ بَعْضِ الثَّقَاتِ فِي بَعْضِ الْأَحَادِيثِ لَفَتَتْ أَنْظَارَ الْعُلَمَاءِ فَتَبَعُوهَا وَاعْتَنَوْا بِجَمْعِهَا وَمَعْرِفَتِهَا ، وَمِمَّنْ اشْتَهَرَ بِذَلِكَ الْأَيْمَةُ : (أ) أَبُو بَكْرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ زِيَادٍ النَّيْسَابُورِيُّ . (ب) أَبُو نَعِيمٍ الْجُرْجَانِيُّ . (ج) أَبُو الْوَلِيدِ حَسَّانُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ .

ترجمہ : ثقات کے اضافے۔ ثقات کے اضافہ سے مراد: زیادات، زیادہ کی جمع ہے اور ثقات، ثقہ کی جمع ہے۔ ثقہ عدل ضابط کو کہتے ہیں اور ثقہ کی زیادتی سے مراد وہ زائد الفاظ ہیں جو ہم بعض ثقات کی ایسی حدیث کی روایت میں دوسرے ثقات کی اسی حدیث کی روایت سے زیادہ پار ہے ہوتے ہیں۔ اس کا اہتمام کرنے والے سب سے مشہور لوگ: بعض احادیث میں واقع ان اضافوں نے علماء کی (اہتمام کی) نظریں (اپنی طرف) پھیر لی ہیں چنانچہ انہوں نے ان اضافوں کو تلاش کیا اور ان کو جمع کرنے اور پہچاننے کا اہتمام کیا، اس سلسلے میں مشہور لوگوں میں سے مندرجہ ذیل ائمہ ہیں (أ) ابوبکر عبداللہ بن محمد بن زیاد نیشاپوری۔ (ب) ابونعیم جرجانی۔ (۳) ابوالوید حسان بن محمد قرشی۔

شرح :- زیادات الثقات سے مراد وہ اضافے ہوتے ہیں جو کسی حدیث کے کئی ثقہ راویوں میں سے کسی کسی کی حدیث میں ہوں جبکہ دوسرے اسی حدیث کی مذکورہ سند سے روایت کرنے والوں کی روایت ان اضافوں سے خالی ہو۔ ثقہ سے مراد عدل ضابط شخص ہے۔ چونکہ دونوں طرف سے ثقات ہوتے ہیں اس لیے ان اضافوں کو پہچاننے اور ان کا صحیح جائزہ لینے کا علماء نے

ہمیشہ اہتمام کیا ہے اور ان میں مشہور تین اماموں کے نام لیے گئے ہیں: ابو بکر عبد اللہ بن محمد، ابو نعیم جرجانی، ابو ولید حسان، ان حضرات کے علاوہ ابن خزیمہ بھی صحاح اور زیادات الثقات کے علم میں ماہر تھے۔

۳ - مَكَانٌ وَقُوعُهَا : (أ) فِي الْمَتْنِ : بِزِيَادَةِ كَلِمَةٍ أَوْ جُمْلَةٍ . (ب) فِي الْإِسْنَادِ : بِرَفْعِ مَوْقُوفٍ ، أَوْ وَصْلِ مُرْسَلٍ . ۴ - حُكْمُ الزِّيَادَةِ فِي الْمَتْنِ : أَمَّا الزِّيَادَةُ فِي الْمَتْنِ فَقَدْ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي حُكْمِهَا عَلَى أَقْوَالٍ : (أ) فَمِنْهُمْ مَنْ قَبَلَهَا مُطْلَقًا . (ب) وَمِنْهُمْ مَنْ رَدَّهَا مُطْلَقًا . (ج) وَمِنْهُمْ مَنْ رَدَّ الزِّيَادَةَ مِنْ رَاوِي الْحَدِيثِ الَّذِي رَوَاهُ أَوَّلًا بِغَيْرِ زِيَادَةٍ ، وَقَبَلَهَا مِنْ غَيْرِهِ . وَقَدْ قَسَمَ ابْنُ الصَّلَاحِ الزِّيَادَةَ بِحَسَبِ قَبُولِهَا وَرَدِّهَا إِلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ ، وَهُوَ تَقْسِيمٌ حَسَنٌ ، وَافَقَهُ عَلَيْهِ النَّوَوِيُّ وَغَيْرُهُ ، وَهَذَا التَّقْسِيمُ هُوَ : (أ) زِيَادَةٌ لَيْسَ فِيهَا مُنَافَاةٌ لِمَا رَوَاهُ الثَّقَاتُ أَوْ الْأَوْثَقُ ، فَهَذِهِ حُكْمُهَا الْقَبُولُ لِأَنَّهَا كَحَدِيثٍ تَفَرَّدَ بِرِوَايَةِ جُمْلَتِهِ ثِقَةً مِنَ الثَّقَاتِ . (ب) زِيَادَةٌ مُنَافِيَةٌ لِمَا رَوَاهُ الثَّقَاتُ أَوْ الْأَوْثَقُ ، فَهَذِهِ حُكْمُهَا الرَّدُّ ، كَمَا سَبَقَ فِي الشَّاذِّ .

ترجمہ: اس کی جائے وقوع: (ا) متن میں: کسی لفظ یا جملہ کی زیادتی کے ساتھ۔ (ب) سند میں: موقوف کو مرفوع کرنے یا مرسل کو موصول کرنے کے ساتھ۔ متن میں اضافہ کا حکم: جہاں تک متن میں اضافہ کا تعلق ہے تو اس کے حکم میں علماء کا چند اقوال پر اختلاف ہوا ہے: (ا) چنانچہ بعض علماء نے اس کو مطلقاً قبول کیا ہے۔ (ب) اور بعض نے اس کو مطلقاً رد کیا ہے (ج) اور بعض علماء نے حدیث کے اس راوی کے کلام میں اضافہ کو مسترد کیا ہے جس نے پہلے بغیر اضافہ نقل کیا ہو اور دوسرے راوی سے اسے قبول کیا ہے۔

ابن صلاحؒ نے اضافہ کو قبول و رد کے اعتبار سے تین قسموں میں منقسم کیا ہے اور یہ ایک اچھی تقسیم ہے، اس پر نوویؒ وغیرہ نے ابن صلاحؒ کی موافقت کی ہے۔ تقسیم یہ ہے: (ا) وہ زیادتی جس میں ثقات یا اوثق کی روایت سے منافات نہ ہو تو اس کا حکم قبول کر لیا ہے اس لیے کہ

وہ ایک حدیث ہے جس کی فی الجملہ روایت کرنے کے ساتھ ایک ثقہ متفرد ہے۔ (ب) وہ زیادتی جو ثقات یا اوثق کی روایت کے منافی ہے تو اس کا حکم رد کر دینا ہے جیسا کہ تنازع کے تحت پہلے گذر چکا۔

شرح :- زیادتی یا تو متن میں ہوگی کہ کوئی لفظ یا جملہ زائد منقول ہو گیا پھر سند میں ہوگی کہ اس میں مؤلف کو مرفوع (یعنی صحابی سے بڑھ کے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب) کر دیا گیا ہو یا مرسل کو موصول کر دیا گیا ہو یعنی تابعی کے بعد صحابی کا ذکر بھی آ گیا ہو تو اس کی دو قسمیں حاصل ہوں گی۔ اب جہاں تک متن میں اضافہ کا تعلق ہے تو اس بارے میں تین اقوال مشہور ہیں: (۱) زیادتی ثقہ مطلقاً مقبول ہے، یہ قول جمہور کی طرف منسوب ہے۔ (۲) زیادتی ثقہ مطلقاً مردود ہے۔ (۳) اگر ایک ہی راوی نے پہلے ناقص روایت کیا اور اب اس سے زیادہ نقل کر رہا ہے تو یہ اضافہ مردود ہے اور اگر ناقص بیان کرنے والا دوسرا ہو اور اضافہ کرنے والا کوئی اور تو پھر مقبول ہے۔

یہ تینوں اقوال محدثین کے طریقے سے مناسبت نہیں رکھتے اس لیے ابن صلاح نے اس کی دو قسمیں بنا کر ہر قسم کا حکم الگ بیان کیا ہے۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ اگر زیادتی ثقہ دوسرے اکثر ثقات یا اس سے زیادہ ثقہ کی روایت کے منافی نہیں ہے بلکہ دونوں پر عمل ممکن ہے تو وہ مقبول ہے کیونکہ اس کی حدیث ایک ایسی حدیث ہوگی جس کا راوی متفرد ہے جس کو غریب کہتے ہیں، اور بالاتفاق حدیث غریب بھی صحیح ہے۔ اور اگر وہ زیادتی دوسرے ثقات یا اس سے زیادہ ثقہ راوی کی روایت کے منافی ہو یعنی دونوں پر عمل ممکن نہ ہو تو پھر یہ اضافہ مردود ہے۔ اس دوسری صورت میں اکثر علماء حدیث نے ترجیح کا طریقہ اپنایا ہے یعنی دونوں میں سے: بھی راجح ہو اسی کو لیا جائے چاہے وہ جانب اقل ہو یا جانب اکثر۔ یہی بہتر معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم

(ج) زِيَادَةٌ فِيهَا نَوْعٌ مُنَافَاةٌ لِمَا رَوَاهُ الثَّقَاتُ أَوْ الْأَوْثَقُ ، وَتَنْحَصِرُ هَذِهِ الْمُنَافَاةُ فِي أَمْرَيْنِ : (۱) تَقْيِيدُ الْمُطْلَقِ . (۲) تَخْصِيصُ الْعَامِّ . وَهَذَا الْقِسْمُ سَكَّتَ عَنْ حُكْمِهِ ابْنُ الصَّلَاحِ ، وَقَالَ عَنْهُ النَّوَوِيُّ : ” وَالصَّحِيحُ قَبُولُ هَذَا الْأَخِيرِ “ .

ترجمہ: وہ زیادتی جس میں دوسرے ثقات یا اس سے زیادہ ثقہ کی روایت سے ایک قسم کی منافات موجود ہو، اور یہ منافات دو چیزوں میں منحصر ہے: (۱) مطلق کو مقید کرنا (۲) عام کو خاص کرنا۔ اس قسم کے حکم کے بارے میں ابن صلاح خاموش رہے اور امام نوویؒ نے اس کے متعلق کہا ہے: ”صحیح اس آخر کا قبول کر لیا ہے۔“

نکات: - ابن صلاحؒ نے تیسری قسم وہ ذکر فرمائی ہے جس میں نہ مصطلح موافقت ہے ثقات کی نہ مصطلح منافات بلکہ بین بین ہے یعنی ایسی زیادتی کہ دوسرے ثقات نے یا ایک زیادہ ثقہ نے جس حدیث کو مطلق کی صورت میں روایت کیا تھا مذکورہ ثقہ اسے کسی قید کے ساتھ مخصوص نقل کرتا ہے یا دوسروں نے جس کو عام کے طور پر نقل کیا یہ اسے خاص نقل کرتا ہے۔

ابن صلاحؒ نے اس قسم (بشمول دونوں صورتوں کے) کا حکم ذکر نہیں کیا اس لیے کہ اس بارے میں آراء مختلف ہیں۔ امام نوویؒ نے مذہب شافعیؒ کے مطابق فرمایا ہے کہ صحیح قول کے مطابق یہ تیسری قسم مقبول ہے۔ مگر امام شافعیؒ کی نصوص سے یہ واضح ہوتا ہے کہ زیادۃ الثقہ کے مقبول ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ شاذ نہ ہو، نیز اور شرائط بھی ہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک بھی یہ قسم مقبول ہے اور احنافؒ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے، اگر اس زیادتی سے ثقات کی حدیث میں منقول حکم میں تبدیلی لازم آتی ہو تو ان دونوں کے درمیان معارضہ وترجیح کا قاعدہ جاری ہوگا اور اگر تبدیلی نہ لازم نہ آتی ہو تو مقبول ہے۔ واللہ اعلم

[مزید: شرح النزہہ للقاری]

۵ - أُمْلَةٌ لِلزِّيَادَةِ فِي الْمَتْنِ : (أ) مَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ طَرِيقِ عَلِيِّ بْنِ مُسْهَرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي رَزِينٍ وَأَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ زِيَادَةِ كَلِمَةِ ”فَلْيُرْقَهُ“ فِي حَدِيثِ وَلَوْغِ الْكَلْبِ ، وَلَمْ يَذْكُرْهَا سَائِرُ الْحُقَاطِ مِنْ أَصْحَابِ الْأَعْمَشِ ، وَإِنَّمَا رَوَوْهُ هَكَذَا ”إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَارٍ“ ، فَتَكُونُ هَذِهِ الزِّيَادَةُ كَخَبَرٍ ، تَفَرَّدَ بِهِ عَلِيُّ بْنُ مُسْهَرٍ وَهُوَ ثِقَةٌ فَتَقْبَلُ تِلْكَ الزِّيَادَةُ . (ب) مِثَالٌ لِلزِّيَادَةِ الْمُنَافِيَةِ : زِيَادَةُ ”يَوْمُ عَرَفَةَ“ فِي حَدِيثِ ”يَوْمُ عَرَفَةَ وَيَوْمُ النَّحْرِ وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ عِيدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلِ وَشُرْبٍ“ فَإِنَّ

الْحَدِيثُ مِنْ جَمِيعِ طُرُقِهِ بِدُونِهَا ، وَإِنَّمَا جَاءَ بِهَا مُوسَى بْنُ عَلِيٍّ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ ، وَالْحَدِيثُ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُمَا .

ترجمہ: متن میں اضافہ کی چند مثالیں: (ا) جس کو امام مسلم نے علی بن مسہر عن اعمش عن ابی رزین والی صالح عن ابی ہریرہ کی سند سے کتے کے منہ ڈالنے والی حدیث میں لفظ فَلْيُرْفُهُ کے اضافہ کے ساتھ نقل کیا اور اعمش کے دوسرے تمام حفاظ شاگردوں نے اسے نقل نہیں کیا ہے، انہوں نے صرف اس طرح نقل کیا کہ جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈالے تو اس کو سات مرتبہ دھوئے، چنانچہ یہ زیادتی ایک حدیث کی طرح ہوگی جس کے ساتھ علی بن مسہر متفرد ہوں گے اور وہ ثقہ ہیں اس لیے یہ زیادتی مقبول ہوگی۔

(ب) منافی زیادتی کی مثال: حدیث ”مسلمانو! یوم عرفہ، یوم النحر اور ایام تشریق ہماری عیدیں ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں“ میں یوم عرفہ کا اضافہ ہے، کیونکہ حدیث اپنی تمام سندوں میں اس کے بغیر ہے، اس زیادتی کو موسیٰ بن علی بن رباح نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کے حوالے سے روایت کیا ہے، اور حدیث کو امام ترمذی و ابوداؤد وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

شرح:- دو حدیثیں مذکور ہیں، ان میں سے پہلی حدیث متن میں اس زیادتی کی مثال ہے جس میں ثقات کی روایت سے منافات نہ پائی جائے مثلاً اعمش کی عام روایات میں کتے کے برتن میں منہ لگانے کے بعد صرف اس کے دھونے کا ذکر تھا، اس چیز کے گرانے کا نہیں۔ ان کے ایک شاگرد علی بن مسہرؒ نے دھونے سے پہلے اس کے گرانے کا حکم بھی نقل کیا تو یہ ایک قسم کا اضافہ ہے۔ دوسرے حکم کے منافی نہیں بلکہ دونوں پر عمل کیا جاسکتا ہے کہ پہلے پانی وغیرہ کو گرا دیا جائے اس کے بعد دھولیا جائے، اس لیے مقبول ہے۔

دوسری حدیث منافات والی زیادتی کی مثال ہے۔ اس میں یوم عرفہ کا اضافہ صرف موسیٰ بن علی کرتے ہیں، دوسرے ثقات نہیں۔ ابن خزیمہ، ابن حبان نے مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور حاکم نے اس کو علی شرط مسلم کہا ہے۔ امام ترمذی نے حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ ان تمام حضرات

نے گویا سند کے رواۃ کے حال پر نظر کیا اور بلاشبہ رجال ثقات ہیں اس کے باوجود متن میں 'یوم عرفہ' کا لفظ شاذ ہے یعنی حدیث میں شذوذ فی المتن پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس پر صحیح کی تعریف صادق نہیں آتی۔ اس لیے کہ بالاتفاق یوم عرفہ کا روزہ رکھنا صحیح ہے جبکہ اس حدیث میں عید اور ایام تشریق کی طرح یوم عرفہ کو بھی کھانے پینے کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔ یہ ایسی زیادتی ہے جو دوسرے ثقات کی روایت کے منافی ہے اور اس پر عمل بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(ج) مِثَالٌ لِلزِّيَادَةِ الَّتِي فِيهَا نَوْعٌ مُنَافَاةٌ : مَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ طَرِيقِ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ رَبِيعٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : "..... وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا" فَقَدْ تَفَرَّدَ أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ بِزِيَادَةِ "تُرْبَتُهَا" وَلَمْ يَذْكُرْهَا غَيْرُهُ مِنَ الرُّوَاةِ ، وَإِنَّمَا رَوَوْا الْحَدِيثَ هَكَذَا " وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا " .

ترجمہ : اس زیادتی کی مثال جس میں ایک قسم کی منافات ہو: وہ حدیث جس کو مسلم نے ابو مالک اشجعی عن ربیع عن حذیفہ سے نقل کیا انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "..... اور ہمارے لیے پوری روئے زمین کو مسجد بنایا گیا اور اس کی مٹی کو ہمارے لیے پاکی کا ذریعہ بنایا گیا۔" چنانچہ تُرْبَتُهَا کے اضافہ کے ساتھ ابو مالک اشجعی متفرد ہیں اور اس کو دوسرے رواۃ نے نہیں ذکر کیا، انہوں نے حدیث کو اس طرح روایت کیا "اور ہمارے لیے زمین مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنائی گئی۔"

نتیجہ :- یہ اس زیادتی کی مثال ہے جس میں عام کی تخصیص واقع ہوئی ہے کیونکہ تمام رواۃ روئے زمین کو عام رکھتے ہیں جس کی بناء پر زمین کی جنس کی ہر چیز سے تیمم کی اجازت ہوتی ہے اور ابو مالک اشجعی اس کو مٹی کی قید کے ساتھ مقید نقل فرماتے ہیں جس کی بناء پر صرف مٹی سے تیمم کر سکیں گے۔ اس قسم کا حکم امام نووی کے حوالے سے اوپر مذکور ہے اور تفصیل بھی گذر چکی ہے۔

۶ - حُكْمُ الزِّيَادَةِ فِي الْإِسْنَادِ : أَمَّا الزِّيَادَةُ فِي الْإِسْنَادِ فَتَنْصَبُ هُنَا عَلَى مَسْأَلَتَيْنِ رَأْسِيَّتَيْنِ يَكْثُرُ وَقُوعُهُمَا ، وَهُمَا تَعَارُضُ الْوَصْلِ مَعَ الْإِرْسَالِ ، وَتَعَارُضُ الرُّفْعِ مَعَ الْوَقْفِ ، أَمَّا بَاقِي صُورِ الزِّيَادَةِ فِي الْإِسْنَادِ فَقَدْ أَفْرَدَ الْعُلَمَاءُ لَهَا أَبْحَاثًا خَاصَّةً

مَثَلُ "الْمَزِيدُ فِي مُتَّصِلِ الْأَسَانِيدِ". هَذَا وَقَدْ اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي قَبُولِ الزِّيَادَةِ وَرَدِّهَا عَلَى أَرْبَعَةِ أَقْوَالٍ وَهِيَ: (أ) الْحُكْمُ لِمَنْ وَصَلَهُ أَوْ رَفَعَهُ (أَيْ قَبُولُ الزِّيَادَةِ) وَهُوَ قَوْلُ جُمْهُورِ الْفُقَهَاءِ وَالْأَصُولِيِّينَ. (ب) الْحُكْمُ لِمَنْ أَرْسَلَهُ أَوْ وَقَفَهُ (أَيْ رَدُّ الزِّيَادَةِ) وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ. (ج) الْحُكْمُ لِلْأَكْثَرِ: وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ. (د) الْحُكْمُ لِلْأَخْفِظِ: وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ. وَمِثَالُهُ: حَدِيثُ "لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيِّي" فَقَدْ رَوَاهُ يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبَّيْعِيُّ، وَابْنُ إِسْرَائِيلَ وَقَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ مُسْنَدًا مُتَّصِلًا، وَرَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ مُرْسَلًا.

ترجمہ: سند میں زیادتی کا حکم: جہاں تک سند میں زیادتی کا تعلق ہے تو یہاں پر وہ دوا لیے بڑے مسائل پر مبنی ہے جن کا وقوع زیادہ ہے اور وہ ہیں: وصل کا ارسال کے ساتھ تعارض، اور رفع کا وقف کے ساتھ تعارض۔ البتہ اسناد میں زیادتی کی بقیہ صورتوں کے متعلق علماء نے خصوصی بحثیں مقرر کی ہیں جیسے مزید فی متصل الا سانیہ۔ تحقیق علماء کا زیادتی کو قبول یا رد کرنے میں چار اقوال پر اختلاف ہوا ہے، وہ یہ ہیں:

(أ) حکم اس کو موصول یا مرفوع کرنے والے کے حق میں ہوگا (یعنی زیادتی قبول ہے)
 جمہور فقہاء و محدثین کا یہی قول ہے۔ (ب) حکم اس کو مرسل یا موقوف کرنے والے کے حق میں ہوگا (زیادتی مردود ہے) اکثر اہل حدیث کا یہی قول ہے۔ (ج) حکم اکثر کے حق میں ہوگا، یہ بعض اہل حدیث کا قول ہے۔ (د) زیادہ حفظ و اتقان والے کے حق میں حکم ہوگا، یہ بھی بعض اہل حدیث کا قول ہے۔ اس کی مثال حدیث "ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا" ہے، چنانچہ یونس بن ابی اسحاق سبعی اور ان کے بیٹے اسرائیل اور قیس بن ربیع نے ابواسحاق سے اس کو مسند و متصل روایت کیا، اور سفیان ثوری اور شعبہ نے ابواسحاق سے مرسل روایت کیا۔

نکات: - سند میں اگر اضافہ ہو مثلاً اکثر ثقات نے متصل روایت کیا اور ایک ثقہ نے مرسل روایت کیا یا اس کے برعکس ہو، اسی طرح اکثر نے مرفوع بیان کیا۔ ایک راوی نے موقوف

روایت کیا تو اس سے دو مسئلے متفرع ہوتے ہیں: (۱) ترجیح متصل روایت کو ہوگی یا مرسل کو یعنی روایت کو متصل قرار دیں گے یا مرسل؟ (۲) ایسی روایت کو مرفوع قرار دیں گے یا موقوف؟

اس بارے میں علماء کے چار اقوال ہیں: چنانچہ جمہور فقہاء و محدثین تو یہی کہتے ہیں کہ جس نے متصل یا مرفوع نقل کیا ترجیح اسی کو دی جائے گی، یہ محدثین کی ایک جماعت ان کے برعکس حکم لگاتی ہے یعنی ان کے نزدیک مرسل و موقوف روایت کو ترجیح ہوگی۔ تیسرے قول کے مطابق اکثریت کے حق میں ترجیح ہوگی جبکہ چوتھے قول کے مطابق زیادہ حفظ و اتقان والے کے حق میں ترجیح ہوگی۔ آخری دونوں قول بعض محدثین کے ہیں۔ اس کی مثال حدیث ”ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا“ ہے جس کی روایت میں ایک طرف یونس بن ابواسحاق، ان کے بیٹے اسرائیل اور قیس بن ربیع ہیں جو اس کو متصل نقل کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف سفیان ثوری اور شعبہ مرسل روایت کرتے ہیں۔ اس میں ترجیح جمہور کے قول کے مطابق متصل کو ہوگی۔

الْإِعْتِبَارُ وَالْمُتَابَعُ وَالشَّاهِدُ

۱ - تَعْرِيفُ كُلِّ مِنْهَا: (أ) الْإِعْتِبَارُ: (۱) لُغَةً: مَصْدَرٌ "إِعْتَبَرَ" وَمَعْنَى الْإِعْتِبَارِ النَّظَرُ فِي الْأُمُورِ لِيُعْرَفَ بِهَا شَيْءٌ آخَرُ مِنْ جِنْسِهَا. (۲) إِصْطِلَاحًا: هُوَ تَتَبُّعُ طُرُقِ حَدِيثٍ انْفَرَدَ بِرَوَايَتِهِ رَاوٍ، لِيُعْرَفَ هَلْ شَارَكَهُ فِي رَوَايَتِهِ غَيْرُهُ أَوْ لَا. (ب) الْمُتَابَعُ: وَيُسَمَّى التَّابِعَ. (۱) لُغَةً: هُوَ اسْمٌ فَاعِلٍ مِنْ "تَابَعَ" بِمَعْنَى وَافَقَ. (۲) إِصْطِلَاحًا: هُوَ الْحَدِيثُ الَّذِي يُشَارِكُ فِيهِ رَوَاتُهُ رَوَاةَ الْحَدِيثِ الْفَرْدِ لَفْظًا وَمَعْنَى أَوْ مَعْنَى فَقَطْ، مَعَ الْإِتِّحَادِ فِي الصَّحَابِيِّ.

ترجمہ: اعتبار، متابع اور شاہد۔ ہر ایک کی تعریف: (أ) اعتبار۔ لغت کے اعتبار سے: إِعْتَبَرَ کا مصدر ہے اور اعتبار کا مطلب چیزوں میں اس لیے غور کرنا تا کہ ان کے ذریعے ان ہی کی جنس کی دوسری چیز پہچانی جائے۔ اصطلاح کے اعتبار سے: کسی حدیث کے جس کو روایت کرنے کے ساتھ راوی متفرد ہو، طرق تلاش کرنا تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ کوئی اور اس کی روایت میں راوی کے ساتھ

شریک ہے یا نہیں۔ (ب) متابع، اس کا نام تابع بھی رکھا جاتا ہے۔ لغت کے اعتبار سے: تَابِعَ بمعنی موافقت کی سے اسم فاعل ہے۔ اصطلاح کے اعتبار سے وہ حدیث ہے جس میں اس کے رواۃ فرد حدیث کے راوی کے ساتھ لفظاً و معنیاً یا صرف معنیاً شریک ہو جائیں جبکہ صحابی بھی ایک ہوں۔

شرح :- (ا) اعتبار، باب افعال کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز میں اس لیے غور کرنا کہ تاکہ اس طرح کی دوسری چیز کو معلوم کیا جائے، یعنی ایک چیز کو دوسری چیز پر قیاس کرنا۔ اصطلاح اصول حدیث میں اعتبار کہتے ہیں: جس حدیث کی روایت میں کوئی راوی مفرد ہو اس کی سندوں کا جائزہ لے کر دیکھنا کہ کوئی دوسرا اس کے ساتھ روایت کرنے میں شریک ہے یا نہیں ہے۔

(ب) متابع باب مفاعله سے اسم فاعل ہے، متابعت کے معنی ہیں کسی کے پیچھے چلنا تاکہ اس کے موافق ہو جائے، حدیث کو بھی متابع اور تابع اسی وقت کہتے ہیں جب وہ دوسری حدیث کی موافق ہو۔ اصطلاح میں متابع اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے راوی اپنی روایت میں دوسری حدیث کے مفرد راوی کے ساتھ موافقت کر رہے ہوں بشرطیکہ دونوں حدیثوں میں صحابی ایک ہو۔

(ج) الشَّاهِدُ : (۱) لُغَةً : اِسْمُ فَاعِلٍ مِّنَ "الشَّهَادَةِ" وَ سُمِّيَ لِأَنَّهُ يَشْهَدُ أَنَّ

لِلْحَدِيثِ الْفَرْدِ أَصْلًا وَيُقَوِّيهِ ، كَمَا يُقَوِّي الشَّاهِدُ قَوْلَ الْمُدَّعِي وَيُدْعِمُهُ .

(۲) اِصْطِلَاحًا : هُوَ الْحَدِيثُ الَّذِي يُشَارِكُ فِيهِ رَوَاتُهُ رَوَاةَ الْحَدِيثِ الْفَرْدِ لَفْظًا

وَمَعْنَى ، أَوْ مَعْنَى فَقَطْ ، مَعَ الْاِخْتِلَافِ فِي الصَّحَابِيِّ . ۲ - اِلْتِبَاقُ لَيْسَ قَسِيمًا

لِلتَّابِعِ وَالشَّاهِدِ : رُبَّمَا يَتَوَهَّمُ شَخْصٌ أَنَّ اِلْتِبَاقَ قَسِيمٍ لِلتَّابِعِ وَالشَّاهِدِ لَكِنَّ

الْأَمْرَ لَيْسَ كَذَلِكَ ، وَإِنَّمَا اِلْتِبَاقُهُ هُوَ هَيْئَةُ التَّوَصُّلِ إِلَيْهِمَا ، أَيْ هُوَ طَرِيقَةُ

الْبَحْثِ وَالتَّفْتِيشِ عَنِ التَّابِعِ وَالشَّاهِدِ .

جمہ : (ج) شاہد۔ لغت کے اعتبار سے: الشَّهَادَةُ سے اسم فاعل ہے اور یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ فرد حدیث کی اصل موجود ہے اور اس کو قوی بناتا ہے جس طرح گواہ مدعی کے قول کو مضبوط اور طاقتور بناتا ہے۔ اصطلاح کے اعتبار سے: وہ حدیث ہے جس میں اس کے راوی فرد حدیث کے راوی کے ساتھ لفظاً و معنیاً یا صرف معنیاً شریک ہو جائیں جبکہ صحابی

مختلف ہوں۔ اعتبار، تابع اور شاہد کا مد مقابل نہیں: بسا اوقات کسی شخص کو یہ وہی ہو سکتا ہے کہ اعتبار، تابع اور شاہد کا مد مقابل نے مگر معاملہ اس طرح نہیں، اعتبار تو ان دونوں تک پہنچنے کی حالت نے یعنی اعتبار تابع اور شاہد کو تلاش کر ہم اور ڈیٹڈ ہم کا طریقہ نے۔

شہادہ :- شاہد، باب سمع کے مصدر الشہادۃ کا اسم فاعل نے، شہادت گواہی دینے کو کہتے ہیں، حدیث کا نام شاہد اس وجہ سے رکھا گیا کہ جس طرح گواہ کے ذریعے مدعی کو تقویت ملتی ہے اور اس کی تائید ہوتی ہے اسی طرح حدیث شاہد کے ذریعے بھی دوسری حدیث کو قوت و طاقت ملتی ہے، اصطلاح کے اعتبار سے شاہد وہ حدیث کہلاتی ہے جس کے راوی کسی فرد حدیث کے راوی کے ساتھ لفظاً و معنیاً صرف معاً شریک ہو جائیں لیکن صحابی دونوں جگہ مختلف ہو۔

یعنی فرد میں جو صحابی ہو وہی شاہد میں نہیں ہوگا بلکہ دوسرا ہوگا۔ تابع اور شاہد تو ایک دوسرے کے مد مقابل ہیں کیونکہ شاہد اور فرد کے صحابی ایک نہیں ہوتے جبکہ تابع اور فرد کے صحابی ایک ہوتے ہیں اس لیے دونوں ایک دوسرے کے تقسیم کہلاتے ہیں مگر اعتبار تابع اور شاہد تلاش کر ہم کا عمل نے، اس لیے یہ ان دونوں کا تقسیم اور مد مقابل نہیں اور نہ ہی ان کی طرح حدیث کی کوئی قسم نے۔

۳ - اصطلاح آخر للتابع والشاہد: مَا ذُكِرَ مِنْ تَعْرِيفِ التَّابِعِ وَالشَّاهِدِ هُوَ الَّذِي عَلَيْهِ الْأَكْثَرُ وَهُوَ الْمَشْهُورُ، لَكِنْ هُنَاكَ تَعْرِيفٌ آخَرُ لَهُمَا وَهُوَ:

(أ) التَّابِعُ: أَنْ تَحْصُلَ الْمُشَارَكَةُ لِرَوَاةِ الْحَدِيثِ الْفَرْدِ بِاللَّفْظِ سَوَاءً اتَّحَدَ الصَّحَابِيُّ أَوْ اخْتَلَفَ. (ب) الشَّاهِدُ: أَنْ تَحْصُلَ الْمُشَارَكَةُ لِرَوَاةِ الْحَدِيثِ الْفَرْدِ بِالْمَعْنَى سَوَاءً اتَّحَدَ الصَّحَابِيُّ أَوْ اخْتَلَفَ. هَذَا وَقَدْ يُطْلَقُ اسْمُ أَحَدِهِمَا عَلَى الْآخَرِ، فَيُطْلَقُ اسْمُ التَّابِعِ عَلَى الشَّاهِدِ، كَمَا يُطْلَقُ اسْمُ الشَّاهِدِ عَلَى التَّابِعِ، وَالْأَمْرُ سَهْلٌ كَمَا قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ، لِأَنَّ الْهَدَفَ مِنْهُمَا وَاحِدٌ وَهُوَ تَقْوِيَةُ الْحَدِيثِ بِالْعُثُورِ عَلَى رِوَايَةِ أُخْرَى لِلْحَدِيثِ.

ترجمہ: ق تابع اور شاہد کی ایک اور اصطلاح: تابع اور شاہد کی جو تعریف ذکر کی گئی ہے وہی نے

جس پر اکثر علماء قائم ہیں اور یہ ہی مشہور ہے لیکن ان دونوں کی ایک اور تعریف نے وہ یہ نے: (ا) تابع: یہ کہ فرد حدیث کے رواۃ کے ساتھ لفظ میں مشارکت حاصل ہو جائے برابر نے کہ صحابی ایک ہوں یا دوسرے۔ (ب) شاہد: یہ کہ فرد حدیث کے رواۃ کے ساتھ معنی میں مشارکت حاصل ہو جائے برابر نے کہ صحابی ایک ہوں یا دوسرے۔ اور کبھی ان میں سے ایک کا اطلاق دوسرے پر بھی کیا جاتا ہے چنانچہ شاہد کو تابع کہا جاتا ہے جس طرح کہ تابع کو شاہد بولا جاتا ہے، بات آسان ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ ہم کہا، اس لیے کہ ان دونوں کا مقصد ایک ہی ہے اور وہ نے حدیث کی دوسری روایت پا کر حدیث کو قوت پہنچانا۔

شاہد :- تابع اور شاہد کی دوسری تعریف بھی ہے اور وہ پہلی تعریف سے عام ہے یعنی تابع وہ حدیث نے جو لفظ میں فرد حدیث کی طرح ہو چاہے صحابی وہی ہو یا دوسرا، اور شاہد وہ حدیث نے جو معنی میں فرد حدیث کی طرح ہو چاہے صحابی وہی ہو یا دوسرا۔ حافظ ابن حجرؒ کے بقول معاملہ آسان ہے کیونکہ شاہد ہو یا تابع دونوں سے مقصد فرد کی تقویت ہے، چاہے اصطلاح کوئی سی بھی اختیار کی جائے۔

۴ - الْمُتَابَعَةُ: (أ) تَعْرِيفُهَا: (۱) لُغَةً: مَصْدَرُ "تَابَعَ" بِمَعْنَى "وَأَفَقَ" فَالْمُتَابَعَةُ إِذْنُ الْمُوَافَقَةُ. (۲) إِصْطِلَاحًا: أَنَّ يُشَارِكُ الرَّاويَ غَيْرَهُ فِي رِوَايَةِ الْحَدِيثِ. (ب) أَنْوَاعُهَا: وَالْمُتَابَعَةُ نَوْعَانِ ۱..... مُتَابَعَةٌ تَامَّةٌ: وَهِيَ أَنْ تَحْصُلَ الْمُشَارَكَةُ لِلرَّاويِ مِنْ أَوَّلِ الْإِسْنَادِ. ۲..... مُتَابَعَةٌ قَاصِرَةٌ: وَهِيَ أَنْ تَحْصُلَ الْمُشَارَكَةُ لِلرَّاويِ فِي أَثْنَاءِ الْإِسْنَادِ.

جمہ :- متابعت۔ (ا) اس کی تعریف: لغت کے اعتبار سے یہ تابع کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں موافقت کی، تو پھر متابعت موافقت ہی ہے۔ اصطلاح کے اعتبار سے: یہ کہ راوی حدیث کی روایت میں دوسرے کے ساتھ شریک ہو جائے۔ (ب) اس کی قسمیں: متابعت دو قسموں پر ہے۔ (۱) متابعت تامة: وہ یہ ہے کہ راوی کے ساتھ اسناد کے شروع سے مشارکت حاصل رہے۔ (۲) متابعت قاصره: وہ یہ ہے کہ راوی کے ساتھ سند کے درمیان میں مشارکت حاصل ہو۔

شرح :- متابعتِ باب مفاعله کا مصدر نے جس کے معنی ہیں دوسرے کی موافقت کرنا۔ اصطلاح محدثین میں متابعت کا مطلب یہ ہے کہ ایک راوی دوسرے راوی کے ساتھ کسی حدیث کی روایت میں شریک ہو جائے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) متابعتِ تامہ (۲) متابعتِ قاصرہ۔ متابعتِ تامہ وہ ہے جس میں سند کے آغاز سے دونوں شریک ہوں اور متابعتِ قاصرہ یہ ہے کہ سند کے درمیان دونوں کی مشارکت ہو۔

۵ - اُمِّئِلَةُ : سَأَذْكَرُ مِثَالًا وَاحِدًا مِثْلَ بِهِ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ ، فِيهِ الْمُتَابَعَةُ التَّامَّةُ وَالْمُتَابَعَةُ الْقَاصِرَةُ وَالشَّاهِدُ ، وَهُوَ : مَارَوَاهُ الشَّافِعِيُّ فِي الْأَمِّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : " الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ ، فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْا الْهَلَالَ ، وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ ، فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأُكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ " . فَهَذَا الْحَدِيثُ بِهَذَا اللَّفْظِ ظَنُّ قَوْمٍ أَنَّ الشَّافِعِيَّ تَفَرَّدَ بِهِ عَنْ مَالِكٍ ، فَعَدَّوْهُ فِي غَرَائِبِهِ لِأَنَّ أَصْحَابَ مَالِكٍ رَوَوْهُ عَنْهُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ ، وَبِلَفْظٍ : " فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأَقْدِرُوا لَهُ " لَكِنْ بَعْدَ الْإِعْتِبَارِ وَجَدْنَا لِلشَّافِعِيِّ مُتَابَعَةً تَامَةً ، وَمُتَابَعَةً قَاصِرَةً ، وَشَاهِدًا .

ترجمہ : چند مثالیں: میں ایک ہی مثال ذکر کروں گا جس کو حافظ ابن حجرؒ ہم مثال کے طور پر پیش کیا ہے، اس میں متابعتِ تامہ، متابعتِ قاصرہ اور شاہد نے، اور یہ وہ حدیث ہے جس کو امام شافعیؒ ہم کتاب الام میں بہ سند مالک عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمرؓ روایت کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہم فرمایا: الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ ، فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْا الْهَلَالَ ، وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ ، فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأُكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ ” مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے، تو تم جب تک چاند نہ دیکھو روزہ نہ رکھو، اور جب تک اس کو نہ دیکھو عید الفطر نہ کرو، پھر اگر تم سے پوشیدہ رہے تو تیس دن گنتی پوری کر لو۔ ان الفاظ کے ساتھ مذکورہ حدیث کو کچھ لوگوں ہم خیال کیا کہ اس میں امام شافعیؒ امام مالکؒ سے روایت کر ہم میں ہتما ہیں چنانچہ انہوں ہم اس کو ان کی غرائب میں شمار کیا اس لیے کہ امام مالکؒ کے شاگردوں ہم ان سے اس حدیث کو اسی سند کے ساتھ اور لفظ

”فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ“ (اگر تم سے پوشیدہ رہے تو اس کا اندازہ کرلو) کے ساتھ روایت کیا مگر اعتبار کے بعد ہمیں امام شافعیؒ کی متابعت تامہ، متابعت قاصرہ اور شاہد مل گئی۔

نکۃ ۱ :- متابعت تامہ وقاصرہ اور شاہد کی علیحدہ علیحدہ مثال پیش کر ہو چاہیے تھی مگر اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجرؒ مسقلاہو کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ بڑی کوشش سے آپ ہم ایک ایسی روایت پیش کر دی جو بیک وقت ان تینوں قسموں کی مثال بن رہی ہے، اور وہ وہی روایت ہے جس کو امام شافعیؒ ہم اپنی تصنیف کتاب الام میں امام مالکؒ کی سند عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمرؓ کے واسطے سے نقل کیا ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: ”فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْكُمُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ“۔

بعض محدثین کا یہ خیال تھا کہ مذکورہ الفاظ کے ساتھ روایت امام شافعیؒ کا امام مالکؒ سے تفرد ہے کیونکہ دوسرے اصحاب مالکؒ، امام مالکؒ سے اس کے بجائے یوں نقل کرتے ہیں ”فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ“ لیکن جب ہے ہم تتبع اور تلاش سے کام لیا جس کو اعتبار کہتے ہیں تو ہمیں امام شافعیؒ مذکورہ الفاظ میں تنہا نظر نہیں آئے بلکہ ان کی ہمیں متابعت تامہ وقاصرہ اور شاہد مل گئی، اس کی تفصیل آتی ہے۔

(أ) أَمَّا الْمُتَابَعَةُ التَّامَّةُ فَمَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيِّ عَنْ مَالِكٍ بِإِسْنَادٍ نَفْسِهِ ، وَفِيهِ ”فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْكُمُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ“۔

(ب) وَأَمَّا الْمُتَابَعَةُ الْقَاصِرَةُ : فَمَا رَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ مِنْ طَرِيقِ عَاصِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بِلَفْظٍ : ”فَكُمُوا ثَلَاثِينَ“۔

(ج) وَأَمَّا الشَّاهِدُ : فَمَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ، وَفِيهِ : ”فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْكُمُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ“۔

ترجمہ : (أ) رہی متابعت تامہ تو وہ حدیث ہے جس کو امام بخاریؒ ہم عبد اللہ بن مسلمہ قعنبیؒ کے واسطے سے امام مالکؒ سے اسی سند کے ذریعے روایت کیا ہے اور اس میں ”فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْكُمُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ“ ہے۔ (ب) اور رہی متابعت قاصرہ تو وہ حدیث ہے جس کو ابن خزیمہؒ ہم عاصم بن محمد بن زید عن جده عبد اللہ بن عمرؓ کی سند سے ”فَكُمُوا ثَلَاثِينَ“ کے لفظ

کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ج) اور رہی شاہد تو وہ حدیث نے جس کو امام نسائی، ہم محمد بن حنین عن ابن عباسؓ کی سند سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ہم فرمایا، اور اس میں یہ ہے ”فَبِأَنَّ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ فَلَا تُؤْنِ“۔

نکۃ :- تین کتابوں کے حوالے سے متابعت تامہ، قاصرہ اور شاہد کی مثال پیش کی گئی ہے، چنانچہ امام بخاریؒ کی روایت میں امام شافعیؒ کی طرح عبداللہ بن مسلمہؒ بھی امام مالکؒ کے براہ راست شاگرد ہیں اور بعینہ انہی الفاظ سے حدیث نقل کر رہے ہیں تو یہ متابعت تامہ ہوئی۔ امام ابن خزیمہؒ کی روایت میں راوی امام مالک کے علاوہ دوسرے ہیں لیکن صحابی ابن عمرؓ ہی ہیں اور الفاظ کچھ مختلف ضرور ہیں مگر معنی ایک ہی ہیں، اس لیے یہ متابعت قاصرہ ہوئی کیونکہ اثنائے سند میں شرکت ہو گئی ہے۔ امام نسائیؒ کی مروی حدیث میں صحابی بدل گئے ہیں یعنی ابن عمرؓ کے بجائے ابن عباسؓ ہیں لیکن الفاظ وہی ہیں تو یہ شاہد ہوئی۔

الْبَابُ الثَّانِي : صِفَةُ مَنْ تُقْبَلُ رَوَايَتُهُ

وَمَا يَتَعَلَّقُ بِذَلِكَ مِنَ الْجَرَحِ وَالتَّعْدِيلِ

- الْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : فِي الرَّاَوِي وَشُرُوطِ قَبُولِهِ . - الْمَبْحَثُ الثَّانِي : فِكْرَةُ عَامَّةٌ عَنْ كُتُبِ الْجَرَحِ وَالتَّعْدِيلِ . - الْمَبْحَثُ الثَّالِثُ : مَرَاتِبُ الْجَرَحِ وَالتَّعْدِيلِ .

ترجمہ :- باب دوم: اُن اشخاص کی صفت جن کی روایت مقبول ہوتی ہے اور اسی سے متعلق جرح و تعدیل کا بیان۔ بحث اول: راوی اور اس کے مقبول ہو، ہم کی شرطیں۔ بحث دوم: کتب جرح و تعدیل سے متعلق عمومی تبصرہ۔ بحث سوم: جرح و تعدیل کے مراتب۔

شرح :- یہ دوسرا باب ہے جس میں مقبول الروایۃ راوی کی صفات اور اس سے متعلقہ امور یعنی راوی کی جرح و تعدیل کا بیان ہے۔ یہ باب تین مباحث پر مشتمل ہے۔ پہلی بحث راوی اور اس کی شرائط قبول کے بیان میں۔ دوسری بحث جرح و تعدیل کی کتابوں سے متعلق عمومی رائے اور تیسری بحث جرح و تعدیل کے مراتب و درجات کے بیان میں ہے۔

الْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : فِي الرَّاَوِي وَشُرُوطِ قَبُولِهِ

۱ - مُقَدِّمَةٌ تَمْهِيدِيَّةٌ : بِمَا أَنَّ حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَصِلُنَا عَنْ طَرِيقِ الرَّوَاةِ فَهُمْ الرِّكَيزَةُ الْأُولَى فِي مَعْرِفَةِ صِحَّةِ الْحَدِيثِ أَوْ عَدَمِ صِحَّتِهِ ، لِذَلِكَ اهْتَمَّ عُلَمَاءُ الْحَدِيثِ بِالرَّوَاةِ وَشَرَطُوا لِقَبُولِ رَوَايَتِهِمْ شُرُوطاً دَقِيقَةً مُحْكَمَةً تَدُلُّ عَلَى بُعْدِ نَظَرِهِمْ وَسَدَادِ تَفَكُّيرِهِمْ ، وَجُودَةِ طَرِيقَتِهِمْ . وَهَذِهِ الشَّرُوطُ الَّتِي اشْتَرَطُوهَا فِي الرَّاَوِي ، وَالشَّرُوطُ الْآخَرَى الَّتِي اشْتَرَطُوهَا لِقَبُولِ الْحَدِيثِ وَالْأَخْبَارِ ، لَمْ تَتَوَصَّلْ إِلَيْهَا أَى مِلَّةٌ مِنَ الْمِلَلِ حَتَّى فِي هَذَا الْعَصْرِ الَّذِي يَصِفُهُ أَصْحَابُهُ بِالْمُنَهْجِيَّةِ وَالِدَّقَّةِ ، فَإِنَّهُمْ لَمْ يَشْتَرِطُوا فِي نَقْلَةِ الْأَخْبَارِ الشَّرُوطَ الَّتِي اشْتَرَطَهَا عُلَمَاءُ الْمُصْطَلَحِ فِي الرَّاَوِي ، بَلْ وَلَا أَقَلَّ مِنْهَا ، فَكَثِيرٌ مِنَ الْأَخْبَارِ الَّتِي تَتَنَاقَلُهَا وَكَالَاتُ الْأَنْبَاءِ الرَّسْمِيَّةِ لَا يُوثَقُ بِهَا وَلَا يُرَكَّبُ إِلَى صِدْقِهَا ، وَذَلِكَ بِسَبَبِ رَوَاتِهَا الْمَجْهُولِينَ ” وَمَا آفَةُ الْأَخْبَارِ إِلَّا رَوَاتُهَا “ ، وَكَثِيراً مَا يَظْهَرُ عَدَمُ صِحَّةِ تِلْكَ الْأَخْبَارِ بَعْدَ قَلِيلٍ .

ترجمہ : بحث اول ” راوی اور اس کے مقبول ہو ہم کی شرطیں “ - تمہیدی مقدمہ : چونکہ حدیث رسول ﷺ تک رواۃ کے راستے سے پہنچتی ہے ، اس لیے حدیث کی صحت یا عدم صحت کی پہچان میں ان کی مرکزی حیثیت ہے ، یہی وجہ ہے کہ علماء حدیث ہم رواۃ کا متفرم کیا اور ان کی روایت قبول کر ہم کے لیے باریک و مضبوط شرطیں رکھی ہیں جو ان کی نگاہ کی دور رس ، فکر کی درستگی اور طریقے کی مددگی پر دلالت کرتی ہیں ۔

یہ وہ شرطیں ہیں جو انہوں ہم راوی کے بارے میں مقرر کی ہیں اور دوسری وہ شرطیں جو انہوں ہم حدیث و خبر کے قبول کر ہم کے لیے رکھی ہیں ان تک کسی بھی اہل دین کی رسائی نہیں ہوئی حتی کہ اس دور میں بھی جس کو اہل زمانہ انتظام اور باریک بیٹی سے متصف کرتے ہیں ، کیونکہ انہوں ہم خبریں پہنچا ہم والوں کے بارے میں وہ شرطیں نہیں رکھیں جو علماء مصطلح ہم راوی کے

بارے میں رکھی ہیں بلکہ اس سے کم شرط بھی نہیں رکھی، چنانچہ بہت سی خبریں جنہیں دستوری اطلاعات کے ذمہ داران ایک دوسرے تک پہنچاتے ہیں، ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا اور ان کی سچائی کی طرف مائل نہیں ہو جاتا، اور یہ ان کے نامعلوم ناقلین کے سبب سے ”خبروں کی مصیبت ان کے ناقلین ہی ہوتے ہیں“، اور اکثر تھوڑے وقت کے بعد ہی ان اطلاعات کا سچ نہ ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔

شرح :- دین اسلام کی حقانیت کا ایک مظہر محدثین کا وہ کارنامہ ہے جو انہوں ہم اسماء الرجال اور علم المصطلح کے نام سے سینکڑوں نہیں ہزاروں رواد کے حالات کی چھان بین کے بعد روایت کی قبولیت کے لیے شرطیں مقرر فرمائیں، ایسے اصول و ضوابط کہ جن کی نظیر کسی بھی ملت تو درکنار موجودہ دور میں بھی کوئی پیش نہ کر سکا حتیٰ کہ حکومتی سطح پر اطلاعات پہنچا ہم کے لیے بھی اتنی باریک اور لہے شرطیں کسی ہم مقرر نہیں کی ہیں حالانکہ اطلاع دینے والے ہی خبروں کی صداقت کے مدار ہوتے ہیں جب انہی کے متعلق علم نہ ہوگا تو خبر کی صداقت کیسے معلوم ہوگی؟ اور اکثر تھوڑا وقت گزر ہم کے بعد ہی ان خبروں کا جھوٹا ہونا معلوم ہو جاتا ہے، اس عرصہ میں وہ خبر عوام میں مقبول ہو چکی ہوتی ہے، مگر محدثین کرام ہم جس طرح احادیث کی حفاظت اور صادق و کاذب کے درمیان فرق کے لیے شرطیں اور ضابطے مقرر کیے ہیں وہ واقعی بے مثال اور قابلِ صد تحسین ہے۔

۲ - شُرُوطُ قَبُولِ الرَّاَوِي : أَجْمَعَ الْجَمَاهِيرُ مِنْ أَيْمَةِ الْحَدِيثِ وَالْفَقْهِ أَنَّهُ يُشْتَرَطُ فِي الرَّاَوِي شَرْطَانِ أُسَاسِيَّانِ هُمَا : (أ) الْعَدَالَةُ : وَيَعْنُونَ بِهَا أَنْ يَكُونَ الرَّاَوِي : مُسْلِمًا - بَالِغًا - عَاقِلًا - سَلِيمًا مِنْ أَسْبَابِ الْفُسْقِ - سَلِيمًا مِنْ خَوَارِمِ الْمُرُوءَةِ . (ب) الصَّبْتُ : وَيَعْنُونَ بِهِ أَنْ يَكُونَ الرَّاَوِي : غَيْرَ مُخَالَفٍ لِلثَّقَاتِ - وَلَا سَيِّءِ الْحِفْظِ - وَلَا فَاحِشٍ الْغَلْطِ - وَلَا مُغْفَلًا - وَلَا كَثِيرَ الْإِهْطَامِ . ۳ - بِمِ تَثْبُتِ الْعَدَالَةُ ؟ تَثْبُتُ الْعَدَالَةُ بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ : (أ) إِمَّا بِتَنْصِيصِ مُعَدِّلِينَ عَلَيْهَا ، أَيْ أَنْ يَنْصَّ عُلَمَاءُ التَّعْدِيلِ أَوْ وَاحِدٌ مِنْهُمْ عَلَيْهَا . (ب) وَإِمَّا بِالِاسْتِفَاضَةِ وَالشُّهْرَةِ ، فَمَنْ اشتهرت عدالته بين أهل العلم ، وشاع الثناء عليه كفي ، ولا يحتاج بعد ذلك

إِلَى مُعَدِّلٍ يَنْصُ عَلَيْهِ، وَذَلِكَ مِثْلُ الْأَئِمَّةِ الْمَشْهُورِينَ كَالْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ
وَالسُّفْيَانِيِّ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَغَيْرِهِمْ.

جامعہ: ق راوی کے مقبول ہو ہم کی شرطیں: جمہور ائمہ حدیث وفقہ کا اس پر اجماع نے کہ راوی کے بارے میں دو بنیادی شرطیں ضروری ہیں: (ا) عدالت: اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ راوی مسلمان، بالغ، عاقل، عاقل، اسباب فسق اور خلاف مروّت کاموں سے محفوظ ہو۔ (ب) ضبط: اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ راوی نہ ہی ثقات کی مخالفت کر ہم والا ہو، اور نہ ہی کمزور حافظہ والا، اور نہ ہی فاش غلطی کر ہم والا، اور نہ ہی بے خبر اور نہ ہی بہت ہبے والا ہو۔ عدالت کس طرح ثابت ہوتی ہے؟ عدالت دو چیزوں میں سے ایک سے ثابت ہوتی ہے:

(ا) یا تو تعدیل کر ہم والے اس کی صراحت کر دیں یعنی تعدیل کر ہم والے علماء یا ان میں سے کوئی ایک عدالت کی صراحت کر دے۔ (ب) اور یا پھر پھیلنے اور مشہور ہو ہم کے ذریعے، چنانچہ اہل علم کے درمیان جس کی عدالت مشہور ہو جائے اور اس کی تعریف عام ہو جائے تو اتنا کافی ہوگا اور اس کے بعد کسی تعدیل والے کی ضرورت نہیں ہوگی جو اس کی صراحت کرے، یہ جیسے ائمہ اربعہ، سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ اور اوزاعی وغیرہ مشہور ائمہ حضرات ہیں۔

نتیجہ: - راوی کے مقبول ہو ہم کے لیے دو بنیادی شرطوں پر جمہور محدثین و فقہاء کا اتفاق نے اور وہ دو شرطیں یہ ہیں: (۱) راوی کی عدالت (۲) راوی کا ضبط۔ عدالت یعنی راوی کے عدل ہو ہم سے مراد یہ ہے کہ وہ مسلمان عاقل بالغ، اسباب فسق سے دور اور خلاف مروّت سے اجتناب کر ہم والا ہو، اور ضبط سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی روایات میں ثقات کی مخالفت کا مرتکب نہ ہو، اس کا حافظہ اور یادداشت کمزور نہ ہو، بڑی غلطی کر ہم والا نہ ہو، سادہ اور بے خبر نہ ہو، اسی طرح وہی جس کو بکثرت ہبے کی بیماری ہو وہ بھی نہ ہو۔ جب عدالت اور ضبط کی شرطیں پائی جائیں گی تو راوی اس قابل ہو سکے گا کہ اس کی روایت کو قبول کر لیں۔

عدالت کے ثابت ہو ہم کے دو طریقے ہیں: (۱) ائمہ جرح و تعدیل میں سے کوئی راوی کو عدل قرار دے دے۔ (۲) یا پھر اہل علم کے درمیان اس کا عدل ہونا مشہور ہو۔ جب ان میں

سے کوئی طریقہ پایا جائے گا تو راوی کو عدل قرار دینے میں کوئی تامل نہیں ہوگا لیکن اگر دونوں شرطیں مفقود ہوئیں تو راوی کی عدالت ثابت نہ ہو سکے گی۔

۴ - مَذْهَبُ ابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ فِي ثُبُوتِ الْعَدَالَةِ : رَأَى ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ أَنَّ كُلَّ حَامِلٍ عِلْمٍ مَعْرُوفٍ الْعِنَايَةَ بِهِ مَحْمُولٌ أَمْرُهُ عَلَى الْعَدَالَةِ حَتَّى يَتَبَيَّنَ جَوْرُهُ ، وَاحْتِجَّ بِحَدِيثِ ”يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عُذُولُهُ ، يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ ، وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ ، وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ“ . وَقَوْلُهُ هَذَا غَيْرُ مَرْضِيٍّ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ ، لِأَنَّ الْحَدِيثَ لَمْ يَصِحَّ ، وَعَلَى فَرَضِ صِحَّتِهِ ، فَإِنَّ مَعْنَاهُ ”لِيَحْمِلَ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عُذُولُهُ“ بِدَلِيلٍ أَنَّهُ يُوجَدُ مَنْ يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ وَهُوَ غَيْرُ عَدْلٍ .

ترجمہ : ثبوت عدالت میں ابن عبد البر کا مذہب : ابن عبد البر کا مذہب یہ ہے کہ ہر علم کا حامل (عالم دین) جو علم کی حفاظت میں مشہور ہو، اس کا معاملہ عدالت پر محمول ہوگا جب تک اس پر جرح ظاہر نہ ہو جائے، اور انہوں ہم حدیث ”يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عُذُولُهُ“ الحدیث (ہر بعد میں آہم والوں میں سے ان کے عدل لوگ اس علم کے حامل ہوں گے جو اس سے غلو کر ہم والوں کی تحریف، باطل پرستوں کی غلط نسبت اور جاہلوں کی تاویل کو دور کریں گے) سے حجت پکڑی نے۔ ان کا یہ قول علماء کے نزدیک پسندیدہ نہیں اس لیے کہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اس کی صحت تسلیم کر لینے کی صورت میں اس کا مطلب ہوگا کہ ”اس علم کو ہر بعد میں آہم والوں میں سے ان کے عدل لوگ حاصل کریں“ اس دلیل کے ساتھ کہ ایسے شخص موجود ہیں جو عدل نہ ہو ہم کے باوجود علم سیکھتے ہیں۔

نتیجہ :- عام محدثین کے اصول کے مطابق تعدیل پر جرح مقدم ہوتی ہے لیکن امام ابن عبد البر ما لکی ہم اس بارے میں یہ استثناء کیا ہے کہ اگر جرح کسی ایسی شخصیت کے متعلق ہو جو علم کے حوالے سے مشہور ہو، مسلمانوں کی بڑی جماعت اُسے قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہو تو اس پر جرح قابل قبول نہیں بلکہ وہ عدل ہی سمجھی جائے گی، گویا علم کے ساتھ مشہور ہونا ہی تعدیل نے اس لیے کہ ایک حدیث پاک میں ارشاد نبوی نے ”يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عُذُولُهُ“ الحدیث یعنی اس علم

کے حاملین بعد میں آہم والے لوگوں میں اُن کے معتبر (عدل) لوگ ہوں گے.....“ الحدیث۔ اس حدیث میں خبر دی جا رہی ہے کہ جب اہل علم ہو کر کوئی شخصیت مسلمانوں کے ہاں مقبول ہو تو اس کو عدل ہی سمجھا جائے گا۔

مصنف کہتے ہیں کہ امام ابن عبد البر کا یہ قول علماء کے ہاں پسندیدہ نہیں، اس کی دو وجہیں ہیں: (۱) یہ حدیث ثابت نہیں۔ (۲) اگر ثابت ہو بھی جائے تو اس کا مطلب حکم دینا ہے کہ بعد والوں میں سے عدل اور معتبر لوگ ہی اس علم کو اٹھائیں، گویا یہ امر بصورتِ خبر نے، یہ مطلب نہیں کہ جو بھی علم کو اٹھائے گا وہ ہی مقبول و عدل ہو۔ اس لیے کہ دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ غیر عدل ہو کر بھی علم کے حامل ہوتے ہیں، اگر یہ پیش گوئی اور خبر ہوتی تو ہر زمانہ میں اہل اور معتبر لوگ ہی علم کی متوجہ ہوتے، غیر معتبر لوگ نہیں۔

علامہ سیوطیؒ ہم امام احمدؒ وغیرہ سے اس حدیث کی صحت نقل کی ہے، نیز ابن عدیؒ ہم ثقہ راویوں کی سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے لہذا فیصلہ کن بات یہ ہے کہ مذکورہ حدیث ثابت ہے البتہ یہ امر بصورتِ خبر نے جیسا کہ مصنف صاحب ہم آخری توجیہ یہی کی ہے۔ اس کی ایک دلیل بعض روایات میں الفاظ کا یوں منقول ہونا ہے ”لِيَحْمِلَ هَذَا الْعِلْمَ.....“ الحدیث۔ اس میں لام امر صراحۃً موجود ہے جو امر ہو ہم پر دلالت کرتا ہے۔ واللہ اعلم

۵ - كَيْفَ يُعْرِفُ ضَبْطُ الرَّاَوِي ؟ يُعْرِفُ ضَبْطُ الرَّاَوِي بِمُوَافَقَتِهِ الثَّقَاتِ الْمُتَقِينَ فِي الرَّوَايَةِ ، فَإِنْ وَافَقَهُمْ فِي رَوَايَتِهِمْ غَالِبًا فَهُوَ ضَابِطٌ ، وَلَا تَضُرُّ مُخَالَفَتُهُ النَّادِرَةَ لَهُمْ ، فَإِنْ كَثُرَتْ مُخَالَفَتُهُ لَهُمْ اخْتَلَّ ضَبْطُهُ ، وَلَمْ يُحْتَجَّ بِهِ .

ترجمہ: قرادی کا ضبط کس طرح معلوم ہوتا ہے؟ راوی کا ضبط اس کے مضبوط روایت کے حامل ثقہ راویوں کی موافقت کر ہم سے معلوم ہوتا ہے، پس اگر وہ روایت کر ہم میں اکثر و بیشتر ان کی موافقت کرے تو وہ ضابط (ضبط والا) ہے اور ان کی تھوڑی بہت مخالفت کرنا ضرر کا باعث نہیں، اگر اس کی طرف سے ان کی مخالفت زیادہ ہو جائے تو اس کے ضبط میں خلل پیدا ہوگا اور اس سے حجت نہیں پیش کی جائے گی۔

نکۃ ۱:- کوئی راوی ثقات کی بالکلیہ مخالفت سے محفوظ نہیں ہوتا، اس لیے ضبط کا دار و مدار مکمل طور پر مخالفت سے بچنے پر نہیں بلکہ اکثر مخالفت نہ کرنا بھی ضبط کی دلیل ہے۔

۶ - هَلْ يُقْبَلُ الْجَرْحُ وَالتَّعْدِيلُ مِنْ غَيْرِ بَيَانٍ؟ (أ) أَمَّا التَّعْدِيلُ فَيُقْبَلُ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ سَبَبِهِ عَلَى الصَّحِيحِ الْمَشْهُورِ ، لِأَنَّ أَسْبَابَهُ كَثِيرَةٌ يَضْعُبُ حَضْرُهَا ، إِذَا يَحْتَاجُ الْمُعَدِّلُ أَنْ يَقُولَ مَثَلًا : لَمْ يَفْعَلْ كَذَا ، لَمْ يَرْتَكِبْ كَذَا ، أَوْ يَقُولَ : هُوَ يَفْعَلُ كَذَا ، وَيَفْعَلُ كَذَا وَهَكَذَا (ب) أَمَّا الْجَرْحُ فَلَا يُقْبَلُ إِلَّا مُفَسَّرًا ، لِأَنَّهُ لَا يَضْعُبُ ذِكْرُهُ ، وَلِأَنَّ النَّاسَ يَخْتَلِفُونَ فِي أَسْبَابِ الْجَرْحِ ، فَقَدْ يَجْرَحُ أَحَدُهُمْ بِمَا لَيْسَ بِجَارِحٍ ، قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ : ” وَهَذَا ظَاهِرٌ مُقَرَّرٌ فِي الْفَقْهِ وَأُصُولِهِ ، وَذَكَرَ الْخَطِيبُ الْحَافِظُ أَنَّهُ مَذْهَبُ الْأَئِمَّةِ مِنْ حُقَاطِ الْحَدِيثِ وَنُقَادِهِ مِثْلِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَغَيْرِهِمَا ، وَلِذَلِكَ اخْتَجَّ الْبُخَارِيُّ بِجَمَاعَةٍ سَبَقَ مِنْ غَيْرِهِ الْجَرْحُ لَهُمْ كَعِكْرِمَةَ وَعَمْرٍو بْنِ مَرْزُوقٍ ، وَاخْتَجَّ مُسْلِمٌ بِسُوَيْدِ بْنِ سَعِيدٍ وَجَمَاعَةٍ اِشْتَهَرَ الطَّعْنُ فِيهِمْ ، وَهَكَذَا فَعَلَ أَبُو دَاوُدَ ، وَذَلِكَ دَالٌّ عَلَى أَنَّهُمْ ذَهَبُوا إِلَى أَنَّ الْجَرْحَ لَا يَثْبُتُ إِلَّا إِذَا فُسِّرَ سَبَبُهُ “.

ترجمہ: کیا تفصیل کے بغیر جرح و تعدیل قبول کی جائے گی؟ (ا) جہاں تک تعدیل کا تعلق ہے تو صحیح مشہور قول کے مطابق تعدیل کا سبب بتائے بغیر بھی مقبول ہے اس لیے کہ اس کے اسباب زیادہ ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے کیونکہ تعدیل کنندہ کو مثلاً یہ کہنے کی ضرورت پڑے گی کہ اس نے ایسا نہیں کیا، اس کام کا ارتکاب نہیں کیا یا یہ کہنے کی کہ وہ ایسا کرتا ہے، اور ایسا ایسا کرتا ہے وغیرہ۔

(ب) جہاں تک جرح کا تعلق ہے تو وہ مفسراً (تفصیل کے ساتھ) ہی مقبول ہے اس لیے کہ اس کو ذکر کرنا مشکل نہیں، اور اس وجہ سے کہ اسباب جرح کے بارے میں لوگ مختلف ہیں چنانچہ کبھی کوئی شخص ایسی جرح کرتا ہے جو جرح نہیں ہوتی، ابن صلاحؒ نے کہا ہے: ”اور یہ فقہ و اصول فقہ میں ثابت شدہ ہے، اور حافظ خطیبؒ نے ذکر کیا ہے کہ یہ حفاظ و نقاد حدیث کا مذہب ہے جیسے بخاری و مسلم وغیرہ، اور اسی وجہ سے بخاری نے ایک ایسی جماعت سے حجت پکڑی ہے کہ کسی

اور کی طرف سے ان پر جرح ہو چکی تھی مثلاً عکرمہ اور عمرو بن مرزوق، اور مسلم نے سوید بن سعید اور ایسی جماعت سے حجت پکڑی جن کے متعلق تنقید مشہور ہو چکی تھی، اسی طرح ابوداؤد نے بھی کیا، اور یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ جرح اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب اس کے سبب کی وضاحت کر دی جائے۔

شرح :- تعدیل کا مقصد چونکہ راوی کو روایت کا اہل اور اس کے لیے موزوں قرار دینا ہے یعنی اس کو عدل بتانا ہے اور عدل، فاسق کی ضد ہے، اس لیے عدل وہی کہلا سکتا ہے جو اسباب فسق سے اجتناب کرتا ہو اور اسباب فسق بہت سارے امور ہیں، بعض کا تعلق کرنے سے ہے اور بعض کا چھوڑنے یعنی ترک کرنے سے۔ اب اگر عدل قرار دینے کے لیے یہ لازم قرار دیا جاتا کہ ہر سبب فسق کی راوی کی ذات سے نفی کی جائے مثلاً یوں کہا جائے کہ فلاں راوی نے ایسا کیا اور ایسا نہیں کیا تو سلسلہ لمبا ہو جاتا اور حرج لازم آتا کیونکہ اسباب فسق کا بیان میں احاطہ انتہائی دشوار ہے۔ لہذا صحیح اور مشہور قول کے مطابق تعدیل کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ فلاں راوی عدل ہے، باقی اس کا سبب بتانا تفصیل سے ذکر کرنا لازم اور ضروری نہیں۔

اس کے بالمقابل اسباب فسق میں سے کسی بھی ایک سبب کا ارتکاب کر لینے سے انسان فاسق ہو جاتا ہے اور اس کا بیان مشکل بھی نہیں ہے لہذا کسی پر جرح کرتے وقت اس کی وجہ بتانا ضروری ہے ورنہ جرح مقبول نہیں ہوگی مثلاً یوں کہا جائے کہ فلاں راوی مجرد ہے اس لیے کہ اس نے فلاں سبب فسق کا ارتکاب کیا تھا۔ جرح میں سبب بیان کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ بعض اوقات جرح کرنے والے کی نظر میں کوئی بات جرح کا سبب بن سکتی ہے۔ وہ حقیقت میں اس کا سبب نہیں ہوتی۔

اسی قسم کے واقعات میں سے ہے کہ محدث شعبہ سے کسی نے سوال کیا کہ جناب نے فلاں شخص کی حدیث کیوں چھوڑی؟ جواب میں فرمایا کہ ”میں نے اس کو گھوڑے پر ایڑھ لگا کر سوار ہوتے ہوئے دیکھا ہے“۔ اب یقیناً ایڑھ لگانا سبب طعن نہیں، ”شعبہ“ اسے بھی جرح کا سبب قرار دے رہے ہیں۔ اسی طرح حکم بن عتیبہ سے پوچھا گیا کہ آپ زاذان سے کیوں روایت نہیں

کرتے؟ فرمایا: اس لیے کہ ”وہ بہت بات کرنے والا تھا“۔ حالانکہ کثیر الکلام ہونا فی نفسہ موجب طعن نہیں۔ اسی بناء پر محدثین نے فرمایا کہ جرح مفصل ہونی چاہیے، مبہم یا غیر واضح نہیں۔ [التدریب]

۷ - هَلْ يَثْبُتُ الْجَرْحُ وَالتَّعْدِيلُ بِوَاحِدٍ؟ (أ) الصَّحِيحُ أَنَّهُ يَثْبُتُ الْجَرْحُ وَالتَّعْدِيلُ بِوَاحِدٍ. (ب) وَقِيلَ: لَا بُدَّ مِنْ اثْنَيْنِ.

ترجمہ: کیا جرح و تعدیل ایک شخص کے ذریعہ سے ثابت ہوتی ہے؟ (ا) صحیح یہ ہے کہ جرح و تعدیل ایک شخص کے ذریعہ سے ثابت ہوتی ہے۔ (ب) اور کہا گیا کہ دو فرد کا ہونا ضروری ہے۔
نتیجہ: - کسی ایک امام کے مجروح یا عدل کہہ دینے سے جرح و تعدیل ثابت ہو جائے گی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں دو اقوال نقل کیے گئے ہیں: (۱) صحیح قول کے مطابق ایک شخص کی جرح و تعدیل بھی درست ہے اور (۲) ضعیف قول کے مطابق جس طرح گواہ دو ہوتے ہیں اسی طرح جرح و تعدیل کرنے والے بھی دو ہونے چاہئیں۔ صحیح قول کی وجہ یہ ہے کہ جرح و تعدیل بھی ایک قسم کی خبر ہے یعنی کسی راوی کے متعلق عدل یا غیر عدل ہونے کی خبر دینا ہے، جب اصل خبر یعنی حدیث کی روایت ایک شخص سے قابل قبول ہے تو جرح و تعدیل بھی ایک شخص سے مقبول ہے کیونکہ جرح و تعدیل کا مقام خود حدیث سے بلند نہیں۔

۸ - اجْتِمَاعُ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ فِي رَأْيٍ وَاحِدٍ: إِذَا اجْتَمَعَ فِي رَأْيِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ. (أ) فَالْمُعْتَمَدُ أَنَّهُ يُقَدَّمُ الْجَرْحُ إِذَا كَانَ مُفَسَّرًا. (ب) وَقِيلَ إِنَّ زَادَ عَدَدَ الْمُعَدِّلِينَ عَلَى الْجَارِحِينَ قُدِّمَ التَّعْدِيلُ، وَهُوَ ضَعِيفٌ غَيْرُ مُعْتَمَدٍ.

ترجمہ: کیا ایک راوی کے بارے میں جرح و تعدیل کا جمع ہونا: جب کسی راوی میں جرح و تعدیل جمع ہو جائے تو (ا) قابل اعتماد یہ ہے کہ جرح کو مقدم رکھا جائے گا جب وہ مفسر ہوگی۔ (ب) اور ایک قول ہے کہ اگر تعدیل کرنے والوں کی تعداد جرح کنندگان سے زیادہ ہوگی تو تعدیل مقدم ہوگی، اور یہ ضعیف اور ناقابل اعتماد ہے۔

نتیجہ: - جمہور علماء کے نزدیک جب جرح مفسر ہو یعنی اس کا سبب بیان کر دیا گیا ہو اور اس کے مقابلے میں اسی راوی کی تعدیل بھی ہو تو جرح مقدم رہے گی یا جرح کرنے والے زیادہ ہوں یا

تعدیل کرنے والے۔ البتہ بعض حضرات کے نزدیک جو زیادہ ہوں گے انہی کا قول معتبر ہوگا، اگر جارج زیادہ ہوں تو جرح مقدم ہوگی اور اگر معدّلین زیادہ ہوں تو تعدیل مقدم ہوگی۔ یہ قول ضعیف ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں جنہوں نے عدل قرار دیا ہے انہوں نے سبب جرح کی نفی نہیں کی اور جارجین نے ایک سبب کا اثبات کیا ہے، لہذا وہ مقدم ہیں۔

۹ - حُكْمُ رِوَايَةِ الْعَدْلِ عَنْ شَخْصٍ : (أ) رِوَايَةُ الْعَدْلِ عَنْ شَخْصٍ لَا تُعْتَبَرُ تَعْدِيلًا لَهُ عِنْدَ الْأَكْثَرِينَ وَهُوَ الصَّحِيحُ ، وَقِيلَ هُوَ تَعْدِيلٌ . (ب) وَعَمَلُ الْعَالِمِ وَفَتْيَاهُ عَلَى وَفْقِ حَدِيثٍ لَيْسَ حُكْمًا بِصِحَّتِهِ ، وَلَيْسَ مُخَالَفَتُهُ لَهُ قَدْ حَافِيَ صِحَّتِهِ وَلَا فِي رِوَايَتِهِ ، وَقِيلَ : بَلْ هُوَ حُكْمٌ بِصِحَّتِهِ ، وَصَحَّحَهُ الْأُمْدِيُّ وَغَيْرُهُ مِنَ الْأُصُولِيِّينَ ، وَفِي الْمَسْأَلَةِ كَلَامٌ طَوِيلٌ .

ترجمہ : عدل کا کسی شخص سے روایت کرنے کا حکم : (ا) اکثر حضرات کے نزدیک عدل کا کسی شخص سے روایت کر لیا تعدیل نہیں سمجھی جائے گی اور یہی صحیح ہے، اور ایک قول کے مطابق وہ تعدیل ہے۔ (ب) اور عالم کا کسی حدیث کے موافق عمل یا فتویٰ اس کے صحیح ہونے کا حکم نہیں، اور نہ ہی اس کا حدیث کی مخالفت کرنا اس کے صحیح ہونے میں یا اس کے راویوں کے بارے میں عیب کا باعث ہے، اور ایک قول کے مطابق : ایسا نہیں بلکہ وہ (عالم کی طرف سے) اس کے صحیح ہونے کا فیصلہ ہے، آمدی وغیرہ اصولیین نے اس کو صحیح قرار دیا، اور اس مسئلہ میں طویل کلام ہے۔

ترجمہ :- محض کسی عالم کا کسی حدیث کے مطابق عمل کر لیا یا فتویٰ دے دینا، اس کی جانب سے حدیث کی صحت کا فیصلہ نہیں ہے، اس لیے کہ ممکن ہے اس کا عمل یا فتویٰ اس حدیث کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی اور حدیث کی وجہ سے ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے احتیاطاً اس حدیث پر عمل کر لیا ہو نہ یہ کہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔

اسی طرح کسی عالم یا فقیہ و مجتہد کا کسی حدیث کی مخالفت کر لیا حدیث کی صحت میں یا اس کے روایات کے بارے میں کلام یا طعن نہیں سمجھا جائے گا کیونکہ عین ممکن ہے یہ مخالفت کسی عارض کی بناء پر ہو نہ کہ حدیث کے غیر صحیح و غیر ثابت ہونے کی بناء پر۔ مثلاً بیع میں خیار سے متعلق حدیث امام

مالکؒ نے بطریق نافعؒ روایت کی ہے۔ آپ کا عمل اس کے مطابق نہیں بلکہ آپ اس سلسلہ میں اہل مدینہ کے عمل کو اختیار کرتے ہیں جو کہ آپ کے نزدیک مستقل اصول و ماخذ کا درجہ رکھتا ہے۔ تو یہاں پر مخالفت نافعؒ پر بد اعتمادی کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ ایک متعارض دلیل کی وجہ سے یعنی عمل اہل مدینہ کی وجہ سے جو ان کے نزدیک قوی حجت ہے۔

۱۰ - حُكْمُ رِوَايَةِ التَّائِبِ مِنَ الْفِسْقِ : (أ) تُقْبَلُ رِوَايَةُ التَّائِبِ مِنَ الْفِسْقِ . (ب) وَلَا تُقْبَلُ رِوَايَةُ التَّائِبِ مِنَ الْكُذْبِ فِي حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ .

ترجمہ: فسق سے تائب کی روایت کا حکم: (ا) فسق سے توبہ کر لینے کی روایت قبول کی جائے گی۔ (ب) اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں جھوٹ بولنے سے توبہ کرنے والے کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

شرح: - جو شخص کسی بھی قسم کے فسق میں مبتلا ہو یا احادیث رسول ﷺ کے علاوہ اپنے کلام میں جھوٹ بولتا ہو، اس کے بعد وہ توبہ کر لے اور اس کی حالت پہلے سے بہتر ہو تو بالاتفاق اس کی روایت مقبول ہے، یہ جس نے ایک دفعہ بھی حدیث رسول ﷺ میں جھوٹ کہا اور اس کا جھوٹ کہنا ثابت ہو گیا تو اس کی سزایہ ہے کہ زندگی بھر اس کی روایت مقبول نہیں بلکہ وہ ہمیشہ کے لیے غیر عدل ہے، پھر وہ جھوٹ سے مکمل توبہ کر لے اور اپنی حالت کی اصلاح کر لے تب بھی وہ فی نفسہ صالح ہوگا مگر حدیث کے لیے نااہل ہے۔ اس سے حدیث رسول اللہ ﷺ کی اہمیت معلوم ہوگئی کہ فاسق گناہ سے توبہ کر لے تو قاضی کے یہاں اس کی گواہی قبول ہوتی ہے۔ حدیث رسول ﷺ میں ایک مرتبہ جھوٹ بول دیا تو ساری زندگی اس نعمت سے محروم ہو گیا۔ والعیاذ باللہ

۱۱ - حُكْمُ رِوَايَةِ مَنْ أَخَذَ عَلَى التَّحْدِيثِ أَجْرًا : (أ) لَا تُقْبَلُ عِنْدَ الْبَعْضِ كَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَأَبِي حَاتِمٍ . (ب) تُقْبَلُ عِنْدَ الْبَعْضِ الْآخِرِ كَأَبِي نُعَيْمٍ الْفَضْلِ بْنِ دُكَيْنٍ . (ج) وَأَفْتَى أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْرَازِيُّ لِمَنْ امْتَنَعَ عَلَيْهِ الْكَسْبُ لِإِعْيَالِهِ بِسَبَبِ التَّحْدِيثِ بِجَوَازِ أَخْذِ الْأَجْرِ .

۱۲ - حُكْمُ رِوَايَةِ مَنْ عُرِفَ بِالتَّسَاهُلِ أَوْ بِقَبُولِ التَّلْقِينِ أَوْ كَثَرَةِ السَّهْوِ : (أ) لَا

تَقْبَلُ رِوَايَةً مَنْ عُرِفَ بِالتَّسَاهُلِ فِي سَمَاعِهِ أَوْ إِسْمَاعِهِ ، كَمَنْ لَا يُبَالِي بِالنُّومِ وَقَتِ السَّمَاعِ ، أَوْ يُحَدِّثُ مِنْ أَصْلِ غَيْرِ مُقَابِلٍ . (ب) وَلَا تَقْبَلُ رِوَايَةً مَنْ عُرِفَ بِقَبُولِ التَّلَقُّينِ فِي الْحَدِيثِ ، بَأَنَّ يُلَقِّنَ الشَّيْءَ فَيُحَدِّثُ بِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَعْلَمَ أَنَّهُ مِنْ حَدِيثِهِ . (ج) وَلَا تَقْبَلُ رِوَايَةً مَنْ عُرِفَ بِكَثْرَةِ السَّهْوِ فِي رِوَايَتِهِ .

ترجمہ: حدیث بیان کرنے پر اجرت لینے والے کی روایت کا حکم: (۱) بعض حضرات کے نزدیک اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جیسے امام احمد، اسحاق اور ابو حاتم۔ (۲) بعض دوسرے حضرات کے نزدیک قبول کی جائے گی جیسے ابو نعیم فضل بن دُکین۔ (ج) اور ابو اسحاق شیرازی نے اس شخص کے لیے جس پر حدیث بیان کرنے کی وجہ سے اپنے کنبہ کے لیے کمانا ممکن ہو جائے، فتویٰ دیا کہ اجرت لےنا جائز ہے۔

اس شخص کی روایت کا حکم جو زمری برتنے، یا تلقین قبول کر لینے یا زیادہ سہو عارض ہونے میں مشہور ہو جائے: (۱) اُس شخص کی روایت قبول نہیں جو سننے یا سنانے میں تساہل کے ساتھ مشہور ہو جائے، جیسے وہ شخص جو سننے کے وقت نیند کی پرواہ نہ کرتا ہو یا ایسی اصل سے حدیث بیان کرتا ہو جس کا مقابلہ نہیں کیا گیا ہو۔ (ب) اس کی روایت مقبول نہیں جو حدیث میں تلقین قبول کر لینے کے ساتھ مشہور ہو اس طرح کہ اسے تلقین کی جائے تو یہ معلوم کیے بغیر کہ اسی کی حدیث ہے یا نہیں، (بس قبول کر لی)۔ (ج) اور اس کی روایت بھی قبول نہیں جو اپنی روایت میں زیادہ بھولنے کے ساتھ مشہور ہو۔

شرح: - حدیث بیان کر کے اجرت لینے والے کی حدیث کا کیا حکم ہے؟ اس سلسلے میں تین اقوال مذکور ہیں: (۱) مطلقاً قبول ہے۔ (۲) مطلقاً قبول نہیں ہے۔ (۳) ابو اسحاق شیرازی کے نزدیک اگر اشد ضرورت کی بناء پر اجرت لے تو ٹھیک ہے اور اس کی روایت بھی مقبول ہے۔

اگر محدث کے متعلق یہ پتہ چل جائے کہ وہ طالب علم سے حد مہ سنتے وقت انتہائی نرمی یا غفلت برتتے ہیں مثلاً (۱) جس وقت طالب علم سنا رہا ہوتا ہے وہ نیند میں مشغول ہو جانے کی بھی پرواہ نہ کریں، اونگھ لیتے ہوں یا سو جاتے ہوں، اسی طرح جب خود سناتے ہیں تو اس وقت بھی نرمی

وستی اختیار کرتے ہیں اور سہولت پسندی سے کام لیتے ہیں مثلاً ایسے نسخہ سے احادیث پڑھتے ہوں جس کا دوسرے صحیح نسخہ سے مقابلہ نہیں کیا گیا۔ تو ایسے شیخ کی روایت مقبول نہیں۔

(۲) یا درس حدیث کے دوران وہ سامع یا طالب کی تلقین قبول کر لیتے ہوں اور تحقیق کیے بغیر نقل کر دیتے ہوں تو ان کی روایت بھی مقبول نہیں۔

(۳) یا محدث اپنی روایات میں بکثرت غلطی کرتے ہوں اور کسی صحیح نسخہ سے اصلاح بھی نہ کرتے ہوں تو ان کی روایت بھی مقبول نہیں۔

۱۳ - حُكْمُ رِوَايَةٍ مِّنْ حَدَّثٍ وَنَسِيَّ : (أ) تَعْرِيفُ مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَّ : هُوَ أَنْ لَا يَذْكُرَ الشَّيْخُ رِوَايَةَ مَا حَدَّثَ بِهِ تَلْمِيزُهُ عَنْهُ . (ب) حُكْمُ رِوَايَتِهِ : ۱ الرَّدُّ : إِنْ نَفَاهُ نَفْيًا جَازِمًا بِأَنْ قَالَ : مَا رَوَيْتُهُ أَوْ هُوَ يَكْذِبُ عَلَيَّ وَنَحْوَ ذَلِكَ .
۲ الْقَبُولُ : إِنْ تَرَدَّدَ فِي نَفْيِهِ كَأَنْ يَقُولَ : لَا أَعْرِفُهُ أَوْ لَا أَذْكُرُهُ وَنَحْوَ ذَلِكَ
(ج) هَلْ يُعْتَبَرُ رَدُّ الْحَدِيثِ قَادِحًا فِي وَاحِدٍ مِنْهُمَا ؟ لَا يُعْتَبَرُ رَدُّ الْحَدِيثِ قَادِحًا فِي وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِأَنَّهُ لَيْسَ أَحَدُهُمَا أَوْلَى بِالطَّغْنِ مِنَ الْآخَرِ .

ترجمہ : جو شیخ حدیث بیان کرنے کے بعد بھول جائے، اس کی روایت کا حکم: (ا) اس شخص کی تعریف جو حدیث بیان کرے اور پھر بھول جائے: یہ ہے کہ شیخ کو اس حدیث کی روایت یاد نہ آئے جو اس کا شاگرد اس کے حوالے سے بیان کرے۔ (ب) اس کی روایت کا حکم: (۱) رد کر دینا، اگر اس نے یقین کے ساتھ انکار کر دیا اس طور پر کہ اس نے کہا: میں نے اس حدیث کی روایت نہیں کی، یا وہ (شاگرد) میرے متعلق جھوٹ بول رہا ہے وغیرہ۔

(۲) قبول کر لے، اگر اس نے تردّد کے ساتھ انکار کیا جیسے یوں کہے کہ مجھے یہ حدیث نہیں معلوم یا مجھے یاد نہیں آرہی وغیرہ۔ (ج) کیا حدیث کو رد کرنا ان میں سے کسی کے حق میں عیب کا سبب ہوگا؟ حدیث کو رد کرنا کسی کے حق میں عیب کا سبب نہیں ہوگا اس لیے کہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے سے زیادہ تنقید کا حقدار نہیں۔

نتیجہ :- اگر شیخ حدیث روایت کرنے کے بعد بھول جائے اور صاف طور پر انکار کر دے مثلاً

یوں کہے کہ یہ حدیث میں نے فلاں سے بیان نہیں کی، یا یہ کہ وہ میرے متعلق جھوٹ بول رہا ہے وغیرہ تو بالاتفاق استاد شاگرد دونوں کی مذکورہ روایت مردود ہوگی۔ اگر شیخ صراحۃً تو انکار نہیں کرتا جبکہ شبہ ظاہر کرتا ہے مثلاً یوں کہتا ہے کہ مجھے یاد نہیں آرہا ہے یا مجھے شک ہے وغیرہ تو اس صورت میں شاگرد کے حوالے سے اس حدیث کا روایت کرنا درست اور مقبول ہے۔

اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ حدیث کا بیان کر کے بھول جانا یا انکار کر دینا استاد و شاگرد کے حق میں موجب طعن نہیں یعنی اس وجہ سے دونوں میں سے کوئی بھی ضعیف نہیں کہلائے گا۔ مگر جو حدیث محدث بھول جائے اور شاگرد کے یاد دلانے پر یاد نہ آئے، ایسی حدیث پر عمل جائز ہے یا نہیں؟ تو احناف کے نزدیک اس طرح کی حدیث پر عمل نہیں کیا جاسکتا بلکہ دیگر شیخ کے نزدیک عمل کیا جاسکتا ہے چنانچہ آگے جو مثال آرہی ہے وہ ان حضرات کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے اور وہ مسئلہ فقہیہ مختلف فیہ ہے۔ اس کی مثال:

(د) مثاله: مَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ مِنْ رِوَايَةِ رَبِيعَةَ بِنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَضَى بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ". قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ: حَدَّثَنِي بِهِ رَبِيعَةُ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سُهَيْلٍ، فَلَقِيتُ سُهَيْلًا فَسَأَلْتُهُ عَنْهُ، فَلَمْ يَعْرِفْهُ فَقُلْتُ: حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ عَنْكَ بِكَذَا، فَصَارَ سُهَيْلٌ بَعْدَ ذَلِكَ يَقُولُ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ رَبِيعَةَ عَنِّي أَنِّي حَدَّثْتُهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعاً بِكَذَا. (هـ) أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ: كِتَابُ "أَخْبَارُ مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ" لِلْخَطِيبِ.

ترجمہ: اس کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن کے واسطے سے سہیل بن ابی صالح سے اور وہ اپنے والد سے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ "جناب رسول اللہ ﷺ نے قسم اور گواہ کے ساتھ فیصلہ فرمایا۔"

عبد العزیز بن محمد دراوردی نے کہا: یہ حدیث مجھ سے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن نے سہیل کے حوالے سے بیان کی، پھر میری ملاقات سہیل سے ہوئی تو میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا،

انہیں یہ حدیث معلوم نہیں تھی۔ میں نے کہا: مجھ سے ربیعہ نے آپ کے حوالے سے اسی طرح بیان کیا، تو اس کے بعد سہیل یہ کہتے تھے: ”مجھ سے عبدالعزیز نے ربیعہ کے حوالے سے بیان کیا کہ میں نے ربیعہ کو حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً نقل کرتے ہوئے اس طرح بیان کیا۔ (ھ) اس بارے میں زیادہ مشہور تصنیف: خطیب کی کتاب ”أخبار من حدّث نوسی“ ہے۔

نتیجہ:- مذکورہ بالا حدیث میں سہیل بن ابی صالحؓ نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمنؓ سے ایک حدیث بیان کی جس کو وہ بھول گئے چنانچہ عبدالعزیزؓ کے یاد دلانے پر بھی انہیں بذاتِ خود یاد نہیں آئی، اس لیے وہ عبدالعزیزؓ اور ربیعہ کے واسطے سے اپنے بارے میں بیان کرتے تھے کہ میں نے اس سے یہ حدیث بیان کی تھی۔

الْمَبْحَثُ الثَّانِي: فِكْرَةُ عَامَّةٍ عَنْ كُتُبِ الْجَرَحِ وَالتَّعْدِيلِ

بِمَا أَنَّ الْحُكْمَ عَلَى الْحَدِيثِ صِحَّةً وَضَعْفًا مَبْنِيٌّ عَلَى أُمُورٍ مِنْهَا عَدَالَةُ الرُّوَاةِ وَضَبْطُهُمْ أَوْ الطَّعْنُ فِي عَدَالَتِهِمْ وَضَبْطُهُمْ ، لِذَلِكَ قَامَ الْعُلَمَاءُ بِتَنْصِيفِ الْكُتُبِ الَّتِي فِيهَا بَيَانُ عَدَالَةِ الرُّوَاةِ وَضَبْطِهِمْ مَنقُولَةً عَنِ الْأَئِمَّةِ الْمُعَدِّلِينَ الْمُؤْتَوِّقِينَ ، وَهَذَا مَا يُسَمَّى بِـ ”التَّعْدِيلِ“ كَمَا أَنَّ فِي تِلْكَ الْكُتُبِ بَيَانُ الطَّعْنِ الْمَوْجَّهَةِ إِلَى عَدَالَةِ بَعْضِ الرُّوَاةِ أَوْ إِلَى ضَبْطِهِمْ وَحِفْظِهِمْ كَذَلِكَ مَنقُولَةً عَنِ الْأَئِمَّةِ غَيْرِ الْمُتَعَصِّبِينَ ، وَهَذَا مَا يُسَمَّى بِـ ”الْجَرَحِ“ ، وَمِنْ هُنَا أُطْلِقَ عَلَى تِلْكَ الْكُتُبِ ”كُتُبُ الْجَرَحِ وَالتَّعْدِيلِ“ . وَهَذِهِ الْكُتُبُ كَثِيرَةٌ وَمُتَنَوِّعَةٌ ، فَمِنْهَا الْمُفْرَدَةُ لِبَيَانِ الرُّوَاةِ النِّقَاتِ ، وَمِنْهَا الْمُفْرَدَةُ لِبَيَانِ الضُّعْفَاءِ وَالْمَجْرُوحِينَ ، وَمِنْهَا كُتُبُ لِبَيَانِ الرُّوَاةِ النِّقَاتِ وَالضُّعْفَاءِ ، وَمِنْ جِهَةِ أُخْرَى فَإِنَّ بَعْضَ هَذِهِ الْكُتُبِ عَامٌّ لِدُكْرِ رُوَاةِ الْحَدِيثِ بِغَضِّ النَّظَرِ عَنْ رِجَالِ كِتَابٍ أَوْ كُتُبٍ خَاصَّةٍ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ ، وَمِنْهَا مَا هُوَ خَاصٌّ بِتَرَاجِمِ رُوَاةِ كِتَابٍ خَاصٍّ أَوْ كُتُبٍ مُعَيَّنَةٍ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ .

ترجمہ: بحث دوم: کتب جرح و تعدیل کے بارے میں عمومی تبصرہ۔ چونکہ حدیث پر صحت

ضعف کا حکم لگانا چند امور پر مبنی ہے جن میں سے رِوَاۃ کی عدالت اور ان کا ضبط یا ان کی عدالت و ضبط میں تنقید کرنا ہے، اس لیے علماء نے وہ کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں عدل قرار دینے والے با اعتماد و ثبوت سے منقول رِوَاۃ کی عدالت و ضبط کا بیان ہو، اور اس کا نام تعدیل رکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ انہی کتابوں میں اسی طرح غیر متعصب ہئیش سے منقول ان تنقیدات کا بھی بیان ہے جو بعض رِوَاۃ کی عدالت یا ان کے ضبط و حفظ کی طرف متوجہ کی جاتی ہیں، اور اس کا نام جرح رکھا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے ان کتابوں کو ”کتب الجرح والتعدیل“ بولا جاتا ہے۔

یہ کتابیں کئی ساری اور مختلف اقسام کی ہیں، چنانچہ ان میں سے بعض ثقہ رِوَاۃ کے بیان کے ساتھ مخصوص ہیں، بعض مجروح ضعفاء کے بیان کے ساتھ مخصوص ہیں اور بعض ثقہ و ضعیف رِوَاۃ کے بیان کے ساتھ مخصوص کتابیں ہیں۔ ایک اور اعتبار سے یہ کہ ان میں سے بعض کتابیں راویانِ حدیث کے تذکرے کے لیے عام ہیں قطع نظر اس سے کہ وہ ایک کتاب کے رِوَاۃ ہوں یا کتب حدیث کی کئی مخصوص کتابیں ہوں لبتہ ان میں بعض وہ کتابیں ہیں جو کتب حدیث میں سے کسی مخصوص کتاب یا چند متعین کتابوں کے رِوَاۃ کے حالات کے ساتھ مخصوص ہیں۔

نکات :- یہ بات مخفی نہیں کہ حدیث کی صحت و ضعف کا دار و مدار اس کے رِوَاۃ پر ہے جن کی عدالت و ضبط سے بحث کی جاتی ہے اور اس سلسلے میں ائمہ جرح و تعدیل کے بیان کو اہمیت دی جاتی ہے اسی لیے علماء نے اقوال جمع کرنے اور راویوں پر عدالت و ضبط سے متعلق حکم لگانے میں آسانی کی خاطر مستقل تصانیف تحریر کی ہیں تاکہ ہئیش کرام کی نظر میں جو جس درجے کا ہے اس کی مکمل وضاحت ہو جائے۔

اب کبھی بواہد ہی کتاب میں جرح و تعدیل دونوں کا ذکر ملے گا یعنی ثقات و ضعفاء دونوں مذکور ہوں گے، کبھی صرف ضعفاء سے متعلق کتاب ہوگی اور کبھی اس میں صرف ثقات کا ذکر ہوگا۔ دوسری جانب کبھی تو تصنیف ایک کتاب کے رِوَاۃ سے متعلق ہوگی مثلاً بخاری کے رِوَاۃ کے حالات سے متعلق تصنیف جس میں دوسری کتابوں کے رِوَاۃ سے بحث نہیں ہوگی اور کبھی عام رِوَاۃ حدیث کا ذکر ہوگا چاہے وہ کسی بھی کتاب میں مذکور ہوں۔ اس اعتبار سے کتب جرح و تعدیل کی کئی

تسمیں بن جاتی ہیں۔

هَذَا وَيُغْتَبَرُ عَمَلُ عُلَمَاءِ الْجَرَحِ وَالتَّعْدِيلِ فِي تَصْنِيفِ هَذِهِ الْكُتُبِ عَمَلًا رَائِعًا مُهِمًّا جَبَّارًا إِذْ قَامُوا بِمَسْحِ دَقِيقِ تَرَاجِمِ جَمِيعِ رُؤَاةِ الْحَدِيثِ وَبَيَانِ الْجَرَحِ أَوْ التَّعْدِيلِ الْمَوْجَّهِ إِلَيْهِمْ أَوَّلًا ، ثُمَّ بَيَانِ مَنْ أَخَذُوا عَنْهُ وَمَنْ أَخَذَ عَنْهُمْ ، وَأَيْنَ رَحَلُوا وَمَتَى اتَّقُوا بِبَعْضِ الشُّيُوخِ وَمَا إِلَى ذَلِكَ مِنْ تَحْدِيدِ زَمَنِهِمُ الَّذِي عَاشُوا فِيهِ بِشَكْلِ لَمْ يُسَبِّقُوا إِلَيْهِ ، بَلْ وَلَمْ تَصِلِ الْأُمَمُ الْمُتَحَضِّرَةُ فِي هَذَا الْعَصْرِ إِلَى قَرِيبٍ مِمَّا صَنَفَهُ عُلَمَاءُ الْحَدِيثِ مِنْ وَضْعِ هَذِهِ الْمَوْسُوعَاتِ الضَّخْمَةِ فِي تَرَاجِمِ الرِّجَالِ وَرُؤَاةِ الْحَدِيثِ فَحَفِظُوا عَلَى مَدَى الْأَيَّامِ التَّعْرِيفَ الْكَامِلَ بِرُؤَاةِ الْحَدِيثِ وَنَقْلَتِهِ فَجَزَاهُمُ اللَّهُ عَنَّا خَيْرًا .

ترجمہ : ان کتب کی تصنیف کے سلسلے میں علماء جرح و تعدیل کا کارنامہ بہت عمدہ ہے اور غیر معمولی عمل سمجھا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے پہلے تمام روایۃ حدیث کے حالات کا باریکی سے جائزہ لیا اور ان کی طرف متوجہ جرح و تعدیل کو بیان کیا، اس کے بعد جس سے ان روایۃ نو حدیث حاصل کی اور جن لوگوں کو ان سے حاصل کی، کب انہوں نے سفر کیا اور کب ان کی ملاقات بعض شیوخ سے ہوئی وغیرہ امور کو بیان کیا جو ان کے زندگی گزارنے کے زمانہ کی اس انداز سے حد بندی نے جو ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا، بلکہ اس زمانہ کی متمدن اقوام بھی علماء حدیث کے ان کارناموں کے قریب نہیں پہنچیں جو ان علماء نے لوگوں اور حدیث کے روایۃ کے حالات کے بارے میں بڑی ضخیم کتابیں تصنیف کر کے انجام دیئے چنانچہ انہوں نے نو مرد و زمانہ کے باوجود روایۃ اور ناقلمین حدیث کا مکمل تعارف محفوظ کر لیا۔ پس اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے انہیں بہتر بدلہ عطا کرے۔

نہایت : - محدثین کا یہ جیتا جاگتا کارنامہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا جو کہ انہوں نے نو احادیث کی حفاظت کے سلسلے میں انجام دیا، چنانچہ نہ صرف احادیث کے متون محفوظ کیے بلکہ ان کے راویان کے بھی عدالت و ضبط کے حوالے سے تمام حالات محفوظ کر لیے، پہلے زبہام نقل پر اکتفا کیا اور پھر مستقل تصانیف کے ذریعے اس کارنامہ کو محفوظ بھی کر دیا۔

وَالْيَكْ بَعْضُ الْأَسْمَاءِ لِهَذِهِ الْكُتُبِ : ١ - التَّارِيخُ الْكَبِيرُ لِلْبُخَارِيِّ ، وَهُوَ عَامٌّ
 لِلرُّوَاةِ الثِّقَاتِ وَالضُّعَفَاءِ . ٢ - الْجَرَحُ وَالتَّعْدِيلُ لِابْنِ أَبِي حَاتِمٍ ، كَذَلِكَ هُوَ
 عَامٌّ لِلرُّوَاةِ الثِّقَاتِ وَالضُّعَفَاءِ وَيُشَبِّهُ الَّذِي قَبْلَهُ . ٣ - الثِّقَاتُ لِابْنِ حِبَّانَ ، كِتَابٌ
 خَاصٌّ بِالثِّقَاتِ . ٤ - الْكَامِلُ فِي الضُّعَفَاءِ لِابْنِ عَدِيٍّ ، وَهُوَ خَاصٌّ بِتَرَاجِمِ الضُّعَفَاءِ
 كَمَا ظَاهِرٌ مِنْ اسْمِهِ . ٥ - الْكَامِلُ فِي أَسْمَاءِ الرِّجَالِ لِعَبْدِ الْغَنِيِّ الْمَقْدِسِيِّ ،
 كِتَابٌ عَامٌّ ، إِلَّا أَنَّهُ خَاصٌّ بِرِجَالِ الْكُتُبِ السِّتَةِ . ٦ - مِيزَانُ الْإِعْتِدَالِ لِلدَّهَبِيِّ ،
 كِتَابٌ خَاصٌّ بِالضُّعَفَاءِ وَالْمُتْرُوكِينَ (أَيُّ كُلِّ مَنْ جُرِحَ وَإِنْ لَمْ يُقْبَلِ الْجَرَحُ فِيهِ) .
 ٧ - تَهْذِيبُ التَّهْذِيبِ لِابْنِ حَجَرَ ، يُعْتَبَرُ مِنْ تَهْذِيبَاتٍ وَمُخْتَصَرَاتٍ كِتَابُ
 ”الْكَامِلُ فِي أَسْمَاءِ الرِّجَالِ“ .

- ترجمہ : ان میں سے چند کتابوں کے نام ملاحظہ کیجئے: (۱) التاریخ الکبیر، یہ امام بخاریؒ کی تصنیف ہے، اور ثقات وضعفاء رواۃ کو شامل ہے۔ (۲) الجرح والتعديل، یہ ابن ابی حاتم کی ہے۔ اسی طرح ثقات وضعفاء راویوں کو شامل ہے اور ما قبل کتاب کی طرح ہے۔ (۳) الثقات، ابن حبان کی تصنیف ہے اور ثقات کے ساتھ خاص کتاب ہے۔ (۴) الکامل فی الضعفاء، ابن عدی کی ہے اور وضعفاء کے حالات کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ (۵) الکمال فی أسماء الرجال، عبد الغنی مقدسی کی تصنیف ہے، سب کو شامل ہے مگر یہ کہ کتب ستہ (بخاری، مسلم، مرندی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) کے رواۃ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۶) میزان الاعتدال، علامہ ذہبی کی تصنیف ہے، وضعفاء اور متروکین (یعنی وہ شخص جس پر جرح کی گئی ہو اگرچہ اس میں جرح مقبول نہ ہو) کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۷) تهذيب التهذيب، ابن حجرؒ کی تصنیف ہے، کتاب ”الکمال فی أسماء الرجال“ کی تهذیبات و اختصارات میں سے شمار کی جاتی ہے۔

الْمَبْحَثُ الثَّالِثُ : مَرَاتِبُ الْجَرَحِ وَالتَّعْدِيلِ

لَقَدْ قَسَمَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ فِي مُقَدِّمَةِ كِتَابِهِ ”الْجَرَحُ وَالتَّعْدِيلُ“ كُلًّا مِنْ
 مَرَاتِبِ الْجَرَحِ وَالتَّعْدِيلِ إِلَى أَرْبَعِ مَرَاتِبٍ ، وَبَيَّنَ حُكْمَ كُلِّ مَرْتَبَةٍ مِنْهَا ، ثُمَّ زَادَ

الْعُلَمَاءُ عَلَى كُلِّ مِنْ مَرَاتِبِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ مَرَّتَيْنِ ، فَصَارَتْ كُلُّ مِنْ مَرَاتِبِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ سِتًّا ، وَإِلَيْكَ هَذِهِ الْمَرَاتِبُ مَعَ أَلْفَاظِهَا :

ترجمہ: بحث سوم: جرح و تعدیل کے مراتب۔ ابن ابی حاتم نو اپنی کتاب الجرح والتعدیل کے مقدمے میں جرح و تعدیل کے مراتب کو چار درجات پر تقسیم کیا ہے اور ان میں سے ہر مرتبے کا حکم واضح کیا ہے، اس کے بعد علماء نو جرح و تعدیل کے مراتب پر دو، دو مرتبوں کا اور اضافہ کیا تو جرح و تعدیل میں سے ہر ایک کے چھ مراتب ہو گئے۔ مذکورہ مراتب اور ان کے الفاظ پیش ہیں:

۱ - مَرَاتِبُ التَّعْدِيلِ وَالْأَفْظَاظُ: (أ) مَا دَلَّ عَلَى الْمُبَالَغَةِ فِي التَّوَثُّقِ أَوْ كَانَ عَلَى وَزْنِ أَفْعَلَ ، وَهِيَ أَرْفَعُهَا مِثْلُ : فَلَانٌ إِلَيْهِ الْمُنْتَهَى فِي التَّثَبُّتِ ، أَوْ فَلَانٌ أَثَبَّتِ النَّاسَ (ب) ثُمَّ مَا تَأَكَّدَ بِصِفَةٍ أَوْ صِفَتَيْنِ مِنْ صِفَاتِ التَّوَثُّقِ : كَثِقَةِ ثِقَةٍ ، أَوْ ثِقَةٍ ثَبَّتْ . (ج) ثُمَّ مَا غُبِرَ عَنْهُ بِصِفَةٍ دَالَّةٍ عَلَى التَّوَثُّقِ مِنْ غَيْرِ تَوْكِيدٍ كَثِقَةٍ ، أَوْ حُجَّةٍ . (د) ثُمَّ مَا دَلَّ عَلَى التَّعْدِيلِ مِنْ دُونَ إِشْعَارٍ بِالضَّبْطِ : كَصَدُوقٍ ، أَوْ مَحَلُّهُ الصِّدْقُ أَوْ لَا بَأْسَ بِهِ عِنْدَ غَيْرِ ابْنِ مَعِينٍ ، فَإِنَّ " لَا بَأْسَ بِهِ " إِذَا قَالَهَا ابْنُ مَعِينٍ فِي الرَّأْيِ فَهُوَ عِنْدَهُ ثِقَةٌ . (هـ) ثُمَّ مَا لَيْسَ فِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى التَّوَثُّقِ أَوْ التَّجْرِيحِ ، مِثْلُ : فَلَانٌ شَيْخٌ ، أَوْ رَوَى عَنْهُ النَّاسُ . (و) ثُمَّ مَا أَشْعَرَ بِالْقُرْبِ مِنَ التَّجْرِيحِ ، مِثْلُ : فَلَانٌ صَالِحُ الْحَدِيثِ ، أَوْ يُكْتَبُ حَدِيثُهُ .

ترجمہ: تعدیل کے مراتب اور الفاظ: (ا) جو توثیق میں مبالغہ پر دلالت کرے یا وہ اسم تفضیل کا صیغہ ہو، اور یہ ان میں سب سے بلند ہیں جیسے فَلَانٌ إِلَيْهِ الْمُنْتَهَى فِي التَّثَبُّتِ یا فَلَانٌ أَثَبَّتِ النَّاسَ۔ (ب) اس کے بعد جو توثیق کی صفات میں سے ایک یا دو صفتوں کے ساتھ مؤکد ہو جیسے ثِقَةٌ ثَقِيَّةٌ یا ثِقَةٌ ثَبَّتْ۔ (ج) اس کے بعد جس لفظ سے ایسی صفت کو بیان کیا جائے جو توثیق پر دلالت کرے مگر تاکید نہ ہو جیسے ثِقَةٌ یا حُجَّةٌ۔

(د) اس کے بعد جو لفظ تعدیل پر دلالت کرے مگر ضبط کے متعلق نہ بتلائے جیسے صَدُوقٌ یا مَحَلُّهُ الصِّدْقُ یا لَا بَأْسَ بِهِ ابن معین کے علاوہ کے ہاں، کیونکہ جب ابن معین

راوی کے متعلق لَا بَأْسَ بِهِ کہیں تو وہ ان کے نزدیک ثقہ نے۔ (ھ) اس کے بعد جس لفظ میں توثیق یا جرح پر دلالت نہ ہو جیسے فُلَانٌ شَيْخٌ يَرْوِي عَنْهُ النَّاسُ۔ (و) اس کے بعد جو جرح سے قریب ہو نو کو بتلائے جیسے فُلَانٌ صَالِحُ الْحَدِيثِ يَأْتُكَتُبُ حَدِيثُهُ۔

شرح :- تعدیل کے مراتب تشدید سے تسہیل کی طرف بڑھتے ہیں یعنی پہلے زیادہ ثقہ، پھر اس سے کم، پھر اس سے بھی کم..... الخ۔ جبکہ جرح کے مراتب تسہیل سے تشدید کی طرف گامزن ہیں، یعنی پہلے کم مہتم، پھر اس سے زیادہ، پھر اس سے بھی زیادہ..... الخ۔ اب اوپر مذکور تیرہ الفاظ کے معام نمبر وار جائے: (أ) فُلَانٌ إِلَيْهِ الْمُنتَهَى فِي الثَّبَتِ فلاں شخص پر احتیاط و تحقیق ختم ہے یا فُلَانٌ أَثْبَتُ النَّاسِ فلاں شخص لوگوں میں سب سے پختہ نے۔ (ب) ثِقَّةٌ ثِقَّةٌ قَابِلٌ اعْتِمَادِ قَابِلٌ اعْتِمَادِ یا ثِقَّةٌ ثَبَّتْ قَابِلٌ اعْتِمَادِ اور پختہ نے۔ (ج) ثِقَّةٌ قَابِلٌ اعْتِمَادِ یا حُجَّةٌ حجت نے۔ (د) صَدُوقٌ بہت سچا ہے یا مَحَلُّهُ الصِّدْقِ اس کا مقام سچ بولنا ہے یا لَا بَأْسَ بِهِ اس میں کوئی حرج نہیں نے۔ (ھ) فُلَانٌ شَيْخٌ فلاں شخص شیخ (محدث) ہے یا رَوَى عَنْهُ النَّاسُ لوگوں نے اس سے روایت کی نے۔ (و) فُلَانٌ صَالِحُ الْحَدِيثِ فلاں شخص درست حدیث والا ہے یا فُلَانٌ يُكْتَبُ حَدِيثُهُ اس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔

۲ - حُكْمُ هَذِهِ الْمَرَاتِبِ: (أ) أَمَّا الْمَرَاتِبُ الثَّلَاثَةُ الْأُولَى فَيُحْتَجُّ بِأَهْلِهَا، وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَقْوَى مِنْ بَعْضٍ. (ب) وَأَمَّا الْمَرْتَبَةُ الرَّابِعَةُ وَالْخَامِسَةُ فَلَا يُحْتَجُّ بِأَهْلِهَا، وَلَكِنْ يُكْتَبُ حَدِيثُهُمْ وَيُخْتَبَرُ، وَإِنْ كَانَ أَهْلُ الْمَرْتَبَةِ الْخَامِسَةِ دُونَ أَهْلِ الْمَرْتَبَةِ الرَّابِعَةِ. (د) وَأَمَّا أَهْلُ الْمَرْتَبَةِ السَّادِسَةِ فَلَا يُحْتَجُّ بِأَهْلِهَا، وَلَكِنْ يُكْتَبُ حَدِيثُهُمْ لِلْإِعْتِبَارِ فَقَطْ دُونَ الْإِخْتِبَارِ، وَذَلِكَ لِظُهُورِ أَمْرِهِمْ فِي عَدَمِ الصَّبْطِ.

ترجمہ :- مذکورہ مراتب کا حکم: (أ) جہاں تک پہلے تین مراتب کا تعلق ہے تو ان سے متصف لوگوں سے حجت پیش کی جاسکتی ہے اگرچہ ان میں سے بعض، دوسرے بعض سے قوی ہیں۔ (ب) اور جہاں تک چوتھے اور پانچویں مرتبے کا تعلق ہے تو ان سے متصف لوگوں سے حجت نہیں پیش کی جاسکتی ہے مگر ان کی حدیث کو لکھا جائے گا اور جانچا جائے گا، اگرچہ پانچویں مرتبے والے

چوتھے والوں سے کم رتبہ ہیں۔ (د) اور جہاں تک چھٹے مرتبے کا تعلق ہے تو اس سے متصف لوگوں سے حجت پیش نہیں کی جاسکتی مگر ان کی حدیث کو صرف اعتبار کے لیے لکھا جائے گا نہ کہ جانچنے کے لیے، اور یہ اس لیے کہ عدم ضبط کے متعلق ان کا معاملہ ظاہر ہے۔

شہادہ: - (۱) پہلے تین مرتبوں والوں کی عدالت و ضبط میں طعن نہیں پایا گیا اسی لیے سب سے اونچا مرتبہ تعدیل میں انہی کا ہے اور ان کی حدیثیں بلاشبہ قابل قبول ہیں، البتہ مرتبہ اولیٰ کو اپنے مابعد درجی مرتبوں پر فوقیت حاصل ہے جیسا کہ مرتبہ ثانیہ کو مرتبہ ثالثہ پر حاصل ہے۔

(۲) مرتبہ رابعہ اور مرتبہ خامسہ والوں سے حجت و استدلال نہیں کیا جاسکتا البتہ ان کی حدیثوں کو لکھا جائے اور کامل الضبط ثقہ رواۃ کی احادیث سے جانچا جائے، اگر ان کے موافق روایت نقل کریں تو قبول ہیں ورنہ نہیں۔ البتہ مرتبہ رابعہ کو مرتبہ خامسہ پر فوقیت و ترجیح حاصل ہے۔ اعتبار کے معنی جانچنا اور اندازہ لگانا ہے، یہاں پر اس سے مراد ثقات کی روایتوں سے موازنہ کرنا ہے موافقت یا مخالفت میں۔

(۳) مرتبہ سادسہ انتہائی کمزور ہے لہذا ان سے حجت نہیں پیش کی جاسکتی، لیکن ان کی احادیث کو اعتبار کے لیے لکھا اور محفوظ کیا جائے، اعتبار یہاں نہیں ہوگا۔ اعتبار کی تفصیل گزر چکی ہے۔

۳ - مَرَاتِبُ الْجَرَحِ وَالْفَاطِهَا: (أ) مَا دَلَّ عَلَى التَّلَيُّنِ: (وَهِيَ أَسْهَلُهَا فِي الْجَرَحِ) مِثْلَ: فَلَانٌ لَيْنُ الْحَدِيثِ أَوْ فِيهِ مَقَالٌ. (ب) ثُمَّ مَا صَرَّحَ بِعَدَمِ الْإِحْتِجَاجِ بِهِ وَشِبْهِهِ: مِثْلَ: فَلَانٌ لَا يُحْتَجُّ بِهِ، أَوْ ضَعِيفٌ، أَوْ لَهُ مَنَاكِيرٌ. (ج) ثُمَّ مَا صَرَّحَ بِعَدَمِ كِتَابَةِ حَدِيثِهِ وَنَحْوِهِ: مِثْلَ فَلَانٌ لَا يُكْتَبُ حَدِيثُهُ، أَوْ لَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْهُ أَوْ ضَعِيفٌ جِدًّا، أَوْ وَاهٍ بِمَرَّةٍ. (د) ثُمَّ مَا فِيهِ اتِّهَامٌ بِالْكَذِبِ أَوْ نَحْوِهِ: مِثْلَ: فَلَانٌ مُتَّهَمٌ بِالْكَذِبِ، أَوْ مُتَّهَمٌ بِالْوَضْعِ، أَوْ يَسْرِقُ الْحَدِيثَ، أَوْ سَاقِطٌ، أَوْ مُتْرُوكٌ، أَوْ لَيْسَ بِثِقَّةٍ. (هـ) ثُمَّ مَا دَلَّ عَلَى وَضْفِهِ بِالْكَذِبِ وَنَحْوِهِ: مِثْلَ: كَذَّابٌ أَوْ دَجَالٌ أَوْ وَضَاعٌ أَوْ يَكْذِبُ أَوْ يَضَعُ. (و) ثُمَّ مَا دَلَّ عَلَى الْمُبَالَغَةِ فِي الْكَذِبِ (وَهِيَ أَسْوَأُهَا) مِثْلَ: فَلَانٌ أَكْذَبُ النَّاسِ، أَوْ إِلَيْهِ الْمُنتَهَى فِي الْكَذِبِ، أَوْ هُوَ رُكْنُ الْكَذِبِ.

ترجمہ ق جرح کے مراتب والفاظ: (ا) جو کمزور قرار دینے پر دلالت کرے (اور یہ جرح میں سب سے ہلکے الفاظ ہیں) جیسے **فُلَانٌ لَّيْنُ الْحَدِيثِ** یا **فِيهِ مَقَالٌ**۔ (ب) اس کے بعد جس میں حجت نہ بنا نو وغیرہ کی تصریح ہو جیسے **فُلَانٌ لَا يُحْتَجُّ بِهِ** یا **ضَعِيفٌ يَالَهُ مَنَاكِيرُ** (ج) اس کے بعد جس میں اس کی حدیث نہ لکھے جا نو وغیرہ امر کی تصریح ہو جیسے **فُلَانٌ لَا يُكْتَبُ حَدِيثُهُ** یا **لَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْهُ** یا **ضَعِيفٌ جِدًّا** یا **وَإِوَاهٍ بِمَرَّةٍ**۔ (د) اس کے بعد جس میں جھوٹ کا الزام یا اس سے ملتی جلتی بات ہو جیسے **فُلَانٌ مُّتَّهَمٌ بِالْكَذِبِ** یا **مُتَّهَمٌ بِالْوَضْعِ** یا **يَسْرِقُ الْحَدِيثَ** یا **مَتْرُوكٌ** یا **لَيْسَ بِثِقَةٍ**۔ (ه) اس کے بعد جو اس کے جھوٹ وغیرہ سے متصف ہو نو پر دلالت کرے جیسے **كَذَّابٌ** یا **دَجَّالٌ** یا **وَضَّاعٌ** یا **يَكْذِبُ** یا **يَضَعُ**۔ (و) اس کے بعد جو جھوٹ میں مبالغہ پر دلالت کرے (اور یہ اس کے سب سے گرے ہوئے الفاظ ہیں) جیسے **فُلَانٌ أَكْثَرُ النَّاسِ يَالِيَهُ الْمُنْتَهَى فِي الْكَذِبِ** یا **هُوَ رُكْنُ الْكَذِبِ**۔

شرح :- اوپر معلوم ہو چکا کہ جرح کے مراتب تسہیل سے تشدید کی طرف گامزن ہیں، یعنی پہلے کم متہم، پھر اس سے زیادہ، پھر اس سے بھی زیادہ..... الخ، جبکہ تعدیل کے مراتب تشدید سے تسہیل کی طرف بڑھتے ہیں یعنی پہلے زیادہ ثقہ، پھر اس سے کم، پھر اس سے بھی کم..... الخ۔ اب بالترتیب الفاظ جرح کے معام جانئے: (ا) **فُلَانٌ لَّيْنُ الْحَدِيثِ** فلاں حدیث کا کمزور ہے یا **فِيهِ مَقَالٌ** اس میں کلام نے۔ (ب) **فُلَانٌ لَا يُحْتَجُّ بِهِ** فلاں شخص کو حجت نہیں بنایا جاسکتا یا **ضَعِيفٌ** کمزور ہے یا **يَالَهُ مَنَاكِيرُ** اس کی منکر روایتیں ہیں۔

(ج) **فُلَانٌ لَا يُكْتَبُ حَدِيثُهُ** فلاں شخص کی حدیث نہیں لکھی جاتی یا **لَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْهُ** اس سے روایت کرنا جائز نہیں یا **ضَعِيفٌ جِدًّا** بہت کمزور ہے یا **وَإِوَاهٍ بِمَرَّةٍ** حد درجہ کمزور ہے۔ (د) **فُلَانٌ مُّتَّهَمٌ بِالْكَذِبِ** فلاں شخص پر جھوٹ بولنے کا الزام ہے یا **مُتَّهَمٌ بِالْوَضْعِ** حدیث گھڑ نو کا الزام ہے یا **يَسْرِقُ الْحَدِيثَ** حدیث چراتا ہے یا **سَاقِطٌ** ناقابل اعتبار ہے یا **مَتْرُوكٌ** چھوڑ دیا گیا ہے یا **لَيْسَ بِثِقَةٍ** اعتماد کے قابل نہیں ہے۔ (ه) **كَذَّابٌ** بڑا جھوٹا یا **دَجَّالٌ** دھوکہ باز یا **وَضَّاعٌ** بڑا گھڑ نو والا یا **يَكْذِبُ** جھوٹ بولتا ہے یا **يَضَعُ** حدیث گھڑ۔

نے۔ (و) فُلَانٌ أَكْذَبُ النَّاسِ فلاں شخص لوگوں میں سب سے جھوٹا ہے یا إِلَیْهِ الْمُنتَهٰی فِی الْكَذِبِ اس پر جھوٹ ختم ہے یا هُوَ رُكْنُ الْكَذِبِ وہ جھوٹ کا ستون ہے۔

۴۔ حُكْمُ هَذِهِ الْمَرَاتِبِ : (أ) أَمَّا أَهْلُ الْمَرْتَبَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ فَإِنَّهُ لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِمْ طَبْعًا ، لَكِنْ يُكْتَبُ حَدِيثُهُمْ لِلإِعْتِبَارِ فَقَطُّ وَإِنْ كَانَ أَهْلُ الْمَرْتَبَةِ الثَّانِيَةِ دُونَ أَهْلِ الْمَرْتَبَةِ الْأُولَى . (ب) وَأَمَّا أَهْلُ الْمَرَاتِبِ الْأَرْبَعِ الْأَخِيرَةِ فَلَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِمْ وَلَا يُكْتَبُ ، وَلَا يُعْتَبَرُ بِهِ .

ترجمہ مذکورہ مراتب کا حکم: (أ) جہاں تک پہلے دو مرتبوں والوں کا تعلق ہے تو ان کی حدیث کو قطعاً حجت نہیں بنایا جاتا مگر صرف اعتبار کے لیے لکھی جاتی ہے اگرچہ دوسرے مرتبہ والے پہلے مرتبہ والوں سے رتبہ میں کم ہیں۔ (ب) اور جہاں تک آخری چار مراتب والوں کا تعلق ہے تو ان کی حدیث سے نہ حجت قائم کی جاتی ہے، نہ اس کو لکھا جاتا ہے اور نہ ہی اس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

الباب الثالث : الرواية و آدابها و كيفية ضبطها

۔ الفصل الأول : كيفية ضبط الرواية ، وطرق تحمّلها . - الفصل الثاني :

آداب الرواية .

الفصل الأول : كيفية ضبط الرواية ، وطرق تحمّلها

۔ المبحث الأول : كيفية سماع الحديث وتحمّلها و صفة ضبطه . - المبحث

الثاني : طرق التحمّل وصيغ الأداء . - المبحث الثالث : كتابة الحديث و ضبطه

والتصنيف فيه . - المبحث الرابع : صفة رواية الحديث .

ترجمہ باب سوم: روایت، اس کے آداب اور ضبط کی کیفیت کے بیان میں۔ فصل اول: ضبط روایت کی کیفیت اور تحمل کے طریقے۔ فصل دوم: روایت کے آداب۔ فصل اول: ضبط روایت کی کیفیت اور تحمل کے طریقے۔ بحث اول: حدیث کے سننے، تحمل اور ضبط کر نو کی صفت۔ بحث دوم: تحمل کے طریقے اور ادائیگی کے صیغے۔ بحث سوم: حدیث لکھنا، یاد کرنا اور اس میں تصنیف

کرنا۔ بحث چہارم: روایت حدیث کی صفت۔

الْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : كَيْفِيَّةُ سَمَاعِ الْحَدِيثِ

وَتَحْمِلِهِ وَصِفَةِ ضَبْطِهِ

۱ - تَمْهِيدٌ : الْمُرَادُ بِـ " كَيْفِيَّةِ سَمَاعِ الْحَدِيثِ " بَيَانُ مَا يَنْبَغِي وَمَا يُشْتَرَطُ فِيمَنْ يُرِيدُ سَمَاعَ الْحَدِيثِ مِنَ الشُّيُوخِ سَمَاعَ رِوَايَةٍ وَتَحْمِلِ لِيُؤَدِّيَهُ فِيمَا بَعْدَ لِغَيْرِهِ ، وَذَلِكَ مِثْلَ اشْتِرَاطِ سِنِّ مُعَيَّنَةٍ وَجُوبًا أَوْ اسْتِحْبَابًا . وَالْمُرَادُ بِتَحْمِلِهِ بَيَانُ طُرُقِ اخْذِهِ وَتَلْقِيهِ عَنِ الشُّيُوخِ ، وَالْمُرَادُ بِبَيَانِ ضَبْطِهِ أَيْ كَيْفَ يَضْبُطُ الطَّالِبُ مَا تَلَقَّاهُ مِنَ الْحَدِيثِ ضَبْطًا يُؤَهِّلُهُ لِأَنْ يَرْوِيَهُ لِغَيْرِهِ عَلَى شَكْلِ يُطْمَئِنُّ إِلَيْهِ .

ترجمہ : بحث اول: حدیث کے سننے، تحمل اور ضبط کی صفت کا بیان۔ تمہید: حدیث کے سننے کی کیفیت سے مراد ان باتوں کا بیان ہے جو اساتذہ حدیث سے روایت اور تحمل کے انداز سے سننے کا ارادہ رکھنے والے (طالب علم) کے لیے مناسب ہیں یا ضروری ہیں تاکہ وہ آئندہ دوسروں تک حدیث کو پہنچا سکے۔ اور یہ جیسے وجوبی یا استحبابی طور پر متعین عمر کی شرط ہے، حدیث کے تحمل سے مراد اس کے لینے اور اساتذہ سے حاصل کر کے طریقے ہیں، اور ضبط کے بیان سے مراد یہ بتانا ہے کہ طالب علم جو حدیث حاصل کرے اس کو کس طرح یاد رکھے کہ جس سے وہ دوسروں سے حدیث کو اطمینان بخش طریقے سے روایت کرے نوکا اہل ہو جائے۔

نتیجہ :- اس بحث کے تحت تین امور کی تحقیق کی جائے گی: (۱) طالب حدیث کو مشائخ سے حدیث سننے کے دوران کن کن بہتر یا ضروری باتوں کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ اس کا سننا مقبول ہو اور وہ آگے حدیث کے پہنچا نو کے اہل بن سکے، مثلاً اسے کتنی عمر میں حدیث سنی چاہیے اور کیا سننے کے وقت اس کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ وغیرہ (۲) تحمل کے طریقے کون کون سے ہیں؟ یعنی اس بات کی تحقیق کی جائے گی کہ طالب حدیث کتنے طریقوں سے مشائخ سے حدیث حاصل کر سکتا ہے اور ان میں سے کتنے طریقے مقبول ہیں اور کتنے مقبول نہیں؟ اور یہ کہ ان طریقوں کے درست ہو نو

کے لیے کوئی کوئی مقررہ شرائط ہیں؟ یاد رہے کہ تحمل لغوی اعتبار سے باب تفعل کا مصدر نے بمعنی اٹھانا، برداشت کرنا جبکہ اصطلاح محدثین میں اس سے مراد حدیث کا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ (۳) یہ بھی تحقیق کی جائے گی کہ حدیث سننے کے بعد اسے کتنے طریقوں سے یاد رکھا جاسکتا ہے اور اس میں سے کتنے صحیح اور کتنے غلط ہیں تاکہ روایت حدیث میں اطمینان نصیب ہو سکے۔

وَقَدْ اغْتَنَىٰ عُلَمَاءُ الْمُصْطَلَحِ بِهَذَا النَّوعِ مِنْ عُلُومِ الْحَدِيثِ ، وَوَضَعُوا لَهُ الْقَوَاعِدَ وَالضُّوَابِطَ وَالشُّرُوطَ بِشَكْلِ دَقِيقٍ رَاضٍ . وَمَيَّزُوا بَيْنَ طُرُقِ تَحْمُلِ الْحَدِيثِ ، وَجَعَلُواهَا عَلَىٰ مَرَاتِبَ ، بَعْضُهَا أَقْوَىٰ مِنْ بَعْضٍ ، وَذَلِكَ تَأْكِيدًا مِنْهُمْ لِلْعِنَايَةِ بِحَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَحُسْنِ انْتِقَالِهِ مِنْ شَخْصٍ إِلَىٰ شَخْصٍ كَيْ يَطْمَئِنَّ الْمُسْلِمُ إِلَىٰ طَرِيقَةِ وُصُولِ الْحَدِيثِ النَّبَوِيِّ إِلَيْهِ ، وَيُوقِنَ أَنَّ هَذِهِ الطَّرِيقَةَ فِي مُنْتَهَى السَّلَامَةِ وَالِدَقَّةِ .

ترجمہ :- اور علماء مصطلح علوم حدیث کی اس فیاض کا اہتمام کیانے، اس کے لیے باریک و عمدہ طریقے سے قواعد و ضوابط اور شرطیں مقرر کی ہیں، تحمل حدیث کے طریقوں کے درمیان فرق قائم کیا اور ان کو چند مراتب پر مرتب کیا جن میں بعض دوسرے بعض سے قوی ہیں۔ یہ سب ان کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی اہمیت اور ایک دوسرے تک اچھے انداز سے منتقل ہو نو کو ثابت کر نو کی خاطر ہے تاکہ مسلمان اس تک حدیث رسول ﷺ کے پہنچنے کے راستے سے مطمئن رہنے اور یہ یقین رکھے کہ یہ راستہ انتہائی محفوظ اور باریک ہے۔

شہادہ :- علوم حدیث کی دیگرانی اقسام کی طرح محدثین اور بالخصوص علماء مصطلح نو اس فیاض کا بھی خصوصی اہتمام کیا ہے جو سماع و روایت سے متعلق ہے اور اس کا بھی گوشہ خالی نہیں چھوڑا ہے جس سے کھل کر بحث نہ کی ہو، تمام شرطیں اور قواعد واضح طور پر مرتب کر دیئے حتی کہ تحمل کے طریقوں میں سے ایک دوسرے کے درمیان درجہ بندی بھی کر دی تاکہ حدیث رسول ﷺ کی نقل احسن انداز میں ہو اور کسی مسلمان کو اپنے اس دینی سرمایہ کی منتقلی میں ذرہ بھر شک و تردید نہ رہے بلکہ وہ پرسکون ہو کر احادیث رسول ﷺ پر عمل پیرا ہو سکے، اور اسی سے ان کی دقت نظر بھی واضح ہوتی ہے۔

۲۔ هَلْ يُشْتَرَطُ لِتَحْمُلِ الْحَدِيثِ الْإِسْلَامُ وَالْبُلُوغُ؟ لَا يُشْتَرَطُ لِتَحْمُلِ الْحَدِيثِ الْإِسْلَامُ وَالْبُلُوغُ عَلَى الصَّحِيحِ، لَكِنْ يُشْتَرَطُ ذَلِكَ لِلْإِدَاءِ، - كَمَا مَرَّبْنَا فِي شُرُوطِ الرَّاَوِي - وَبِنَاءً عَلَى ذَلِكَ فَتَقْبَلُ رِوَايَةُ الْمُسْلِمِ الْبَالِغِ مَا تَحْمَلُهُ مِنَ الْحَدِيثِ قَبْلَ إِسْلَامِهِ، أَوْ قَبْلَ بُلُوغِهِ، لَكِنْ لَا بُدَّ مِنَ التَّمْيِيزِ بِالنِّسْبَةِ لِغَيْرِ الْبَالِغِ. وَقَدْ قِيلَ إِنَّهُ يُشْتَرَطُ لِتَحْمُلِ الْحَدِيثِ الْبُلُوغُ، وَلَكِنَّهُ قَوْلٌ خَطَأٌ لِأَنَّ الْمُسْلِمِينَ قَبِلُوا رِوَايَةَ صِغَارِ الصَّحَابَةِ كَالْحَسَنِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهِمَا مِنْ غَيْرِ فَرْقٍ بَيْنَ مَا تَحْمَلُوهُ قَبْلَ الْبُلُوغِ أَوْ بَعْدَهُ.

ترجمہ: کیا تحمل حدیث کے لیے اسلام اور بلوغت شرط ہے؟ تحمل حدیث کے لیے اسلام و بلوغت صحیح قول کے مطابق شرط نہیں ہے مگر ادا کے وقت یہ شرط نے جیسا کہ راوی کی شرطوں کے ذیل میں یہ بات گزر چکی ہے، اور اسی بناء پر مسلمان بالغ کی اس حدیث کی روایت مقبول ہے جس کا تحمل اس نو اسلام لا نو یا بالغ ہو نو سے پہلے کیا ہو، لیکن نابالغ کے لیے تمیز کی صلاحیت کا ہونا ضروری ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تحمل حدیث کے لیے بلوغت شرط ہے لیکن یہ قول غلط ہے اس لیے کہ مسلمانی نو کم سن صحابہ جیسے حسنؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ کی روایت کو یہ فرق کیے بغیر قبول کر لیا ہے کہ انہوں نو اس کا تحمل بلوغت سے پہلے کیا تھا یا اس کے بعد۔

نتیجہ: تحمل کا مطلب حدیث حاصل کرنا اور اداء کا مطلب دوسروں تک پہنچانا ہے۔ یہاں دو مسئلے بیان ہو رہے ہیں: (۱) تحمل حدیث کے وقت مسلمان ہونا شرط نہیں، چنانچہ اگر مسلمان ہو نو سے قبل حدیث سنی، یاد کر لی اور مسلمان ہو نو کے بعد اس کی روایت کی تو صحیح قول کے مطابق یہ بالکل درست ہے مثلاً حضرت جبیرؓ بن مطعم سے روایت ہے کہ انہوں نو آنحضرت ﷺ کو مغرب میں سورۃ الطور پڑھتے سنا۔ [متفق علیہ] یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے اور جس وقت آپؐ نو یہ مشاہدہ کیا، آپ اسلام کی حالت میں نہیں تھے۔ لہذا تحمل کے وقت مسلمان ہونا شرط نہیں البتہ ادائیگی کے وقت غلط ہونا شرط ہے۔

اسی طرح تحمل کے وقت بلوغت بھی شرط نہیں، بعض حضرات اس کو بھی شرط قرار دیتے ہیں

لیکن ان کا یہ قول واضح غلط ہے کیونکہ کئی صحابہ کرامؓ نے بچپن میں حدیث کا سماع کیا اور بعد از بلوغ اس کی روایت کی تو بڑے بڑے صحابہؓ نے ان کی حدیث کو بلا کسی اعتراض کے قبول کیا۔ انہی صفار صحابہؓ میں حضرات حسن و حسین، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس، سائب بن مزید اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ نیز اہل علم کا شروع سے یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ وہ مجلس حدیث میں بچوں کو لاتے ہیں اور بعد از بلوغ ان کی احادیث کو قابل اعتبار سمجھتے ہیں۔

۳ - مَتٰی یُسْتَحَبُّ الْاِبْتِدَاءُ بِسَمَاعِ الْحَدِیْثِ؟ (ا) قِیْلَ یُسْتَحَبُّ اَنْ یَّبْتَدِیْءَ

بِسَمَاعِ الْحَدِیْثِ فِی سِنِّ الثَّلَاثِیْنَ، وَعَلِیْهِ اَهْلُ الشَّامِ. (ب) وَقِیْلَ فِی سِنِّ الْعِشْرَیْنِ، وَعَلِیْهِ اَهْلُ الْکُوفَةِ. (ج) وَقِیْلَ فِی سِنِّ الْعَاشِرَةِ، وَعَلِیْهِ اَهْلُ الْبَصْرَةِ. (د) وَالصَّوَابُ فِی الْاَغْصَارِ الْمُتَاَخِرَةِ التَّبْکِیْرِ بِسَمَاعِ الْحَدِیْثِ مِنْ حِیْنِ یَصْحُ سَمَاعُهُ لِاَنَّ الْحَدِیْثَ مُنْضَبَطٌ فِی الْکُتُبِ.

ترجمہ کب سے حدیث سننے کی ابتداء مستحب ہے؟ (ا) ایک قول یہ ہے کہ تیس سال کی عمر میں حدیث سننے کی ابتداء کرنا مستحب ہے، اہل شامل کا عمل اسی پر ہے۔ (ب) اور ایک قول یہ ہے کہ بیس سال کی عمر میں، اہل کوفہ کا عمل اسی پر ہے۔ (ج) اور ایک قول یہ ہے کہ دس سال کی عمر میں، اہل بصرہ کا عمل اسی پر ہے۔ (د) اور اخیر زمانوں میں درست (عمل) حدیث سننے میں اسی وقت سے جلدی کرنا ہے جب سماع صحیح ہوتا ہے کیونکہ حدیث کتابوں میں محفوظ ہے۔

شرح: - کتنی عمر سے حدیث پاک کی سماعت مستحب ہے؟ اس بارے میں چار اقوال مذکور ہیں: (۱) اہل شام کے نزدیک تیس برس کی عمر سے حدیث سننا چاہیے۔ (۲) اہل کوفہ کے نزدیک بیس برس کی عمر میں حدیث سننا شروع کرے۔

یہ واضح ہے کہ کوفہ شروع ہی سے اہل علم کا مرکز رہا ہے، بڑے بڑے محدثین و فقہاء کوفہ میں ہی رہا کرتے تھے۔ اس لیے اہل کوفہ کے عمل کو کتابوں میں بطور خاص ذکر کیا جاتا ہے۔ سفیان ثوریؒ کوفہ کے رہنے والے تھے، فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اگر حدیث سیکھنا چاہتا تو اس سے قبل بیس سال عبادت کرتا رہتا۔ ابو عبد اللہ زبیریؒ شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بیس سال کی عمر حدیث لکھنا شروع

کرے کیونکہ یہی وقت ہے عقل کے تام ہونے کا، اور اس سے پہلے حفظ قرآن کریم، فقہ اور فرائض سیکھتا رہے۔ (۳) اہل بصرہ کا عمل دس سال کی عمر سے حدِ نمہ سننے کا تھا۔

(۴) صحیح قول کے مطابق بعد کے زمانوں میں جس وقت بچہ کا سماع درست ہوتا ہے اسی وقت حدیث سننا شروع کرنا چاہیے کیونکہ احادیث اب کتابوں میں محفوظ ہیں۔ بچہ کا سماع اُسی وقت صحیح ہوتا ہے جب وہ چیزوں میں فرق کرنا جان لیتا ہے۔ ایک محدث سے پوچھا گیا: بچہ کا سماع کب صحیح ہوتا ہے؟ فرمایا جب وہ گائے اور گدھے میں تمیز کر لے۔ بہر حال سنِ تمیز ہی اصل ہے لیکن جمہور کے نزدیک اس کی تحدید پانچ سال سے کی گئی ہے۔ [التدریب]

۴ - هَلْ لِيَصَحَّهٖ سَمَاعُ الصَّغِيرِ سِنٌ مُعَيَّنَةٌ؟ (أ) حَدَّدَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ ذَلِكَ بِخَمْسِ سِنِينَ وَعَلَيْهِ اسْتَقَرَّ الْعَمَلُ بَيْنَ أَهْلِ الْحَدِيثِ. (ب) وَقَالَ بَعْضُهُمْ: الصَّوَابُ اِغْتِبَارُ التَّمْيِيزِ، فَإِنْ فَهِمَ الْخُطَابَ وَرَدَّ الْجَوَابَ كَانَ مُمَيِّزًا صَحِيحَ السَّمَاعِ وَالْأَفْلَا.

ق:- وجمہ کیا چھوٹے بچے کا سماع صحیح ہونے کی کوئی متعین عمر ہے؟ (ا) بعض علماء نے پانچ سال کے ساتھ اس کی حد بیان کی ہے اور محدثین کے نزدیک اسی کے مطابق عمل ثابت ہو چکا ہے۔ (ب) اور بعض دوسروں نے کہا: صحیح، ہوش سنبھالنے کا لحاظ کرنا ہے، چنانچہ اگر خطاب سلمہ لے اور جواب دے لے تو وہ ہوشمند ہے اس کا سماع صحیح ہے ورنہ نہیں۔

شرح :- اس مسئلہ کا کچھ ذکر اوپر ہو چکا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سماعِ صبی کے لیے ہوش سنبھال لینا اصل حد ہے، لیکن جمہور کے نزدیک آسانی کی غرض سے اس کی تحدید پانچ برس سے کی گئی ہے۔ امام بخاریؒ نے ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے: ”متی یصح سماع الصغیر؟“ اس کے بعد حضرت محمود بن ربیعؒ کی حدیث نقل کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے پانچ سال کی عمر میں حضور اکرم ﷺ سے ایک بات یاد کر لی تھی۔ اس سے امام کا اشارہ عمر کی تحدید کی طرف ہے۔

الْمَبْحَثُ الثَّانِي: طُرُقُ التَّحْمُلِ وَصِيَغُ الْأَدَاءِ

طُرُقُ تَحْمُلِ الْحَدِيثِ ثَمَانِيَّةٌ وَهِيَ: السَّمَاعُ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ، الْقِرَاءَةُ عَلَى

الشَّيْخُ، الْإِجَازَةُ، الْمُنَاوَلَةُ، الْكِتَابَةُ، الْإِعْلَامُ، الْوَصِيَّةُ، الْوِجَادَةُ. وَسَأَتَكَلِّمُ عَلَى كُلِّ مِنْهَا تَبَاعاً بِاخْتِصَارٍ، مَعَ بَيَانِ أَلْفَاظِ الْأَدَاءِ لِكُلِّ مِنْهَا بِاخْتِصَارٍ أَيْضاً.

ترجمہ۔ بحث دوم: تحمل کے طریقے اور ادائیگی کے صیغے۔ تحمل حدیث کے طریقے آٹھ ہیں اور وہ یہ ہیں: شیخ کے الفاظ سننا، شیخ کے سامنے پڑھنا، اجازت، مناوَلہ، کتابت، إعلام، وصیت اور وِجَادت۔ میں اختصار کے ساتھ یکے بعد دیگرے ان سب کے متعلق گفتگو کروں گا، ساتھ ہی ان میں سے ہر ایک کے مخصوص الفاظ ادا کی وضاحت بھی ہوگی۔

شرح :- جیسا کہ واضح ہے کہ اساتذہ حدیث سے حدیث کے حصول کے آٹھ طریقے مقرر ہیں اور ہر ایک کی تفصیل موجود ہے، مصنف صاحب ان میں سے ہر ایک کی تعریف، مثال اور حکم وغیرہ اختصار کے ساتھ بیان فرمانا چاہتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ مذکورہ طریقوں کے ساتھ حدیث حاصل کرنے کے بعد ان کی بناء پر حدیث روایت کرنے کے الفاظ کی وضاحت بھی کریں گے۔

۱ - السَّمَاعُ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ

(أ) صُورَتُهُ : أَنْ يَقْرَأَ الشَّيْخُ وَيَسْمَعَ الطَّالِبُ ، سَوَاءً قَرَأَ الشَّيْخُ مِنْ حِفْظِهِ أَوْ كِتَابِهِ ، وَسَوَاءً سَمِعَ الطَّالِبُ وَكَتَبَ مَا سَمِعَهُ ، أَوْ سَمِعَ فَقَطْ وَلَمْ يَكْتُبْ . (ب) رُتَبَتُهُ : السَّمَاعُ أَعْلَى أَقْسَامِ طُرُقِ التَّحْمِيلِ عِنْدَ الْجَمَاهِيرِ . (ج) أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ :

۱..... قَبْلَ أَنْ يَشِيعَ تَخْصِيصُ بَعْضِ الْأَلْفَاظِ لِكُلِّ قِسْمٍ مِنْ طُرُقِ التَّحْمِيلِ ، كَانَ يَجُوزُ لِلْسَّامِعِ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ أَنْ يَقُولَ فِي الْأَدَاءِ : " سَمِعْتُ أَوْ حَدَّثَنِي أَوْ أَخْبَرَنِي أَوْ أَنْبَأَنِي أَوْ قَالَ لِي أَوْ ذَكَرَ لِي " . ۲..... وَبَعْدَ أَنْ شَاعَ تَخْصِيصُ بَعْضِ الْأَلْفَاظِ لِكُلِّ قِسْمٍ مِنْ طُرُقِ التَّحْمِيلِ ، صَارَتْ أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ عَلَى النَّحْوِ التَّالِيِ :- لِلْسَّمَاعِ : سَمِعْتُ أَوْ حَدَّثَنِي . لِلْقِرَاءَةِ : أَخْبَرَنِي . لِلْإِجَازَةِ : أَنْبَأَنِي .

لِسَمَاعِ الْمَذَاكِرَةِ : قَالَ لِي أَوْ ذَكَرَ لِي .

ترجمہ۔ شیخ کے الفاظ کا سننا: (أ) اس کی صورت: یہ ہے کہ شیخ پڑھتا رہے اور طالب علم سنتا

رہے، برابر ہے کہ شیخ زبانی پڑھے یا کتاب سے دیکھ کر، اور یہ بھی برابر ہے کہ طالب علم سنے اور پھر جو کچھ سنے اس کو لکھ لے یا صرف سنے اور لکھے نہیں۔ (ب) اس کا درجہ: جمہور کے نزدیک شیخ سے سننا تحمل کے طریقوں میں سب سے اعلیٰ قسم ہے۔ (ج) ادائیگی کے الفاظ: (۱) طرق تحمل میں سے ہر قسم کے لیے بعض الفاظ کی تخصیص عام ہو جانے سے پہلے شیخ کے الفاظ سننے والے کے لیے ادائیگی کے وقت یہ کہنا جائز تھا کہ ”سَمِعْتُ يَا حَدَّثَنِي يَا أَخْبَرَنِي يَا أَنْبَأَنِي يَا قَالَ لِي يَا ذَكَرَ لِي“۔ (۲) اور طرق تحمل میں سے ہر قسم کے لیے بعض الفاظ کی تخصیص شائع ہو جانے کے بعد ادائیگی کے الفاظ مندرجہ ذیل انداز سے مقرر ہو گئے: سماع کے لیے سَمِعْتُ يَا حَدَّثَنِي۔ قرأت کے لیے أَخْبَرَنِي۔ اجازت کے لیے أَنْبَأَنِي۔ مذاکرہ کے طور پر سننے کے لیے قَالَ لِي يَا ذَكَرَ لِي۔

شرح :- سماع من لفظ الشيخ کا مطلب یہ ہے کہ استاذ حدیث خود حدیث پڑھے اور طالب علم استاذ کے الفاظ سنتا رہے لیکن اس کے لیے زبانی پڑھنا یا طالب علم کا سن کر لکھ لینا وغیرہ کوئی امر شرط نہیں بلکہ استاذ اگر کتاب سے بھی دیکھ کر پڑھتا رہے اور طالب علم بس سنتا رہے تو یہ بھی سماع من لفظ الشيخ ہی ہے۔ جب تک اصطلاح مقرر نہیں ہوئی تھی یا ہوگئی تھی مگر طرق تحمل کے آٹھوں طریقوں کے لیے الفاظ مخصوص نہیں کیے گئے تھے، اس وقت تک سماع من لفظ الشيخ والے راوی کے لیے حدیث کے بیان کرتے وقت مذکورہ بالا الفاظ میں سے کسی سے بھی ادائیگی درست ہوتی تھی مگر جب الفاظ کی تخصیص کر دی گئی تو اب مندرجہ ذیل طریقے سے الفاظ کہتے ہیں، مثلاً: (۱) سماع من لفظ الشيخ کے بعد روایت کے لیے: لَفْظَ سَمِعْتُ (میں نے سنا) یا حَدَّثَنِي (مجھ سے بیان کیا)۔ (۲) قرأت علی شیخ کے بعد روایت کے لیے: لَفْظَ أَخْبَرَنِي (مجھے خبر دی، بتایا)۔ (۳) اجازت ملنے کے بعد روایت کے لیے: لَفْظَ أَنْبَأَنِي (مجھے اطلاع دی)۔ (۴) آپس میں مذاکرہ کے وقت سن کر بعد میں روایت کے لیے: لَفْظَ قَالَ لِي (مجھ سے کہا) یا ذَكَرَ لِي (مجھ سے ذکر کیا)۔

۲ - الْقِرَاءَةُ عَلَى الشَّيْخِ

وَيُسَمِّيَهَا أَكْثَرُ الْمُحَدِّثِينَ ”عَرَضاً“ (أ) صُورَتُهَا : أَنْ يَقْرَأَ الطَّالِبُ وَالشَّيْخُ

يَسْمَعُ ، سَوَاءً قَرَأَ الطَّالِبُ ، أَوْ قَرَأَ غَيْرُهُ وَهُوَ يَسْمَعُ ، وَسَوَاءً كَانَتْ الْقِرَاءَةُ مِنْ حِفْظٍ أَوْ مِنْ كِتَابٍ ، وَسَوَاءً كَانَ الشَّيْخُ يُتَّبِعُ لِلْقَارِئِ مِنْ حِفْظِهِ أَوْ أَمْسَكَ كِتَابَهُ هُوَ ، أَوْ ثِقَةً غَيْرُهُ .

ترجمہ قرأت علی الشیخ: اور اکثر محدثین اس کا ”عرض“ نام رکھتے ہیں۔ (۱) اس کی صورت: یہ ہے کہ طالب علم پڑھے اور شیخ سنتا رہے، برابر ہے کہ طالب علم پڑھے یا کوئی اور پڑھے اور وہ سنتا رہے، اور یہ بھی برابر ہے کہ زبانی پڑھے یا کتاب سے دیکھ کر، اور یہ بھی برابر ہے کہ شیخ اپنی یادداشت سے پڑھنے والے کی اصلاح کرے یا وہ خود یا کوئی اور قابل بھروسہ اس کی کتاب تھامے رہے۔

شرح:- قرأت علی الشیخ کے معنی ہیں استاذ حدیث کے سامنے حدیث کی عبارت پڑھنا، اس کے کئی طریقے ہیں مثلاً طالب علم خود پڑھے اور استاذ نے یا کوئی اور پڑھے اور طالب علم نے، ان دونوں صورتوں میں پڑھنا یا تو اپنی یادداشت سے ہو یا کتاب سے دیکھ کے، پھر استاذ بھی طالب علم کی تصحیح اپنی یادداشت کی مدد سے کرے یا کتاب سامنے رکھے اور اس میں سے دیکھ دیکھ کے اصلاح کرے، یا کسی اور قابل بھروسہ شخص کو کتاب دے دے اور وہ اصلاح کرتا رہے، یہ سب درست ہے۔ قرأت علی الشیخ کو عرض بھی کہا جاتا ہے، عرض کے معنی ہیں پیش کرنا۔ شاید اس وجہ سے کہ قاری، حدیث اپنے شیخ پر اس کی مردیات کو پیش کرتا ہے، جس طرح قرآن کریم مقرئ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(ب) حُكْمُ الرِّوَايَةِ بِهَا : الرِّوَايَةُ بِطَرِيقِ الْقِرَاءَةِ عَلَى الشَّيْخِ رِوَايَةٌ صَحِيحَةٌ بِإِخْلَافٍ فِي جَمِيعِ الصُّوَرِ الْمَذْكُورَةِ إِلَّا مَا حُكِيَ عَنْ بَعْضِ مَنْ لَا يُعْتَدُّ بِهِ مِنَ الْمُتَشَدِّدِينَ .

ترجمہ اس کے ذریعے روایت کا حکم: قرأت علی الشیخ کے طریقے سے روایت ایک قسم کی درست روایت ہے جس میں مذکورہ صورتوں میں سے کسی بھی صورت میں اختلاف نہیں ہے مگر وہ بات جو بعض ناقابل لحاظ سخت گیروں کی جانب سے منقول ہے۔

شرح:- ابو عاصم نبیل اور محمد بن سلام سے منقول ہے کہ قرأت علی الشیخ کا اعتبار نہیں۔ لیکن ان کا

یہ قول جمہور کے خلاف ہے اور بے بنیاد کا مظہر ہے۔ جمہور کے نزدیک قرأت علی الشیخ بھی اسی طرح درست ہے جس طرح سماع من الشیخ درست ہے، اور صحابہؓ میں سے حضرت انسؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ جبہ تابعین میں سے سعید بن مسیبؓ، ابو سمجہؓ، قاسم بن محمدؓ، سالم بن عبد اللہؓ، خارجہ بن زیدؓ، سلیمان بن یسارؓ، ابن ہرمرؓ، عطاء نافعؓ وغیرہ بہت بڑی جماعت اور شیخ اربعہ کے نزدیک قرأت علی الشیخ بالکل درست ہے اور اس سے حدیث روایت کرنا بھی مقبول ہے۔ امام مالکؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قرأت علی الشیخ جب قرآن کریم میں درست ہے تو احادیث میں کیوں درست نہیں جبکہ قرآن کا رتبہ حدیث سے بڑھ کر ہے؟

(ج) رُتِبَتْهَا : اُخْتَلَفَ فِي رُتْبَتِهَا عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْوَالٍ : (۱) مُسَاوِيَةً لِلسَّمَاعِ : رُوِيَ عَنْ مَالِكٍ وَالبَخَارِيِّ، وَمُعْظَمِ عُلَمَاءِ الْحِجَازِ وَالْكُوفَةِ. (۲) أَذْنَى مِنَ السَّمَاعِ : رُوِيَ عَنْ جُمْهُورِ أَهْلِ الْمَشْرِقِ وَهُوَ الصَّحِيحُ. (۳) أَعْلَى مِنَ السَّمَاعِ : رُوِيَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَابْنِ أَبِي ذَنْبٍ، وَرِوَايَةٌ عَنْ مَالِكٍ.

ترجمہ ۴ اس کا درجہ: اس کے درجے کے متعلق تین اقوال پر اختلاف ہوا ہے: (۱) سماع کے برابر ہے: یہ امام مالک، بخاری اور اکثر علماء حجاز و کوفہ سے مروی ہے۔ (۲) سماع سے کم درجہ ہے: یہ اہل مشرق کی اکثریت سے مروی ہے اور یہی صحیح ہے۔ (۳) سماع سے افضل ہے: یہ امام ابو حنیفہ اور ابن ابی ذنب سے مروی ہے اور امام مالک کی بھی روایت ہے۔

شرح :- قرأت علی الشیخ کا درجہ کیا ہے؟ اس بارے میں تین اقوال مذکور ہیں: (۱) یہ اور سماع من الشیخ برابر ہے۔ ان کہنے والوں میں امام مالک، امام بخاری اور اکثر علماء حجاز و کوفہ ہیں۔ صحابہؓ میں سے حضرت علیؓ، زرت ابن عباسؓ سے بھی ایسا منقول ہے۔ (۲) جمہور اہل مشرق کے نزدیک قرأت علی الشیخ کا درجہ سماع سے کم ہے یعنی پہلے نمبر پر سماع ہے اس کے بعد قرأت۔ مصنف صاحب کے بقول یہی صحیح ہے۔ (۳) قرأت علی الشیخ کا درجہ سماع سے زیادہ ہے یعنی قرأت پہلے نمبر ہے اس کے بعد سماع ہے۔ اس کے قائلین میں امام ابو حنیفہؒ، ابن ابی ذنبؒ، لیث بن سعدؒ، امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہؒ، یحییٰ بن سعیدؒ وغیرہ بہت بڑی جماعت ہے۔ امام بخاریؒ کے شیخ مکئی بن

ابراہیمؒ (جو امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سے ہیں) فرماتے ہیں کہ ابن جریجؒ، عثمان بن اسودؒ، مالکؒ، محمد بن اسحاقؒ، سفیان ثوریؒ، ابو حنیفہؒ، ہشام، سعید بن ابی عروبہؒ وغیرہ کئی حضرات یہ کہا کرتے تھے کہ تمہارا عالم کے سامنے پڑھنا عالم کے تمہارے سامنے پڑھنے سے بہتر ہے، اور اس کی وجہ یہ بتلایا کرتے تھے کہ سماع کرنے کی صورت میں اگر استاد کوئی غلطی کرے تو طالب علم اس کی اصلاح نہیں کر سکے گا جبکہ طالب علم کے پڑھنے کی صورت میں استاد اس کی اصلاح کرتا رہے گا۔ [التدریب]

(د) أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ : ۱..... الْأَخْوَاطُ: قَرَأْتُ عَلَى فُلَانٍ أَوْ قُرِئَ عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ
فَأَقْرَأُ بِهِ. ۲..... وَيَجُوزُ: بِعِبَارَاتِ السَّمَاعِ مُقَيَّدَةً بِلَفْظِ الْقِرَاءَةِ، كَـ "حَدَّثَنَا قِرَاءَةً عَلَيْهِ". ۳..... الشَّائِعُ الَّذِي عَلَيْهِ كَثِيرٌ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ: إِطْلَاقُ لَفْظِ "أَخْبَرَنَا" فَقَطْ دُونَ غَيْرِهَا.

ذ۔ **ترجمہ** ادا نیگی کے الفاظ: (۱) زیادہ محتاط: میں نے فلاں کے سامنے پڑھا، یا اُن کے سامنے پڑھا گیا اور انحالیکہ میں سن رہا تھا اور انہوں نے اس کا اقرار کیا (یعنی اپنی طرف نسبت کو درست قرار دیا)۔ (۲) اور سماع کے جملوں کے ساتھ بھی لفظ قرأت کی قید لگاتے ہوئے درست ہے جیسے کہنا "ہم سے بیان کیا اُن کے سامنے پڑھنے کے طور پر"۔ (۳) وہ مقبول بات جس کے مطابق بہت سے محدثین کا عمل ہے: صرف لفظ أَخْبَرَنَا کہنا، اس کے علاوہ نہیں۔

شرح :- قرأت علی الشیخ کی بنیاد پر حدیث حاصل کرنے کے بعد آگے روایت کرنے کے لیے مخصوص الفاظ کونسے ہیں؟ اس بارے میں تین اقوال مذکور ہیں اور اکثر محدثین کے نزدیک قرأت علی الشیخ کی روایت صرف لفظ أَخْبَرَنَا کے ساتھ ہو سکتی ہے، اسی کے مطابق تعامل چلا آ رہا ہے۔

۳ - الْإِجَازَةُ

(أ) تَعْرِيفُهَا: الْإِذْنُ بِالرِّوَايَةِ، لَفْظًا أَوْ كِتَابَةً. (ب) صُورَتُهَا: أَنْ يَقُولَ الشَّيْخُ لِأَحَدِ تُلَّابِهِ: أَجَزْتُ لَكَ أَنْ تَرَوِيَ عَنِّي صَحِيحَ الْبُخَارِيِّ. (ج) أَنْوَاعُهَا: لِلْإِجَازَةِ أَنْوَاعٌ كَثِيرَةٌ، سَأَذْكُرُ مِنْهَا خَمْسَةً أَنْوَاعٍ وَهِيَ: (۱) أَنْ يُجِيزَ الشَّيْخُ

مُعَيَّنًا لِمُعَيَّنٍ : كَأَجَزْتُكَ صَحِيحَ الْبُخَارِيِّ ، وَهَذَا النَّوعُ أَعْلَى أَنْوَاعِ الْإِجَازَةِ الْمَجْرَدَةِ عَنِ الْمُنَاوَلَةِ . (۲) أَنْ يُجِيزَ مُعَيَّنًا بِغَيْرِ مُعَيَّنٍ : كَأَجَزْتُكَ رِوَايَةَ مَسْمُوعَاتِي . (۳) أَنْ يُجِيزَ غَيْرَ مُعَيَّنٍ بِغَيْرِ مُعَيَّنٍ : كَأَجَزْتُ أَهْلَ زَمَانِي رِوَايَةَ مَسْمُوعَاتِي . (۴) أَنْ يُجِيزَ بِمَجْهُولٍ أَوْ لِمَجْهُولٍ : كَأَجَزْتُكَ كِتَابَ السُّنَنِ ، وَهُوَ يَرْوِي عَدَدًا مِنَ السُّنَنِ ، أَوْ أَجَزْتُ لِمُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيِّ ، وَهُنَاكَ جَمَاعَةٌ مُشْتَرِكُونَ فِي هَذَا الْأِسْمِ . (۵) الْإِجَازَةُ لِلْمَعْدُومِ : فَإِمَّا أَنْ تَكُونَ تَبَعًا لِمَوْجُودٍ ، كَأَجَزْتُ لِفُلَانٍ وَلِمَنْ يُوَلَّدُ لَهُ ، وَإِمَّا أَنْ تَكُونَ لِمَعْدُومٍ اسْتِقْلَالًا ، كَأَجَزْتُ لِمَنْ يُوَلَّدُ لِفُلَانٍ .

۴۔ اجازت: (ا) اس کی تعریف: زبان سے کہہ کر یا بذریعہ خط روایت کی اجازت دینا۔ (ب) اس کی صورت: یہ کہ شیخ اپنے کسی طالب علم سے کہے: ”میں نے آپ کو اس بات کی اجازت دی کہ آپ میرے حوالے سے صحیح بخاری روایت کرے۔“ (ج) اس کی قسمیں: اجازت کی بہت سی قسمیں ہیں، میں ان میں سے پانچ قسمیں ذکر کروں گا اور وہ یہ ہیں:

(۱) یہ کہ شیخ متعین شخص کو متعین چیز کی اجازت دے جیسے ”میں نے آپ کو صحیح بخاری کی اجازت دی“، اور یہ قسم اجازت کی مناولہ سے خالی اقسام میں سب سے اعلیٰ قسم ہے۔

(۲) یہ کہ متعین شخص کو غیر متعین چیز کی اجازت دے جیسے ”میں نے آپ کو اپنی مسموعات روایت کرنے کی اجازت دی“۔ (۳) یہ کہ غیر متعین شخص کو غیر متعین چیز کی اجازت دے جیسے ”میں نے اپنے اہل زمانہ کو اپنی مسموعات روایت کرنے کی اجازت دی“۔ (۴) یہ کہ مجہول چیز کی یا مجہول شخص کو اجازت دے جیسے ”میں نے آپ کو کتاب السنن کی اجازت دی“ جبکہ وہ متعدد سنن روایت کرتا ہو، یا ”میں نے محمد بن خالد دمشقی کو اجازت دی“ جبکہ وہاں اس نام میں شریک لوگوں کی ایک جماعت ہو۔ (۵) معدوم کو اجازت دینا: پھر یا تو موجود کے تابع بن کر اجازت دی جائے جیسے ”میں نے فلاں شخص اور اس کی ہونے والی اولاد کو اجازت دی“ اور یا پھر معدوم کو مستقلاً اجازت دی جائے جیسے ”میں نے فلاں شخص کی ہونے والی اولاد کو اجازت دی“۔

شرح :- اجازت بھی طرقِ تحمل میں سے ایک طریقہ ہے جس کو محدثین نے بہت ساری جگہوں میں استعمال کیا ہے، اجازت کے لغوی معنی تو واضح ہے اور اصطلاح کے مطابق زبان سے یا تحریر و کتابت کے ذریعے اپنی روایاتِ احادیثِ روایت کرنے کی اجازت دینا۔

اس کی پانچ مشہور صورتیں یہ ہیں: (۱) متعین و معلوم شخص کو متعین چیز کی اجازت دے دی جائے مثلاً یہ کہنا کہ ”میں نے آپ کو اپنی طرف سے صحیح بخاری روایت کرنے کی اجازت دی“، اس میں شخص بھی متعین پھر کتاب بھی متعین۔ (۲) شخص متعین ہو لیکن جس چیز کی اجازت دی جا رہی ہے وہ متعین نہ ہو جیسے کہنا ”میں نے آپ کو اپنی مرویات روایت کرنے کی اجازت دے دی“۔ یہاں مجاز لہ شخص متعین ہے مگر مجاز بہ یعنی کتاب متعین نہیں۔ (۳) غیر متعین لوگوں کو غیر متعین چیز کی اجازت دی جیسے ”میں نے اپنے اہل زمانہ کو میری مسوعات روایت کرنے کی اجازت دے دی“۔ اس میں اہل زمانہ بھی متعین نہیں اور مسوعات بھی متعین نہیں۔ (۴) مجہول چیز کی اجازت دے یا مجہول شخص کو اجازت دے مثلاً جیسے ”میں نے آپ کو کتاب السنن روایت کرنے کی اجازت دی“ جبکہ وہ بہت ساری کتاب السنن روایت کرتا ہو۔ (۵) معدوم کو اجازت دینا جیسے ”میں نے فلاں شخص کی اولاد کو جو آئندہ ہوگی اپنی مرویات روایت کرنے کی اجازت دی“۔

(د) حُكْمُهَا : أَمَّا النَّوْعُ الْأَوَّلُ مِنْهَا فَالصَّحِيحُ الَّذِي عَلَيْهِ الْجُمْهُورُ وَاسْتَقَرَّ عَلَيْهِ الْعَمَلُ جَوَازُ الرِّوَايَةِ وَالْعَمَلِ بِهَا ، وَأَبْطَلَهَا جَمَاعَاتٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ ، وَهُوَ إِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ عَنِ الشَّافِعِيِّ . وَأَمَّا بَقِيَّةُ الْأَنْوَاعِ فَالْخِلَافُ فِي جَوَازِهَا أَشَدُّ وَأَكْثَرُ ، وَعَلَى كُلِّ حَالٍ فَالتَّحْمُلُ وَالرِّوَايَةُ بِهَذَا الطَّرِيقِ (أَيْ الْإِجَازَةُ) تَحْمِلُ هَزِيلَ مَا يَنْبَغِي التَّسَاهُلُ فِيهِ .

ترجمہ :- اس کا حکم: جہاں تک ان میں سے پہلی قسم کا تعلق ہے تو صحیح قول جس پر جمہور قائم ہے اور اس پر عمل ثابت ہو چکا، اس کی روایت اور اس پر عمل کا جائز ہونا ہے، جبکہ علماء کی مختلف جماعتوں نے اس کو باطل قرار دیا اور یہ امام شافعیؒ کی ایک روایت ہے، اور جہاں تک بقیہ اقسام ہیں تو ان کے جواز میں اختلاف بہت سخت اور زیادہ ہے، بہر حال اس (اجازت) کے طریقے کے ساتھ تحمل

وروايت کمزور تحمل ہے جس میں نرمی نہیں برتنی چاہیے۔

شرح :- جمہور کے نزدیک اجازت کی پہلی قسم صحیح اور ثابت ہے اور اس پر دلیل حضور اکرم ﷺ کا سورۃ البراءۃ کی ابتدائی آیات ایک صفحہ پہ لکھوا کر حضرت علیؓ کو دینا ہے تاکہ وہ حج کے موقع پر لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور اس پر عمل کریں۔

امام شعبہؒ وغیرہ اس قسم کی اجازت کا بھی اعتبار نہیں کرتے لیکن جمہور کا عمل اس کے جواز پر ثابت اور پختہ ہو چکا ہے۔ باقی تمام اقسام اجازت میں اختلاف شدید ہے، بعض حضرات انہیں صحیح اور موجب عمل قرار دیتے ہیں جبکہ بعض دوسرے منع کرتے ہیں۔ البتہ کتب مرتب ہونے کے بعد بطور تبرک اجازت حاصل کرنے کا دستور چلا آ رہا ہے۔

(ھ) أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ : (۱) الْأَوَّلَى : أَنْ يَقُولَ : أَجَازَ لِي فُلَانٌ . (۲) وَيَجُوزُ : بِعِبَارَاتِ السَّمَاعِ وَالْقِرَاءَةِ مُقَيَّدَةً مِثْلَ : حَدَّثَنَا إِجَازَةً أَوْ أَخْبَرَنَا إِجَازَةً . (۳) إِصْطِلَاحُ الْمُتَأَخِّرِينَ : أَنْبَأْنَا ، وَاخْتَارَهُ صَاحِبُ كِتَابِ "الْوِجَازَةِ" .

ت۔ ترجمہ (ھ) ادائیگی کے الفاظ: (۱) یہ کہے: مجھے فلاں نے اجازت دی ہے۔ (۲) سماع اور قرأت کے جملوں کے ساتھ درانحالیکہ اس میں کوئی قید لگی ہوئی ہو مثلاً ”ہم سے اجازت کے طور پر حدیث بیان کی“ یا ”ہمیں اجازت کے طور پر بتلایا“۔ (۳) متاخرین کی اصطلاح: اُنْبَأْنَا، کتاب الوجازۃ کے مصنف نے اس کو اختیار کیا ہے۔

شرح :- اجازت کی بنیاد پر روایت کرتے وقت الفاظ کو نئے اختیار کیے جائیں؟ اس بارے میں تین اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ کتاب الوجازۃ کے مصنف سے مراد ابوالعباس ولید بن بکر العمری ہیں، کتاب کا پورا نام ”الوجازۃ فی تجویز الاجازۃ“ ہے۔

۴ - الْمُنَاوَلَةُ

(أ) أَنْوَاعُهَا : الْمُنَاوَلَةُ نَوْعَانِ : (۱) مَقْرُونَةٌ بِالْإِجَازَةِ : وَهِيَ أَعْلَى أَنْوَاعِ الْإِجَازَةِ مُطْلَقًا . وَمِنْ صُورِهَا أَنْ يَدْفَعَ الشَّيْخُ إِلَى الطَّالِبِ كِتَابَهُ ، وَيَقُولَ لَهُ : هَذَا رِوَايَتِي

عَنْ فُلَانٍ فَأَرَوْهُ عَنِّي ، ثُمَّ يُبْقِيهِ مَعَهُ تَمْلِيكًا أَوْ إِعَارَةً لِنَسْخِهِ . (۲) مُجَرَّدَةٌ عَنْ
 الْإِجَازَةِ : وَصُورَتُهَا أَنْ يَدْفَعَ الشَّيْخُ إِلَى الطَّالِبِ كِتَابَهُ مُقْتَصِرًا عَلَى قَوْلِهِ هَذَا
 سَمَاعِي . (ب) حُكْمُ الرِّوَايَةِ بِهَا : (۱) أَمَّا الْمَقْرُونَةُ بِالْإِجَازَةِ : فَتَجُوزُ الرِّوَايَةُ بِهَا
 ، وَهِيَ أَذْنَى مُرْتَبَةً مِنَ السَّمَاعِ وَالْقِرَاءَةِ عَلَى الشَّيْخِ . (۲) وَأَمَّا الْمُجَرَّدَةُ عَنْ
 الْإِجَازَةِ : فَلَا تَجُوزُ الرِّوَايَةُ بِهَا عَلَى الصَّحِيحِ .

ترجمہ - (۱) اس کی قسمیں: مناولہ کی دو قسمیں ہیں (۱) اجازت کے ساتھ ملا ہوا، اور
 یہ مطلقاً اجازت کی سب سے اعلیٰ قسم ہے۔ اس کی صورتوں میں سے یہ ہے کہ شیخ طالب علم کو اپنی
 کتاب دے اور کہے کہ ”یہ فلاں سے میری روایت ہے لہذا تم اس کو میرے واسطے سے روایت
 کرو“، اس کے بعد وہ کتاب طالب علم کے پاس مالک بنا کر رکھ دے یا عاریتاً رکھے تاکہ وہ اس کو
 نقل کر لے۔ (۲) اجازت سے خالی، اور اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ طالب علم کو اپنی کتاب صرف
 اتنا کہہ کر حوالے کر دے کہ یہ میری سماع ہے۔ (ب) اس کے ذریعے سے روایت کا حکم: (۱) جہاں
 تک اجازت کے ساتھ مناولہ کا تعلق ہے تو اس کے ذریعے سے روایت کرنا جائز ہے اور یہ سماع اور
 قرات علی الشیخ سے کم درجہ ہے۔ (۲) اور جو اجازت سے خالی مناولہ ہے تو صحیح قول کے مطابق اس
 کی وجہ سے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔

شرح :- مناولہ کے لغوی معنی ہاتھ سے ایک دوسرے کو دینا، چونکہ اس میں اکثر استاد اپنی مرویات
 شاگرد کے حوالے کرتا ہے پھر وہ اس کو اپنی کتاب یا رجسٹر وغیرہ لکھ کر محفوظ کر لیتا ہے اور اصل نسخہ
 استاد کو واپس کر دیتا ہے، اسی لیے اس کو مناولہ طیکہ ہیں۔ اس کی دو قسمیں بمعہ حکم درج ذیل ہیں:
 پہلی قسم: وہ مناولہ جس میں کتاب دینے کے ساتھ زبانی اجازت شامل ہو، مثلاً استاد شاگرد سے
 بولے کہ یہ میری فلاں سے روایات ہیں تم بھی مجھ سے انہیں روایت کر لو۔ اس کے بعد اپنا اصل نسخہ
 شاگرد کو مالک بنا کر دے دے یا پھر کچھ وقت کے لیے عاریت کر دے تاکہ وہ اس کو اپنے پاس نقل
 کر لے۔ اس قسم کا حکم یہ ہے کہ بالاتفاق یہ معتبر ہے اور اس کے ذریعے سے روایت کرنا درست ہے۔
 دوسری قسم: وہ مناولہ کہ استاد شاگرد کو اپنا اصل نسخہ دے کر بولے کہ یہ سب میری مسوعات

ہیں، اسی پر اکتفاء کرے اور اجازت نہ دے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ معتبر نہیں ہے لہذا اس کے ذریعے سے روایت نہ کی جائے۔

ایک تیسری قسم بھی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ شاگرد استاد کے سامنے اپنی دوسرے شیوخ سے سنی ہوئی یا حاصل کی ہوئی روایات دکھائے در انحالیکہ استاد بیدار اور متیقظ ہو، اور پھر وہ شاگرد سے کہے کہ یہ روایات میری بھی ہیں فلاں شیخ سے، لہذا تم مجھ سے بھی انہیں روایت کرلو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ درست ہے اور سماع و قرأت علی الشیخ کے بعد اسی کا مرتبہ ہے۔

(ج) اَلْفَاظُ الْاَدَاءِ : (۱) اَلْاَحْسَنُ : اَنْ يَقُوْلَ : نَاوَلْنِي اَوْ نَاوَلْنِي وَاَجَازَ لِي ، اِنْ كَانَتْ الْمُنَاوَلَةُ مَقْرُوْنَةً بِالْاِجَازَةِ . (۲) وَيَجُوْزُ بِعِبَارَاتِ السَّمَاعِ وَالْقِرَاءَةِ مُقَيَّدَةً مِثْلَ : حَدَّثَنَا مُنَاوَلَةٌ اَوْ اَخْبَرَنَا مُنَاوَلَةٌ وَاِجَازَةٌ .

ترجمہ - ادائیگی کے الفاظ: (۱) سب سے بہتر: یہ کہنا کہ شیخ نے مجھے (اپنا نسخہ) دیا، یا مجھے دیا اور اجازت دی بشرکتہ مناولہ کے ساتھ اجازت بھی ہو۔ (۲) اور سماع و قرأت کے الفاظ کے ساتھ بھی مقید ہونے کی حالت میں جیسے ”انہوں نے ہم سے مناولہ کے طور پر حدیث بیان کی، یا ہمیں مناولہ اور اجازت کے طور پر بتلایا۔“

شرح:- یہ سب مناولہ سے ادائیگی کے الفاظ ہیں۔

۵ - اَلْكِتَابَةُ

(أ) صُوْرَتُهَا : اَنْ يَكْتُبَ الشَّيْخُ مَسْمُوْعَهُ لِحَاضِرٍ اَوْ غَائِبٍ بِخَطِّهِ اَوْ اَمْرِهِ .
 (ب) اَنْوَاعُهَا : وَهِيَ نَوْعَانِ : (۱) مَقْرُوْنَةٌ بِالْاِجَازَةِ : كَاَجَزْتُكَ مَا كَتَبْتُ لَكَ اَوْ اِلَيْكَ وَنَحْوِ ذَلِكَ . (۲) مُجَرَّدَةٌ عَنِ الْاِجَازَةِ : كَاَنْ يَكْتُبَ لَهُ بَعْضُ الْاَحَادِيْثِ وَيُرْسِلَهَا لَهُ وَلَا يُجِيزُهُ بِرَوَايَتِهَا . (ج) حُكْمُ الرِّوَايَةِ بِهَا : (۱) اَمَّا الْمَقْرُوْنَةُ بِالْاِجَازَةِ : فَالرِّوَايَةُ بِهَا صَحِيْحَةٌ ، وَهِيَ فِي الصَّحِيْحَةِ وَالْقُوَّةِ كَالْمُنَاوَلَةِ الْمَقْرُوْنَةِ . (۲) وَاَمَّا الْمَجَرَّدَةُ عَنِ الْاِجَازَةِ : فَمَنْعَ الرِّوَايَةِ بِهَا قَوْماً وَاَجَازَهَا

آخَرُونَ ، وَالصَّحِيحُ الْجَوَازُ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ لِإِشْعَارِهَا بِمَعْنَى الْإِجَازَةِ .

- ترجمہ : کتابت۔ (۱) اس کی صورت: یہ کہ شیخ حاضر یا غائب کے لیے اپنے خط سے یا کسی اور کو حکم دے کر اپنی مسموع حدیث لکھ دے۔ (ب) اس کی قسمیں: اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) اجازت کے ساتھ ملی ہوئی جیسے ”میں نے اس حدیث کی اجازت دے دی جو میں نے تمہارے لیے ، یا تمہاری طرف لکھی“ وغیرہ۔ (۲) اجازت سے خالی: جیسے شیخ طالب علم کے لیے چند حدیثیں لکھے اور اس کی طرف روانہ کر دے لیکن ان کی روایت کرنے کی اجازت نہ دے۔ (ج) اس کے ذریعے سے روایت کا حکم: جہاں تک اجازت کے ساتھ ملی ہوئی قسم ہے: تو اس کے ذریعے سے روایت کرنا صحیح ہے اور یہ صحت و قوت میں اجازت کے ساتھ متصل مناولہ کی طرح ہے۔ (۲) اور جو اجازت سے خالی ہے تو اس کی بناء پر روایت کو ایک قوم نے منع کیا اور دوسرے لوگوں نے اس کی اجازت دی، اور محدثین کے نزدیک صحیح جواز ہی ہے اس لیے کہ اس سے اجازت کا پتہ چل رہا ہے۔

شرح :- کتابت کے معنی ہیں ”لکھنا“، اس کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں: (۱) یہ کہ استاد شاگرد کو اپنی مرویات لکھ کر دے دے یا اس کے حکم سے کوئی اور لکھ کر دے اور استاد شاگرد سے کہے کہ تمہیں ان کی روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ بالکل درست طریقہ ہے اور صحت و قوت میں یہ مناولہ مقرونہ بالا اجازت کے درجہ میں ہے۔ (۲) استاد شاگرد کو مرویات لکھ کر دے دے لیکن اجازت نہ دے بلکہ صرف اتنا کہے کہ یہ میری مرویات ہیں۔ اس کے حکم کے بارے میں اختلاف ہے، چنانچہ ابوالحسن ماوردی شافعی، آمدی اور یحییٰ بن سعید قطان وغیرہ کے نزدیک اس کے ذریعے سے روایت کرنا ٹھیک نہیں۔ لیکن جمہور محدثین اور متاخرین کے نزدیک یہ بھی معتبر ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی تصنیفات اور مرویات میں بکثرت یہ پایا جاتا ہے کہ ”فلاں محدث نے میری طرف لکھا کہ اُن سے فلاں نے بیان کیا.....“ الخ۔

(د) هَلْ تُشْتَرَطُ الْبَيِّنَةُ لِاعْتِمَادِ الْخَطِّ ؟ (أ) اِشْتَرَطَ بَعْضُهُمُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْخَطِّ ، وَادَّعَوْا أَنَّ الْخَطَّ يُشَبِّهُ الْخَطَّ ، وَهُوَ قَوْلٌ ضَعِيفٌ . (ب) وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ : يَكْفِي مَعْرِفَةُ الْمَكْتُوبِ إِلَيْهِ خَطُّ الْكَاتِبِ ، لِأَنَّ خَطَّ الْإِنْسَانِ لَا يَشْتَبِهُ بغيرِهِ وَهُوَ

الصَّحِيحُ. (هـ) أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ : (۱) التَّصْرِيحُ بِلَفْظِ الْكِتَابَةِ : كَقَوْلِهِ كَتَبَ إِلَيَّ فُلَانٌ. (۲) أَوِ الْإِتْيَانُ بِالْفَاظِ السَّمَاعِ وَالْقِرَاءَةِ مُقَيَّدَةً : كَقَوْلِهِ حَدَّثَنِي فُلَانٌ أَوْ أَخْبَرَنِي كِتَابَةً.

ترجمہ : کیا تحریر پر بھروسے کے لیے بینہ ضروری ہے؟ (۱) بعض محدثین نے تحریر پر بینہ کی شرط رکھی ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ تحریر، تحریر کے مشابہ ہوتی ہے، اور یہ ضعیف قول ہے۔ ان ہی میں سے بعض نے کہا کہ: مکتوب الیہ کا کاتب کی تحریر پہچان لینا کافی ہے، کیونکہ انسان کی تحریر کسی اور کے ساتھ نہیں ملتی ہے اور یہی صحیح ہے۔ (ھ) ادائیگی کے الفاظ: (۱) لفظ کتابت کی صراحت کرنا جیسے یہ کہنا کہ فلاں نے مجھے لکھا۔ (۲) یا سماع اور قرأت کے الفاظ کو مقید کر کے لانا جیسے یہ کہنا کہ مجھ سے فلاں نے اجازت کے طور پر حدیث بیان کی یا مجھے بتلایا۔

شرح : - جب ایک شیخ کسی کے نام احادیث لکھ کر بھیجے اور اس سے روایت کرنے کو کہے تو کیا اس شخص کے لیے ضروری ہے کہ دو گواہ اس کے سامنے اس کے شیخ کی تحریر ہونے کی گواہی دیں یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں:

(۱) بعض محدثین طیکہ ہیں کہ تحریر کے ثبوت کے لیے بینہ ہونا ضروری ہے کیونکہ ایک آدمی کا خط دوسرے آدمی کے خط سے ملتا ہے لہذا ثبوت کے لیے گواہ ہونے چاہئیں۔
(۲) دوسرا قول جو کہ صحیح ہے یہ ہے کہ اگر مکتوب الیہ اس تحریر کو پہچان لے تو گواہوں کی ضرورت نہیں رہے گی کیونکہ ایک انسان کا خط دوسرے کے مشابہ بہت کم ہوتا ہے اور فرق آسان ہوتا ہے۔

۶ - الْإِعْلَامُ

(أ) صُورَتُهُ : أَنْ يُخْبِرَ الشَّيْخُ الطَّالِبَ أَنَّ هَذَا الْحَدِيثَ أَوْ هَذَا الْكِتَابَ سَمَاعُهُ.
(ب) حُكْمُ الرَّوَايَةِ بِهِ : اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي حُكْمِ الرَّوَايَةِ بِالْإِعْلَامِ عَلَى قَوْلَيْنِ :
(۱) الْجَوَازُ : كَثِيرٌ مِنْ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ وَالْأُصُولِ. (۲) عَدَمُ الْجَوَازِ :

غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَغَيْرِهِمْ ، وَهُوَ الصَّحِيحُ ، لِأَنَّهُ قَدْ يَعْلَمُ الشَّيْخُ أَنَّ هَذَا الْحَدِيثَ رِوَايَتُهُ لَكِنْ لَا تَجُوزُ رِوَايَتُهُ لِخَلَلٍ فِيهِ ، نَعَمْ لَوْ أَجَازَهُ بِرِوَايَتِهِ جَازَتْ رِوَايَتُهُ . (ج) أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ : يَقُولُ فِي الْأَدَاءِ : أَعْلَمَنِي شَيْخِي بِكَذَا .

ترجمہ: (ا) اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ طالب علم کو بتائے کہ یہ حدیث یا یہ کتاب اس کی سماعت (سنی ہوئی) ہے۔ (ب) اس کے ذریعے روایت کا حکم: اعلام کی بناء پر روایت کے حکم میں علماء کا دوقول پر اختلاف واقع ہے: (۱) جائز ہے: بہت سے محدثین، فقہاء اور اصولیین کے نزدیک۔ (۲) جائز نہیں ہے: کئی ایک محدثین و دیگر حضرات کے نزدیک، اور یہی صحیح ہے کیونکہ کبھی کبھی شیخ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث اسی کی مروی ہے مگر کسی خرابی کی بناء پر اس کی روایت جائز نہیں ہوتی، ہاں اگر اس کی روایت کی اجازت دے دے تو روایت کرنا جائز ہوگا۔ (ج) ادائیگی کے الفاظ: ادائیگی کے وقت یہ کہے کہ مجھے میرے شیخ نے یہ بتایا۔

شرح: - اعلام، باب افعال کا مصدر ہے بمعنی بتلانا، علم میں لانا۔ اعتبار میں اس کی صورت یہ ہے کہ استاذ حدیث طالب علم کو یہ بتائے کہ فلاں حدیث یا فلاں کتاب میری روایت ہے یا میری سنی ہوئی ہے۔ کبھی تو اس کے ساتھ روایت کرنے کی اجازت بھی دے گا اور کبھی صرف بتانے پر اکتفاء کرے گا۔ اعلام سے روایت کرنے کے حکم میں علماء کے دوقول ہیں:

(۱) ابن جریج، ابن صباغ اور بہت سارے محدثین، فقہاء و اصولیین کے نزدیک اس کی بناء پر روایت کرنا جائز ہے۔ (۲) لیکن بہت سے دیگر محدثین کے نزدیک جب تک اجازت بھی شامل نہ ہو روایت کرنا جائز نہیں، کیونکہ بسا اوقات شیخ کا یہ قول درست ہوتا ہے کہ یہ کتاب میری سنی ہوئی ہے لیکن کسی وجہ سے اس کا روایت کرنا ٹھیک نہیں ہوتا اس لیے صرف اعلام کا اطلاق نہیں کر سکتے، جب اعلام کی بناء پر روایت صحیح ہوگی تو یوں کہے گا کہ مجھے میرے فلاں شیخ نے یہ بتایا۔

۷ - الْوَصِيَّةُ

(أ) صُورَتُهَا : أَلَّا يُوصِيَ الشَّيْخُ عِنْدَ مَوْتِهِ أَوْ سَفَرِهِ لِشَخْصٍ بِكِتَابٍ مِنْ كُتُبِهِ الَّتِي

يُرْوِيهَا. (ب) حُكْمُ الرِّوَايَةِ: (۱) الْجَوَازُ: لِبَعْضِ السَّلَفِ، وَهُوَ غَلَطٌ لِأَنَّهُ أَوْصَى لَهُ بِالْكِتَابِ وَلَمْ يُوصِ لَهُ بِرِوَايَتِهِ. (۲) عَدَمُ الْجَوَازِ: وَهُوَ الصَّوَابُ. (ج) الْفَاطُ الْأَدَاءُ: يَقُولُ: أَوْصَى إِلَى فُلَانٍ بِكَذَا أَوْ حَدَّثَنِي فُلَانٌ وَصِيَّةً.

ترجمہ - وصیت۔ (ا) اس کی صورت: یہ کہ شیخ اپنی وفات کے وقت یا سفر پر جاتے وقت کسی شخص کے لیے اپنی ان کتابوں میں سے کسی کتاب کی وصیت کر دے جن کو وہ روایت کرتا ہو۔

(ب) روایت کا حکم: (۱) جائز ہے: بعض بزرگوں کے نزدیک، لیکن یہ غلط ہے اس لیے کہ اس نے طالب علم کے لیے کتاب کی وصیت کی ہے، روایت کرنے کی وصیت نہیں کی۔ (۲) جائز نہیں ہے: یہی درست ہے۔ (ج) ادائیگی کے الفاظ: یوں کہے کہ فلاں نے مجھے اس (کتاب یا حدیث) کی وصیت کی یا فلاں نے مجھ سے وصیت کے طور پر بیان کیا۔

شرح:- وصیت، کے لغوی معنی ہیں تاکید۔ چونکہ سفر پر جانے یا وفات کے وقت انسان دوسرے کو جو کہتا ہے وہ اس کی طرف سے کسی بات کی تاکید ہوتی ہے اس لیے اس کا نام وصیت رکھا جاتا ہے۔ اعتبار میں وصیت کے معنی یہ ہیں کہ شیخ اپنی وفات یا سفر پر روانگی کے وقت کسی کو اپنی مرویات میں سے کسی کتاب کے دینے کی وصیت کر دے۔ وصیت کی بناء پر روایت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں بھی دو قول ہیں: (۱) ابن سیرینؒ اور ابوقلابہؒ وغیرہ نے جائز قرار دیا ہے۔ (۲) جمہور محدثین کے نزدیک اس سے روایت درست نہیں ہے، کیونکہ فقط کتاب دینے کی وصیت کی گئی ہے، روایت کرنے کی نہیں کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن سیرینؒ وغیرہ کے دور میں وصیت میں خصوصی اجازت شامل سمجھی جاتی تھی، اسی لیے الگ سے اجازت دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم

۸ - الْوِجَادَةُ

بِكَسْرِ الْوَاوِ، مَصْدَرٌ "وَجَدَ" وَهَذَا الْمَصْدَرُ مُؤَلَّدٌ غَيْرُ مَسْمُوعٍ مِنَ الْعَرَبِ.
(أ) صُورَتُهَا: أَنْ يَجِدَ الطَّالِبُ أَحَادِيثَ بِخَطِّ شَيْخٍ يَرْوِيهَا، يَعْرِفُهُ ذَلِكَ الطَّالِبُ وَلَيْسَ لَهُ سَمَاعٌ مِنْهُ وَلَا إِجَازَةٌ. (ب) حُكْمُ الرِّوَايَةِ بِهَا: الرِّوَايَةُ بِالْوِجَادَةِ مِنْ بَابِ

الْمُنْقَطِعُ ، لَكِنْ فِيهَا نَوْعُ اتِّصَالٍ . (ج) اَلْفَاظُ الْاَدَاءِ : يَقُولُ الْوَاحِدُ : وَجَدْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ اَوْ قَرَأْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ كَذَا ، ثُمَّ يَسُوْقُ الْاِسْنَادَ وَالْمَتْنَ .

ترجمہ : وجادت۔ واؤ کے کسرے کے ساتھ وَجَدَ کا مصدر ہے، لیکن یہ مصدر ایجاد کردہ ہے، عربوں سے سنا ہوا نہیں۔ (ا) اس کی صورت: یہ ہے کہ طالب علم کو کسی شیخ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی چند احادیث مل جائیں جنہیں وہ روایت کرتا تھا، طالب علم اس کو پہچانتا ہو اور اس کو اس سے نہ سماع حاصل ہونہ اجازت۔ (ب) اس کے ذریعے روایت کا حکم: وجادت کی بناء پر روایت منقطع کے قبیل سے ہے مگر اس میں ایک قسم کا اتصال بھی پایا جاتا ہے۔ (ج) ادائیگی کے الفاظ: حدیث پانے والیوں کہے ”مجھے فلاں کی تحریر میں ملا“ یا ”میں نے فلاں کی اس طرح تحریر پڑھی“، اس کے بعد اسناد اور متن ذکر کرے۔

شرح :- وجادۃ، باب ضرب کے فعل وَجَدَ کا مصدر ہے لیکن یہ مصدر عربوں سے نہیں سنا گیا، یعنی فِعَالۃ جیسے اِمَامۃ کا وزن تو سنا گیا ہے لیکن وَجَدَ وَجَدَ سے اس وزن پر مصدر نہیں سنا گیا، اس لیے یہ متاخرین کا ایجاد کردہ ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں ”پانا“۔ اصطلاح میں اس کی صورت یہ ہے کہ طالب علم کو کسی جگہ ایسے شیخ کی چند حدیثیں لکھی ہوئی مل جائیں کہ وہ خط اور تحریر سے پہچان لے کہ یہ فلاں شیخ کی لکھی ہوئی ہیں لیکن اُس سے طالب علم کو کسی قسم کی اجازت یا سماع حاصل نہ ہو۔ چونکہ باقاعدہ سماع یا اجازت حاصل نہیں ہوتی اس لیے وجادت منقطع ہی کے تحت داخل ہے البتہ شیخ کی تحریر براہ راست پڑھنے کی وجہ سے اتصال کا شائبہ بھی موجود ہے مگر اس کا اعتبار نہیں۔ یہ تو جمہور کا قول ہے لیکن بعض حضرات نے بہت ہی تساہل سے کام لیا ہے اور انہوں نے وجادہ کی بنیاد پر صحابہ کرامؓ تک سے روایت کر ڈالی جو درست نہیں اور بعض محدثین نے متابعات و شواہد میں اس کا اعتبار کیا ہے، مثلاً صحیح مسلم میں اس قسم کی روایات موجود ہیں جو وجادہ سے حاصل کی گئی تھیں مگر صرف متابعات وغیرہ میں۔ وجادہ کے مطابق عمل جائز ہے یا نہیں؟ بعض حضرات نے منع کیا ہے جبکہ بعض محققین عمل کو لازم قرار دیتے ہیں۔ واللہ اعلم

الْمَبْحَثُ الثَّالِثُ : كِتَابَةُ الْحَدِيثِ وَضَبُّهُ وَالتَّصْنِيفُ فِيهِ

۱ - حُكْمُ كِتَابَةِ الْحَدِيثِ : اِخْتَلَفَ السَّلَفُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ فِي كِتَابَةِ الْحَدِيثِ عَلَى أَقْوَالٍ : (أ) فَكَرِهَهَا بَعْضُهُمْ : مِنْهُمْ ابْنُ عُمَرَ ، وَابْنُ مَسْعُودٍ ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ . (ب) وَأَبَاحَهَا بَعْضُهُمْ : مِنْهُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو ، وَأَنَسٌ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَأَكْثَرُ الصَّحَابَةِ . (ج) ثُمَّ أَجْمَعُوا بَعْدَ ذَلِكَ عَلَى جَوَازِهَا : وَزَالَ الْخِلَافُ ، وَلَوْ لَمْ يَدَوِّنِ الْحَدِيثُ فِي الْكُتُبِ لَضَاعَ فِي الْأَعْصَارِ الْمُتَأَخِّرَةِ لَا سِيَّمَا فِي عَصْرِنَا . ۲ - سَبَبُ الْإِخْتِلَافِ فِي حُكْمِ كِتَابَتِهِ : وَسَبَبُ الْخِلَافِ فِي حُكْمِ كِتَابَتِهِ أَنَّهُ وَرَدَتْ أَحَادِيثُ مُتَعَارِضَةٌ فِي الْإِبَاحَةِ وَالنَّهْيِ ، فَمِنْهَا : (أ) حَدِيثُ النَّهْيِ : مَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : ” لَا تَكْتُبُوا عَنِّي شَيْئًا إِلَّا الْقُرْآنَ ، وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي شَيْئًا غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُحْهُ “ . (ب) حَدِيثُ الْإِبَاحَةِ : مَا أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : ” اُكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ “ ، وَهَذَا أَحَادِيثُ أُخْرَى فِي إِبَاحَةِ الْكِتَابَةِ ، مِنْهَا الْإِذْنُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو .

ترجمہ : بحث سوم: حدیث کو لکھنا، یاد کرنا اور اس میں تصنیف کرنا۔ صحابہ و تابعین وغیرہ بزرگوں کا کتابت حدیث کے بارے میں چند اقوال پر اختلاف واقع ہوا ہے: (أ) چنانچہ بعض حضرات نے اس کو ناپسند کیا ہے، ان ہی میں ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ اور زید بن ثابتؓ ہیں۔

(ب) اور بعض دوسرے حضرات نے اس کی اجازت دی ہے، ان میں عبد اللہ بن عمروؓ، انسؓ، عمر بن عبد العزیزؓ اور اکثر صحابہؓ ہیں۔ (ج) اس کے بعد پھر ان سب کا اس کے جواز پر اجماع ہو گیا اور اختلاف زائل ہو گیا۔ کتابوں میں اگر حدیث کو جمع نہ کیا جاتا تو اخیر زمانوں میں وہ ضائع ہو چکی ہوتی بالخصوص ہمارے دور میں۔ کتابت حدیث میں اختلاف کا سبب: حدیث کے لکھنے میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس کی اجازت و ممانعت کے بارے میں باہم متعارض احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں: (أ) ممانعت والی حدیث: وہ جس کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ جناب

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو، جس نے مجھ سے قرآن کے سوا کچھ لکھا ہو وہ اس کو مٹا دے۔“ (ب) اجازت والی حدیث: جس کو شیخین نے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ابوشاہ کے لیے لکھ دو“، یہاں چند اور حدیثیں بھی ہیں جو کتابت کی اجازت کے بارے میں ہیں۔ ان ہی میں سے عبداللہ بن عمروؓ کو اجازت دینا بھی ہے۔

شرح :- ابتدائی دور میں صحابہ و تابعین کا کتابت حدیث کے بارے میں اختلاف رہا ہے چنانچہ اس بارے میں ان کے دو گروہ تھے: (۱) حضرت ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ اور ابوسعید خدریؓ وغیرہ اس کے عدم جواز کے قائل تھے۔ (۲) دوسری طرف بہت سے حضرات اس کو جائز سمجھتے تھے جن میں صحابہ کرام میں سے حضرت علیؓ، حسینؓ، عبداللہ بن عمروؓ، انسؓ، جابرؓ وغیرہ ہیں اور تابعین میں سے ابوقلابہؓ، ابوہریرہؓ اور عمر بن عبدالعزیزؓ وغیرہ ہیں۔ حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ سے دونوں طرح روایات ہیں۔

اس اختلاف کی وجہ یہ بنی کہ اس سلسلے میں احادیث متعارض تھیں یعنی بعض احادیث سے اس کی ممانعت معلوم ہوتی تھی چنانچہ اوپر مذکور ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے قرآن مجید کے علاوہ لکھنے سے منع فرمادیا، لیکن دوسری طرف لکھنے کے متعلق بھی احادیث وارد ہوئی ہیں چنانچہ مذکورہ بالا دوسری حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ابوشاہ نامی ایک صاحب کے لیے حدیث لکھنے کا حکم ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن عمروؓ نے اپنے بھولنے کی شکایت کی اور لکھنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے انہیں بھی اجازت مرحمت فرمائی [ابوداؤد]۔ اسی طرح ایک انصاری صحابیؓ نے آپ ﷺ سے اپنے بھولنے کی شکایت کی تو آپ نے ان سے فرمایا: ”اپنے سیدھے ہاتھ سے مدد لو“ اور آپ نے لکھنے کی طرف اشارہ کیا۔ [ترمذی] اب ہر ایک نے اس حدیث کے مطابق عمل کیا جو اس کو اس سلسلے میں موصول ہوئی تھی، لیکن بعد میں جب تمام احادیث جمع ہو گئیں اور باہم تعارض دور کر دیا گیا تو کتابت حدیث کے جواز پر سب کا اتفاق ہو گیا، اب کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں کتابتیں بھی لکھی گئیں اور ہر طرح سے اس کو محفوظ کیا گیا۔ اگر حفاظت و کتابت کا یہ سلسلہ نہ ہوتا تو شاید احادیث کا ایک بہت بڑا حصہ ضائع ہو چکا ہوتا۔ واللہ اعلم

۳ - الْجَمْعُ بَيْنَ أَحَادِيثِ الْإِبَاحَةِ وَالنَّهْيِ : لَقَدْ جَمَعَ الْعُلَمَاءُ بَيْنَ أَحَادِيثِ النَّهْيِ وَالْإِبَاحَةِ عَلَى وَجْهِ مِنْهَا : (أ) قَالَ بَعْضُهُمْ : الْإِذْنُ بِالْكِتَابَةِ لَمَّا خِيفَ نِسْيَانُهُ لِلْحَدِيثِ ، وَالنَّهْيُ لِمَنْ أَمِنَ النَّسْيَانَ وَخِيفَ عَلَيْهِ اتِّكَالُهُ عَلَى الْخَطِّ إِذَا كَتَبَ . (ب) وَقَالَ بَعْضُهُمْ : جَاءَ النَّهْيُ حِينَ خِيفَ اخْتِلَاطُهُ بِالْقُرْآنِ ، ثُمَّ جَاءَ الْإِذْنُ بِالْكِتَابَةِ حِينَ أَمِنَ ذَلِكَ ، وَعَلَى هَذَا يَكُونُ النَّهْيُ مَنْسُوخًا .

ترجمہ : اجازت اور ممانعت والی احادیث کے درمیان تطبیق: علماء نے ممانعت و اجازت سے متعلق احادیث کو مختلف طریقوں سے جمع کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں: (ا) بعض علماء نے فرمایا: لکھنے کی اجازت اس وقت کے لیے ہے جب حدیث کے بھولنے کا اندیشہ ہو اور ممانعت اس شخص کے لیے ہے جس کو بھولنے کا ڈر نہ ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ وہ جب لکھ لے گا تو تحریر ہی پر اعتماد کر لے گا۔ (ب) اور بعض علماء نے فرمایا: ممانعت اس وقت آئی تھی جب حدیث کے قرآن پاک کے ساتھ اختلاط کا ڈر تھا، پھر جب اس سے اطمینان ہو گیا تو لکھنے کی اجازت دے دی گئی، اس بناء پر ممانعت منسوخ ہوگی۔

شرح :- اجازت اور ممانعت والی احادیث کو مختلف طریقوں سے جمع کیا گیا ہے، مثلاً کہا گیا کہ: (۱) لکھنے کی اجازت اس شخص کے لیے ہے جسے احادیث بھول جانے کا ڈر ہو اور ممانعت اس شخص کے لیے ہے جسے بھولنے کا ڈر نہ ہو بلکہ لکھنے کی صورت میں تحریر پر ہی اعتماد کا خوف ہو۔ (۲) جب تک قرآن مجید کے ساتھ اشتباہ کا ڈر تھا، ممانعت کی جاتی رہی پھر جب قرآن شریف نمایاں ہو گیا تو ممانعت ختم کر دی گئی، اس صورت میں ممانعت (نہی) منسوخ سمجھی جائے گی۔ (۳) بعض نے کہا کہ ممانعت نزول قرآن کے دور کے ساتھ خاص تھی اور جواز بعد والے زمانوں میں ہے۔ (۴) بعض نے کہا کہ ایک ہی صفحہ میں بغیر وضاحت لکھنے کی ممانعت ہے اور وضاحت کے ساتھ اجازت ہے۔

۴ - مَاذَا يَجِبُ عَلَى كَاتِبِ الْحَدِيثِ ؟ يَنْبَغِي عَلَى كَاتِبِ الْحَدِيثِ أَنْ

يَصْرِفَ هِمَّتَهُ إِلَى ضَبْطِهِ وَتَحْقِيقِهِ شَكْلًا وَنَقْطًا يُؤْمِنُ مَعَهُمَا اللَّبْسُ ، وَيُسْكِلَ الْمُشْكِلَ لَا سِيَّمَا أَسْمَاءَ الْأَعْلَامِ ، لِأَنَّهَا لَا تُذَرُّ بِمَا قَبْلَهَا وَلَا بِمَا بَعْدَهَا . وَأَنْ

يَكُونُ خَطُّهُ وَاضِحًا عَلَى قَوَاعِدِ الْمَشْهُورَةِ ، وَالْأَيُّ يَصْطَلِحُ لِنَفْسِهِ اصْطِلَاحًا
خَاصًّا بِرَمْزٍ لَا يَعْرِفُهُ النَّاسُ ، وَيَنْبَغِي أَنْ يُحَافِظَ عَلَى كِتَابَةِ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيمِ عَلَى
النَّبِيِّ ﷺ كُلَّمَا جَاءَ ذِكْرُهُ ، وَلَا يَسَامَ مِنْ تَكَرُّارِ ذَلِكَ ، وَلَا يَتَّقِيْدَ فِي ذَلِكَ بِمَا
فِي الْأَصْلِ إِنْ كَانَ نَاقِصًا ، وَكَذَلِكَ الثَّنَاءُ عَلَى اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى كَ "عَزَّ
وَجَلَّ" وَكَذَلِكَ التَّرَضُّيُّ وَالتَّرَحُّمُ عَلَى الصَّحَابَةِ وَالْعُلَمَاءِ ، وَيُكْرَهُ الْإِقْتِصَارُ
عَلَى الصَّلَاةِ وَخَذَهَا أَوْ التَّسْلِيمِ وَخَذَهُ ، كَمَا يُكْرَهُ الرَّمْزُ إِلَيْهِمَا بِـ "ص" وَنَحْوِهِ
مِثْلَ "صَلِّعُمْ" وَعَلَيْهِ أَنْ يَكْتُبَهُمَا كَامِلَتَيْنِ .

ترجمہ : حدیث لکھنے والے پر کیا لازم ہے؟ حدیث لکھنے والے پر لازم ہے کہ وہ اپنی تمام تر
تو الفاظ حدیث کی شکلوں اور نقطوں کی ضبط و تحقیق پر مبذول کر دے جس کے بعد التباس کی گنجائش
نہ رہے، اور مشکل لفظ پر خصوصاً ناموں پر اعراب لگائے کیونکہ ناموں کو ماقبل و مابعد کے لحاظ سے
نہیں پہچانا جاتا، اور یہ کہ اس کا خط قواعد مشہورہ کے مطابق واضح ہو، اپنے لیے کسی خاص اشارہ کی
اصطلاح مقرر نہ کرے جسے لوگ پہچانتے نہ ہوں، جب بھی نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک آئے تو
آپ پر درود و سلام کی پابندی کرے، بار بار ذکر سے نہ اکتائے، اس سلسلے میں اگر اصل کتاب میں
ناقص (نامکمل درود) ہو تو اس کی پابندی نہ کرے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ثناء کرے جیسے "عز و جل"،
وغیرہ کہہ لے، اسی طرح صحابہ و علماء کے لیے رضا و رحمت طلب کرے، اور صرف درود پر یا صرف
سلام بھیجنے پر اکتفا مکروہ ہے جیسا کہ ان کی طرف "ص" یا "صلعم" کے ساتھ اشارہ کرنا بھی مکروہ
ہے، کاتب پر لازم ہے کہ ان کو مکمل لکھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

شرح :- احادیث مبارکہ کے لکھنے سے ایک بڑی غرض اس کی حفاظت ہے اس لیے لکھنے والے
شخص کی سب سے اہم ذمہ داری اپنے خط کو اس طرح واضح اور جلی کرنا ہے کہ کوئی بھی قاری باسانی
اسے پڑھ کر سمجھ سکے لہذا وہ لفظوں کی شکل اور نقاط واضح کرے تاکہ اشتباہ کا سبب نہ بنے، مشکل
کلمات اور ناموں پر اعراب لگائے کیونکہ ناموں کا اعراب ماقبل و مابعد سے بھی سمجھ میں نہیں آتا،
کتابت کے مقررہ عام ضابطوں پر چلے اور اپنے لیے کوئی خاص اصطلاح مقرر نہ کرے اور مختلف

نئے اشارات استعمال نہ کرے کیونکہ وہ ہر کسی کی سمجھ میں نہیں آئیں گے اور شکوک و شبہات پیدا کریں گے۔

کتابت حدیث ڈھیر ساری نیکیاں کمانے کا بھی ذریعہ ہے کیونکہ اس میں جتنی بار نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک آئے گا اگر اتنی ہی مرتبہ درود لکھے گا تو نہ صرف اس کو لکھنے کا ثواب ملے گا بلکہ پڑھنے والوں کے اجر میں بھی شریک رہے گا اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص درود شریف کو لکھتا ہے تو فرشتے اس کے لکھے رہنے تک اس شخص کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ [مزید دیکھئے: جواہر درود و سلام] لہذا اس سلسلے میں اصل کتاب جس سے نقل کر رہا ہو اس کی بھی پابندی ضروری نہیں بلکہ اس میں اگر کسی و سے درود شریف مکمل نہیں لکھا ہوا ہو تو کاتب اپنی طرف سے درود کا اضافہ کر سکتا ہے مگر یہ کہ جب کوئی خاص عبارت بعینہ اتارنا مقصود ہو تو اسی کی پابندی کرے۔

درود پڑھتے وقت صرف صلاۃ پڑھنا یا صرف سلام بھیجنا جائز ہے مگر بعض علماء نے اسے بھی ناپسند کیا ہے اس لیے حتی الامکان صلاۃ و سلام دونوں کہے۔

درود شریف کے متعلق ایک قبیح رسم وہ جاری ہے جس سے دوسرے علماء کی طرح مصنف بھی منع فرما رہے ہیں، اور وہ ہے درود شریف کو پورے کلمات لکھنے کے بجائے صرف ”ص“ یا ”صلعم“ جیسا مختصر اشارہ کر دینا۔ یہ بہت ہی نامناسب حرکت ہے، علماء و مشائخ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے کیونکہ درود شریف جس طرح کہنا عبادت ہے اسی طرح لکھنا بھی عبادت ہے، اس میں بخل نہیں کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم

۵ - الْمُقَابَلَةُ وَكَيْفِيَّتُهَا : يَجِبُ عَلَى كَاتِبِ الْحَدِيثِ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ كِتَابَتِهِ مُقَابَلَةَ كِتَابِهِ بِشَيْخِهِ ، وَلَوْ أَخَذَهُ عَنْهُ بِطَرِيقِ الْإِجَازَةِ . وَكَيْفِيَّةُ الْمُقَابَلَةِ أَنْ يُنْسِكَ هُوَ وَشَيْخُهُ كِتَابَيْهِمَا حَالَ التَّسْمِيعِ ، وَيَكْفِي أَنْ يُقَابَلَ لَهُ ثِقَّةٌ آخَرُ فِي أَيِّ وَقْتٍ حَالَ الْقِرَاءَةِ أَوْ بَعْدَهَا ، كَمَا يَكْفِي مُقَابَلَتُهُ بِفَرْعٍ مُقَابِلٍ بِأَصْلِ الشَّيْخِ .

ترجمہ : مقابلہ اور اس کی کیفیت: کاتب حدیث کے ذمے لازم ہے کہ کتابت سے فراغت کے بعد اپنی کتاب (مسودہ) کا شیخ کے اصل نسخے کے ساتھ مقابلہ کرے اگرچہ وہ نسخہ شیخ سے

اجازت کے طریقے سے حاصل ہوا ہو۔ مقابلہ کی کیفیت یہ ہے کہ وہ اور اس کا شیخ حدیث کی سماعت کے دوران اپنی اپنی کتاب پاس رکھیں اور یہ بھی کافی ہے کہ دوسرا قابل اعتماد شخص قرأت کے دوران یا اس کے بعد کسی بھی وقت اس کا شیخ کی کتاب سے مقابلہ کر لے جیسا کہ شیخ کی اصل کتاب سے مقابلہ کیے ہوئے کسی نسخے کے ساتھ مقابلہ کر لینا بھی کافی ہے۔

شرح :- مقابلہ سے مراد طالب علم کے لکھے ہوئے مسودہ کی شیخ کی کتاب یا تحریر سے تصحیح کرنا ہے یعنی ملا کر دیکھنا ہے کہ طالب علم سے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی، لہذا یہ ایک اہم کام اور کتابت کی تکمیل ہے کہ اچھی طرح اطمینان نصیب ہو جائے اور شیخ کی اجازت کو کافی نہ سمجھا جائے جب وہ اجازت کے ساتھ کتاب دے چکا ہو۔

تقابل کے طریقے مختلف ہیں، مثلاً: (۱) طالب علم اپنے پاس شیخ کی اصل کتاب سے حدیثیں اتارنے کے بعد جب شیخ کے سامنے پڑھنے یا اس سے سننے کا موقعہ ہو تو اس وقت طالب علم اپنا لکھا ہوا مسودہ اور شیخ کی اصل کتاب سامنے رکھے تاکہ غلطی کی نشاندہی ہونے پر اس کی درستگی کر لے۔ (۲) دوسرا قابل اعتماد شخص شیخ اور طالب علم کے نسخوں کو آپس میں ملا کر دیکھ لے اور غلطیاں ٹھیک کر دے۔ (۳) تصحیح کے لیے شیخ کا اصل نسخہ لینے کے بجائے کوئی ایسا نسخہ لے لیا جائے جس کی تصحیح شیخ کی کتاب سے کر دی گئی ہو۔ یہ تینوں طریقے درست ہیں۔

۶ - اصطلاحات فی کتابۃ الفاظ الأداء وغیرہا : غلب علی کثیر من کتاب الحدیث الإختصار علی الرمز فی الفاظ الأداء ، فَمِنْ ذَلِكَ أَنَّهُمْ يَكْتُبُونَ : (أ) حَدَّثَنَا : "ثَنَا" أَوْ "نَا" . (ب) أَخْبَرَنَا : "أَنَا" أَوْ "نَا" . (ج) تَحْوِيلُ الْإِسْنَادِ إِلَى إِسْنَادٍ آخَرَ : يَرْمُزُونَ لَهُ بِـ "ح" ، وَيَنْطِقُ الْقَارِئُ بِهَا هَكَذَا "حَا" . (د) جَرَتْ الْعَادَةُ بِحَذْفِ كَلِمَةِ "قَالَ" وَنَحْوَهَا بَيْنَ رِجَالِ الْإِسْنَادِ خَطَاً ، وَذَلِكَ لِأَجْلِ الْإِخْتِصَارِ لَكِنْ يَنْبَغِي لِلْقَارِئِ التَّلَقُّظُ بِهَا ، مِثْلَ "حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ" ، فَيَنْبَغِي عَلَى الْقَارِئِ أَنْ يَقُولَ "قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ" كَمَا جَرَتْ الْعَادَةُ بِحَذْفِ "أَنَّهُ" فِي أَوَاخِرِ الْإِسْنَادِ إِخْتِصَاراً ، مِثْلَ "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

قَالَ ، فَيَنْبَغِي لِلْقَارِيءِ النُّطْقُ بِـ ”أَنَّهُ“ فَيَقُولُ ”أَنَّهُ قَالَ“ وَذَلِكَ تَصْحِيحًا
لِلْكَلَامِ مِنْ حَيْثُ الْإِعْرَابِ .

ترجمہ : الفاظ اداء وغیرہ لکھنے میں اصطلاحات : اکثر کاتبین حدیث کا یہ غالب معمول بن چکا ہے کہ وہ الفاظ ادا کی کتابت میں اشارات پر اکتفا کرتے ہیں، چنانچہ ان ہی میں سے ہے کہ وہ اس طرح لکھتے ہیں: (أ) حَدَّثَنَا كُثْنَا يَانَا (ب) أَخْبَرَنَا كُثْنَا يَانَا (ج) ایک سند کو دوسری سند کی طرف پھیرنا: اس کے لیے وہ ”ح“ کا اشارہ استعمال کرتے ہیں اور قاری اس کا تلفظ ”حا“ سے کرتا ہے۔ (د) سند کے رواۃ کے درمیان تحریری طور پر ”قَالَ“ وغیرہ کلمات کو حذف کرنے کا رواج چل پڑا ہے، اور یہ اختصار کی غرض سے ہے لیکن قاری کو ان کا تلفظ کرنا چاہیے جیسے ”حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ“ میں قاری کو چاہیے کہ یوں کہے: ”قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ“۔ اسی طرح سند کے آخر میں اختصار کی غرض سے ”أَنَّهُ“ حذف کرنے کا بھی رواج عام ہے جیسے ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ“، تو قاری کو ”أَنَّهُ“ پڑھ لینا چاہیے لہذا ”أَنَّهُ قَالَ“ کہے، اور یہ کلام کو بحیثیت ترکیب درست کرنے کے لیے ہے۔

شرح :- کاتبین حدیث دوران سند اشارات کا استعمال بھی کرتے ہیں یعنی پوری بات نقل کرنے کی بجائے اس کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں تاکہ قاری اس کو پورا لفظ بنا کر تلفظ کرے لیکن لکھنے میں اختصار ہو جائے، لہذا ان اشارات کو بھی سمجھ لینا ضروری ہے، مثلاً وہ حَدَّثَنَا كُثْنَا يَانَا اور أَخْبَرَنَا كُثْنَا يَانَا لکھتے ہیں اور جہاں سے ایک سند سے دوسری سند کی طرف منتقل ہوتے ہیں یعنی تحویل کے مقام پر صرف ”ح“ لکھ دیتے ہیں اور پڑھتے وقت اسے ”حا“ پڑھتے ہیں۔ کتاب پڑھنے والے کو چاہیے کہ وہ ان تمام جگہوں میں اصل مشارالیه جملہ کہے یعنی ثَنَا كُثْنَا كُثْنَا پڑھے۔

اسی طرح ہر شیخ کے بعد ایک قَالَ ہونا چاہیے مگر لکھتے وقت اختصار اس کو بھی حذف کر دیتے ہیں اس لیے پڑھنے والا اس کا خیال رکھے اور ہر شیخ کے ذکر کے بعد قَالَ ضرور پڑھے تاکہ عبارت درست ہو سکے مثلاً حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ کو یوں پڑھے: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ۔ نیز سند کے آخری راوی کے بعد اَنَّهُ بھی

محذوف ہوتا ہے لیکن پڑھتے وقت اس کا بھی تلفظ کریں گے مثلاً عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُيُوسُ
پڑھے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ -

۷ - الرِّحْلَةُ فِي طَلَبِ الْحَدِيثِ : لَقَدْ اغْتَنَى سَلَفُنَا بِالْحَدِيثِ عِنَايَةً لَيْسَ لَهَا نَظِيرٌ
، وَصَرَفُوا فِي جَمْعِهِ وَضَبْطِهِ مِنَ الْإِهْتِمَامِ وَالْجُهْدِ وَالْوَقْتِ مَا لَا يَكَادُ يُصَدِّقُهُ
الْعَقْلُ ، فَبَعْدَ أَنْ يَجْمَعَ أَحَدُهُمُ الْحَدِيثَ مِنْ شُيُوخِ بَلَدِهِ يَرْحَلُ إِلَى بِلَادٍ وَأَقْطَارِ
أُخْرَى قَرِيبَةٍ أَوْ بَعِيدَةٍ لِيَأْخُذَ الْحَدِيثَ مِنْ شُيُوخِ تِلْكَ الْبِلَادِ ، وَيَتَجَسَّمُ مَشَاقِ
السَّفَرِ وَشُظْفَ الْعَيْشِ بِنَفْسٍ رَاضِيَةٍ ، وَقَدْ صَنَّفَ الْخَطِيبُ الْبَغْدَادِيُّ كِتَابًا سَمَّاهُ
”الرِّحْلَةُ فِي طَلَبِ الْحَدِيثِ“ ، جَمَعَ فِيهِ مِنْ أَخْبَارِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ فَمَنْ
بَعْدَهُمْ فِي الرِّحْلَةِ فِي طَلَبِ الْحَدِيثِ مَا يَعْجَبُ الْإِنْسَانُ لِسَمَاعِهِ ، فَمَنْ أَحَبَّ
سَمَاعَ تِلْكَ الْأَخْبَارِ الشَّيْقَةِ فَعَلَيْهِ بِذَلِكَ الْكِتَابِ ، فَإِنَّهُ مُنَشِّطٌ لَطُلَّابِ الْعِلْمِ
شَاحِذٌ لَهُمُ مِمَّنْ مُقَوِّلِعَزَائِمِهِمْ .

ترجمہ : طلب حدیث کے لیے سفر: ہمارے بزرگوں نے حدیث پاک کا اتنا زیادہ اہتمام کیا
ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی اور اس کو اکٹھا اور ضبط کرنے میں وہ ہمت، محنت اور وقت صرف کیا ہے کہ عقل
اس کی تصدیق نہ کر سکے، ان میں سے جب کوئی اپنے شہر کے شیوخ سے حدیث اکٹھی کر لیتا تو
دوسرے شہروں اور ملکوں کا سفر کرتا چاہے وہ نزدیک ہوں یا دور، مقصد یہ ہوتا کہ ان شہروں کے شیوخ
سے بھی حدیث حاصل کر لے اور سفر کی مشقتیں، معاش کی تنگی کو دلی اطمینان کے ساتھ گوارا کر لیتا۔
خطیب بغدادی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام انہوں نے ”الرحلۃ فی طلب الحدیث“ (طلب
حدیث کی خاطر سفر) رکھا، اس میں انہوں نے صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کے طلب
حدیث کے لیے سفر سے متعلق وہ وہ واقعات لکھے ہیں کہ انسان کو ان کے سننے سے ہی تعجب ہو، تو
جس کو ان دلچسپ واقعات کے سننے کا شوق ہو وہ یہ کتاب ضرور لے کیونکہ یہ علم کے طلب گاروں
میں نشاط پیدا کرنے والی، ان کی ہمتوں کو بلند اور ان کے پختہ ارادوں کو قوت بخشنے والی ہے۔

شرح :- علمی شغف رکھنے والے حضرات نے یقیناً بڑے بڑے طویل سفر حدیث طلب کرنے

کی خاطر فرمائے ہیں۔ کثیر بن قیسؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابودرداءؓ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص ان خدمت میں آئے اور کہا کہ میں مدینہ منورہ سے صرف ایک حدیث کی وضاحت سے آیا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ وہ آپؐ نے حضور اقدس ﷺ سے سنی ہے۔ ابودرداءؓ نے پوچھا کوئی اور تجارتی کام نہیں تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ ابودرداءؓ نے پھر پوچھا کہ کوئی دوسری غرض تو نہ تھی؟ کہا: نہیں، صرف حدیث ہی معلوم کرنے کے لیے آیا ہوں..... الخ۔

سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کی خاطر راتوں اور دنوں پیدل چلا ہوں۔ امام بخاریؒ نے گیارہ سال کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی تھی، اپنے شہر میں جتنی احادیث مل سکیں ان کو حاصل کر لینے کے بعد بلخ، بغداد، مکہ مکرمہ، بصرہ، کوفہ، شام، عسقلان، حمص اور دمشق وغیرہ کئی شہروں میں گئے اور ہر جگہ جو ذخیرہ حدیث کامل سکا حاصل فرمایا اور ایسی نوعمری میں اُستاد حدیث بن گئے تھے کہ منہ پر داڑھی کا ایک بال بھی نہ نکلا تھا۔ [حکایات صحابہؓ]

ایک صاحب نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو پوچھا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ عبداللہ بن مبارکؒ نے جواب دیا: (حصولِ علم کے لیے) سفر کرنے کی بدولت مغفرت فرمادی۔ [تاریخ دمشق]

امام شعبیؒ سے کسی نے پوچھا: اس قدر علم آپ نے کیسے حاصل کیا؟ فرمایا (۱) بے اعتمادی (۲) مختلف شہروں کے سفر (۳) جمادات کی طرح صبر اور (۴) کٹوے کی طرح سویرے سویرے نکلنے کی وضاحت سے یہ علم عطا ہوا۔ [تذکرۃ الحفاظ] شعبیؒ کوفہ کے رہنے والے تھے، اپنے کسی شاگرد کو ایک مرتبہ حدیث سنائی اور فرمایا کہ لے، گھر بیٹھے مفت مل گئی ورنہ اس سے کم کے لیے بھی مدینہ منورہ کا سفر کرنا پڑتا تھا۔

امام ابو حنیفہؒ بڑی شدت کے ساتھ نسخ اور منسوخ احادیث کی تحقیق فرماتے تھے، کوفہ جو اس زمانہ میں علم کا گھر کہلاتا تھا اس میں جتنے محدثین تھے، سب کی احادیث کو جمع فرمایا تھا اور جب کوئی باہر سے محدث آتے تو شاگردوں کو حکم فرماتے کہ ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہو جو اپنے پاس نہ ہو تو اس کی تحقیق کرو۔ [حکایات صحابہؓ]

ابن جریر طبری تحصیل علم کے لیے عالم اسلام کے چپہ چپہ گھومے، طالب علمی میں غربت اور مفلسی کا ایک ایسا وقت بھی آیا کہ تن کے کپڑے بیچ کر گذر اوقات کیا۔ [تذکرۃ الحفاظ] حقیقت تو یہ ہے کہ علم حدیث جو آج چودہ سو برس کے بعد بھی نہایت آب و تاب سے باقی ہے وہ کس محنت اور جانفشانی سے محفوظ کیا گیا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی اور سلف کے حالات پڑھنے سے ہی اس کا کچھ ادراک کیا جاسکتا ہے۔

۸ - أَنْوَاعُ التَّصْنِيفِ فِي الْحَدِيثِ : يَجِبُ عَلَى مَنْ يَجِدُ فِي نَفْسِهِ الْمُقْدَرَةَ عَلَى التَّصْنِيفِ فِي الْحَدِيثِ - وَغَيْرِهِ - أَنْ يَقُومَ بِالتَّصْنِيفِ وَذَلِكَ لِجَمْعِ الْمُتَفَرِّقِ ، وَتَوْضِيحِ الْمُشْكِلِ ، وَتَرْتِيبِ غَيْرِ الْمُرتَّبِ ، وَفَهْرَسَةِ غَيْرِ الْمُفَهْرَسِ مِمَّا يُسَهِّلُ عَلَى طَلَبَةِ الْحَدِيثِ الْإِسْتِفَادَةَ مِنْهُ بِأَيْسَرِ طَرِيقٍ وَأَقْرَبِ وَقْتٍ ، وَلِيَحْذَرَ إِخْرَاجَ كِتَابِهِ قَبْلَ تَهْدِيئِهِ وَتَحْرِيرِهِ وَضَبْطِهِ ، وَلِيَكُنْ تَصْنِيفُهُ فِيمَا يَنْعَمُ نَفْعُهُ وَتَكْثُرُ فَايِدَتُهُ .

ترجمہ : حدیث کے متعلق تصنیف کی قسمیں : جس شخص کو بھی حدیث وغیرہ علوم میں قدرت حاصل ہو، اس کے ذمے لازم ہے کہ وہ کتاب تصنیف کرے، اور یہ متفرق کو اکٹھا، مشکل کی وضاحت، غیر مرتب کو مرتب اور جس کی فہرست نہیں بنی اس کی فہرست تیار کرنے کی غرض سے ہو اس طرح کا کام جس سے طالبین حدیث کے لیے آسان ذریعے اور کم وقت کے اندر حدیث پاک سے استفادہ ممکن ہو۔ کتاب کو اس کی تصحیح، اصلاح اور درستگی سے پہلے چھاپنے سے احتیاط کرے اور اس کی تصنیف اس چیز میں ہونی چاہیے جس کا نفع عام اور فائدہ زیادہ ہو۔

شرح : - اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے دو طریقے ہیں: (۱) تحریر۔ (۲) تقریر۔ تقریر وقتی چیز ہوتی ہے اور تحریر مستقل اور پائیدار، تقریر کا اثر اکثر مختصر اور محدود ہوتا ہے، مخاطبین کے علاوہ دوسروں تک صحیح لب و لہجہ اور مکمل انداز کی رعایت کے ساتھ منتقل نہیں کیا جاسکتا جبکہ تحریر اپنے پورے زور و آہنگ کے ساتھ ہر جگہ اور ہر ایک کے سامنے پہنچ سکتی ہے۔ جس شخص کو اللہ نے صلاحیت دی ہو اُسے لکھنے سے پرہیز نہیں کرنا چاہیے۔ ابن جوزیؒ نے ایک مرتبہ منبر پر فرمایا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔

ابن جریر طبریؒ چالیس سال تک ہمیشہ چالیس ورق روزانہ لکھتے تھے، ان کی تاریخ مشہور ہے جب اس کی تصنیف کا ارادہ ظاہر کیا تو لوگوں سے پوچھا کہ تمام عالم کی تاریخ سے تو تم لوگ بہت خوش ہو گے؟ لوگوں نے پوچھا کہ اندازاً کتنی بڑی ہوگی؟ کہنے لگے کہ تقریباً تیس ہزار ورق پر آئے گی۔ لوگوں نے کہا: اس کے پورا کرنے سے پہلے عمریں فنا ہو جائیں گی۔ فرمایا کہ: **إِنَّا لِلّٰہِ ہمتیں پست ہو گئیں۔** اس کے بعد مختصر کیا اور تقریباً تین ہزار ورق پر لکھی۔ اسی طرح ان کی تفسیر کا بھی قصہ ہوا۔

علم حدیث میں تصنیف سے غرض چند چیزیں ہونی چاہئیں: (۱) مختلف کتب میں متفرق ابواب میں بکھری ہوئی اور اکابر کی یادداشت میں محفوظ حدیثوں کو ان سے سن کر یکجا کرنا۔ (۲) باعث اشکال اور حل طلب مضامین حدیث کی وضاحت اور تفصیل کرنا۔ (۳) غیر مرتب احادیث کو ترتیب دینا مثلاً ایک باب سے متعلق احادیث اسی باب میں ذکر کرنا۔ (۴) جن احادیث کی اب تک فہرست نہیں بن سکی ان کی فہرست بنادینا۔ ان جیسے اور مقاصد حسنہ جن سے طلبہ کو فائدہ پہنچے اور وہ کم سے کم وقت میں احادیث سے استفادہ کر سکیں اور انہیں اس سلسلے میں زیادہ مشقت نہ اٹھانی پڑے تاکہ وہ اپنے اوقات کو مزید اچھے کاموں میں صرف کر سکیں اور اسلام اور مسلمانوں کی بہتر سے بہتر خدمت سرانجام دے سکیں۔

کتاب کو ایک مرتبہ ترتیب دینے کے بعد اس کے تمام عنوانات، ابواب اور خاکہ اور الگ الگ لکھی ہوئی عبارتیں بار بار دیکھے اور سوچے کہ اس سے بہتر ترتیب کیا ہو سکتی ہے اور کتاب میں کوئی غلطی تو واقع نہیں ہوئی؟! بعض اوقات ترمیم کی ضرورت پیش آ سکتی ہے مثلاً کچھ باتوں کو ختم کرنا پڑتا ہے، کچھ کا اضافہ کرنا پڑتا ہے، کچھ میں تقدیم و تاخیر کرنی پڑتی ہے۔ لہذا مسودہ تیار ہونے کے بعد جب اچھی طرح دیکھ نہ لے اور بغور مضامین کا جائزہ لے کر اطمینان قلبی نہ ہو جائے اس وقت تک چھاپنے سے گریز کرے۔

هَذَا وَقَدْ صَنَّفَ عُلَمَاءُ الْحَدِيثِ عَلَى أَشْكَالٍ مُتَنَوِّعَةٍ ، فَمِنْ أَشْهُرِ أَنْوَاعِ التَّصْنِيفِ فِي الْحَدِيثِ مَا يَلِي : (أ) الْجَوَامِعُ : الْجَامِعُ كُلُّ كِتَابٍ يَجْمَعُ فِيهِ مُؤَلَّفُهُ جَمِيعَ الْأَبْوَابِ مِنَ الْعَقَائِدِ وَالْعِبَادَاتِ وَالْمُعَامَلَاتِ وَالسِّيَرِ وَالْمَنَاقِبِ وَالرِّفَاقِ

وَالْفِتَنِ وَأَخْبَارِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مِثْلَ "الْجَامِعِ الصَّحِيحِ لِلْبُخَارِيِّ". (ب) الْمُسَانِيدُ : الْمُسْنَدُ كُلُّ كِتَابٍ جُمِعَ فِيهِ مَرْوِيَّاتُ كُلِّ صَحَابِيٍّ عَلَى حَدِّهِ مِنْ غَيْرِ النَّظَرِ إِلَى الْمَوْضُوعِ الَّذِي يَتَعَلَّقُ فِيهِ الْحَدِيثُ ، مِثْلَ "مُسْنَدِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ". (ج) السُّنَنُ : وَهِيَ الْكُتُبُ الْمُصَنَّفَةُ عَلَى أَبْوَابِ الْفِقْهِ ، لِتَكُونَ مَصْدَرًا لِلْفُقَهَاءِ فِي اسْتِنْبَاطِ الْأَحْكَامِ ، وَتَخْتَلِفُ عَنِ الْجَوَامِعِ بِأَنَّهَا لَا يُوْجَدُ فِيهَا مَا يَتَعَلَّقُ بِالْعَقَائِدِ وَالسِّيَرِ وَالْمَنَاقِبِ وَمَا إِلَى ذَلِكَ ، بَلْ هِيَ مَقْصُورَةٌ عَلَى أَبْوَابِ الْفِقْهِ وَأَحَادِيثِ الْأَحْكَامِ ، مِثْلَ "سُنَنِ أَبِي دَاوُدَ".

ترجمہ : نیز علمائے حدیث نے مختلف اقسام کی کتابیں لکھی ہیں، چنانچہ حدیث کے موضوع پر تصنیف کی مشہور قسمیں مندرجہ ذیل ہیں: (۱) جوامع: جامع ہر وہ کتاب ہے جس میں اس کا مؤلف تمام ابواب یعنی عقائد، عبادات، معاملات، سیر، مناقب، رقائق، فتن اور روز قیامت کے احوال کو اکٹھا کر دے مثلاً امام بخاریؒ کی جامع صحیح۔ (ب) مسانید: مسند ہر وہ کتاب ہے جس میں ہر صحابی کی مرویات جمع کر لی جائیں قطع نظر اس کے موضوع کے جس سے حدیث متعلق ہو مثلاً مسند امام احمد بن حنبلؒ۔ (ج) سنن: یہ فقہی ابواب کی ترتیب پر تصنیف کی گئیں کتابیں ہیں تاکہ استنباط احکام میں فقہاء کے لیے مرجع بن سکیں، یہ کتابیں جوامع سے اس بات میں مختلف ہیں کہ ان میں عقائد، سیر اور مناقب وغیرہ سے متعلق احادیث نہیں ہوتیں بلکہ ان میں ابواب فقہ اور احادیث احکام پر اکتفا کیا جاتا ہے مثلاً سنن ابوداؤد۔

شرح :- حدیث کی کتابیں اپنی خاص ترتیب اور وضع کے اعتبار سے کئی قسموں پر ہیں، حدیث کے طالب علم کو مراجعت کتب حدیث اور تصنیف کے لئے ان اقسام کا جاننا بھی ضروری ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) جامع: وہ کتاب ہے جس میں تفسیر، عقائد، آداب، احکام، مناقب، سیر، فتن، علامات قیامت، فقہی احکام اور مناقب وغیرہ ہر قسم کے مسائل کی حدیثیں جمع کی گئی ہوں جیسے: جامع بخاریؒ۔ جوامع، جامع کی جمع ہے۔ (۲) مسند: وہ کتاب ہے جس میں احادیث کو صحابہ کرامؓ کے ناموں کی ترتیب

سے جمع کیا گیا ہو یعنی ہر صحابی کی تمام مردیات ایک جگہ ذکر کر دی گئی ہوں، خواہ کسی بھی باب سے متعلق ہوں۔ یہ ترتیب کبھی صحابہ کرامؓ کے مرتبوں کے اعتبار سے رکھی جاتی ہے اور کبھی حروف ہجا کے اعتبار سے اور کبھی پہلے یا بعد میں اسلام لانے کے اعتبار سے جیسے: مسند احمد، مسند دارمی، مسند بزار اور مسند ابوداؤد طیالسی۔ مسانید، مسند کی جمع ہے۔

(۳) سنن: وہ کتاب ہے جس میں احادیث کو فقہی ترتیب سے جمع کیا جاتا ہے۔ ایسی کتاب کا خاص مقصد فقہاء کے دلائل کو جمع کرنا ہے جیسے: سنن ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماز، سنن دارمی، سنن دارقطنی، سنن بیہقی۔ سنن، سنۃ کی جمع ہے۔

(د) الْمَعْجَمُ: كُلُّ كِتَابٍ جَمَعَ فِيهِ مُؤَلِّفُهُ الْحَدِيثَ مُرْتَبًا عَلَى أَسْمَاءِ شُيُوخِهِ عَلَى تَرْتِيبِ حُرُوفِ الْهَجَاءِ غَالِبًا، مِثْلَ "الْمَعْجَمِ الثَّلَاثَةِ" لِلطَّبْرَانِيِّ وَهِيَ الْمَعْجَمُ الْكَبِيرُ وَالْأَوْسَطُ وَالصَّغِيرُ. (هـ) الْعِلَلُ: كُتُبُ الْعِلَلِ هِيَ الْكُتُبُ الْمُشْتَمِلَةُ عَلَى الْأَحَادِيثِ الْمَعْلُولَةِ مَعَ بَيَانِ عِلَلِهَا، وَذَلِكَ مِثْلُ "الْعِلَلِ لِابْنِ أَبِي حَاتِمٍ" وَ"الْعِلَلِ لِلدَّارِقُطْنِيِّ". (و) الْأَجْزَاءُ: الْجُزْءُ كُلُّ كِتَابٍ صَغِيرٍ جُمِعَ فِيهِ مَرْوِيَّاتٌ رَأَوْهَا وَاحِدٌ مِنْ رَوَاةِ الْحَدِيثِ أَوْ جُمِعَ فِيهِ مَا يَتَعَلَّقُ بِمَوْضُوعٍ وَاحِدٍ عَلَى سَبِيلِ الْإِسْتِقْصَاءِ، مِثْلُ "جُزْءِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ" لِلْبُخَارِيِّ.

ترجمہ: معجم: مجموعہ کتاب ہے جس میں اس کا مؤلف حدیث پاک کو اپنے اساتذہ کے ناموں پر مرتب جمع کرے جس کی ترتیب زیادہ تر ہجائی ہوتی ہے، مثلاً امام طبرانیؒ کی تینوں معجم جو کہ معجم کبیر، اوسط اور صغیر ہے۔ (هـ) عِلَل: کتب علل وہ کتابیں ہیں جو علت والی احادیث پر مشتمل ہوتی ہیں، اس کے ساتھ علتوں کا بیان بھی ہوتا ہے جیسے ابن ابی حاتم اور امام دارقطنی کی کتاب العلل۔ (و) اجزاء: جزء ہر وہ چھوٹی کتاب ہے جس میں روایت حدیث میں سے ایک راوی کی مرویات جمع کی جائیں یا اس میں ایک موضوع سے متعلق تمام احادیث کا احاطہ کیا جائے مثلاً امام بخاریؒ کی جزء رفع الیدین فی الصلوة۔

شرح: - مزید تین اقسام کی کتابوں کا تعارف کرایا جا رہا ہے: (۴) معجم: وہ کتاب ہے جس میں

محدث اپنے شیوخ اور اساتذہ حدیث کے ناموں کی ترتیب سے حدیثوں کو جمع کرے اس طور پر کہ ہر شیخ کی روایات یکجامل جائیں خواہ مختلف ابواب سے متعلق ہوں۔ جیسے: معاجم ثلاثہ للطبرانی (المعجم الصغیر، المعجم الاوسط، المعجم الکبیر)۔ معاجم، معجم کی جمع ہے۔

(۵) علل: وہ کتاب ہے جس میں ایسی حدیثوں سے بحث کی جاتی ہے جن کی سندوں

میں کلام ہوتا ہے یا فقط حدیث کی پوشیدہ علتوں کا ذکر ہوتا ہے جیسے العلل الکبیر والعلل الصغیر للترمذی، علل، علت کی جمع ہے۔ (۶) جزء: وہ کتاب ہے جس میں صرف ایک مسئلہ سے متعلق تمام روایات یکجا کر دی گئی ہوں جیسے امام بخاری کی جزء رفع الیدین، اور جزء القراءة، اور امام بیہقی کی جزء القراءة۔ اجزاء، جزء کی جمع ہے۔

(ز) الْأَطْرَافُ : كُلُّ كِتَابٍ ذَكَرَ فِيهِ مُصَنِّفُهُ طَرَفَ كُلِّ حَدِيثٍ الَّذِي يَدُلُّ عَلَى بَقِيَّتِهِ ، ثُمَّ يَذْكُرُ أَسَانِيدَ كُلِّ مَتْنٍ مِنَ الْمُتُونِ إِمَّا مُسْتَوْعِبًا أَوْ مُقَيِّدًا لَهَا بِبَعْضِ الْكُتُبِ ، مِثْلُ "تُحْفَةِ الْأَشْرَافِ بِمَعْرِفَةِ الْأَطْرَافِ" لِلْمِزِّي . (ح) الْمُسْتَدْرَكَاتُ : الْمُسْتَدْرَكُ كُلُّ كِتَابٍ جَمَعَ فِيهِ مُؤَلَّفُهُ الْأَحَادِيثَ الَّتِي اسْتَدْرَكَهَا عَلَى كِتَابٍ آخَرَ مِمَّا فَاتَتْهُ عَلَى شَرْطِهِ ، مِثْلُ "الْمُسْتَدْرَكُ عَلَى الصَّحِيحَيْنِ" لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْحَاكِمِ . (ط) الْمُسْتَخْرَجَاتُ : الْمُسْتَخْرَجُ كُلُّ كِتَابٍ خَرَجَ فِيهِ مُؤَلَّفُهُ أَحَادِيثَ كِتَابٍ لِغَيْرِهِ مِنَ الْمُؤَلِّفِينَ بِأَسَانِيدَ لِنَفْسِهِ مِنْ غَيْرِ طَرِيقِ الْمُؤَلِّفِ الْأَوَّلِ ، وَرُبَّمَا اجْتَمَعَ مَعَهُ فِي شَيْخِهِ أَوْ مِنْ فَوْقِهِ مِثْلُ "الْمُسْتَخْرَجِ عَلَى الصَّحِيحَيْنِ" لِأَبِي نُعَيْمٍ الْأَصْبَهَانِيِّ .

ترجمہ : (ز) اطراف: ہر وہ کتاب ہے جس میں مصنف ہر حدیث کا وہ طرف ذکر کرے جس سے بقیہ حصے کا پتہ چل جائے، اس کے بعد ہر متن کی اسانید ذکر کرے یا تو تمام کتابوں کا احاطہ کرتے ہوئے یا پھر بعض کتب کی تخصیص کرتے ہوئے جیسے امام مزئی کی کتاب تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف۔ (ح) مستدرکات: مستدرک ہر وہ کتاب ہے جس میں مؤلف کسی اور کتاب کی شرط پر پوری وہ احادیث جمع کرے جو اس کتاب میں مذکور نہیں اور یہ انہیں حاصل کر لے جیسے حاکم

ابو عبد اللہ کی مستدرک علی الصحیحین۔ (ط) مستخرجات: مستخرج ہر وہ کتاب ہے جس میں مؤلف کسی اور مؤلف کی کتاب کی احادیث اپنی اسانید کے ساتھ ذکر کرے جو پہلے مؤلف کے طریق پر نہ ہوں، اور کبھی اس کے ساتھ اس کے شیخ میں یا اس سے اوپر اکٹھا ہو جائے مثلاً ابو نعیم اصفہانی کی مستخرج علی الصحیحین۔

شہادت:- مزید تین اقسام کی کتابوں کا تعارف کرایا جا رہا ہے: (۷) اطراف: وہ کتاب ہے جس میں حدیثوں کا اول حصہ ذکر کر کے اس کی تمام سندوں یا مراجع کی نشاندہی کی جائے جیسے تحفۃ الأشراف بمعرفۃ الأطراف للامام المزنی، اور محقق محمد سعید بیسونی آل زغول کی کتاب ”موسوعة أطراف الحديث النبوی الشریف“۔ اطراف، طرف کی جمع ہے۔ (۸) مستدرک: وہ کتاب ہے جس میں کسی دوسری کتاب حدیث میں ملحوظ شرائط پر پورا اترنے والی ان احادیث کو جمع کیا گیا ہوں جو اس کے مصنف سے رہ گئی ہوں جیسے امام حاکم نیشاپوری کی مُسْتَدْرَك عَلَى الصَّحِيحَيْنِ (یعنی صحیح بخاری و مسلم کے معیار کے مطابق دیگر احادیث کا مجموعہ)۔ مستدرک کی جمع مستدرکات ہے۔

(۹) مستخرج: وہ کتاب ہے جس میں کسی دوسری کتاب حدیث کی حدیثوں کو مصنف کے واسطے کے بغیر اس کے شیوخ و اساتذہ سے نقل کیا جائے جیسے مستخرج اسماعیلی علی صحیح البخاری و مستخرج ابوعوانہ علی صحیح مسلم۔ مستخرج کی جمع مستخرجات ہے۔

اس سلسلے میں چند اور اقسام کتب کا تعارف ملاحظہ کیجیے:

(۱۰) غریب: وہ کتاب ہے جس میں کسی محدث کی انفرادی حدیثیں جمع کی جائیں جن کو وہ مخصوص شیخ سے روایت کرے، جیسے غرائب امام مالک۔

(۱۱) مفرد یا افراد: وہ کتاب ہے جس میں صرف ایک محدث کی کل مرویات کا احاطہ کیا جائے جیسے کتاب الأفراد للقرطبی۔

(۱۲) تجرید: وہ کتاب ہے جس میں کسی دوسری کتاب حدیث کی حدیثوں کو سند اور مکررات کے بغیر صرف صحابی کے واسطے سے نقل کیا جائے جیسے تجرید صحیح البخاری للزبیدی و تجرید صحیح مسلم للقرطبی۔

(۱۳) تخریج: وہ کتاب ہے جس میں کسی دوسری کتاب کی بے حوالہ حدیثوں کے لئے سند اور حوالہ

پیش کیا جائے جیسے ہدایہ کی احادیث کی تخریج جو امام زیلعیؒ نے بنام ”نصب الراية“ کی، اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی ”الدراية“ اور التلخیص الحبیرونی تخریج احادیث الیافعی الکبیر۔

(۱۴) کتب جمع: وہ کتابیں ہیں جن میں ایک سے زائد کتابوں کی حدیثوں کو سند اور کمررات کے حذف کے ساتھ جمع کیا جائے جیسے ”الترغیب والترہیب للمندری“ اور مشکوٰۃ المصابیح۔

(۱۵) فہارس یا مفہرس: وہ کتاب ہے جس میں ایک یا ایک سے زیادہ کتابوں کی حدیثوں کی فہرست حروف ہجا کے اعتبار سے یکجا کر دی جائے جیسے فہرس الفہارس لعبدالحی الکتانیؒ، اور معاصر محقق دکتور فواد عبدالباقی کی ”المعجم المفہرس لألفاظ الحدیث النبوی ﷺ“۔

(۱۶) اربعین: یعنی چہل حدیث: وہ کتاب ہے جس میں ایک یا ایک سے زائد موضوع سے متعلق کم و بیش چالیس حدیثیں جمع کی جائیں جیسے امام نوویؒ کی ”الاربعمین وغیرہ۔

(۱۷) موضوعات: وہ کتاب ہے جس میں موضوع حدیثوں کو جمع کیا جائے جیسے امام ابن الجوزیؒ کی ”الموضوعات“، امام سیوطیؒ کی ”الآلی المصنوعہ فی الأحادیث الموضوعہ“، ملا علی قاریؒ کی ”الموضوعات الکبریٰ“ اور علامہ عبدالحی لکھنویؒ کی ”الآثار المفروعة فی أخبار الموضوعہ“ وغیرہ۔

(۱۸) الأحادیث المشہورة: وہ کتاب ہے جس میں مشہور حدیثوں کی تحقیق کی جائے کہ وہ ثابت بھی ہیں یا فقط زبان زوہد خلاق، جیسے ”کشف الخفاء ومزیل الالباس للعجلونی“۔

(۱۹) غریب الحدیث: وہ کتاب ہے جس میں احادیث مبارکہ کے مشکل یا قلیل الاستعمال الفاظ کی مراد واضح کی جائے، جیسے ”النهاية فی غریب الحدیث والاثار للام ابن اثیر الجزری“۔

(۲۰) الزوائد: وہ کتاب ہے جس میں کسی دوسری کتاب کی صرف ان حدیثوں کو علیحدہ سے ذکر کیا جائے جو ایک متعینہ کتاب میں نہ ہوں، جیسے ”جمع الزوائد ونبیح الفوائد للامام الہیثمی“۔

(۲۱) صحیح: وہ کتاب ہے جس کا مصنف اپنی کتاب میں صحیح حدیثیں ہی ذکر کرنے کا التزام کرے جیسے صحیح بخاریؒ، صحیح مسلمؒ و صحیح ابوعوانہؒ وغیرہ۔

الْمَبْحَثُ الرَّابِعُ : صِفَةُ رِوَايَةِ الْحَدِيثِ

۱ - الْمُرَادُ بِهَذِهِ التَّسْمِيَةِ : الْمُرَادُ بِهَذَا الْعُنْوَانِ بَيَانُ الْكَيْفِيَّةِ الَّتِي يُرَوَّى بِهَا الْحَدِيثُ وَالْآدَابُ الَّتِي يَنْبَغِي التَّحَلِّي بِهَا ، وَمَا يَتَعَلَّقُ بِذَلِكَ ، وَقَدْ تَقَدَّمَ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ فِي الْمَبَاحِثِ السَّابِقَةِ وَالْيَكْ مَا بَقِيَ : ۲ - هَلْ تَجُوزُ رِوَايَةُ الرَّاَوِي مِنْ كِتَابِهِ إِذَا لَمْ يَحْفَظْ مَا فِيهِ ؟ هَذَا أَمْرٌ اخْتَلَفَ فِيهِ الْعُلَمَاءُ ، فَمِنْهُمْ مَنْ شَدَّدَ فَأَقْرَطَ ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَسَاهَلَ فَقَرَّطَ وَمِنْهُمْ اعْتَدَلَ فَتَوَسَّطَ . (أ) فَأَمَّا الْمُتَشَدِّدُونَ : فَقَالُوا : ” لَا حُجَّةَ إِلَّا فِيْمَا رَوَاهُ الرَّاَوِي مِنْ حِفْظِهِ “ رَوَى ذَلِكَ عَنْ مَالِكٍ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ الشَّافِعِيِّ . (ب) وَأَمَّا الْمُتَسَاهِلُونَ : فَقَوْمٌ رَوَوْا مِنْ نُسْخٍ غَيْرِ مُقَابَلَةٍ بِأُصُولِهَا ، مِنْهُمْ ابْنُ لَهْيَعَةَ . (ج) وَأَمَّا الْمُعْتَدِلُونَ الْمُتَوَسِّطُونَ : (وَهُمُ الْجُمْهُورُ) فَقَالُوا : إِذَا قَامَ الرَّاَوِي فِي التَّحْمِلِ وَالْمُقَابَلَةِ بِمَا تَقَدَّمَ مِنَ الشُّرُوطِ جَازَتْ الرِّوَايَةُ مِنَ الْكِتَابِ وَإِنْ غَابَ عَنْهُ الْكِتَابُ إِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الظَّنِّ سَلَامَتُهُ مِنَ التَّغْيِيرِ وَالتَّبْدِيلِ ، لَا سِيَّمَا إِنْ كَانَ مِمَّنْ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ التَّغْيِيرُ غَالِبًا

ترجمہ : بحث چہارم: روایت حدیث کا طریقہ۔ مذکورہ عنوان سے غرض: مذکورہ عنوان سے غرض اس کیفیت کا بیان ہے جس کے مطابق حدیث پاک روایت کی جاتی ہے اور وہ آداب مراد ہیں جن سے (راوی کو) آراستہ ہونا چاہیے، اسی طرح (مزید) جوان ہی سے متعلق ہیں۔ ان میں سے کچھ کا بیان گذشتہ مباحث میں ہو چکا ہے، بقیہ بحث ملاحظہ کیجیے:

کیا راوی کا اپنی کتاب سے روایت کرنا جبکہ اس میں موجود باتیں اسے یاد نہ ہوں، جائز ہے؟ اس معاملہ میں علماء کا اختلاف ہے، ان میں سے کچھ نے سختی کی اور تجاوز کر گئے، کچھ نے نرمی برتی اور کمی کر گئے اور کچھ نے اعتدال سے کام لیا اور درمیان میں رہے۔ (أ) جہاں تک سختی برتنے والے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ”صرف وہی حدیث حجت ہوگی جس کو راوی اپنے حفظ سے روایت کرے“، یہ امام مالک، امام ابو حنیفہ اور ابو بکر صید لانی شافعی سے مروی ہے۔ (ب) اور جہاں تک

نرمی پسند کرنے والوں کا تعلق ہے تو یہ چند لوگ ہیں جنہوں نے ایسے نسخوں سے حدیث روایت کی جن کا اصل سے تقابل نہیں کیا گیا تھا، انہی میں سے ابن لہیعہؒ بھی ہیں۔

(ج) اور جو اعتدال پسند میانہ روؤں کا تعلق ہے (اور وہ ہی جمہور ہیں) تو انہوں نے کہا: ”جب راوی تحمل اور نسخوں کے تقابل میں ان شرطوں کا اہتمام کرے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے تو کتاب سے روایت جائز ہے اگرچہ کتاب اس سے گم ہو گئی ہو جب غالب گمان اس کا تغیر و تبدل سے محفوظ ہونا ہو خصوصاً اگر ایسا ان لوگوں کی طرف سے پیش آئے جن سے اکثر تغیر مخفی نہیں رہتا۔

شرح:- محدث جب اپنی کتاب میں موجود مرویات بھول جائے تو اس کے روایت کرنے کا حکم کیا ہے؟ اس بارے میں تین گروہ ہیں: پہلا گروہ سختی اپنانے والوں کا ہے، ان میں امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ اور ابو بکر صید لانی شافعیؒ ہیں۔ ان حضرات کے نزدیک جب تک راوی کو اپنی مرویات زبانی یاد نہ ہوں اس وقت تک کتاب سے دیکھ کر روایت کرنے کا اعتبار نہیں۔ اس لیے کہ کوئی بھروسہ نہیں مرویات میں اضافہ یا تغیر و تبدل کروایا جائے اور اسے معلوم ہی نہ ہو۔ یہ انتہائی سخت قول ہے، اکثر کتب صحاح کے رواۃ بھی بمشکل اس شرط پر پورا اتریں گے مگر کوئی اچھا نہیں کیونکہ ان حضرات کا دور ہی احتیاط برتنے کا متقاضی تھا، اسی زمانہ میں ہی نئے نئے فتنے اٹھنا شروع ہو گئے تھے، اس لیے تابعین کرام اور ان کے ہم عصر محدثین روایت قبول کرنے کو ضروری سمجھتے تھے۔ امام بیہقیؒ نے امام مالکؒ اور ابوالزنادؒ سے نقل کیا ہے کہ ہم نے مدینہ منورہ میں سو ۱۰۰ ایسے لوگ دیکھے جو ہر اعتبار سے ثقہ تھے مگر اس کے باوجود ان سے حدیث نہیں لی جاتی تھی کیونکہ انہیں اپنی مرویات کا علم نہیں تھا۔

دوسرا گروہ انتہائی نرمی برتنے والوں کا ہے جنہوں نے اصل نسخہ سے تقابل کیے بغیر ہر نسخہ سے حدیثیں بیان کرنا شروع کر دیں اور ان میں سرفہرست ابن لہیعہؒ ہیں۔ کوئی شخص ان کے پاس ایک کتاب لے کر آتا، کہتا کہ یہ آپ کی حدیثیں ہیں۔ ابن لہیعہؒ اس کی بات پر اعتماد کر کے حدیث بیان کرنا شروع کر دیتے اور تقابل کی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے۔

تیسرا گروہ معتدلین کا ہے اور یہ جمہور ہیں، ان کے نزدیک راوی جب تحمل و تقابل کی مقررہ شرائط کا لحاظ رکھے تو اس کا روایت کرنا جائز ہے۔ اگر کتاب میں موجود مرویات تغیر و تبدل

سے محفوظ ہوں تو زبانی یاد رکھنا شرط نہیں۔ ہاں اگر اس میں تبدیلی کا خطرہ ہو تو روایت صحیح نہیں۔ اسی طرح اگر کچھ عرصے تک کتاب محدث کے پاس سے غائب رہے مگر اُسے ہر چیز اپنی جگہ درست معلوم ہو اور کوئی رد و بدل بھی نظر نہ آئے تو اس پر اعتماد کر کے روایت کر سکتا ہے۔

۳ - حُكْمُ رِوَايَةِ الضَّرِيرِ الَّذِي لَا يَحْفَظُ مَا سَمِعَهُ : إِذَا اسْتَعَانَ الضَّرِيرُ الَّذِي لَا يَحْفَظُ مَا سَمِعَهُ بِثِقَةٍ فِي كِتَابَةِ الْحَدِيثِ الَّذِي سَمِعَهُ وَضَبَطَهُ وَالْمُحَافَظَةَ عَلَى الْكِتَابِ ، وَاحْتِاطَ عِنْدَ الْقِرَاءَةِ عَلَيْهِ بِحَيْثُ يَغْلِبُ عَلَى ظَنِّهِ سَلَامَتُهُ مِنَ التَّغْيِيرِ ، صَحَّتْ رِوَايَتُهُ عِنْدَ الْأَكْثَرِ ، وَيَكُونُ كَالْبَصِيرِ الْأَمِّيِّ الَّذِي لَا يَحْفَظُ .

ترجمہ : اس نابینا کی روایت کا حکم جس کو اپنی سنی ہوئی روایات یاد نہ ہوں: وہ نابینا جس کو اپنی سنی ہوئی روایات یاد نہ ہو، جب اپنی سنی ہوئی حدیث کے لکھنے، ضبط کرنے اور کتاب کی حفاظت کرنے میں کسی قابل اعتماد شخص سے مدد حاصل کرے اور وہ اس کے سامنے پڑھتے وقت اس طرح احتیاط کرے کہ اس کے غالب گمان کے وقت حدیث تغیر سے محفوظ رہی ہو تو اکثر کے نزدیک اس کا روایت کرنا ٹھیک ہے اور وہ اس ان پڑھ نابینا شخص کی طرح ہوگا جس کو یاد نہ ہو۔

نہجہ :- نابینا (اندھا) جب اپنی مسوعات بھول جائے لیکن سنی ہوئی حدیث کسی قابل اعتماد شخص کے ذریعے سے لکھ کر محفوظ کر لی ہو اور اس کے غالب گمان کے مطابق اس میں کسی قسم کی تبدیلی بھی واقع نہ ہوئی ہو تو اکثر علماء کے نزدیک ایسے نابینا شخص کا روایت کرنا ٹھیک ہے اور یہ بالکل اسی نابینا شخص کی طرح ہوگا جو بینائی رکھنے کے باوجود ان پڑھ ہو اور اپنی سنی ہوئی حدیثیں اُسے بھی یاد نہ ہوں تو اکثر کے نزدیک اس کا روایت کرنا ٹھیک ہے۔ اسی طرح ایسے اندھے کا روایت کرنا بھی ٹھیک ہے۔ یہ واضح رہے کہ بہت سے محدثین نابینا ہونے کے باوجود عجیب حافظہ کے مالک تھے اور ان کے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں۔

۴ - رِوَايَةُ الْحَدِيثِ بِالْمَعْنَى وَشُرُوطُهَا : اِخْتَلَفَ السَّلَفُ فِي رِوَايَةِ الْحَدِيثِ بِالْمَعْنَى ، فَمِنْهُمْ مَنْ مَنَعَهَا ، وَمِنْهُمْ مَنْ جَوَّزَهَا . (أ) فَمَنَعَهَا طَائِفَةٌ مِنْ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ وَالْأُصُولِ ، مِنْهُمْ ابْنُ سِيرِينَ وَأَبُو بَكْرِ الرَّازِيُّ . (ب) وَأَجَازَهَا

جُمْهُورُ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَأَصْحَابِ الْفِقْهِ وَالْأُصُولِ ، مِنْهُمْ الْأَئِمَّةُ الْأَرْبَعَةُ لَكِنْ إِذَا قَطَعَ بِإِدَاءِ الْمَعْنَى . ثُمَّ إِنَّ مَنْ أَجَازَ الرِّوَايَةَ بِالْمَعْنَى اشْتَرَطَ لَهَا شُرُوطًا وَهِيَ : (۱) أَنْ يَكُونَ الرَّاويَ عَالِمًا بِالْأَلْفَاظِ وَمَقَاصِدِهَا . (۲) أَنْ يَكُونَ خَبِيرًا بِمَا يُحِيلُ مَعَانِيَهَا . هَذَا كُلُّهُ فِي غَيْرِ الْمُصَنَّفَاتِ ، أَمَّا الْكُتُبُ الْمُصَنَّفَةُ فَلَا يَجُوزُ رِوَايَةُ شَيْءٍ مِنْهَا بِالْمَعْنَى ، وَتَغْيِيرُ الْأَلْفَاظِ الَّتِي فِيهَا وَإِنْ كَانَ بِمَعْنَاهَا ، لِأَنَّ جَوَازَ الرِّوَايَةِ بِالْمَعْنَى كَانَ لِلضَّرُورَةِ إِذَا غَابَتْ عَنِ الرَّاويَ كَلِمَةٌ مِنَ الْكَلِمَاتِ ، أَمَّا بَعْدَ تَثْبِيتِ الْأَحَادِيثِ فِي الْكُتُبِ فَلَيْسَ هُنَاكَ ضَرُورَةُ لِرِوَايَةِ مَا فِيهَا بِالْمَعْنَى ، هَذَا وَيَنْبَغِي لِلرَّاويِ بِالْمَعْنَى أَنْ يَقُولَ بَعْدَ رِوَايَتِهِ الْحَدِيثِ : ” أَوْ كَمَا قَالَ “ أَوْ ” أَوْ نَحْوَهُ “ أَوْ ” أَوْ شَبْهَهُ “ .

ترجمہ : حدیث کی روایت بالمعنی اور اس کی شرطیں : سلف کا حدیث کی روایت بالمعنی کے بارے میں اختلاف ہوا ہے چنانچہ ان میں سے بعض نے اس کو ممنوع کہا اور بعض نے اس کو جائز قرار دیا۔ اس بناء پر (۱) محدثین، فقہاء اور اصولیین کی ایک جماعت نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے، ان میں سے ابن سیرین اور ابوبکر رازی بھی ہیں۔ (ب) جمہور سلف و خلف محدثین، فقہاء اور اصولیین نے اس کو جائز قرار دیا ہے، ان ہی میں ائمہ اربعہ بھی ہیں البتہ یہ اس وقت ہے جب معنی کی ادائیگی کا یقین ہو۔ پھر جمہور نے روایت بالمعنی کی اجازت دی ہے انہوں نے اس کے لیے چند شرطیں مقرر کی ہیں :

(۱) راوی الفاظ اور ان کے مقاصد کو جانتا ہوں۔ (۲) وہ الفاظ بھی جانتا ہو جن سے ان کے معانی ادا ہوتے ہوں۔ یہ تمام تفصیل غیر مصنفات میں ہے، جہاں تک تصنیف شدہ کتابوں کا تعلق ہے تو ان کے کسی حصے کی بھی روایت بالمعنی یا ان میں موجود الفاظ کو ان کے ہم معنی الفاظ کے ساتھ بھی بدلنا درست نہیں کیونکہ روایت بالمعنی کا جواز ضرورت کی بناء پر تھا جبکہ راوی سے کوئی لفظ چھوٹ رہا ہو لیکن احادیث کے کتابوں میں محفوظ کر لیے جانے کے بعد ان میں موجود الفاظ کو معنایاً روایت کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ روایت بالمعنی کرنے والے شخص کو حدیث کی روایت نقل

کرنے کے بعد یوں کہہ دینا چاہیے کہ ”یا جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا ہو“ یا ”یا اسی طرح فرمایا“ یا ”یا اس کے مشابہ“۔

نکٹہ ۳:- بعض محدثین، فقہاء اور اصولیین کے نزدیک روایت بالمعنی جائز نہیں، ان میں مشہور ابن سیرین، امام ثعلبہ اور ابوبکر رازی حنفی ہیں، یہی ایک روایت حضرت ابن عمرؓ سے بھی ہے۔ اس کے برعکس جمہور کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ روایت بالمعنی درست ہے۔ بہت سے صحابہؓ تابعینؓ و من بعدہم اسی طریقہ پر عمل پیرا تھے۔

حضرت واثلہ بن اسقعؓ کے پاس چند لوگ آئے، انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ کوئی حدیث ہمیں بعینہ سنا دیجئے۔ آپؓ نے پوچھا: کیا تم میں سے کسی نے قرآن کریم میں سے کچھ پڑھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں، ہم نے قرآن شریف پڑھا ہے لیکن اچھی طرح اب بھی نہیں پڑھ سکتے زبر زیر کی غلطی ہوتی ہے۔ حضرت واثلہؓ نے فرمایا: قرآن شریف تمہارے پاس لکھا ہوا موجود ہے، تم اُسے زبانی یاد کرنے کی کوشش بھی کرتے ہو، اس کے باوجود تمہارے خیال کے مطابق تم سے اُس کے پڑھنے میں غلطی ہوتی ہے تو پھر ان احادیث کے متعلق تمہارا کیا خیال ہوگا جو ہم نے رسول اللہ ﷺ نے صرف سنی ہیں، بہت ممکن ہے کہ ہم نے آپ ﷺ سے وہ حدیثیں ایک ہی بار سنی ہوں (اور اس کے بعد دوبارہ ان کا تذکرہ بھی نہ ہوا ہو، پھر کیا بعینہ حدیثیں سن سکتے ہیں؟!) لہذا تمہیں اتنا کافی ہے کہ ہم حدیث کے معنی تم سے بیان کر دیا کریں۔

جریر بن حازمؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصریؒ کو چند حدیثیں بیان کرتے ہوئے سنا، ان سب کا مقصود ایک تھا لیکن الفاظ مختلف۔

روایت بالمعنی کا جواز چونکہ ایک ضرورت کی بناء پر تھا اور وہ یہ کہ راوی کو جب حدیث کا کوئی لفظ یاد نہ ہو تو وہ اس کی جگہ ہم معنی لفظ ذکر کر دے لیکن اب جبکہ کتابیں لکھی جا چکیں اور احادیث مبارکہ مکمل طور پر کتابوں میں محفوظ ہو گئیں، اس لیے روایت بالمعنی کی ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔ لہذا اگر کوئی تصنیف شدہ کتاب سے احادیث نقل کر رہا ہو تو اس کے لیے الفاظ کا نقل کرنا ہی ضروری ہے۔

روایت بالمعنی میں چونکہ کمی بیشی کا امکان ہے اس لیے ایسے راوی کو چاہیے کہ جب حدیث بیان کرے تو آخر میں احتیاطاً یہ بھی کہے کہ ”یا جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا“۔ اسی طرح دوسرے وہ الفاظ بھی کہے جاسکتے ہیں جن سے احتیاط ظاہر ہو رہا ہو۔

۵ - اللَّحْنُ فِي الْحَدِيثِ وَسَبَبُهُ : اللَّحْنُ فِي الْحَدِيثِ ، أَيِ الْخَطَأُ فِي قِرَاءَتِهِ ، وَأَبْرَزُ أَسْبَابِ اللَّحْنِ : (أ) عَدَمُ تَعَلُّمِ النَّحْوِ وَاللُّغَةِ : فَعَلَى طَالِبِ الْحَدِيثِ أَنْ يَتَعَلَّمَ مِنَ النَّحْوِ وَاللُّغَةِ مَا يَسْلَمُ بِهِ مِنَ اللَّحْنِ وَالتَّضْعِيفِ ، فَقَدْ رَوَى الْخَطِيبُ عَنْ حَمَادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ : ”مَثَلُ الَّذِي يَطْلُبُ الْحَدِيثَ وَلَا يَعْرِفُ النَّحْوَ مِثْلُ الْحِمَارِ عَلَيْهِ مِخْلَافَةٌ لَا شَعِيرَ فِيهَا“ . (ب) الْأَخْذُ مِنَ الْكُتُبِ وَالصُّحُفِ وَعَدَمُ التَّلَقُّيِ عَنِ الشُّيُوخِ : مَرَبَّنَا أَنْ لِتَلْقَى الْحَدِيثَ وَتَحْمِلَهُ عَنِ الشُّيُوخِ طُرُقًا بَعْضُهَا أَقْوَى مِنْ بَعْضٍ ، وَأَنْ أَقْوَى تِلْكَ الطُّرُقِ السَّمَاعُ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ أَوْ الْقِرَاءَةُ عَلَيْهِ ، فَعَلَى الْمُشْتَغِلِ بِالْحَدِيثِ أَنْ يَتَلَقَّى حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ أَفْوَاهِ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ وَالتَّحْقِيقِ حَتَّى يَسْلَمَ مِنَ التَّضْعِيفِ وَالْخَطَأِ ، وَلَا يَلِيقُ بِطَالِبِ الْحَدِيثِ أَنْ يَعْمَدَ إِلَى الْكُتُبِ وَالصُّحُفِ فَيَأْخُذَ مِنْهَا وَيُرْوِي عَنْهَا وَيَجْعَلَهَا شُيُوخَهُ ، فَإِنَّهُ تَكْثُرُ أَخْطَاؤُهُ وَتَضْعِيفَاتُهُ ، لِذَا قَالَ الْعُلَمَاءُ قَدِيمًا : ”لَا تَأْخُذِ الْقُرْآنَ مِنْ مُصْحَفِي وَلَا الْحَدِيثَ مِنْ صَحْفِي“ .

ترجمہ : حدیث پڑھنے میں غلطی اور اس کا سبب : حدیث میں غلطی یعنی حدیث پڑھنے میں غلطی کرنا، اور غلطی کے نمایاں اسباب یہ ہیں : (ا) علمِ نحو و لغت کا نہ سیکھنا : لہذا طالبِ حدیث کے ذمے لازم ہے کہ اتنا نحو و لغت کا علم حاصل کرے جس سے غلطی اور تحریف سے محفوظ رہے، چنانچہ خطیب بغدادی نے حماد بن سلمہ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ”جو شخص حدیث طلب کرے لیکن نحو نہ جانتا ہو، اس کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر بور الداء ہو مگر اس میں جو نہ ہو“۔

(ب) کتابوں، لٹریچروں سے لینا اور اساتذہ سے نہ حاصل کرنا : ہماری یہ بات گذر چکی ہے کہ اساتذہ سے حدیث کے حاصل کرنے اور سیکھنے کے کئی طریقے ہیں جو ایک دوسرے سے قوی

ہیں اور ان سب میں قوی شیخ کے الفاظ کا سننا یا اس کے سامنے پڑھنا ہے تو حدیث میں مشغول شخص کو چاہیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو علماء اور محققین کی زبان سے سن کر حاصل کرے تاکہ تحریف سے بچ جائے، طالب حدیث کو زیب نہیں دیتا کہ وہ کتابوں اور لٹریچروں کا قصد کرے اور ان سے حاصل کر کے ان ہی سے روایت کرے اور ان کو اپنا استاذ بنالے کیونکہ پھر اس کی غلطیاں اور تحریفات زیادہ ہوں گی۔ اسی بناء پر بہت پہلے ہی علماء نے کہہ دیا ”صحفی (بغیر کسی سے سیکھے قرآن پڑھنے والا) سے قرآن نہ سیکھو اور صحفی (لٹریچر پڑھنے والا) سے حدیث نہ لو“۔

شعبہ:- احادیث مبارکہ میں تلفظ کی یا اعراب کی غلطی انتہائی بُری ہے۔ جس کے دو بنیادی سبب ہیں: (۱) نحو و لغت نہ سیکھنا۔ امام اصمعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے طالب علم کے بارے میں جنب اس نے نحو حاصل نہ کی ہو، سب سے زیادہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں وہ اس وعید میں نہ داخل ہو جائے جو حدیث گھڑنے والے راوی سے متعلق آئی ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت ﷺ تو غلط نہیں فرمایا کرتے تھے اور جب آپ نحو نہ جاننے کی وجہ سے غلط پڑھیں گے تو گویا آپ نے اپنی طرف سے حدیث بنائی اور اس کی نسبت حضور اکرم ﷺ کی طرف کردی۔

شعبہؒ فرماتے ہیں: جو شخص علم عربیت سیکھے بغیر حدیث طلب کرے وہ اس آدمی کی طرح جس پر برنس (لمبی ٹوپی) رکھی ہو حالانکہ اس کا تو سر ہی نہیں۔

(۲) محض کتابوں اور رسالوں سے لینا اور مشائخ سے حدیث حاصل نہ کرنا۔ گذشتہ صفحات میں تحمل حدیث کے متعدد طریقے تفصیلاً بیان ہو چکے ہیں جن میں سب سے قوی طریقہ سماع کا ہے یعنی مشائخ سے براہِ راست سننا یا ان کے سامنے حدیث پڑھنا۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ کتابوں اور رسالوں کے بجائے مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرے، یہی محفوظ اور سالم راستہ ہے۔ کتابوں اور رسالوں میں بسا اوقات کتابت کی غلطیاں واقع ہوتی ہیں جن کی نشاندہی اہل تحقیق ہی کر سکتے ہیں۔ اس لیے کبھی بھی اخبارات و رسائل کی حدیث احادیث پر جبکہ ان پر کسی کی تحقیق نہ ہو، اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔ یہ راستہ نہایت پرخطر ہے۔

غَرِيبُ الْحَدِيثِ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : الْغَرِيبُ فِي اللُّغَةِ ، هُوَ الْبَعِيدُ عَنْ أَقَارِبِهِ ، وَالْمُرَادُ بِهِ هُنَا الْأَلْفَاظُ الَّتِي خَفِيَ مَعْنَاهَا . قَالَ صَاحِبُ الْقَامُوسِ : ” غَرِبَ كَمَا كَرُمَ ، غَمَضَ وَ خَفِيَ “ . (ب) إِصْطِلَاحًا : هُوَ مَا وَقَعَ فِي مَتْنِ الْحَدِيثِ مِنْ لَفْظَةٍ غَامِضَةٍ بَعِيدَةٍ مِنْ الْفَهْمِ لِقَلَّةِ اسْتِعْمَالِهَا . ۲ - أَهْمِيَّتُهُ وَصُعُوبَتُهُ : وَهُوَ فَنٌ مُهِمٌّ جَدًّا يَقْبَحُ جَهْلُهُ بِأَهْلِ الْحَدِيثِ ، لَكِنَّ الْخَوْضَ فِيهِ صَعْبٌ ، فَلْيَتَحَرَّ خَائِضُهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ أَنْ يُقَدِّمَ عَلَى تَفْسِيرِ كَلَامِ نَبِيِّهِ ﷺ بِمَجَرَّدِ الظُّنُونِ ، وَكَانَ السَّلَفُ يَتَثَبَّتُونَ فِيهِ أَشَدَّ التَّثَبُّتِ . ۳ - أَجُودُ تَفْسِيرِهِ : وَأَجُودُ تَفْسِيرِهِ مَا جَاءَ مُفَسِّرًا فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى ، مِثْلَ حَدِيثِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فِي صَلَاةِ الْمَرِيضِ ” صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا ، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ “ . [البخاری] وَقَدْ فَسَّرَ قَوْلَهُ ” عَلَى جَنْبٍ “ حَدِيثُ عَلِيٍّ ، وَلَفْظُهُ ” عَلَى جَنْبِهِ الْأَيْمَنِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ بِوَجْهِهِ “ . [سنن الدارقطني]

ترجمہ : غریب الحدیث - اس کی تعریف : (أ) لغت میں غریب اپنے رشتہ داروں سے دور شخص کو کہتے ہیں، یہاں پر اس سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کے معنی پوشیدہ ہوں۔ صاحب قاموس نے کہا ہے : ” غَرِبَ كَمَا كَرُمَ کی طرح ہے بمعنی پوشیدہ و مخفی ہوا “۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے : متن حدیث میں واقع کوئی پوشیدہ لفظ جو قلیل الاستعمال ہونے کی وجہ سے سمجھ میں نہ آئے۔ اس کی اہمیت و دشواری : یہ بہت ہی اہم فن ہے جس سے ناواقفیت محدثین کے لیے باعث عیب ہے مگر اس میں بحث نہایت مشکل ہے لہذا اس میں بحث کرنے والا اچھی طرح سوچے اور محض گمان کی بنا پر نبی کریم ﷺ کے کلام کی تفسیر کرنے سے اللہ سے ڈرے۔ سلف اس میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لیتے تھے۔ غریب الحدیث کی سب سے عمدہ تفسیر : اس کی سب سے عمدہ تفسیر وہ ہے جو کسی اور روایت میں وارد ہو جیسے مریض کی نماز کے متعلق حضرت عمران بن حصینؓ کی حدیث کہ ” کھڑے کھڑے نماز ادا کرو، اگر ایسا نہ کر سکو تو بیٹھ کر ادا کرو، اگر ایسا بھی نہ کر سکو تو پھر پہلو کے بل نماز پڑھ لو “۔ آپ

کے قول ”پہلو کے بل“ کی تفسیر حضرت علیؓ کی حدیث نے کر دی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: ”تو پھر وہ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹے ہوئے چہرہ کا رخ قبلہ کی طرف کر کے نماز پڑھے۔“

شرح :- غریب، لغت میں مسافر اور اجنبی شخص کو کہتے ہیں جو اپنے عزیز و اقارب سے دور ہو، پھر یہ ہر نامانوس چیز کے لیے استعمال ہونے لگا چنانچہ غریب الحدیث سے مراد حدیث پاک کے وہ کلمات ہیں جو قلیل الاستعمال ہونے کی بناء پر عام فہم سے دور ہوں، ان کے سمجھنے یا ان کی تشریح کرنے کے لیے بڑی محنت کرنی پڑتی ہے کیونکہ کئی احتمالات میں سے ایک کو ترجیح دینا گویا اللہ کے رسول ﷺ کے کلام کی تشریح کرنا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ان کی مراد کے خلاف تشریح کر رہا ہو، لہذا یہ فن انتہائی اہم ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت مشکل بھی ہے ہر کسی کو اس میں قدم رکھنے سے گریز کرنا چاہیے۔ جس حدیث مبارک سے مثال پیش کی گئی ہے اس میں آپ کا قول ”عَلَى جَنْبٍ“ غریب ہے کیونکہ اس کے معانی میں احتمال ہے: (۱) دائیں یا بائیں کروٹ پر لیٹنا۔ (۲) چت لیٹنا۔

مریض کے لیے اگر بیٹھ کر نماز پڑھنا مشکل ہو جائے تو لیٹ کر نماز پڑھنے کا حکم ہے مگر لیٹنے کی دو صورتیں ہیں: (۱) اپنی گڈی کے بل لیٹ جائے اور پاؤں کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔ (۲) دائیں پہلو کے بل اس طرح لیٹ جائے کہ ناک کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔ امام ابو حنیفہؒ پہلی صورت کو ترجیح دیتے ہیں اور امام شافعیؒ دوسری صورت کو پسند کرتے ہیں۔ حضرت عمران بن حصینؓ کی مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ ”فَعَلَى جَنْبٍ“ کی تشریح نسائی شریف کی صحیح حدیث میں انہی کی روایت میں اس طرح آئی ہے ”فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَمُسْتَلْقِيًا“ (اگر تم میں کھڑے ہونے کی بھی طاقت نہ ہو تو چت لیٹ کر نماز پڑھو)۔ اس تشریح سے امام ابو حنیفہؒ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ مصنف نے حدیث علیؓ سے اس کی تشریح ”عَلَى جَنْبِهِ الْأَيْمَنِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ بَوَجْهِهِ“ (اگر نہ ہو سکے تو دائیں پہلو پر قبلہ رو ہو کر نماز پڑھے) نقل کی ہے اور یہ امام شافعیؒ کی تائید میں ہے۔ بہر حال دونوں صورتیں جائز ہیں البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔

۴ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : (أ) غَرِيبُ الْحَدِيثِ ، لِأَبِي عُبَيْدِ الْقَاسِمِ بْنِ سَلَامٍ .

(ب) النَّهْيَةُ فِي غَرِيبِ الْحَدِيثِ وَالْأَثَرِ ، لِابْنِ الْأَثَرِ وَهُوَ أَجْوَدُ كُتُبِ الْغَرِيبِ .

(ج) الدُّرُّ النَّثِيرُ ، لِلْسَّيُوطِيِّ وَهُوَ تَلْخِيصٌ لِلنِّهَايَةِ . (د) الْفَائِقُ ، لِلزَّمَخْشَرِيِّ .

ترجمہ : اس بارے میں مشہور ترین تصانیف: (ا) غریب الحدیث جو ابو عبید قاسم بن سلام کی ہے۔ (ب) النہایۃ فی غریب الحدیث والآخر، جو ابن الاثیرؒ کی ہے اور یہ کتب غریب میں سب سے عمدہ ہے۔ (ج) الدر النثیر، جو امام سیوطیؒ کی ہے اور یہ نہایت ہی تلخیص ہے۔ (د) الفائق، جو علامہ زمخشریؒ کی ہے۔

الفصل الثانی : آداب الروایۃ

الْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : آدابُ الْمُحَدِّثِ ☆ الْمَبْحَثُ الثَّانِي : آدابُ طَالِبِ الْحَدِيثِ

الْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : آدابُ الْمُحَدِّثِ

۱ - مُقَدِّمَةٌ : بِمَا أَنَّ الْإِشْتَغَالَ بِالْحَدِيثِ مِنْ أَفْضَلِ الْقُرْبَاتِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى وَأَشْرَفِ الصَّنَاعَاتِ ، فَيَنْبَغِي عَلَى مَنْ يَشْتَغِلُ بِهِ وَيَنْشُرُهُ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ يَتَحَلَّى بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ وَمَحَاسِنِ الشَّيَمِ ، وَيَكُونَ مِثَالًا صَادِقًا لِمَا يَعْلَمُهُ النَّاسُ ، مُطَبَّقًا لَهُ عَلَى نَفْسِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَ بِهِ غَيْرَهُ .

ترجمہ : فصل دوم: روایت کے آداب۔ بحث اول: محدث کے آداب۔ بحث دوم: طالب حدیث کے آداب۔ بحث اول: محدث کے آداب۔ ابتدائیہ: چونکہ حدیث میں مشغولیت اللہ تعالیٰ کے تقرب کے افضل اعمال اور بہترین علوم میں سے ہے اس لیے اس میں مشغول اور لوگوں کے درمیان اس کو پھیلانے والے شخص پر لازم ہے کہ وہ مکارم اخلاق اور حسن عادات سے آراستہ ہو اور جو کچھ لوگوں کو سکھارہا ہو، اس کی سچی مثال (عملی تصویر) بنے اور دوسرے کو حکم دینے سے پہلے اس کو اپنے اوپر نافذ کرے۔

شرح :- فصل دوم میں روایت سے متعلقہ آداب کا بیان ہے۔ سب سے پہلے محدث کے آداب ہیں، پھر طالب حدیث کے آداب۔

علم حدیث کی اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حدیث

نقل کرنے والوں کو ہمیشہ تروتازہ رہنے کی دُعا دی ہے۔ سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ ”دُعائے نبوی کی بدولت ہر محدث کے چہرہ پر بشارت رہتی ہے“۔ تمام علوم شرعیہ میں حدیث کی ضرورت پیش آتی ہے، اگر تفسیر کو دیکھیں تو سب سے مستند تفسیر وہ ہے جو حضور اکرم ﷺ کے ارشادات سے ثابت ہو، فقہ کو دیکھیں تو اس کے دو بنیادی مآخذ ہیں ایک قرآن شریف اور دوسرا حدیث شریف۔ اسی طرح دیگر علوم بھی اس سے مستغنی نہیں ہے۔

اسی بنا پر جتنا اہتمام محدث کو علم پر عمل کا کرنا چاہیے اتنا کسی اور کو نہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے عادات شریفہ نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا عملی نمونہ بھی پیش کرنا چاہیے۔ جب محدث حدیث پاک کی عملی تصویر بن کر لوگوں کو حدیث پاک کا درس دے گا تو لوگ اس سے اثر لیں گے لہذا اسے چاہیے کہ دوسروں تک بات پہنچانے سے قبل اپنی عملی زندگی میں احادیث کو زندہ کرے۔

۲ - أَبْرَزُ مَا يَنْبَغِي أَنْ يَتَحَلَّى بِهِ الْمُحَدِّثُ : (أ) تَصْحِيحُ النَّبِيِّ وَإِخْلَاصُهَا ، وَتَطْهِيرُ الْقَلْبِ مِنْ أَغْرَاضِ الدُّنْيَا كَحُبِّ الرِّئَاسَةِ أَوِ الشُّهُرَةِ . (ب) أَنْ يَكُونَ أَكْبَرَ هِمِّهِ نَشْرُ الْحَدِيثِ ، وَالتَّبْلِيغُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّبِعِيًا جَزِيلَ الْأَجْرِ . (ج) أَلَّا يُحَدِّثَ بِحَضْرَةِ مَنْ هُوَ أَوْلَى مِنْهُ ، لِسِنِّهِ أَوْ عِلْمِهِ . (د) أَنْ يُرْشِدَ مَنْ سَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْحَدِيثِ - وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ مَوْجُودٌ عِنْدَ غَيْرِهِ - إِلَى ذَلِكَ الْغَيْرِ . (هـ) أَلَّا يَمْتَنِعَ مِنْ تَحْدِيثِ أَحَدٍ لِكُونِهِ غَيْرَ صَحِيحِ النَّبِيِّ ، فَإِنَّهُ يُرْجَى لَهُ صِحَّتُهَا . (و) أَنْ يَعْقِدَ مَجْلِسًا لِإِمْلَاءِ الْحَدِيثِ وَتَعْلِيمِهِ إِذَا كَانَ أَهْلًا لِذَلِكَ ، فَإِنَّ ذَلِكَ أَعْلَى مَرَاتِبِ الرَّوَايَةِ .

ترجمہ : وہ نمایاں امور جن سے محدث کو مزین ہونا چاہیے: (ا) صحیح نیت اور اخلاص اور سرداری یا شہرت کی خواہش جیسی دنیاوی اغراض سے دل کو پاک رکھنا۔ (ب) سب سے بڑا مقصد اجرِ عظیم کے ارادے سے حدیث کو پھیلانا اور رسول اللہ ﷺ کی جانب سے تبلیغ کرنا ہو۔ (ج) عمر یا علم کے لحاظ سے اپنے سے بہتر شخص کی موجودگی میں حدیث نہ سنائے۔ (د) جو کوئی کسی حدیث کے متعلق سوال کرے تو جب یہ معلوم ہو کہ حدیث دوسرے کے پاس موجود ہے تو اس دوسرے کی

طرف رہنمائی کر دے۔ (۵) کسی کو اس وجہ سے حدیث بیان کرنے سے نہ رکے کہ اس کی نیت خالص نہیں، کیونکہ امید ہے کہ اس کی نیت بھی خالص ہو جائے گی۔ (۶) جب حدیث پڑھانے کے اہل ہو جائے تو حدیث کی اماء و تعلیم کے لیے مجلس قائم کرے کیونکہ یہ روایت کا سب سے اونچا مرتبہ ہے۔

شرح:- ایک محدث کو جن باتوں کا اہتمام کرنا چاہیے، ان میں سے چند اہم آداب یہ ہیں:

(۱) اپنی نیت کو خالص رکھنا اور کسی قسم کی بڑائی یا شہرت کی خواہش نہ رکھنا۔ نہ ہی ہم عمروں پر فوقیت کی کوشش کرنا کیونکہ حدیث پاک کی تعلیم و تعلم اخروی چیز ہے اس کو حُب دنیا کے ساتھ ملوث نہ کرے۔ اکابر سلف جب تک نیت کا استحضار نہیں کر لیتے اس وقت تک حدیث بیان نہیں کرتے تھے، چنانچہ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حبیب بن ابی ثابتؒ سے عرض کی کہ ہم سے حدیث پاک بیان کیجیے تو انہوں نے عذر کرتے ہوئے کہا: ابھی نہیں، پہلے نیت حاضر ہو لینے دو۔

(۲) سب سے بڑی غرض اور ہمیشہ کی دُھن یہ ہونی چاہیے کہ حدیث پاک کی اشاعت ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ کی ساری باتیں امت کے سامنے پیش کر دوں اور سنت کا احیاء ہو جائے، اس میں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی کامل امید رکھے کہ اچھی امید رکھنا بھی ایمان کا تقاضہ ہے۔

(۳) اگر مجلس میں کوئی درجہ میں بڑا موجود ہو مثلاً عمر کے اعتبار سے یا علم کے اعتبار سے جس کی ایک صورت یہ ہے کہ دوسرے کی سند عالی ہو اور اس کی نازل، یا دوسرے محدث کی سند متصل ہو اور اس کی منقطع وغیرہ تو مناسب یہ ہے کہ اُس کی موجودگی میں خود حدیث بیان نہ کرے۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ باوجود خود بڑے عالم ہونے کے حضرت شعبیؒ کی موجودگی میں حدیث بیان نہیں فرماتے تھے۔ اس سے وہ صورت مستثنیٰ ہے جب بڑے اپنے چھوٹے کو حدیث بیان کرنے کا حکم کریں چنانچہ اس وقت حکم کی تعمیل بہتر ہے۔

(۴) خیر خواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر کوئی حدیث طلب کرنے کے لیے آئے تو پہلے اپنے سے افضل محدث کی طرف اُس کی رہنمائی کرے اور اس سلسلہ میں ہرگز کسر نفسی محسوس نہ کرے۔

(۵) اگر کسی طالب علم کی نیت پر اعتماد نہ ہو مثلاً یہ سمجھے کہ وہ کسی دنیاوی غرض سے حدیث سیکھ رہا ہے تو

محض اس وجہ سے اُسے حدیث کی سماعت سے محروم نہ کرے کیونکہ بعد ازاں تصحیح نیت کا امکان ہے۔ بعض اوقات شروع میں نیت ٹھیک نہیں ہوتی ہے لیکن بعد میں حدیث پاک کی برکت سے نیت میں درستگی آ جاتی ہے۔

(۶) جب محدث حدیث بیان کرنے کی اہلیت رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ حدیث پاک لکھوانے اور اس کی تعلیم دینے کی غرض سے اپنی مجلس منعقد کرے۔ حدیث املاء کرانے کو بزرگوں نے بنظر تحسین دیکھا ہے کیونکہ سماع حدیث کا یہ بڑا مرتبہ سمجھا جاتا ہے کہ محدث بیان کرے اور طالب علم لکھتا رہے۔

۳ - مَا يُسْتَحَبُّ فِعْلُهُ إِذَا أَرَادَ حُضُورَ مَجْلِسِ الْأَمَلَاءِ: (أ) أَنْ يَتَطَهَّرَ وَيَتَطَيَّبَ وَيُسْرِحَ لِحِيَّتَهُ. (ب) أَنْ يَجْلِسَ مُتَمَكِّنًا بِوَقَارٍ وَهَيِّئَةٍ تَعْظِيمًا لِحَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. (ج) أَنْ يَقْبَلَ عَلَى الْحَاضِرِينَ كُلِّهِمْ، وَلَا يَخْصَّ بِنَعَائِيَّتِهِ أَحَدًا دُونَ أَحَدٍ. (د) أَنْ يَفْتَحَ مَجْلِسَهُ وَيَخْتِمَهُ بِتَحْمِيدِ اللَّهِ تَعَالَى وَالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَدُعَاءِ يَلْقَى بِالْحَالِ. (هـ) أَنْ يَجْتَنِبَ مَا لَا تَحْتَمِلُهُ عُقُولُ الْحَاضِرِينَ أَوْ مَا لَا يَفْهَمُونَهُ مِنَ الْحَدِيثِ. (و) أَنْ يَخْتِمَ الْأَمَلَاءُ بِحِكَايَاتٍ وَنَوَادِرَ، لِتَرْوِجَ الْقُلُوبَ وَطَرْدِ السَّامِ

ترجمہ: مجلس املاء میں حاضری کے وقت مستحب امور: (أ) پاک ہو جائے، خوشبو لگائے اور اپنی داڑھی سنوارے۔ (ب) رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا احترام کرتے ہوئے سنجیدگی اور عظمت کے ساتھ بیٹھے۔ (ج) تمام حاضرین کی طرف توجہ رکھے اور ایک کو چھوڑ کر دوسرے کے ساتھ خصوصی برتاؤ نہ کرے۔ (د) مجلس اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول اللہ ﷺ پر درود اور مناسب حال دعا کے ساتھ شروع اور ختم کرے۔ (هـ) ایسی حدیث (بیان کرنے) سے اجتناب کرے جو حاضرین کی سطح (فہم) سے اونچی ہو یا وہ اسے سمجھ نہ سکیں۔ (و) دلوں کو خوش کرنے اور اکتاہٹ دور کرنے کے لیے مختلف قصوں اور پُر لطف باتوں کے ساتھ املاء ختم کرائے۔

شرح:- حدیث بیان کرنے کے وقت جب املاء کرانے آئے تو مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھے (۱) اچھی طرح پاک ہو، میسر شدہ خوشبو استعمال کرے اور داڑھی میں کنگھی کرے تاکہ تیاری اور اہتمام نظر آئے بالخصوص اگر بے وضو ہو تو وضو کر کے حدیث بیان کرے۔ بزرگان دین نے بغیر

وضو حدیث بیان کرنے کو ناپسند کیا ہے۔

(۲) مسند پر بیٹھے تو پورے وقار اور سنجیدگی کے ساتھ اس طرح بیٹھے کہ حدیث پاک کی عظمت کا حق ادا ہو۔ امام مالکؒ جب حدیث بیان کرتے تو خوب اہتمام کرتے اور مجلس میں مکمل ہیبت و وقار اور سنجیدگی اختیار فرماتے، ایک دفعہ کسی نے اس بارے پوچھا تو فرمایا: ”مجھے حدیث رسول ﷺ کی عظمت کا خیال رکھنا پسند ہے اس لیے میں با وضو ہو کر پورے وقار کے ساتھ ہی بیان کیا کرتا ہوں۔“

محدث کو یہ زیب نہیں دیتا کہ راہ چلتے یا کھڑے کھڑے حدیث بیان کر دے۔ اکابر کے ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ ان میں سے بعض حضرات نے شدت مرض کے وقت بھی لیٹ کر حدیث بیان کرنا گوارا نہیں کیا بلکہ پہلے اس کے لیے اٹھ کر بیٹھے اور پھر حدیث بیان کی اور فرماتے کہ لیٹے لیٹے حدیث رسول ﷺ بیان کرنا پسند نہیں۔

(۳) تمام سامعین کی طرف یکساں توجہ رکھے، کسی پر زیادہ کسی پر کم توجہ نہ رکھے بلکہ سبھی کو اچھی طرح پڑھائے۔

(۴) مجلس کے شروع میں اور اختتام میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے اور ایسی کوئی دعا کر دے جو اس وقت کے مناسب ہو۔ بعض حضرات سے منقول ہے کہ حمد کے الفاظ میں ”الحمد للہ رب العالمین“ کہنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اسی سے قرآن پاک کی بھی ابتداء ہے اور یہی اہل جنت کی بھی دعا ہے۔ جہاں تک مجلس حدیث میں درود شریف پڑھنے کا تعلق ہے تو سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ”اگر حدیث پڑھنے پڑھانے والوں کے لیے یہی ایک فضیلت ہوتی کہ بار بار حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کا موقع ملتا ہے تو بھی کافی تھا۔“

یقیناً درود پڑھنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اعمال میں سے ہے لہذا ابتدا اور انتہا میں درود پڑھے تاکہ اس کی برکت محسوس ہو۔ کوشش کرے کہ اس موقع پر درود ابراہیمی اختیار کرے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ جب صحابہ کرام میں سے کسی کا ذکر آئے تو ”رضی اللہ عنہ“ بھی کہے اور بزرگوں کے ذکر ”رحمہ اللہ“ کہہ دے۔ حدیث پاک کی مجلس میں قبولیت دعا کی قوی امید ہے اس لیے محدث اس مجلس سے فائدہ اٹھائے اور مناسب حال دعا بھی کرے۔

(۵) سامعین کی سطح علمی کا ضرور خیال رکھے اور ان سے کوئی ایسی بات بیان نہ کرے جسے وہ سمجھ نہ سکیں کیونکہ اس صورت میں غلط اثر پھیلنے کا اندیشہ ہے مثلاً اگر ان میں صفات باری و متشابہات کے سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہو تو ان کے سامنے ان سے متعلق احادیث بھی بیان نہ کرے۔

(۶) مجلس کے اختتام پر کچھ نادر کہانیاں اور واقعات ذکر کرے تاکہ سامعین کا جی نہ اُکتائے اور مجلس میں ان کی دلچسپی برقرار رہے اور دوبارہ حاضری کا شوق پیدا ہو۔ امام زہریؒ اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے کہ اب تم بھی کچھ اشعار سناؤ یا کچھ اپنی باتیں ہم سے بیان کرو۔

مدرسے کے وقت چند آداب یہ بھی ہیں: (۱) اپنے طالب علموں کو علم کی ترغیب دے اور ان کے دلوں کی اصلاح کرے۔ (۲) سب کی خیر خواہی کرے اور سب کا فائدہ مد نظر رکھے۔ (۳) انہیں نرمی سے سمجھائے۔ (۴) سمجھانے کی بھرپور کوشش کرے۔ (۵) ان کا امتحان لیتا رہے۔ (۶) ان کی حوصلہ افزائی کرے۔ (۷) ان کی ذہنی سطح کا خیال رکھے اور طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے۔ (۸) ان کے درمیان برابری کا خیال رکھے۔ (۹) ان کی تربیت کا اہتمام کرے۔ (۱۰) ان سے خندہ پیشانی اور انکساری سے پیش آئے۔

۴ - مَا هِيَ السِّنُّ الَّتِي يَنْبَغِي لِلْمُحَدِّثِ أَنْ يَتَّصِدَّ لِلتَّحْدِيثِ فِيهَا ؟ اُخْتَلَفَ فِي ذَلِكَ : (أ) فَقِيلَ خَمْسُونَ ، وَقِيلَ أَرْبَعُونَ ، وَقِيلَ غَيْرُ ذَلِكَ . (ب) وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ مَتَى تَأَهَّلَ وَاحْتَجَّ إِلَى مَا عِنْدَهُ جَلَسَ لِلتَّحْدِيثِ فِي أَيِّ سِنٍّ كَانَ .

ترجمہ: وہ کونسی عمر ہے جس میں محدث کو حدیث بیان کرنے کے درپے ہونا چاہیے؟ اس بارے میں اختلاف ہے: (ا) چنانچہ ایک قول کے مطابق پچاس سال، اور ایک قول کے مطابق چالیس سال، اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔ (ب) صحیح یہ ہے کہ جب اس میں اہلیت پیدا ہو جائے اور اس کے علم کی ضرورت پیش آجائے تو کسی بھی عمر میں حدیث بیان کرنے بیٹھ جائے۔

شرح: - اس عمر کے بارے میں جس میں محدث کو درس حدیث شروع کرنا چاہیے، چند اقوال ہیں: (۱) ابن خلاؒ فرماتے ہیں: پچاس برس کی عمر میں حدیث بیان کرے لیکن اگر چالیس برس کی عمر میں بھی بیان کر دے تو بھی کوئی حرج نہیں اس لیے کہ اس وقت تک عقل کامل ہو جاتی ہے اور رائے

اچھی ہو جاتی ہے۔ (۲) صحیح اور رائج یہ ہے کہ جب محدث میں حدیث بیان کرنے کی اہلیت پیدا ہو جائے اور لوگوں کو اس کی طرف ضرورت پڑے تو حدیث بیان کرنے کا اہتمام کرے چاہے کسی بھی عمر میں ہو، چنانچہ منقول ہے کہ امام مالکؒ نے تقریباً بیس سال میں حدیث بیان کرنا شروع کی، محدث بندارؒ نے اٹھارہ برس میں شروع کی اور امام بخاریؒ نے اس وقت حدیث بیان کرنا شروع کر دی تھی جب ان کے داڑھی کے بال بھی نہیں اُگے تھے۔

۵ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ: (أ) الْجَامِعُ لِأَخْلَاقِ الرَّائِي وَآدَابِ السَّامِعِ لِلْخَطِيبِ الْبَغْدَادِيِّ. (ب) جَامِعُ بَيَانِ الْعِلْمِ وَفَضْلِهِ وَمَا يَنْبَغِي فِي رِوَايَتِهِ وَحَمْلِهِ لِابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ.

ترجمہ: اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف: (أ) الجامع لأخلاق الراوی و آداب السامع جو خطیب بغدادیؒ کی ہے۔ (ب) جامع بیان العلم و فضلہ و ما ینبغی فی روایتہ و حملہ جو ابن عبد البرؒ کی ہے۔

الْمَبْحَثُ الثَّانِي: آدَابُ طَالِبِ الْحَدِيثِ

۱ - مُقَدِّمَةٌ: الْمُرَادُ بِآدَابِ طَالِبِ الْحَدِيثِ، مَا يَنْبَغِي أَنْ يَتَّصِفَ بِهِ الطَّالِبُ مِنَ الْآدَابِ الْعَالِيَةِ وَالْأَخْلَاقِ الْكَرِيمَةِ الَّتِي تُنَاسِبُ شَرَفَ الْعِلْمِ الَّذِي يَطْلُبُهُ، وَهُوَ حَدِيثُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَمِنْ هَذِهِ الْآدَابِ مَا يَشْتَرِكُ فِيهَا مَعَ الْمُحَدِّثِ، وَمِنْهَا مَا يَنْفَرِدُ بِهَا عَنْهُ. ۲ - الْآدَابُ الَّتِي يَشْتَرِكُ فِيهَا مَعَ الْمُحَدِّثِ: (أ) تَصْحِيحُ النَّبِيِّ وَالْإِخْلَاصُ لِلَّهِ تَعَالَى فِي طَلَبِهِ. (ب) الْحَذَرُ مِنْ أَنْ تَكُونَ الْغَايَةُ مِنْ طَلَبِهِ التَّوَصُّلُ إِلَى أَغْرَاضِ الدُّنْيَا، فَقَدْ أَخْرَجَ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللَّهِ تَعَالَى، لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ غَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرَفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". (ج) الْعَمَلُ بِمَا يَسْمَعُهُ مِنَ الْأَحَادِيثِ.

ترجمہ : بحث دوم: طالب حدیث کے آداب۔ ابتدائیہ: طالب حدیث کے آداب سے وہ بلند آداب اور کریمانہ اخلاق مراد ہیں جن سے طالب علم کو آراستہ ہونا چاہیے جو اس علم کے مرتبہ کے لائق ہیں جس کا وہ طالب ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی حدیث۔ چنانچہ ان میں بعض تو وہ آداب ہیں جو طالب علم اور محدث کے درمیان مشترک ہیں اور کچھ وہ ہیں جو صرف طالب علم کے لیے ہیں۔ وہ آداب جو طالب علم اور محدث کے درمیان مشترک ہیں:

(۱) تصحیح نیت اور طلب حدیث میں اللہ کے لیے نیت کو خالص رکھنا۔ (ب) اس بات سے ڈرتے رہنا کہ کہیں طلب حدیث سے غرض دنیاوی مقاصد کا حصول نہ ہو، چنانچہ ابوداؤد وابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ایسا علم سیکھا جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات مقصود ہوتی ہے، وہ اس کو صرف اس لیے سیکھتا ہے کہ اس کے ذریعے دنیا کا کوئی مقصد پالے تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہ پائے گا“۔ (ج) جو احادیث سنے، ان پر عمل کرے۔

شرح :- علم ایک عبادت ہے لہذا دوسری عبادات کی طرح اس کا نفع بھی تب مرتب ہوگا جب اس میں نیت کو خالص رکھا جائے گا۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ”میں نے نیت کو درست کرنے میں جتنی مشقت اٹھائی ہے اتنی اور کسی چیز کے حصول میں نہیں اٹھائی“۔ علم سے دنیاوی اغراض مقصود نہ ہوں ورنہ حدیث پاک میں مذکور وعید سے دوچار ہونا پڑے گا اور دنیا تو نہیں معلوم کتنی ہاتھ آئے؟ آخرت کی راحت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا اور اس کی ناکامی کا تو ٹھکانہ ہی کیا۔

یحییٰ بن معاذؒ بہت اکابر اولیاء میں سے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا سونے کا ناپائیدار ڈالا اور آخرت مٹی کا پائیدار ٹھیکرا ہوتا تو عقلمند آدمی کے مناسب یہ تھا کہ وہ پائیدار مٹی کو فانی سونے پر ترجیح دیتا لیکن جب دنیا مٹی کا ناپائیدار ٹھیکرا اور آخرت سونے کا پائیدار ڈالا ہے تو پھر تو آخرت کو ہی دنیا پر ترجیح دینا ہی عقلمند کا کام ہوگا۔ [تذکرۃ السامع والمتکلم] یہ بھی دنیاوی غرض میں شامل ہے کہ حصول علم سے مقصود اپنے اہل زمانہ پر فوقیت لے جانا، ہم عصر علماء پر برتری، بادشاہ یا اہل حکومت کے ہاں اعلیٰ مقام پانا وغیرہ ہو۔ علم تو چیز ہی ایسی ہے کہ اس کی برکت سے پست اور بے قدر انسان بھی

باعزت اور باوجاہت ہو جاتا ہے، علم تو غلام کو بادشاہ کے مقام تک پہنچا دیتا ہے۔ نیز جس طرح ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے جس سے وہ چیز پاک اور بارونق ہوتی ہے اسی طرح علم کی بھی زکوٰۃ اس پر عمل کرنا ہے۔ امام وکیعؒ فرماتے تھے اگر تم حدیث یاد کرنا چاہو تو اس پر عمل کرلو۔

۳ - الآدابُ الَّتِي يَنْفَرِدُ بِهَا عَنِ الْمُحَدِّثِ : (أ) أَنْ يَسْأَلَ اللَّهَ تَعَالَى التَّوْفِيقَ وَالتَّسْدِيدَ وَالتَّيْسِيرَ وَالْإِعَانَةَ عَلَى ضَبْطِهِ الْحَدِيثَ وَفَهْمِهِ . (ب) أَنْ يَنْصَرِفَ إِلَيْهِ بِكُلِّيَّتِهِ ، وَيُفْرِغَ جُهْدَهُ فِي تَحْصِيلِهِ . (ج) أَنْ يَبْدَأَ بِالسَّمَاعِ مِنْ أَرْجَحِ شُيُوخَ بَلَدِهِ إِسْنَادًا وَعِلْمًا وَدِينًا . (د) أَنْ يُعْظِمَ شَيْخَهُ ، وَمَنْ يَسْمَعُ مِنْهُ وَيُوقِّرُهُ ، فَذَلِكَ مِنْ إِجْلَالِ الْعِلْمِ وَأَسْبَابِ الْإِنْتِفَاعِ ، وَأَنْ يَتَحَرَّى رِضَاهُ ، وَيَصْبِرَ عَلَى جَفَائِهِ لَوْ حَصَلَ . (هـ) أَنْ يُرْشِدَ زُمَلَاءَهُ وَإِخْوَانَهُ فِي الطَّلَبِ إِلَى مَا ظَفَرَ بِهِ مِنْ فَوَائِدَ ، وَلَا يَكْتُمَهَا عَنْهُمْ ، فَإِنَّ كِتْمَانَ الْفَوَائِدِ الْعِلْمِيَّةِ عَلَى الطَّلَبَةِ لَوْمْ يَقَعُ فِيهِ جَهْلَةُ الطَّلَبَةِ الْوُضْعَاءُ لِأَنَّ الْغَايَةَ مِنْ طَلَبِ الْعِلْمِ نَشْرُهُ .

ترجمہ : وہ آداب جن میں طالب حدیث محدث سے ممتاز ہے: (ا) حدیث پاک کے یاد رکھنے اور اس کے سمجھنے میں اللہ تعالیٰ سے توفیق، رہنمائی، سہولت اور مدد طلب کرے۔ (ب) حدیث پاک کی طرف بالکلیہ متوجہ ہو جائے اور اس کے حصول میں اپنی پوری کوشش صرف کر دے۔ (ج) اپنے شہر میں اسناد، علم اور دینداری میں سب سے غالب اساتذہ سے آغاز کرے۔

(د) اپنے استاذ کا اور جس جس سے حدیث کا سماع کرے، سب کا احترام اور ادب کرے، کیونکہ یہ بھی علم کی بڑائی اور فائدہ اٹھانے کے ذرائع میں سے ہے، استاذ کی رضا ڈھونڈے اور اس کی سختی پر اگر کبھی ہو جائے تو صبر کرے۔ (هـ) طلب حدیث میں اپنے ساتھی اور بھائیوں کو ان فوائد کی رہنمائی کرے جو اسے حاصل ہوئے ہیں، ان سے انہیں نہ چھپائے کیونکہ طلبہ سے علمی فوائد کا چھپانا تنگ ظرفی ہے جس میں جاہل اور پست خیال طلبہ واقع ہوتے ہیں اس لیے کہ علم کے حصول سے غرض اس کا پھیلانا ہے۔

شرح :- محدث کے ذیل میں جو آداب بیان کیے گئے ہیں، ان میں سے بعض آداب (مثلاً تصحیح

نیت وغیرہ) طالب علم کے بھی ہیں البتہ چند خاص آداب بھی ہیں جن کا طالب علم کو خیال رکھنا چاہیے، وہ یہ ہیں:

(۱) طلب حدیث کے سلسلہ میں اللہ رب العزت سے خاص طور پر مدد اور توفیق مانگے۔ (۲) حصول علم کے لیے مکمل فارغ ہو جائے اور پوری کوشش صرف کرے۔ امام ابو حنیفہؒ نے تحصیل علم کے لیے یکسوئی کو لازمی قرار دیا ہے اور کئی بزرگوں سے یہ منقول ہے کہ جسمانی راحت کے حصول کے ساتھ علم کا حصول ممکن نہیں۔ علم حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ طالب علم زندگی کی سختی بھی برداشت کرے۔ (۳) سب سے پہلے اپنے شہر کے مشائخ حدیث سے جو سند میں، علم میں اور دینداری میں بڑے ہوں ان سے حدیث سنے۔ جب تک اپنے شہر کے شیوخ سے مکمل استفادہ نہ کر لے اُس وقت تک سفر نہ کرے کیونکہ سفر سے دو باتیں مقصود ہوتی ہیں۔ ایک علو اسناد، دوسرے حفاظ حدیث سے ملاقات اور مذاکرہ علم اور استفادہ۔ جب یہ دونوں باتیں اپنے شہر میں پائی جائیں تو مناسب یہ ہے کہ پہلے اپنے شہر والوں سے علم حاصل کرے پھر سفر اختیار کرے۔

(۴) علم کی عظمت کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ اپنے شیخ کا اور ہر اُس محدث کا بے حد اکرام کرے جس سے کوئی حدیث سنے، استاد کی رضا جوئی کرے اور اگر اس دوران اُس سے کوئی تکلیف پہنچے تو خندہ پیشانی کے ساتھ اس پر صبر کرے، اس طرح وہ اپنے شیوخ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے گا۔ مغیرہؒ کہتے ہیں: ”ہم حضرت ابراہیم نخعیؒ سے اس طرح ڈرتے تھے جس طرح ہم حاکم سے ڈرتے ہیں۔“ حضرت عمرؓ کا مقولہ ہے: ”جس سے علم حاصل کرتے ہو اس کے آگے جھک جاؤ۔“ غریب الحدیث کے ماہر امام ابو عبیدہ قاسم بن سلامؒ فرماتے ہیں: ”میں نے کبھی کسی محدث کے دروازہ پر دستک نہیں دی“ (بلکہ ان کے نکلنے کا انتظار کرتا رہا)۔ ع بے ادب محروم ماند بفضل رب نیز طالب علم کو چاہیے کہ اپنے استاد کی قدردانی کرے اور اُسے سب سے افضل سمجھے۔

(۵) جب کسی شیخ کے پاس فائدہ کی بات ملے یا حدیث کا سماع کرے تو اپنے دیگر ساتھیوں کو بھی اس کا پتہ بتائے تاکہ وہ بھی اس سے استفادہ کریں اور اس سلسلہ میں سخاوت سے کام لے، فائدہ کی بات کو چھپانا بد خصلتی کی علامت ہے، لہذا اس سے بچنا چاہیے۔ جو علم کو چھپاتا ہے اس بات کا

ڈرے کہ وہ علم کو بھول جائے گا یا اس کی برکت سے محروم رہے گا بالخصوص حدیث کو نہیں چھپانا چاہیے۔

(و) أَلَّا يَمْنَعَهُ الْحَيَاءُ أَوْ الْكِبَرُ مِنَ السَّعْيِ فِي السَّمَاعِ وَالتَّحْصِيلِ وَأَخْذِ الْعِلْمِ وَلَوْ مِمَّنْ هُوَ دُونَهُ فِي السِّنِّ أَوْ الْمَنْزِلَةِ . (ز) عَدَمُ الْإِقْتِصَارِ عَلَى سَمَاعِ الْحَدِيثِ وَكِتَابَتِهِ دُونَ مَعْرِفَتِهِ وَفَهْمِهِ ، فَيَكُونُ قَدْ أَتَعَبَ نَفْسَهُ دُونَ أَنْ يَنْظُرَ بِطَائِلٍ . (ح) أَنْ يُقَدَّمَ فِي السَّمَاعِ وَالضَّبْطِ وَالتَّفْهِيمِ الصَّحِيحَيْنِ ثُمَّ سُنَّ أَبِي دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيَّ وَالتَّسَائِيَّ ، ثُمَّ السُّنَنَ الْكُبْرَى لِلْبَيْهَقِيِّ ثُمَّ مَا تَمَسَّ الْحَاجَةُ إِلَيْهِ مِنَ الْمَسَانِيدِ وَالْجَوَامِعِ كَمُسْنَدِ أَحْمَدَ وَمَوْطَأِ مَالِكٍ ، وَمِنْ كُتُبِ الْعِلَلِ : عِلَلُ الدَّارَقُطَنِيِّ ، وَمِنْ الْأَسْمَاءِ : التَّارِيخُ الْكَبِيرُ لِلْبُخَارِيِّ وَالْجَرَحُ وَالتَّعْدِيلُ لِابْنِ أَبِي حَاتِمٍ ، وَمِنْ ضَبْطِ الْأَسْمَاءِ كِتَابُ ابْنِ مَآكُولَا ، وَمِنْ غَرِيبِ الْحَدِيثِ : النِّهَايَةُ لِابْنِ الْأَثِيرِ .

ترجمہ : (و) حیا اور بڑائی حدیث سننے اور حاصل کرنے اور علم سیکھنے میں رکاوٹ نہ بنے اور عمر یا رتبے میں اپنے کم درجے ہی سے کیوں نہ ہو۔ (ز) حدیث کو اچھی طرح جاننے اور سمجھنے کے بغیر اس کے سن لینے اور لکھ لینے پر اکتفا نہ کرے، کیونکہ پھر وہ کسی فائدے کو پائے بغیر خود کو اکتفا نہ کرے گا۔ (ح) سننے، یاد کرنے اور سمجھنے میں صحیحین کو مقدم رکھے، پھر سنن ابوداؤد، ترمذی، نسائی کو، پھر بیہقی کی سنن کبریٰ کو، پھر مسانید اور جوامع میں سے جس کی ضرورت محسوس ہو جیسے مسند احمد، فستویں طہ مالک، کتب علل میں سے دارقطنی کی کتاب العلل کو، اسماء رجال میں سے امام بخاری کی التاریخ الکبیر اور ابن ابی حاتم کی کتاب الجرح والتعدیل کو، اسماء کو محفوظ کرنے میں ابن ماکولہ کی کتاب اور غریب الحدیث میں ابن اثیر کی النہایہ کو مقدم رکھے۔

شرح :- (۶) تحصیل علم میں ہرگز شرم و حیا نہ کرے، اگر کوئی قدر و منزلت میں یا عمر میں چھوٹا ہو لیکن اُس سے حدیث حاصل کرنا مفید ہو تو اُس سے بھی حاصل کرے اور اس کو اپنی سبکی نہ خیال کرے۔ امام مجاہدؒ فرماتے ہیں: ”شرم محسوس کرنے والا یا متکبر شخص علم حاصل نہیں کر سکتا“۔ (۷) حدیث کے سننے اور لکھنے پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ اچھی طرح سمجھے، غور کرے، صحت و ضعف کو یاد

کرے، اپنے اندر فقاہت پیدا کرے، لغت اور اعراب کا خیال رکھے، اسماء رجال پر تو دے۔ مشکل احادیث کو اہمیت کے ساتھ ضبط کرے اور لکھ کر محفوظ کرے۔ ان سب کے بعد آپس میں مذاکرہ و مباحثہ بھی کرے۔ اگر ان باتوں کا خیال نہ رکھا گیا تو سوائے خود کو تھکانے کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

(۸) سننے، محفوظ کرنے اور سمجھنے میں صحیحین (بخاری و مسلم) سے ابتدا کرے، اس کے بعد سنن ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان وغیرہ حاصل کرے۔ پھر امام بیہقی کی سنن کبریٰ کی تحصیل میں کوشش کرے اور اس کتاب میں رغبت رکھے اس لیے کہ یہ کتاب اپنے موضوع میں بے نظیر ہے۔ جب یہ کتابیں حاصل کر لے تو پھر جس کی ضرورت پہلے ہو تحصیل میں اسی کو مقدم رکھے مثلاً مسانید میں مسند امام احمد بن حنبل کو حاصل کرے، اور جوامع فقہیں طاہم مالک بہتر ہے۔ فقہی احکام کے اعتبار سے مسند امام اعظم ہیں طاہم محمد، مصنف عبدالرزاق، مصنف سعید بن منصور اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ پڑھے۔ علل حدیث کے موضوع کے پر امام احمد بن حنبل اور امام دارقطنی کی کتابیں بہتر ہیں۔ اسماء رجال میں امام بخاری کی تاریخ کبیر، تاریخ ابن ابی خثیمہ اور ابن ابی حاتم کی کتاب الجرح والتعديل۔ ناموں کا اعراب یاد کرنے میں ابن ماکول کی کتاب دیکھے اور غریب الحدیث کے لیے ابن اثیر جزری کی نہایت کو مقدم رکھے۔

مطالعہ اور درس و مذاکرہ کے اعتبار سے بہتر ہوگا کہ طالب علم اپنے شیوخ حدیث سے مشورہ طلب کرے اور ان کی رہنمائی میں تحصیل علم کرے۔

الْبَابُ الرَّابِعُ : الْإِسْنَادُ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ

— الْفَصْلُ الْأَوَّلُ : لَطَائِفُ الْإِسْنَادِ . — الْفَصْلُ الثَّانِي : مَعْرِفَةُ الرُّوَاةِ .

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ : لَطَائِفُ الْإِسْنَادِ

۱۔ الْإِسْنَادُ الْعَالِي وَالنَّازِلُ . ۲۔ الْمُسْلَسَلُ . ۳۔ رِوَايَةُ الْأَكَابِرِ عَنِ الْأَصَاغِرِ .

۴۔ رَوَايَةُ الْآبَاءِ عَنِ الْإِبْنَاءِ . ۵۔ رَوَايَةُ الْإِبْنَاءِ عَنِ الْآبَاءِ . ۶۔ الْمُدْبَجُ وَرَوَايَةُ
الْأَقْرَانِ . ۷۔ السَّابِقُ وَاللَّاحِقُ .

ترجمہ : باب چہارم: اسناد اور اس کے متعلقات۔ فصل اول: اسناد کی باریکیاں۔ فصل دوم: روات کی پہچان۔

فصل اول: اسناد کی باریکیاں۔ (۱) سند عالی اور نازل (۲) مسلسل (۳) اکابر کی اصاغر سے روایت (۴) باپ کی بیٹوں سے روایت (۵) بیٹوں کی باپ سے روایت (۶) مدنج اور روایت الاقران (۷) سابق و لاحق۔

شرح :- یہ تمام وہ امور ہیں جو سند کی باریکیاں اور لطف باتیں قرار پاتی ہیں مگر ان کا نہ کسی صحت یا ضعف سے کوئی تعلق نہیں، بس ایک خوبی ہے جس کا محدث کو اہتمام کرنا چاہیے۔

(۱) الْإِسْنَادُ الْعَالِيُّ وَالنَّازِلُ

۱۔ تَمْهِيدٌ : الْإِسْنَادُ خَصِيصَةٌ فَاضِلَةٌ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ ، وَلَيْسَتْ لِغَيْرِهَا مِنَ الْأُمَمِ السَّابِقَةِ ، وَهُوَ سُنَّةٌ بِالْعَةِ مُوَكَّدَةٌ ، فَعَلَى الْمُسْلِمِ أَنْ يَعْتَمِدَ عَلَيْهِ فِي نَقْلِ الْحَدِيثِ وَالْأَخْبَارِ . قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ : ” الْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ ، وَلَوْ لَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ “ ، وَقَالَ الثَّوْرِيُّ : ” الْإِسْنَادُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ “ كَمَا أَنَّ طَلَبَ الْعُلُوِّ فِيهِ سُنَّةٌ أَيْضًا ، قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ : ” طَلَبُ الْإِسْنَادِ الْعَالِيِّ سُنَّةٌ عَمَّنْ سَلَفَ لِأَنَّ أَصْحَابَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ كَانُوا يَرْحَلُونَ مِنَ الْكُوفَةِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْ عُمَرَ وَيَسْمَعُونَ مِنْهُ “ ، وَلِذَلِكَ اسْتَحَبَّتِ الرِّحْلَةُ فِي طَلَبِ الْحَدِيثِ . وَلَقَدْ رَحَلَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ فِي طَلَبِ عُلُوِّ الْإِسْنَادِ ، مِنْهُمْ أَبُو أَيُّوبَ وَجَابِرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا .

ترجمہ : تمہید۔ اسناد، اس امت کی ایک بڑی خصوصیت ہے جو سابقہ اقوام میں کسی کو حاصل نہیں اور یہ بہت ہی اہم طریقہ ہے لہذا مسلمان پر لازم ہے کہ وہ حدیث و روایات کے دوسروں تک نفل کرنے میں اس پر اعتماد کرے۔ ابن مبارکؒ نے فرمایا: ” اسناد دین کا حصہ ہے، اگر اسناد نہ

ہوتا تو جس کی جو مرضی کہہ دیتا۔“ ثوریؒ نے فرمایا: ”اُستہوں من کا ہتھیار ہے“ جیسا کہ سند میں بلندی حاصل کرنا بھی سنت ہے۔ احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے: ”سندِ عالی حاصل کرنا بھی سلف کی سنت (طریقہ) ہے کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد کوفہ سے مدینہ سفر کرتے اور حضرت عمرؓ سے علم حاصل کرتے اور حدیث سنتے۔“ اسی لیے طلبِ حدیث کے لیے سفر کرنا مستحب ہے اور کئی صحابہ کرامؓ نے سندِ عالی کے حصول کے لیے سفر کیا ہے، ان میں سے ابویوب انصاری اور جابر رضی اللہ عنہما ہیں۔

شرح:- نبی پاک ﷺ یا آپ کے کسی صحابی تک پوری سند کے ساتھ حدیث یا اثر نقل کرنا بلاشبہ اس امت کی خصوصیات میں سے ہے، دوسری امتیں اس شرف سے محروم ہیں حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ بھی اس قدر اہتمام نہ کر سکے۔ ابوعلی جانیؒ فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے تین باتیں امتِ محمدیہ کے لیے مخصوص کر دی ہیں: (۱) اسناد (۲) علم الانساب (۳) اعراب۔“

اسناد ایک لازمی اور اہم ترین طریقہ ہے، حدیث نقل کرنے میں اس پر اعتماد ضروری ہے، جس طرح بغیر سیڑھی کے چھت پر نہیں چڑھ سکتے اسی طرح بغیر اسناد کے حدیث بھی قبول نہیں کی جاسکتی۔ عبداللہ بن مبارکؒ مشہور محدث ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اسناد، دین کا حصہ ہے اگر اسناد نہ ہوتا تو جو شخص جو مرضی کہہ دیتا۔“ ایک محدث فرماتے ہیں کہ جب راویوں نے گڑبڑ شروع کی تو ہم نے اسناد کے ذریعے ان کا مقابلہ کیا اور راستہ روکا۔

جس طرح اسناد سنت ہے اور نقلِ حدیث کا مستند طریقہ ہے اسی طرح اسناد میں علو حاصل کرنا اور کم سے کم واسطہ سے حدیث معلوم کرنا بھی سنت ہے۔ صحابہ و تابعین علو اسناد کی خاطر سفر کیا کرتے تھے۔ دراصل علمِ حدیث کی خاطر سفر کی ایک بڑی و سند میں واسطے کم کرنا بھی ہے۔ حضرت ابویوب انصاریؒ سفر کر کے حضرت عقبہؒ کے پاس تشریف لے گئے صرف اس مقصد کے لیے کہ جو حدیث انہوں نے براہِ راست حضور اکرم ﷺ سے سنی ہے وہ آپ بھی اُن سے سن لیں حالانکہ آپ کو بلا واسطہ اُس حدیث کا علم ہو چکا تھا۔ اسی طرح حضرت جابرؒ ایک حدیث کے بلا واسطہ سماعت کے لیے مدینہ منورہ سے سفر کر کے شام تشریف لے گئے تاکہ حضرت عبداللہ بن اُمیہؒ سے وہ حدیث بلا واسطہ سن لیں۔ اسی و سے ہر دور میں علمِ حدیث کے لیے سفر کیا گیا۔ البتہ یہاں سنت

سے اصطلاحی سنت مراد نہیں جس کا درجہ فرض اور واجب کے بعد ہے بلکہ ایک درست طریقہ۔

۲ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : الْعَالِيُ اسْمُ فَاعِلٍ مِنْ "الْعُلُوِّ" ضِدُّ النُّزُولِ ، وَالنَّازِلُ اسْمُ فَاعِلٍ مِنْ "النُّزُولِ" . (ب) اصطلاحاً : (۱) الْإِسْنَادُ الْعَالِيُ : هُوَ الَّذِي قَلَّ عَدَدُ رِجَالِهِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى سَنَدٍ آخَرَ يَرِدُ بِهِ ذَلِكَ الْحَدِيثُ بِعَدَدٍ أَكْثَرَ . (۲) الْإِسْنَادُ النَّازِلُ : هُوَ الَّذِي كَثُرَ عَدَدُ رِجَالِهِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى سَنَدٍ آخَرَ يَرِدُ بِهِ ذَلِكَ الْحَدِيثُ بِعَدَدٍ أَقَلَّ . ۳ - أَقْسَامُ الْعُلُوِّ : يُقَسَّمُ الْعُلُوُّ إِلَى خَمْسَةِ أَقْسَامٍ ، وَاحِدٌ مِنْهَا عُلُوٌّ مُطْلَقٌ وَالْبَاقِي عُلُوٌّ نِسْبِيٌّ وَهِيَ : (أ) الْقُرْبُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ نَظِيفٍ : وَهَذَا هُوَ الْعُلُوُّ الْمَطْلَقُ ، وَهُوَ أَجَلُّ أَقْسَامِ الْعُلُوِّ . (ب) الْقُرْبُ مِنْ إِمَامٍ مِنْ أَيْمَةِ الْحَدِيثِ : وَإِنْ كَثُرَ بَعْدُهُ الْعَدَدُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِثْلَ الْقُرْبِ مِنَ الْأَعْمَشِ أَوْ ابْنِ جُرَيْجٍ أَوْ مَالِكٍ أَوْ غَيْرِهِمْ ، مَعَ الصَّحَّةِ وَنَظَافَةِ الْإِسْنَادِ أَيْضاً .

ترجمہ : اس قسم کی تعریف : (أ) لغت کے اعتبار سے عالی علو (بلندی) سے اسم فاعل ہے جو کہ نزول (اترائی) کا ضد ہے، اور نازل نزول سے اسم فاعل ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے (۱) اسناد عالی: وہ سند جس کے روات کی تعداد دوسری اس سند سے کم ہو جس میں وہی حدیث زیادہ روات کے ساتھ وارد ہو۔ (۲) اسناد نازل: وہ سند جس کے روات کی تعداد دوسری اس سند کی بہ نسبت زیادہ ہو جس میں مذکورہ حدیث کم روات کے ساتھ وارد ہو۔ علو کی اقسام: علو کی پانچ موسقرر کی گئی ہیں، ان میں سے ایک تو علو مطلق ہے اور باقی علو نسبی، وہ یہ ہیں: (أ) صحیح اور واضح سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے قریب ہونا: یہی علو مطلق ہے اور یہ علو کی سب سے بڑی قسم ہے۔

(ب) ائمہ حدیث میں سے کسی امام کے قریب ہونا: اگرچہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ

تک تعداد زیادہ ہو جیسے اعمش یا ابن جریج یا مالک وغیرہ سے قریب ہونا، اسناد بھی صحیح اور واضح ہو۔

شرح : - عالی، علو کا اسم فاعل ہے بمعنی اونچا، بلند۔ سند کو عالی اس وقت کہتے ہیں جب وہ بھی کم واسطوں کے ساتھ بلند ہو جائے اور نازل، نزول کا اسم فاعل ہے بمعنی نیچا، اترا ہوا۔ سند کو نازل اس وقت کہتے ہیں جب وہ بھی زیادہ واسطوں کے ساتھ نیچے ہو جائے۔ یہ تو لغت کی بات تھی۔ اصطلاح

کے اعتبار سے جب ایک حدیث دو مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہو جن میں سے ایک سند کے رواۃ دوسری سند کے رواۃ سے کم ہوں اور دوسری سند کے رواۃ پہلی سند کے رواۃ سے زیادہ ہوں تو زیادہ رواۃ والی سند نازل اور کم رواۃ والی سند عالی کہہ لائے گی۔ شرط یہ ہے کہ عالی اور نازل ایک ہی حدیث سے متعلق ہوں، دو مختلف حدیثوں کی سندیں ایک دوسرے سے عالی یا نازل نہیں کہلاتیں۔

علو یعنی سند کے عالی ہونے کی پانچ موہیں جن میں سے ایک تو علو مطلق ہے یعنی کامل اور بلا کسی نسبت کی قید کے بلندی حاصل ہو جانا اور باقی سب علو نسبی ہیں یعنی کسی خاص راوی کی بہ نسبت علو حاصل ہو جانا۔ سب سے پہلی قسم جو کہ علو مطلق ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ صحیح اور واضح سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ہو جانا۔ اس کو مطلق اسی ذ سے کہتے ہیں کہ جب عالی کہا جاتا ہے تو اس سے یہی قسم مراد ہوتی ہے کیونکہ اس میں کسی خاص راوی کی بہ نسبت بلندی نہیں بلکہ رسول پاک ﷺ کی ذات عالی تک سند میں واسطے کم ہو گئے ہیں۔ دوسری قسم یہ ہے کہ کسی خاص امام تک واسطے کم ہو جائیں اور اس میں یہ نہ دیکھا جائے کہ اس امام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک بھی واسطے کم ہیں یا زیادہ جیسے امام اعمش، امام ابن جریج یا امام ابو حنیفہ و امام مالک وغیرہ تک واسطے کم ہونا چاہے ان کے بعد کم ہوں یا زیادہ۔ البتہ یہاں بھی سند کا صحیح اور صاف ہونا ضروری ہے۔

(ج) الْقُرْبُ بِالنِّسْبَةِ إِلَى رِوَايَةِ أَحَدِ الْكُتُبِ السِّتَةِ أَوْ غَيْرِهَا مِنَ الْكُتُبِ الْمُعْتَمَدَةِ وَهُوَ مَا كَثُرَ اغْتِنَاءُ الْمُتَأَخِّرِينَ بِهِ مِنَ الْمَوَافَقَةِ وَالْإِبْدَالِ وَالْمُسَاوَاةِ وَالْمُصَافَحَةِ . ۱ فَالْمَوَافَقَةُ : هِيَ الْوُصُولُ إِلَى شَيْخٍ أَحَدِ الْمُصَنِّفِينَ مِنْ غَيْرِ طَرِيقِهِ بِعَدَدٍ أَقَلِّ مِمَّا لَوْ رَوَى مِنْ طَرِيقِهِ عَنْهُ . مِثَالُهُ : مَا قَالَهُ ابْنُ حَجَرٍ فِي شَرْحِ النُّخْبَةِ " رَوَى الْبُخَارِيُّ عَنْ قُتَيْبَةَ عَنْ مَالِكٍ حَدِيثًا ، فَلَوْ رَوَيْنَاهُ مِنْ طَرِيقِهِ كَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قُتَيْبَةَ ثَمَانِيَّةً ، وَلَوْ رَوَيْنَا ذَلِكَ الْحَدِيثَ بِعَيْنِهِ مِنْ طَرِيقِ أَبِي الْعَبَّاسِ السَّرَّاجِ عَنْ قُتَيْبَةَ مَثَلًا لَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قُتَيْبَةَ فِيهِ سَبْعَةٌ ، فَقَدْ حَصَلَتْ لَنَا الْمَوَافَقَةُ مَعَ الْبُخَارِيِّ فِي شَيْخِهِ بِعَيْنِهِ مَعَ عَلُوِّ الْإِسْنَادِ عَلَى الْإِسْنَادِ إِلَيْهِ " . ۲ الْبَدَلُ : هُوَ الْوُصُولُ إِلَى شَيْخٍ أَحَدِ الْمُصَنِّفِينَ مِنْ غَيْرِ طَرِيقِهِ بِعَدَدٍ أَقَلِّ مِمَّا رَوَى مِنْ طَرِيقِهِ عَنْهُ .

مِثَالُهُ : مَا قَالَهُ ابْنُ حَجَرٍ : " كَأَنَّ يَقَعَ لَنَا ذَلِكَ الْإِسْنَادُ بِعَيْنِهِ ، مِنْ طَرِيقٍ أُخْرَى إِلَى الْقَعْنَبِيِّ عَنْ مَالِكٍ فَيَكُونُ الْقَعْنَبِيُّ فِيهِ بَدَلًا مِنْ قُتَيْبَةَ " .

ترجمہ : (ج) کتب ستہ وغیرہ معتمد کتابوں میں سے کسی کی روایت کی بہ نسبت قریب ہونا: یہ وہی موافقت، ابدال، مساوات اور مصافحہ ہے جس کا متاخرین میں اہتمام زیادہ ہے۔ چنانچہ (۱) موافقت: مصنفین میں سے کسی کے شیخ تک اس کے طریق کے بغیر اس کے طریق سے کم واسطوں کے ساتھ پہنچنا، اس کی مثال ابن حجرؒ نے شرح الخبہ میں بیان فرمائی ہے: "امام بخاری نے قتیبہ عن مالک سے ایک حدیث روایت کی ہے، اگر ہم مذکورہ حدیث امام بخاری کے طریق سے روایت کریں ہمارے اور قتیبہ کے درمیان آٹھ واسطے ہو جائیں گے اور اگر اسی حدیث کو ابو العباس سراج کے عن قتیبہ والے طریق سے روایت کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان سات واسطے ہوں گے تو ہمیں امام بخاری کے ساتھ ان کے متعین شیخ میں موافقت حاصل ہوگئی، ساتھ ہی ان کی سند سے عالی سند بھی۔ (۲) بدل: مصنفین میں سے کسی کے شیخ کے شیخ تک اس کے طریق کے بغیر اس کے طریق سے کم واسطوں کے ساتھ پہنچنا، اس کی مثال ابن حجرؒ نے بیان کی ہے کہ جیسے یہی سند ہمیں دوسرے راستے ملے جو قتیبہ عن مالک تک پہنچے تو اس میں قتیبہ سے بدل ہوں گے۔

شرح : - علو اسناد کی تیسری قسم وہ ہے جس میں مصنفین میں سے کسی کی بہ نسبت شیخ سے قرب حاصل ہو جائے، اس کی چار مشہور موئیہ ہیں: (۱) موافقت (۲) بدل (۳) مساوات (۴) مصافحہ۔ موافقت کے لغوی معنی یکساں اور موافق ہونا، اصطلاحی تعریف یہ ہے: "کوئی شخص کسی مصنف کتاب کے سلسلہ سند کے علاوہ دوسرے سلسلہ سند سے اُس مصنف کے شیخ تک پہنچ جائے جبکہ اُس سند میں رواۃ کی تعداد بھی کم ہو جیسے ایک حدیث جو ابن حجرؒ کو امام بخاری اور ابو العباس دو سلسلوں کے ذریعے قتیبہ عن مالک کے واسطے سے موصول ہے اگر وہ اس کو امام بخاری کے سلسلے سے نقل کریں تو ان کے اور قتیبہ کے درمیان رواۃ آٹھ ہو جاتے ہیں اور اگر ابو العباس کا سلسلہ اختیار کریں تو واسطے سات ہو جائیں گے تو اس طرح ابن حجرؒ، امام بخاری کے ساتھ کم واسطوں کے ذریعے ان کے شیخ میں مل گئے۔

بدل کے لغوی معنی جانشین اور بدلے کے ہیں، اصطلاح میں بدل کہتے ہیں کسی مصنف کے شیخ اشیخ تک اس کے بغیر دوسرے سلسلہ سند کے ذریعے پہنچنا جبکہ اس میں واسطے پہلے سے کم ہوں جیسے اسی حدیث کو ابن حجرؒ اگر ایک اور سلسلہ سند سے روایت کریں تو تعنی عن مالک تک جا کر پہنچتی ہے تو یہ بخاری عن قتیبہ کا بدل ہو جائے گا۔

۳..... الْمُسَاوَاةُ : هِيَ اسْتِوَاءُ عَدَدِ الْإِسْنَادِ مِنَ الرَّاَوِي إِلَى آخِرِهِ مَعَ إِسْنَادِ أَحَدِ الْمُصَنِّفِينَ . مِثَالُهُ : مَا قَالَهُ ابْنُ حَجَرٍ : "كَأَنَّ يَرْوِي النَّسَائِيُّ مِثْلًا حَدِيثًا يَقَعُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ فِيهِ أَحَدٌ عَشَرَ نَفْسًا فَيَقَعُ لَنَا ذَلِكَ الْحَدِيثُ بِعَيْنِهِ بِإِسْنَادٍ آخَرَ ، بَيْنَنَا وَبَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ فِيهِ أَحَدٌ عَشَرَ نَفْسًا ، فَتَسَاوَى النَّسَائِيُّ مِنْ حَيْثُ الْعَدَدِ" .

۴ - الْمُصَافَحَةُ : هِيَ اسْتِوَاءُ عَدَدِ الْإِسْنَادِ مِنَ الرَّاَوِي إِلَى آخِرِهِ مَعَ إِسْنَادِ تَلْمِيزِ أَحَدِ الْمُصَنِّفِينَ ، وَسُمِّيَتْ مُصَافَحَةً لِأَنَّ الْعَادَةَ جَرَتْ فِي الْغَالِبِ بِالْمُصَافَحَةِ بَيْنَ مَنْ تَلَاقَا .

ترجمہ : (۳) مساواة: راوی کی سند کے تمام رواۃ کی تعداد کا آخر تک کسی مصنف کی سند کے برابر ہونا ہے، اس کی مثال ابن حجرؒ نے بیان فرمائی ہے کہ جیسے امام نسائی ایک حدیث روایت کریں جس میں ان کے اور نبی کریم ﷺ تک گیارہ نفوس ہوں پھر وہی حدیث ہمیں ایک اور سند سے حاصل ہو جس میں ہمارے اور نبی کریم ﷺ تک بھی گیارہ نفوس ہوں تو ہم عدد کے لحاظ سے امام نسائی کے برابر ہو جائیں گے۔ (۴) مصافحہ: وہ راوی کی سند کے رواۃ کا آخر تک کسی مصنف کے شاگرد کی سند کے برابر ہونا، اس کا نام مصافحہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اکثر دو ملنے والوں کے درمیان مصافحہ کرنے کا رواج ہے۔

شرح : - مساوات کے لغوی معنی برابری کے ہیں اور اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے "راوی کی سند کے آخر تک تمام رواۃ کی تعداد کسی مصنف کی سند کے آخر تک تمام رواۃ کے برابر ہو جائے" جیسے امام نسائی "ایک حدیث روایت کریں جس میں ان سے لے کر آنحضرت ﷺ تک مثلاً گیارہ رواۃ ہوں پھر وہی حدیث ابن حجرؒ کو ایک ایسی سند سے ملے جس میں ان کے اور آنحضرت ﷺ کے

درمیان بھی گیارہ رواۃ ہوں تو اس طرح وہ اور امام نسائی بلحاظ تعداد رواۃ برابر اور مساوی ہو جائیں گے۔

مصافحہ کے لغوی معنی ہاتھ ملانے کے ہیں اور اصطلاح میں کہتے ہیں ”راوی کی سند کے تمام رواۃ کی تعداد کا کسی مصنف کے شاگرد کی سند کے رواۃ کے برابر ہو جانا“ جیسے اسی طرح کی بات امام نسائی کے کسی شاگرد اور ہمارے درمیان پیش آجائے تو اس کو مصافحہ کہیں گے کیونکہ گویا اس شاگرد کی طرح ہماری ملاقات بھی امام نسائی سے ہو گئی اور ہم نے ان سے مصافحہ کر لیا۔

(د) اَلْعُلُوُّ بِتَقْدُمِ وَفَاةِ الرَّاَوِي : وَمِثَالُهُ مَا قَالَهُ النَّوَوِيُّ : ”فَمَا اَرْوِيهِ عَنْ ثَلَاثَةِ عَنِ الْبَيْهَقِيِّ عَنِ الْحَاكِمِ اَعْلَى مِنْ اَنْ اَرْوِيهِ عَنْ ثَلَاثَةِ عَنِ اَبِي بَكْرٍ بَنِ خَلْفٍ عَنِ الْحَاكِمِ ، لِتَقْدُمِ رَفَاةِ الْبَيْهَقِيِّ عَنِ ابْنِ خَلْفٍ “ . (هـ) اَلْعُلُوُّ بِتَقْدُمِ السَّمَاعِ : اَيُّ بِتَقْدُمِ السَّمَاعِ مِنَ الشَّيْخِ فَمَنْ سَمِعَ مِنْهُ مُتَقَدِّمًا كَانَ اَعْلَى مِمَّنْ سَمِعَ مِنْهُ بَعْدَهُ . مِثَالُهُ : اَنْ يَسْمَعَ شَخْصَانِ مِنْ شَيْخٍ ، وَسَمَاعُ أَحَدِهِمَا مِنْذُ سِتِّينَ سَنَةً مَثَلًا ، وَالْآخَرِ مِنْذُ اَرْبَعِينَ سَنَةً ، وَتَسَاوَى الْعَدَدُ إِلَيْهِمَا ، فَلَاوَلَّ اَمْلَى مِنَ الثَّانِي ، وَيَتَأَكَّدُ ذَلِكَ فِي حَقِّ مَنْ اخْتَلَطَ شَيْخُهُ أَوْ خَرَفَ .

ترجمہ : راوی کی وفات پہلے ہونے کی وجہ سے علو سند: اس کی مثال جو امام نووی نے بیان فرمائی کہ جس حدیث کو میں تین واسطوں کے ساتھ بیہقی سے اور وہ حاکم سے روایت کرتے ہیں وہ زیادہ اونچی ہے اس سے کہ میں اسی حدیث کو تین واسطوں کے ساتھ ابو بکر بن خلف سے اور وہ حاکم سے روایت کریں اس لیے کہ بیہقی کی وفات ابن خلف سے پہلے ہوئی ہے۔ (ھ) سماع کے پہلے ہونے کی وجہ سے تقدم: یعنی شیخ سے پہلے سن لینے کی وجہ سے تقدم، چنانچہ جس نے شیخ سے پہلے سنا ہوگا وہ بعد میں سننے والے سے مقدم ہوگا۔ مثلاً دو شخص ایک شیخ سے سنیں اور ان میں سے ایک کے سماع کو ساٹھ سال ہوئے ہوں اور دوسرے کے سماع کو چالیس سال اور دونوں تک رواۃ کی تعداد برابر ہو تو پہلی سند دوسری سے اونچی ہوگی اور یہ ان لوگوں کے حق میں اہم ہو جائے گا جن کے شیخ دماغی توازن کھو بیٹھے ہوں یا بڑھاپے کی وجہ سے بھول گئے ہوں۔

شرح :- علو سند کی چوتھی صورت یہ ہے کہ محدث دو اشخاص کے واسطے سے کسی متعین امام سے روایت کرے اور ان میں سے ایک کی وفات دوسرے سے پہلے ہوئی ہو تو جس کی وفات پہلے ہوگی اس کی سند دوسرے کی سند سے عالی کہلائے گی خواہ رواۃ کی تعداد دونوں میں برابر کیوں نہ ہو جیسے امام نووی حاکمؒ سے امام بیہقی کے واسطے سے بھی نقل کرتے ہیں اور ابن خلفؒ کے واسطے سے بھی لیکن امام بیہقی کی وفات ابن خلفؒ سے پہلے ہوئی اب اگرچہ دونوں سندوں میں رواۃ کی تعداد تین ہی ہے لیکن پھر بھی وفات کے تقدم کی وجہ سے ان کی بیہقی والی سند دوسری سے عالی کہلائے گی۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ محدث دو اشخاص کے ذریعے کسی متعین امام سے روایت کرے لیکن ان میں سے ایک نے دوسرے سے پہلے سنا ہو اور دوسرے نے اُس کے بعد اور رواۃ دونوں سندوں کے برابر ہوں تو جس نے پہلے سنا ہے اس کی سند دوسرے سے عالی کہلائے گی جیسے ایک نے شیخ سے ساٹھ سال پہلے سنا اور دوسرے نے چالیس سال پہلے تو دونوں کے درمیان بیس سال کا فرق ہوگا تو جو سماع میں قدیم ہے اس کی سند عالی کہلائے گی۔ اس کی اہمیت اس شیخ کے شاگردوں میں بڑھ جائے گی جو کسی زمانے میں دماغی توازن کھو بیٹھا ہو یا بڑھاپے کی وجہ سے اس کی یادداشت پر اثر ہوا ہو تو جس نے قدیم (دماغی کمزوری سے پہلے) سنا ہو اسی کو ترجیح ہوگی۔

۴ - أَقْسَامُ النَّزُولِ : أَقْسَامُ النَّزُولِ خَمْسَةٌ ، وَتُعْرَفُ مِنْ ضِدِّهَا ، فَكُلُّ قِسْمٍ مِنْ أَقْسَامِ الْعُلُوِّ ضِدُّهُ قِسْمٌ مِنْ أَقْسَامِ النَّزُولِ . ۵ - هَلِ الْعُلُوُّ أَفْضَلُ أَوْ النَّزُولُ ؟ (أ) أَلْعُلُوُّ أَفْضَلُ مِنَ النَّزُولِ عَلَى الصَّحِيحِ الَّذِي قَالَهُ الْجُمْهُورُ ، لِأَنَّهُ يُبْعَدُ كَثْرَةَ احْتِمَالِ الْخَلَلِ عَنِ الْحَدِيثِ ، وَالنَّزُولُ مَرْغُوبٌ عَنْهُ . قَالَ ابْنُ الْمَدِينِيِّ " النَّزُولُ شَوْمٌ " وَهَذَا إِذَا تَسَاوَى الْإِسْنَادُ فِي الْقُوَّةِ . (ب) وَيَكُونُ النَّزُولُ أَفْضَلَ إِذَا تَيَمَزَّ الْإِسْنَادُ النَّازِلُ بِفَائِدَةٍ .

ترجمہ : نزول کی قسمیں: نزول کی قسمیں پانچ ہیں اور وہ اپنے ضد سے پہچانے جاسکتے ہیں چنانچہ علو کی ہر قسم کے مقابلے میں اس کا ضد نزول کی ایک قسم ہوگی۔

سوال: علو افضل ہے یا نزول؟ (ا) صحیح قول جسے جمہور نے اختیار کیا ہے اس کے مطابق

نزول سے علو افضل ہے اس لیے کہ وہ حدیث پاک میں خلل کے وقوع کے امکان کو دور کرتا ہے اور نزول سے اعراض کیا جاتا ہے۔ ابن مدینیؒ نے کہا ہے ”نزول بدشگونی ہے“، یہ اس وقت ہے جب اسناد قوت میں برابر ہو۔ (ب) اور اس وقت نزول افضل ہوگا جب سند نازل کسی فائدے کے ساتھ نمایاں ہو جائے۔

شرح :- جس طرح علو کی پانچ قسمیں مقرر ہیں، نزول کی بھی پانچ ہی قسمیں ہیں لیکن انہیں بیان کرنے کی اس لیے ضرورت نہیں کہ نزول، علو کا ضد ہے تو جتنی صورتیں علو کے تحت بیان ہوئیں ان میں علو کے مقابل صورت جو ہوگی وہ نزول ہوگی۔

عمومی طور پر علو بہتر ہے اور نزول صرف اسی صورت میں بہتر ہے جب اس میں کوئی فائدہ کی بات ہو مثلاً سند نازل کے رواۃ، سند عالی کے رواۃ سے زیادہ ثقہ یا حافظ یا فقیہ ہوں۔ یہی وہ ہے کہ جب رفع یدین کے مسئلہ پر امام اوزاعیؒ نے زہریؒ عن نافعؒ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سند سے حدیث پیش کی تو اس کے جواب میں امام ابو حنیفہؒ نے حمادؒ عن ابراہیم نخعیؒ عن الاسودؒ وعلقمہؒ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے ترک رفع یدین کی حدیث پیش کی اور پھر فرمایا: حمادؒ، زہریؒ سے افقہ تھے، ابراہیم نخعیؒ، نافعؒ سے افقہ تھے اور اگر صحابیت کا رتبہ نہ ہوتا تو کہتا کہ اسودؒ وعلقمہؒ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ فقیہ تھے اور عبداللہ (بن مسعود) تو عبداللہ ہیں۔ یعنی صحابہؓ میں بلند رتبہ فقیہ اور مجتہد تھے، نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر سفر و حضر میں خادم ہوتے تھے۔

بظاہر امام صاحبؒ کی سند نازل ہے مگر اس کی خصوصیات زیادہ ہیں۔

۶ - اَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : لَا تُوجَدُ مُصَنَّفَاتٌ خَاصَّةٌ فِي الْأَسَانِيدِ الْعَالِيَةِ أَوْ النَّازِلَةِ بِشَكْلِ عَامٍ ، لَكِنْ أَفْرَدَ الْعُلَمَاءُ بِالتَّصْنِيفِ أَجْزَاءً أَطْلَقُوا عَلَيْهَا اسْمَ " الثَّلَاثِيَّاتِ " وَيَعْنُونَ بِهَا الْأَحَادِيثَ الَّتِي فِيهَا بَيِّنَ الْمُصَنِّفِ وَبَيِّنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثَةُ أَشْخَاصٍ فَقَطْ ، وَفِي ذَلِكَ إِشَارَةٌ إِلَى اهْتِمَامِ الْعُلَمَاءِ بِالْأَسَانِيدِ الْعَوَالِي ، فَمِنْ تِلْكَ الثَّلَاثِيَّاتِ : (أ) ثَلَاثِيَّاتُ الْبُخَارِيِّ ، لِابْنِ حَجَرٍ . (ب) ثَلَاثِيَّاتُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ ، لِلْسَّفَّارِيِّ .

ترجمہ : اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف: اسانید عالیہ اور اسانید نازلہ کے متعلق جامع انداز میں مخصوص تصانیف دستیاب نہیں البتہ علماء نے کچھ اجزاء علیحدہ سے تصنیف کر کے انہیں ثلاثیات کا نام دیا ہے اور اس سے ان کی مراد وہ احادیث ہیں جن میں مصنف کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صرف تین اشخاص ہیں، اسی میں علماء کرام کے اسانید عالیہ کے اہتمام کا اشارہ بھی ملتا ہے، ان ثلاثیات میں سے یہ ہیں: (أ) ثلاثیات البخاری جو ابن حجرؒ کی ہے۔ (ب) ثلاثیات احمد بن حنبلؒ جو سفارینیؒ کی ہے۔

الْمُسْلَسَلُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ مَفْعُولٍ مِنْ "السَّلْسَلَةِ" وَهِيَ اِتِّصَالُ الشَّيْءِ بِالشَّيْءِ وَمِنْهُ سِلْسِلَةُ الْحَدِيثِ ، وَكَانَهُ سُمِّيَ بِذَلِكَ لِشَبْهِهِ بِالسَّلْسِلَةِ مِنْ نَاحِيَةِ الْاِتِّصَالِ وَالتَّمَاثُلِ بَيْنَ الْأَجْزَاءِ . (ب) اصطلاحاً : هُوَ تَتَابُعُ رِجَالِ إِسْنَادِهِ عَلَى صِفَةٍ أَوْ حَالَةٍ لِلرُّوَاةِ تَارَةً ، وَلِلرُّوَايَةِ تَارَةً أُخْرَى . ۲ - شَرْحُ التَّعْرِيفِ : أَيْ إِنَّ الْمُسْلَسَلَ هُوَ مَا تَوَالَى رُوَاةُ إِسْنَادِهِ عَلَى : (أ) الْاِشْتِرَاكِ فِي صِفَةٍ وَاحِدَةٍ لَهُمْ . (ب) أَوْ الْاِشْتِرَاكِ فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ لَهُمْ أَيْضاً . (ج) أَوْ الْاِشْتِرَاكِ فِي صِفَةٍ وَاحِدَةٍ لِلرُّوَايَةِ .

ترجمہ : مسلسل۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے السلسلۃ سے اسم مفعول ہے اور وہ ایک چیز کا دوسری چیز سے ملنا ہے، اسی سے حدیث کا سلسلہ بھی ماخوذ ہے، گویا یہ نام اس لیے پڑا کہ وہ اجزاء کے درمیان اتصال اور مماثلت میں زنجیر کے مشابہ ہوتی ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے وہ سند کے رواۃ کا کبھی تو رواۃ کی ایک ہی صفت یا حالت پر اور کبھی روایت کی کسی صفت یا حالت پر لگاتار قائم رہنا ہے۔ تعریف کی وضاحت: یعنی مسلسل وہ سند ہے جس کے راوی پے درپے قائم رہے ہوں: (أ) ان کی ایک ہی صفت میں اشتراک پر (ب) یا ان کی ایک ہی حالت میں اشتراک پر (ج) یا پھر روایت کی ایک ہی صفت میں اشتراک پر۔

شرح :- مسلسل کا لفظ باب فعللہ کے مصدر سَلْسَلَة سے نکلا ہے جس کے معنی دو چیزوں کے

سروں کا ایک دوسرے کے ساتھ ملا ہوا ہونا ہے، جس طرح زنجیر کی کڑیاں ایک دوسرے میں داخل ہوتی ہے اور ان میں اتصال اور یکسانیت پائی جاتی ہے اسی طرح حدیث مسلسل میں بھی رواۃ کے درمیان یکسانیت اور کسی عمل میں اتصال پایا جاتا ہے۔ اصطلاح میں مسلسل اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے تمام رواۃ اپنی کسی حالت یا صفت پر مسلسل قائم ہوں یا روایت کے کسی خاص انداز کو اپنائے ہوئے ہوں۔ اس طرح ابتدائی طور پر مسلسل کی تین قسمیں بنیں گی: (۱) رواۃ کی حالت کے ساتھ مسلسل۔ (۲) رواۃ کی صفت کے ساتھ مسلسل۔ (۳) روایت کے انداز کے ساتھ مسلسل۔

۳ - اَنْوَاعُهُ : يَتَبَيَّنُ مِنْ شَرْحِ التَّعْرِيفِ اَنَّ اَنْوَاعَ الْمُسْلَسَلِ ثَلَاثَةٌ وَهِيَ :

الْمُسْلَسَلُ بِأَحْوَالِ الرُّوَاةِ ، وَالْمُسْلَسَلُ بِصِفَاتِ الرُّوَاةِ ، وَالْمُسْلَسَلُ بِصِفَاتِ الرِّوَايَةِ ، وَالْيَكِّ فِيمَا يَلِي بَيَانُ هَذِهِ الْأَنْوَاعِ . (أ) الْمُسْلَسَلُ بِأَحْوَالِ الرُّوَاةِ :

وَأَحْوَالِ الرُّوَاةِ ، إِمَّا أَقْوَالٌ أَوْ أَفْعَالٌ ، أَوْ أَقْوَالٌ وَأَفْعَالٌ مَعًا : ١ الْمُسْلَسَلُ بِأَحْوَالِ الرُّوَاةِ الْقَوْلِيَّةِ : مِثْلُ حَدِيثِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ : " يَا مُعَاذُ إِنِّي أُحِبُّكَ فَقُلْ فِي ذُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ : اَللّٰهُمَّ اَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ " فَقَدْ تَسْلَسَلَ بِقَوْلِ كُلِّ مِنْ رُوَاتِهِ " وَأَنَا أُحِبُّكَ ، فَقُلْ " . ٢

الْمُسْلَسَلُ بِأَحْوَالِ الرُّوَاةِ الْفِعْلِيَّةِ : مِثْلُ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : " شَبَّكَ بِيَدِي أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ وَقَالَ : " خَلَقَ اللَّهُ الْأَرْضَ يَوْمَ السَّبْتِ " فَقَدْ تَسْلَسَلَ بِتَشْبِيكِ كُلِّ مِنْ رُوَاتِهِ بِيَدٍ مَنْ رَوَاهُ عَنْهُ " . ٣ الْمُسْلَسَلُ بِأَحْوَالِ الرُّوَاةِ الْقَوْلِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ مَعًا : مِثْلُ حَدِيثِ أَنَسٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : " لَا يَجِدُ الْعَبْدُ خَلَاوَةَ الْإِيمَانِ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ حُلُوهُ وَمُرِّهِ ، وَقَبْضَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى لِحْيَتِهِ وَقَالَ : آمَنْتُ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ حُلُوهُ وَمُرِّهِ " تَسْلَسَلَ بِقَبْضِ كُلِّ رَاوٍ مِنْ رُوَاتِهِ عَلَى لِحْيَتِهِ ، وَقَوْلِهِ : آمَنْتُ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ حُلُوهُ وَمُرِّهِ .

ترجمہ : اس کی قسمیں: تعریف کی تشریح سے واضح ہے کہ مسلسل کی قسمیں تین ہیں جو کہ یہ ہیں:

مسلسل باحوال الرواة، مسلسل بصفات الرواة اور مسلسل بصفات الرواية۔ ان تمام اقسام کا بیان

ملاحظہ ہو: (۱) مسلسل باحوال الرواة: رواۃ کے حالات یا تو اقوال ہوں گے یا افعال ہوں گے یا اقوال اور افعال دونوں۔ (۱) رواۃ کے قولی حالات کے ساتھ مسلسل: مثلاً حضرت معاذ بن جبلؓ کی حدیث کہ ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! بے شک مجھے تم سے محبت ہے، تو تم ہر نماز کے بعد یہ کہا کرو ”اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ“ (اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور اچھی طرح عبادت کرنے پر میری مدد کرنا)۔ یہ حدیث تمام رواۃ کے قول ”مجھے تم سے محبت ہے تو تم یہ کہا کرو“ کے ساتھ مسلسل ہے۔

(۲) رواۃ کے فعلی حالات کے ساتھ مسلسل: مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کہ ابو القاسمؓ نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر فرمایا ”خَلَقَ اللّٰهُ الْاَرْضَ يَوْمَ السَّبْتِ“ (اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہفتہ کے دن بنایا)۔ یہ حدیث تمام رواۃ کے اپنے راوی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے کے ساتھ مسلسل ہے۔ (۳) رواۃ کے قولی و فعلی حالات دونوں کے ساتھ مسلسل: مثلاً حضرت انسؓ نے کہا: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لَا يَجِدُ الْعَبْدُ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ حُلُوْهِ وَمُؤَرِّهِ“ (بندہ ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں پاسکتا جب تک تقدیر پر یعنی اس کے اچھے برے پر اور بیٹھے کڑوے پر ایمان نہ لائے) اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی داڑھی مبارک کو مٹھی سے پکڑا اور فرمایا: ”میں تقدیر پر ایمان لایا اس کے اچھے برے پر بھی اور بیٹھے کڑوے پر بھی“۔ یہ حدیث ہر راوی کے داڑھی پکڑنے اور یہ کہنے کے ساتھ مسلسل ہے کہ میں تقدیر پر ایمان لایا، اس کے اچھے برے اور اس کے بیٹھے کڑوے پر۔

شرح :- مسلسل کی ابتداء تین اقسام کا ذکر ہو چکا، اب ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔ راویوں کے حالات تین طرح کے ہیں: یا تو ان کا کوئی قول ہوگا جسے ہر راوی نقل کرتا ہوگا یا ان کا کوئی فعل ہوگا جسے ہر راوی نے کیا ہوگا یا پھر قول و فعل کا مجموعہ ہوگا جسے ہر راوی نے اپنایا ہوگا۔ اس طرح مسلسل باحوال الرواة کی بھی تین قسمیں ہو گئیں: (۱) پہلی قسم جس میں حالت قولی ہو، اس کی مثال حضرت معاذ بن جبلؓ کی مذکورہ بالا حدیث جس میں آنحضرت ﷺ کے کلمات ”وَاَنَا اُحِبُّكَ فَقُلْ“ تمام رواۃ نے اپنے اپنے شاگردوں سے کہا، اس طرح ان میں ایک حالت یعنی قول میں اشتراک ہوا۔

(۲) دوسری قسم جس میں راویوں کی حالت فعلی ہوگی، اس کی مثال حضرت ابو ہریرہؓ کی مذکورہ بالا حدیث ہے جس کے شروع میں آنحضرت ﷺ نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر مذکورہ حدیث ارشاد فرمائی۔ تمام رواۃ نے بھی اپنے شاگردوں کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اس حدیث کو اسی طرح بیان کیا۔ اس طرح ایک فعلی حالت میں اشتراک پایا گیا۔

(۳) تیسری قسم جس میں راویوں کی قولی و فعلی حالت کا مجموعہ پایا جائے، اس کی مثال حضرت انسؓ والی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے اپنی مبارک داڑھی پکڑی اور پھر فرمایا: ”أَمَنْتُ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ حُلُوِّهِ وَمُرِّهِ“۔ اس کے بعد تمام رواۃ نے حدیث بیان کرتے وقت داڑھی پکڑی اور اس جملے کو دہرایا۔ اس طرح قول و فعل میں اشتراک پایا گیا۔

(ب) الْمُسْلَسِلُ بِصِفَاتِ الرُّوَاةِ : وَصِفَاتِ الرُّوَاةِ : إِمَّا قَوْلِيَّةٌ أَوْ فِعْلِيَّةٌ .
 ۱..... الْمُسْلَسِلُ بِصِفَاتِ الرُّوَاةِ الْقَوْلِيَّةِ : مِثْلُ الْحَدِيثِ الْمُسْلَسِلِ بِقِرَاءَةِ سُورَةِ الصَّفِّ ، فَقَدْ تَسْلَسَلَ بِقَوْلِ كُلِّ رَاوٍ : ” فَقَرَأَهَا فَلَانٌ هَكَذَا “ . هَذَا وَقَدْ قَالَ الْعِرَاقِيُّ : ” وَصِفَاتِ الرُّوَاةِ الْقَوْلِيَّةِ وَأَحْوَالُهُمُ الْقَوْلِيَّةُ مُتَقَارِبَةٌ بَلْ مُتَمَاثِلَةٌ “ .
 ۲..... الْمُسْلَسِلُ بِصِفَاتِ الرُّوَاةِ الْفِعْلِيَّةِ : كَاتِفَاقِ أَسْمَاءِ الرُّوَاةِ ، كَالْمُسْلَسِلِ بِ ” الْمُحَمَّدِيِّنَ “ أَوْ اتِفَاقِ صِفَاتِهِمْ ، كَالْمُسْلَسِلِ بِالْفُقَهَاءِ أَوْ الْحُفَاطِ أَوْ اتِفَاقِ نِسْبَتِهِمْ كَالِدِمَشْقِيِّينَ أَوِ الْمِصْرِيِّينَ .

ترجمہ : رواۃ کی صفات کے ساتھ مسلسل : رواۃ کی صفات قولی ہوں گی یا فعلی۔ (۱) رواۃ کی صفات قولی کے ساتھ مسلسل : جیسے وہ حدیث جو سورۃ الصّف پڑھنے کے ساتھ مسلسل ہے۔ یہ حدیث ہر راوی کے یہ کہنے کے ساتھ مسلسل ہے کہ ”فلان نے اسی طرح اس سورت کو پڑھا“۔ علامہ عراقی نے کہا ہے: ”رواۃ کی صفات قولی اور ان کے احوال قولی ایک دوسرے سے قریب ہی نہیں بلکہ ایک ہی جیسے ہیں۔ (۲) رواۃ کی صفات فعلی کے ساتھ مسلسل : جیسے رواۃ کے ناموں کا اتفاق مثلاً محمد نام والے رواۃ کے ساتھ مسلسل یا ان کی صفات کا ایک ہونا جیسے فقہاء یا حفاظ کے ساتھ مسلسل یا ان کی نسبت کا ایک ہونا جیسے دمشقیین یا مصریین۔

شرح :- راویوں کی صفت دو طرح کی ہے: (۱) صفتِ قولی جس میں کوئی قول موجود ہو۔ (۲) صفتِ فعلی جس میں کوئی فعل موجود ہو۔ (۱) صفتِ قولی کے ساتھ مسلسل حدیث کی مثال وہ روایت ہے جس کے ہر راوی نے سورۃ الصف کی تلاوت کر کے کہا کہ فلاں شیخ نے اس کی اسی طرح تلاوت کی۔ چونکہ صفتِ قولی اور حالِ قولی میں فرق بالکل محسوس نہیں ہوتا اس لیے علامہ عراقی نے دونوں کے متماثل کا حکم فرمایا۔ (۲) صفتِ فعلی کے ساتھ مسلسل کی مثال وہ روایت ہوگی جس میں راویوں کے نام ایک ہوں جیسے سب کے نام محمد ہوں تو اس کو مسلسل بالمحمدین کہیں گے۔ اسی طرح ان کی ذاتی صفت کا ایک ہونا مثلاً سب فقہاء ہوں تو اس کو مسلسل بالفقہاء کہیں گے یا ان سب کی نسبت ایک جگہ کی طرف ہو جیسے سب کا مصری یا دمشق ہونا وغیرہ۔

(ج) الْمُسْلَسِلُ بِصِفَاتِ الرَّوَايَةِ : وَصِفَاتِ الرَّوَايَةِ إِمَّا أَنْ تَتَعَلَّقَ بِصَيِّغِ الْإِدَاءِ، أَوْ بِزَمَنِ الرَّوَايَةِ، أَوْ مَكَانِهَا : (۱) الْمُسْلَسِلُ بِصَيِّغِ الْإِدَاءِ : مِثْلَ حَدِيثِ مُسْلَسِلٍ يَقُولُ كُلٌّ مِنْ رُؤَاتِهِ "سَمِعْتُ" أَوْ "أَخْبَرَنَا" . (۲) الْمُسْلَسِلُ بِزَمَانِ الرَّوَايَةِ : كَالْحَدِيثِ الْمُسْلَسِلِ بِرَوَايَتِهِ يَوْمَ الْعِيدِ . (۳) الْمُسْلَسِلُ بِمَكَانِ الرَّوَايَةِ : كَالْحَدِيثِ الْمُسْلَسِلِ بِإِجَابَةِ الدُّعَاءِ فِي الْمُنْتَزَمِ . ۴ - أَفْضَلُهُ : وَأَفْضَلُهُ مَا دَلَّ عَلَى الْإِتِّصَالِ فِي السَّمَاعِ وَعَدَمِ التَّدْلِيلِ . ۵ - مِنْ فَوَائِدِهِ : اِشْتِمَالُهُ عَلَى زِيَادَةِ الضَّبْطِ مِنَ الرَّوَاةِ .

ترجمہ : (ج) روایت کی صفات کے ساتھ مسلسل: روایت کی صفات ادائیگی کے صیغوں یا روایت کے وقت یا جگہ کے ساتھ متعلق ہوں گی۔ (۱) ادائیگی کے صیغوں کے ساتھ مسلسل: جیسے ایک حدیث جو اس کے تمام رواۃ کے "سَمِعْتُ" یا "أَخْبَرَنَا" کہنے کے ساتھ مسلسل ہو۔ (۲) روایت کے وقت کے ساتھ مسلسل: جیسے وہ حدیث جو عید کے دن روایت کرنے کے ساتھ مسلسل ہے۔ (۳) روایت کی جگہ کے ساتھ: جیسے ملتزم میں قبولیت دعا کے ساتھ مسلسل حدیث۔ افضل مسلسل: مسلسلات میں افضل قسم وہ ہے جو سماع میں اتصال اور عدم تدلیس پر دلالت کرے۔ مسلسل کے فوائد میں سے اس کے رواۃ کا زیادتی ضبط پر مشتمل ہونا ہے۔

شرح :- روایت کی صفات کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ جو ادائیگی کے مخصوص صیغوں کی ذ سے مسلسل ہو جیسے سب کا ”سَمِعْتُ“ یا ”أَخْبَرَنَا“ کہنا۔ دوسری وہ جو روایت کے مخصوص وقت کی ذ سے مسلسل ہو جیسے بعض احادیث جو عید کے دن یا عاشوراء کے دن روایت کرنے کے ساتھ مخصوص ہے کہ سب نے اسی دن اس کی روایت کی۔ تیسری قسم وہ جو مخصوص جگہ روایت کرنے کی ذ سے مسلسل ہو جیسے بعض روایات جو ملتزم میں قبولیت دعا کے ساتھ مسلسل ہے۔

چونکہ مسلسلات میں اکثر انقطاع ہوتا ہے اس لیے سب سے بہتر وہ مسلسل ہے جس میں سند متصل کے ساتھ سماع موجود ہو اور تدلیس بھی نہ ہو۔ حدیث مسلسل اس بات کی بھی نشاندہی کرتی ہے کہ اس کے تمام رداۃ نے اچھی طرح سند اور متن کو یاد رکھا ہے کیونکہ وہ ان تمام احوال و صفات کا اہتمام کرنے والے ہیں جو ان کے شیوخ سے منقول تھے، اور کوئی بات وہ بھولے نہیں ہیں، اسی لیے جب سند میں کہیں انقطاع نہیں ہوگا تو یہ کامل ضبط کی قوی علامت ہوگی۔

۶ - هَلْ يُشْتَرَطُ وَجُودُ التَّسْلُسِ فِي جَمِيعِ الْإِسْنَادِ؟ لَا يُشْتَرَطُ ذَلِكَ، فَقَدْ يَنْقَطِعُ التَّسْلُسُ فِي وَسْطِهِ أَوْ آخِرِهِ، لَكِنْ يَقُولُونَ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ: ”هَذَا مُسْلَسٌ إِلَى فَلَانٍ“۔ ۷ - لَا ارْتِبَاطَ بَيْنَ التَّسْلُسِ وَالصَّحَّةِ: فَقَلَّمَا يَسْلَمُ الْمُسْلَسُ مَنْ خَلَّلَ فِي التَّسْلُسِ أَوْ ضَعُفَ وَإِنْ كَانَ أَصْلُ الْحَدِيثِ صَحِيحًا مِنْ غَيْرِ طَرِيقِ التَّسْلُسِ ۸ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ: (أ) الْمُسْلَسَاتُ الْكُبْرَى، لِلْسَّيُوطِيِّ، وَقَدْ اشْتَمَلَتْ عَلَى ۸۵ حَدِيثًا. (ب) الْمَنَاهِلُ السُّلْسَلَةُ فِي الْأَحَادِيثِ الْمُسْلَسَةِ، لِمُحَمَّدِ عَبْدِ الْبَاقِي الْأَيُّوبِيِّ، وَقَدْ اشْتَمَلَتْ عَلَى ۲۱۲ حَدِيثًا.

ترجمہ : کیا پوری سند میں تسلسل کا وجود شرط ہے؟ یہ شرط نہیں چنانچہ کبھی سند کے درمیان یہ اس کے آخر میں تسلسل ٹوٹ بھی جاتا ہے مگر ایسے موقع پر وہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ”یہ حدیث فلاں راوی تک مسلسل ہے“۔ تسلسل اور صحت کے درمیان کوئی ربط نہیں کیونکہ کم ہی کوئی مسلسل تسلسل کے دوران کسی حرابی یا کمزوری سے محفوظ رہتی ہے اگرچہ اصل حدیث تسلسل کے بغیر طریق سے صحیح ہوگی۔ اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف: (أ) المسلسلات الکبریٰ جو امام سیوطی کی تصنیف

ہے اور ۸۵ حدیثوں پر مشتمل ہے۔ (ب) المناہل السلسلۃ فی الأحادیث المسلسلۃ جو محمد عبد الباقی ایوبی کی تصنیف ہے اور ۲۱۲ حدیثوں پر مشتمل ہے۔

شرح :- یہ ضروری نہیں کہ مسلسل حدیث کے تمام رواۃ اس صفت یا حالت پر قائم رہے ہوں چنانچہ اکثر کسی راوی پر پہنچ کر ان کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اور ایسے موقع پر محدثین یہ کہہ کر وضاحت کر دیا کرتے ہیں کہ یہ حدیث فلاں راوی تک ہی مسلسل ہے۔ ایک اور اہم مسئلہ وہ یہ ہے کہ حدیث کے مسلسل ہونے اور صحیح ہونے کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ جو حدیث مسلسل ہو وہ صحیح بھی ہوگی کیونکہ سند میں کبھی کوئی ضعف یا خلل واقع ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے سند مسلسل کے ساتھ تو وہ حدیث صحیح نہیں کہلاتی مگر دوسری سند سے وہی حدیث صحیح ہو کر وارد ہوتی ہے، اس طرح حدیث فی نفسہ صحیح ہوتی ہے کیونکہ کسی سند صحیح کے ساتھ بھی مروی ہے مگر اس کی تسلسل والی سند ضعیف ہوتی ہے۔

رَوَايَةُ الْكَبِيرِ عَنِ الْأَصَاغِرِ

۱ - تَعْرِيفُهُ: (أ) لُغَةً: الْكَبِيرُ جَمْعُ "كَبَرٍ" وَالْأَصَاغِرُ جَمْعُ "أَصْغَرَ" وَالْمَعْنَى: رَوَايَةُ الْكَبَارِ عَنِ الصَّغَارِ. (ب) إِصْطِلَاحًا: رَوَايَةُ الشَّخْصِ عَمَّنْ هُوَ دُونَهُ فِي السِّنِّ وَالطَّبَقَةِ، أَوْ فِي الْعِلْمِ وَالْحِفْظِ. ۲ - شَرْحُ التَّعْرِيفِ: أَيُّ أَنَّ يَرْوِي الرَّاويُّ عَنْ شَخْصٍ هُوَ أَصْغَرُ مِنْهُ سِنًا وَأَدْنَى طَبَقَةً، وَالذَّنُّ فِي الطَّبَقَةِ كَرَوَايَةِ الصَّحَابَةِ عَنِ التَّابِعِينَ وَنَحْوِ ذَلِكَ. أَوْ يَرْوِي عَمَّنْ هُوَ أَقَلُّ مِنْهُ عِلْمًا وَحِفْظًا، كَرَوَايَةِ عَالِمٍ حَافِظٍ عَنْ شَيْخٍ وَلَوْ كَانَ ذَاكَ الشَّيْخُ كَبِيرًا فِي السِّنِّ، هَذَا وَيَنْبَغِي التَّنْبِيهُ إِلَى أَنَّ الْكَبَرَ فِي السِّنِّ أَوْ الْقَدَمِ فِي الطَّبَقَةِ وَخِذْهُ، أَيُّ بِدُونِ الْمَسَاوَاةِ فِي الْعِلْمِ عَمَّنْ يَرْوِي عَنْهُ لَا يَكْفِي لِأَنَّ يُسَمَّى رَوَايَةَ كَبِيرٍ عَنْ أَصَاغِرٍ.

ترجمہ : بڑوں کا چھوٹوں سے روایت کرنا۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے اکابر، اکبر کی جمع ہے اور اصاغر، اصغر کی جمع ہے اور مطلب بڑوں کا چھوٹوں سے روایت نقل کرنا ہے۔

(ب) اصطلاح کے اعتبار سے: ایک شخص کا اپنے سے عمر اور طبقہ میں یا علم اور حفظ میں کم درجہ شخص سے روایت کرنا۔ تعریف کی تشریح: یعنی راوی ایک ایسے شخص سے روایت کرے جو اس سے عمر میں چھوٹا اور طبقہ میں نیچے ہو۔ طبقہ میں نیچے ہونا جیسے صحابہ کرامؓ کا تابعینؒ سے روایت کرنا وغیرہ، یا راوی اس سے روایت کرے جو علم اور حفظ میں اس سے کم ہو جیسے ایک عالم و حافظ کا کسی (عام) شیخ سے روایت کرنا اگرچہ وہ شیخ عمر میں بڑا ہو۔ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اپنے مروی عنہ (شیخ) سے صرف عمر میں بڑا ہونا یا طبقہ میں پہلے ہونا یعنی علم میں برابری کے بغیر، یہ کہلانے کے لیے کافی نہیں کہ وہ اکابر کی اصاغر سے روایت ہے، آگے آنے والی مثالوں سے اس کی وضاحت ہو جائے گی۔

نہجہ: - اکابر جمع ہے جس کا واحد اکبر ہے بمعنی بڑا اور اصاغر بھی جمع ہے جس کا واحد اصغر ہے بمعنی چھوٹا یعنی بڑے لوگ اپنے سے چھوٹے لوگوں سے روایت کریں۔ اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے سے کم عمر یا نیچے طبقہ والے سے روایت کرے یا کوئی عالم و حافظ غیر عالم و حافظ سے روایت کرے۔ مصنف نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ اگر راوی اپنے سے کم عمر سے روایت کرے تو فقط اس وجہ سے اس کا اصطلاحی نام روایت الاکابر عن الاصاغر نہیں ہوگا بلکہ یہ ضروری ہے کہ عمر میں بڑے چھوٹے ہونے کے باوجود علم اور حفظ میں برابری ہونی چاہیے یعنی جیسے راوی عالم و حافظ ہے اسی طرح مروی عنہ بھی عالم و حافظ ہو، آگے اس کی مثالیں پیش ہیں۔

۳ - أَقْسَامُهُ وَأَمْثَلُهَا : يُمَكِّنُ أَنْ نَقْسِمَ رِوَايَةَ الْأَكْبَارِ عَنِ الْأَصَاغِرِ إِلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ وَهِيَ : (أ) أَنْ يَكُونَ الرَّاَوِي أَكْبَرَ سِنًا وَأَقْدَمَ طَبَقَةً مِنَ الْمَرْوِيِّ عَنْهُ (أَيَّ مَعَ الْعِلْمِ وَالْحِفْظِ أَيْضًا) . (ب) أَنْ يَكُونَ الرَّاَوِي أَكْبَرَ قَدْرًا - لَا سِنًا - مِنَ الْمَرْوِيِّ عَنْهُ ، كَحَافِظٍ عَالِمٍ عَنْ شَيْخٍ كَبِيرٍ غَيْرِ حَافِظٍ ، مِثْلَ : رِوَايَةِ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ . (ج) أَنْ يَكُونَ الرَّاَوِي أَكْبَرَ سِنًا وَقَدْرًا مِنَ الْمَرْوِيِّ عَنْهُ أَيْ أَكْبَرَ وَأَعْلَمَ مِنْهُ . مِثْلَ : رِوَايَةِ الْبَرْقَانِيِّ عَنِ الْخَطِيبِ .

د۔ رحمہ: اس کی قسمیں اور مثالیں: یہ ممکن ہے کہ ہم روایت الاکابر عن الاصاغر کو تین قسموں میں تقسیم کر دیں اور وہ یہ ہیں: (ا) راوی اپنے مروی عنہ سے عمر میں بڑا اور طبقہ میں مقدم ہو (یعنی علم

اور حفظ کے ساتھ)۔ (ب) راوی اپنے مروی عنہ سے قدر و منزلت میں بڑا ہو، عمر میں نہیں جیسے ایک حافظ و عالم کسی غیر حافظ عمر دراز شیخ سے روایت کرے مثلاً امام مالکؒ کی عبد اللہ بن دینارؒ سے روایت۔ (ج) راوی عمر اور قدر و منزلت میں مروی عنہ سے بڑا ہو یعنی عمر میں بڑا اور علم میں زیادہ ہو جیسے برقانی کی خطیب سے روایت۔

شرح:۔ امام مالکؒ حافظ اور فقیہ ہیں اور عبد اللہ بن دینارؒ امام مالکؒ سے عمر میں بڑے ہیں لیکن امام و حافظ نہیں۔ اسی طرح برقانیؒ اپنے شاگرد خطیب بغدادیؒ سے زیادہ عالم اور عمر میں بڑے ہیں۔

۴ - مِنْ رِوَايَةِ الْأَكْبَرِ عَنِ الْأَصَاغِرِ : (أ) رِوَايَةُ الصَّحَابَةِ عَنِ التَّابِعِينَ : كَرِوَايَةِ الْعَبَادِلَةِ وَغَيْرِهِمْ عَنْ كَعْبِ الْأَحْبَارِ . (ب) رِوَايَةُ التَّابِعِيِّ عَنْ تَابِعِيهِ : كَرِوَايَةِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ مَالِكٍ .

ترجمہ:۔ روایت الاکابر عن الاصاغر میں سے (ا) صحابہ کرامؓ کا تابعین سے روایت کرنا جیسے عبادلہ وغیرہ کا کعب احبارؒ سے روایت کرنا۔ (ب) اور تابعی کا اپنے تابعی سے روایت کرنا جیسے یحییٰ بن سعید انصاریؒ کا امام مالکؒ سے روایت کرنا۔

شرح:۔ (۱) عبادلہ، عبد اللہ کی خلاف قیاس مگر کثیر الاستعمال جمع ہے۔ صحابہ کرامؓ میں عبد اللہ بن عمروؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ، عبد اللہ بن عباسؓ کو عبادلہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ عبادلہ میں شامل نہیں بلکہ ان سے بلند ہیں۔ عبادلہ اور ان کے علاوہ انسؓ، ابو ہریرہؓ، معاویہؓ وغیرہ کئی صحابہؓ نے کعب احبارؒ سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں، ان میں سے اکثر کا تعلق سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں کی حکایات سے ہے۔ کعب احبارؒ تابعی ہیں اور تو رات کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ (۲) بعض اوقات تابعین اپنے ہی شاگرد یعنی تبع تابعین سے روایت کر لیا کرتے تھے جیسے یحییٰ بن سعید انصاریؒ اور امام زہریؒ وغیرہ امام مالکؒ سے بعض حدیثوں کے راوی ہیں۔ امام مالکؒ کا شمار تبع تابعین میں ہوتا ہے۔ ائمہ اربعہؒ میں صرف امام ابو حنیفہؒ کو تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے، اس لیے کہ آپؒ نے حضرت انسؓ وغیرہ چند صحابہ کرامؓ کی زیارت کی ہے۔

۵ - مِنْ قَوَائِدِهِ : (أ) أَلَّا يُتَوَهَّمَنَّ أَنَّ الْمَرْوِيَّ عَنْهُ أَفْضَلُ وَأَكْبَرُ مِنَ الرَّائِي لِكَوْنِهِ الْأَغْلَبَ . (ب) أَلَّا يُظَنَّ أَنَّ فِي السَّنَدِ انْقِلَابًا ، لِأَنَّ الْعَادَةَ جَرَتْ بِرَوَايَةِ الْأَصَاغِرِ عَنِ الْأَكَابِرِ . ۶ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : كِتَابُ ” مَا رَوَاهُ الْكِبَارُ عَنِ الصَّغَارِ وَالْآبَاءُ عَنِ الْإِبْنَاءِ “ لِلْحَافِظِ أَبِي يَعْقُوبَ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْوَرَّاقِ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ۴۰۳ هـ .

ترجمہ: اس کے چند فوائد: (أ) مروی عنہ کے راوی سے افضل و اکبر ہونے کا وہم نہ ہونا کیونکہ اکثر ایسا ہی ہے۔ (ب) سند میں الٹ پھیر ہونے کا گمان نہ ہونا اس لیے کہ چھوٹوں کے بڑوں سے روایت کرنے کا رواج عام ہے۔ اس بارے میں زیادہ مشہور تصنیف: کتاب ” ما رواہ الکبار عن الصغار والآباء عن الابناء “ جو حافظ ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم وراق متوفی سنہ ۴۰۳ھ کی ہے۔

شرح: - روایت الا کابر عن الا صاغر کے دو فوائد مذکور ہیں: (۱) عموماً کم درجے کا شخص اپنے سے بلند رتبہ شخص سے روایت کرتا ہے اس لیے جس کو روایت الا کابر کا پتہ نہیں ہوگا وہ یہی سمجھے گا کہ شاید راوی اپنے مروی عنہ سے رتبہ میں کم ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا، اور جس کو روایت الا کابر کا علم ہوگا وہ اس طرح کے وہم کا شکار نہیں ہوگا۔ (۲) چونکہ عادتاً چھوٹے ہی بڑے سے روایت کرتے ہیں تو کوئی یہ گمان بھی کر سکتا ہے کہ شاید سند میں قلب واقع ہوا ہے اسی لیے بڑا شخص راوی اور چھوٹا مروی عنہ بن گیا لیکن روایت الا کابر کے علم ہونے سے یہ گمان واقع نہیں ہوگا۔

رَوَايَةُ الْآبَاءِ عَنِ الْإِبْنَاءِ

۱ - تَعْرِيفُهُ : أَنْ يُوجَدَ فِي سَنَدِ الْحَدِيثِ أَبٌ يَرَوِي الْحَدِيثَ عَنْ ابْنِهِ . ۲ - مِثَالُهُ حَدِيثُ رَوَاهُ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنْ ابْنِهِ الْفَضْلِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ . ۳ - مِنْ قَوَائِدِهِ : أَلَّا يُظَنَّ أَنَّ فِي السَّنَدِ انْقِلَابًا أَوْ خَطَأً لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنْ يَرَوِيَ الْإِبْنُ عَنْ أَبِيهِ وَهَذَا النَّوعُ مَعَ الَّذِي قَبْلَهُ يَدُلُّ عَلَى تَوَاضُعِ الْعُلَمَاءِ ، وَأَخَذِهِمُ الْعِلْمَ مِنْ أَيِّ شَخْصٍ ، وَإِنْ كَانَ ذُوْنَهُمْ فِي الْقَدْرِ وَالسِّنِّ .

۴- اَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : كِتَابُ ”رَوَايَةِ الْآبَاءِ عَنِ الْآبْنَاءِ“ لِلْخَطِيبِ الْبَغْدَادِيِّ.

تہ - ترجمہ : آباء کی بیٹوں سے روایت۔ اس کی تعریف: یہ کہ حدیث کی سند میں ایک باپ ہو جو اپنے بیٹے سے روایت کر رہا ہو۔ اس کی مثال: ایک حدیث جسے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اپنے فرزند فضلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ کے مقام پر دو نمازیں اکٹھی ادا فرمائیں۔ اس کے فوائد میں سے یہ ہے کہ سند میں اُلٹ پھیر یا غلطی کا خیال نہ کیا جائے کیونکہ اصل بیٹے کا اپنے والد سے روایت کرنا ہے، اور یہ قسم بمعہ اس سے پہلی قسم کے علماء کے انکساری اختیار کرنے اور کسی بھی شخص سے اگرچہ وہ قدر و منزلت اور عمر میں ان سے کم کیوں نہ ہو، علم حاصل پر دلالت کرتا ہے۔ اس بارے میں زیادہ مشہور تصنیف: ”روایۃ الآباء عن الابناء“ ہے جو خطیب بغدادیؒ کی ہے۔

شرح :- عنوان باعتبار لغت واضح ہے اور اصطلاحی تعریف کی رو سے روایۃ الآباء کا مطلب یہ ہے کہ سند میں کبھی کسی والد کا ذکر ہوتا ہے جو اپنے ہی بیٹے سے روایت کر رہا ہوتا ہے تو اس کا نام روایت الآباء عن الابناء رکھا جاتا ہے۔ اس کی مثال مذکورہ بالا حدیث ہے جس میں حضرت عباسؓ اپنے ہی بیٹے یعنی فضلؓ سے روایت کر رہے ہیں۔

اس فن کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ سند میں کوئی قلب یا غلطی واقع نہیں ہوئی بلکہ سند اپنی اصل پر ہے، چونکہ عادت کے مطابق بیٹا، باپ سے روایت کرتا ہے مگر اس قسم میں باپ، بیٹے سے روایت کرتا ہے تو یہ خیال پیدا ہونے کا غالب گمان ہے کہ باپ کو مروی عنہ اور بیٹے کو راوی سمجھ کر سند میں قلب یا راوی سے غلطی ہونے کا خیال کر لیا جائے، لیکن جب روایۃ الآباء کا علم ہوگا تو اس خیال سے حفاظت نصیب ہو جائے گی۔ اسی سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ علماء کرام علم کے حصول میں کس قدر منکسر المزاج اور متواضع تھے کہ وہ اپنے سے چھوٹے سے یا بیٹوں سے بھی حصول میں عار محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ ہر طرح ہر شخص سے علم حاصل کر لیا کرتے تھے۔

☆☆☆☆

☆☆

رَوَايَةُ الْأَبْنَاءِ عَنِ الْآبَاءِ

۱ - تَعْرِيفُهُ : أَنْ يُوجَدَ فِي سَنَدِ الْحَدِيثِ ابْنٌ يَرْوِي الْحَدِيثَ عَنْ أَبِيهِ فَقَطْ ، أَوْ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ . ۲ - أَهْمُّهُ : وَأَهَمُّ هَذَا النَّوعِ مَا لَمْ يُسَمَّ فِيهِ الْآبُ أَوْ الْجَدُّ ، لِأَنَّهُ يَحْتَاجُ إِلَى الْبَحْثِ لِمَعْرِفَةِ اسْمِهِ . ۳ - أَنْوَاعُهُ : هُوَ نَوَعَانِ : (أ) رَوَايَةُ الرَّاَوِي عَنْ أَبِيهِ فَحَسَبُ (أَيُّ بَدُونِ الرِّوَايَةِ عَنِ الْجَدِّ) وَهُوَ كَثِيرٌ . مِثَالُهُ : رَوَايَةُ أَبِي الْعُشْرَاءِ عَنْ أَبِيهِ . (ب) رَوَايَةُ الرَّاَوِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ ، أَوْ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ فَمَا فَوْقَهُ . مِثَالُهُ : رَوَايَةُ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ .

ق۔ رحمہ : بیٹوں کا آباء سے روایت کرنا۔ اس کی تعریف: سندِ حدیث میں ایسے بیٹے کا پایا جانا جو صرف اپنے باپ سے یا باپ کے واسطے سے دادا سے روایت کرتا ہو۔ اس کی اہم صورت: اس قسم کی اہم صورت وہ ہے جس میں باپ یا دادا کا نام نہ لیا جائے کیونکہ اس کے نام کی معرفت کے لیے بحث کرنی پڑتی ہے۔ اس کی قسمیں: یہ دو قسمیں ہیں۔

(أ) راوی کا اپنے باپ سے روایت کرنا اور بس (یعنی دادا سے روایت نہ کرے) اور ایسا بہت ہے۔ اس کی مثال: ابوالعشراء کی اپنے والد سے روایت۔ (ب) راوی کی اپنے والد سے روایت جو وہ اس کے دادا سے یا اس سے بھی اوپر سے روایت کرے۔ اس کی مثال: عمرو بن شعیب کا اپنے والد سے اور ان کا اپنے دادا سے روایت کرنا۔

شرح۔ :- روایت الابناء عن الآباء کی اہم صورت وہ جس میں راوی کے والد یا دادا کا نام نہ کور نہ ہو، اس لیے کہ پھر اس کا نام تلاش کرنے کے لیے تحقیق کرنی پڑتی ہے۔ روایت الابناء کی دو قسمیں ہیں: (۱) پہلی قسم: راوی صرف اپنے والد سے روایت کرے مثلاً ابوالعشراء عن ابیہ عن رسول اللہ ﷺ۔ ابوالعشراء ایک تابعی ہیں اور ان کے والد صحابی ہیں لیکن دونوں کے نام میں مختلف اقوال ہیں: بعض حضرات اسامہ بن قہطم بتاتے ہیں، بعض دوسرے یسار بن برز، ایک قول کے مطابق والد کا نام بلز ہے اور ایک قول کے مطابق عطار دہے۔ راجح قول کے مطابق آپ کا نام اسامہ بن مالک ہے۔

(۲) دوسری قسم: راوی اپنے والد سے اور وہ راوی کے دادا سے یا اپنے دادا سے روایت کرے، کبھی تو یہ سلسلہ مختصر ہوتا ہے اور کبھی اوپر تک چلا جاتا ہے۔ اس کی مثال جیسے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن رسول اللہ ﷺ۔ ان کا سلسلہ نسب یوں ہے: عمرو بن شعیب بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عاص۔ عبد اللہ بن عمرو مشہور صحابی ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عمروؓ تو اپنے والد شعیبؓ سے نقل کر رہے ہیں لیکن ان کے والد کس سے نقل کر رہے ہیں؟ سند میں ”عن جدہ“ (وہ اس کے دادا سے یا اپنے دادا سے) میں دونوں احتمال موجود ہیں۔ اگر جدہ کی مضاف الیہ ضمیر کا مرجع خود عمروؓ ہیں تو جد سے مراد محمد بن عبد اللہؓ ہیں، چونکہ محمد تابعی ہیں۔ اس صورت میں یہ حدیث مرسل ہو جائے گی کیونکہ صحابیؓ کا ذکر نہیں ہے۔ اگر جدہ کی ضمیر شعیبؓ کی طرف لوٹے تو مطلب ہوگا: شعیبؓ اپنے دادا سے جو کہ عبد اللہؓ ہیں، روایت کرتے ہیں، اس طرح حدیث متصل ہو جائے گی اس لیے کہ عبد اللہؓ تو صحابی ہیں اور ان کا موجود ہے۔ محدثین نے تتبع اور تلاش کے بعد یہ فیصلہ دیا ہے کہ شعیبؓ اپنے دادا سے ہی روایت کرتے ہیں لہذا عمرو بن شعیبؓ کی روایات متصل ہیں، مرسل نہیں۔

۴۔ من فوائدہ: (أ) اَلْبَحْثُ لِمَعْرِفَةِ اسْمِ الْآبِ أَوِ الْجَدِّ إِذَا لَمْ يُصَرَّحْ بِاسْمِهِ .
(ب) بَيَانُ الْمُرَادِ مِنَ الْجَدِّ ، هَلْ جَدُّ الْإِبْنِ أَوْ جَدُّ الْآبِ . ۵۔ أَشْهُرُ الْمَصْنَفَاتِ فِيهِ: (أ) رِوَايَةُ الْأَنْبَاءِ عَنْ آبَائِهِمْ ، لِأَبِي نَصْرِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدِ الْوَائِلِيِّ . (ب) جُزْءٌ مِّنْ رَّوَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ ، لِابْنِ أَبِي خَيْثَمَةَ . (ج) كِتَابُ الْوَشْيِ الْمُعْلَمُ فِي مَنْ رَّوَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، لِلْحَافِظِ الْعَلَائِيِّ .

فقہ - ترجمہ: اس کے چند فوائد: (أ) باپ یا دادا کا نام معلوم کرنے کے لیے تحقیق کرنا جب اس کے نام کی صراحت نہ کی گئی ہو۔ (ب) دادا سے مراد شخص کی وضاحت ہو جانا کہ وہ بیٹے کا دادا ہے یا باپ کا دادا۔ اس سلسلے میں زیادہ مشہور تصانیف: (أ) رِوَايَةُ الْأَنْبَاءِ عَنْ آبَائِهِمْ، جو ابو نصر عبید اللہ بن سعید وائلی کی ہے۔ (ب) جزء من روى عن أبيه عن جدّه، جو ابن ابی خيثمہ کی ہے۔ (ج) کتاب الوشی المعلم فی من روى عن أبيه عن جدّه عن النبي ﷺ، جو حافظ علائی کی ہے۔

نکۃ ۱:- اس قسم سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں: (۱) جب باپ یا دادا کا نام مذکور نہ ہو تو ناموں کے تعین کے لیے تحقیق کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جس سے مزید علم حاصل ہوتا ہے۔ (۲) یہ واضح ہو جاتا ہے کہ راوی کی مراد ”عن جدہ“ سے دادا ہے یا پر دادا یعنی راوی کے دادا مراد ہیں یا باپ کے دادا، کیونکہ جدہ میں ضمیر کا مرجع دونوں میں سے کوئی بھی ہو سکتا ہے۔

الْمُدَبَّجُ وَرِوَايَةُ الْأَقْرَانِ

۱- تَعْرِيفُ الْأَقْرَانِ : (أ) لُغَةً : الْأَقْرَانُ جَمْعُ "قَرِينٍ" بِمَعْنَى الْمُصَاحِبِ ، كَمَا فِي الْقَامُوسِ . (ب) إِصْطِلَاحًا : الْمُتَقَارِبُونَ فِي السِّنِّ وَالْإِسْنَادِ . ۲- تَعْرِيفُ رِوَايَةِ الْأَقْرَانِ : أَنْ يَرَوِيَ أَحَدُ الْقَرِينَيْنِ عَنِ الْآخَرِ . مِثْلُ : رِوَايَةِ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ مِسْعَرِ بْنِ كِدَامٍ ، فَهُمَا قَرِيبَانِ ، لَكِنْ لَا نَعْلَمُ لِمِسْعَرٍ رِوَايَةً عَنِ التَّيْمِيِّ .

نکۃ ۲:- مدبج اور روایت الاقران۔ اقران کی تعریف: (أ) اقران، قرین کی جمع ہے بمعنی ساتھی، جیسا کہ قاموس میں ہے۔ (ب) اصطلاحی اعتبار سے: عمر اور اسناد میں باہم قریب لوگ۔ روایت الاقران کی تعریف: ایک ساتھی کا دوسرے سے روایت کرنا۔ جیسے سلیمان تیمی کا مسعر بن کدام سے روایت کرنا کیونکہ دونوں ساتھی ہیں مگر ہمیں تیمی کی مسعر سے روایت کا علم نہیں۔

نکۃ ۳:- اقران، قرین کی جمع ہے جس کے معنی ساتھی کے آتے ہیں۔ روایت الاقران کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی زمانہ یا طبقہ کا ایک شخص، اسی زمانہ یا طبقہ کے دوسرے شخص سے روایت کرے۔ اس کی مثال جیسے سلیمان تیمی اپنے ہم عصر مسعر سے روایت کرے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ ہمیں مسعر کا سلیمان تیمی سے روایت کرنا معلوم نہیں لیکن امام دارقطنی نے ان کی تیمی سے روایت ذکر کی ہے۔ نیز روایت الاقران میں دونوں راویوں کا ایک دوسرے سے روایت کرنا ضروری نہیں ہوتا، بلکہ ایک قرین کا دوسرے قرین سے روایت کر لینا ہی ”روایت الاقران“ کے لیے کافی ہے جیسا کہ اس کی تعریف سے ظاہر ہے، اور دونوں کا روایت کرنا ”مدبج“ کہلاتا ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ لہذا اگر صرف تیمی ہی اپنے ہم عصر مسعر سے روایت نقل کرے تو یہ بھی ”روایت الاقران“ کی مثال

بن سکتی ہے پھر اشکال کی حاجت نہیں۔

۳ - تَعْرِيفُ الْمُدْبَجِ : (أ) لُغَةً : اِسْمٌ مَفْعُولٍ مِنْ "التَّدْبِجِ" بِمَعْنَى التَّرْزِينِ ، وَالتَّدْبِجُ مُشْتَقٌّ مِنْ دِيْبَا جَتِي الْوَجْهِ أَيْ الْخَدَّيْنِ ، وَكَأَنَّ الْمُدْبَجَ سُمِّيَ بِذَلِكَ لِتَسَاوِي الرَّائِي وَالْمَرْوِي عَنْهُ ، كَمَا يَتَسَاوَى الْخَدَّانِ . (ب) اِصْطِلَاحًا : أَنَّ يَرْوِي الْقَرِيبَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَنِ الْآخَرِ . ۴ - أَمْثَلَةُ الْمُدْبَجِ : (۱) فِي الصَّحَابَةِ : رِوَايَةُ عَائِشَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، وَرِوَايَةُ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ . (۲) فِي التَّابِعِينَ : رِوَايَةُ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ ، وَرِوَايَةُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنِ الزُّهْرِيِّ . (۳) فِي أَتْبَاعِ التَّابِعِينَ : رِوَايَةُ مَالِكٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ، وَرِوَايَةُ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ مَالِكٍ . ۵ - مِنْ فَوَائِدِهِ : (أ) أَلَّا يُظَنَّ الزِّيَادَةُ فِي الْإِسْنَادِ . (ب) أَلَّا يُظَنَّ اِبْدَالُ "عَنْ" بِ"الْوَاوِ" . ۶ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : (۱) الْمُدْبَجُ ، لِلدَّارَقُطْنِيِّ . (۲) رِوَايَةُ الْأَقْرَانِ ، لِأَبِي الشَّيْخِ الْأَصْبَهَانِيِّ .

تہ۔ ترجمہ: مدبج کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے یہ تدبج بمعنی مزین کرنا، سے اسم مفعول ہے اور تدبج، چہرے کے دیباچ یعنی رخساروں سے مشتق ہے، گویا مدبج کا یہ نام اس لیے پڑا کہ راوی اور مروی عنہ اسی طرح برابر ہو جاتے ہیں جس طرح دونوں رخسار برابر ہوتے ہیں۔

(ب) اصطلاحی اعتبار سے: دو ساتھیوں کا ایک دوسرے سے روایت کرنا۔ مدبج کی مثالیں: (۱) صحابہ کرام میں حضرت عائشہ کا حضرت ابو ہریرہ سے اور حضرت ابو ہریرہ کا حضرت عائشہ سے روایت کرنا۔ (۲) تابعین میں زہری کا عمر بن عبد العزیز سے اور عمر بن عبد العزیز کا زہری سے روایت کرنا۔ (۳) تبع تابعین میں: امام مالک کا اوزاعی سے اور اوزاعی کا امام مالک سے روایت کرنا۔ اس کے چند فوائد: (أ) سند میں زیادتی نہ خیال کی جائے۔ (۲) "عن" کے "واو" سے بدلنے کا گمان نہ ہونا۔ اس بارے میں مشہور تصانیف: (۱) المدبج جو امام دارقطنی کی ہے (۲) روایۃ الاقران جو ابوالشیخ اصفہانی کی ہے۔

شرح۔ - چہرے کے دونوں اطراف رخسار کو عربی میں دیباچ کہتے ہیں، اسی دیباچ سے تدبج

ماخوذ ہے کیونکہ جس طرح دونوں رُخسار برابر ہیں، اسی طرح مدح کے راوی بھی عمر اور طبقہ میں برابر ہوتے ہیں۔ اصطلاح کے اعتبار سے ایک ہی زمانے کے دو رواۃ کا ایک دوسرے سے روایت کرنا۔ روایت الاقران اور مدح کو پہچاننے کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ کوئی یہ گمان نہیں کر سکے گا کہ شاید ایک راوی کا ذکر سند میں کسی طرف سے زیادتی ہے یعنی اصل تو یہ ہے کہ شاگرد اپنے استاد سے روایت کرے لیکن مذکورہ قسم میں ایک ساتھی دوسرے ساتھی سے روایت کر رہا ہے تو شاید بعد کے رواۃ میں سے کسی نے اس سند میں اضافہ کر دیا ہے لیکن جب یہ پتہ ہوگا کہ یہاں واقعہ ایک ساتھی نے دوسرے ساتھی سے روایت کی ہے تو اس طرح گمان کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔ دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ کوئی سند کے ”عن“ کو ”واو“ بدلنے کا خیال نہیں کرے گا یعنی کوئی یہ خیال کر سکتا ہے کہ چونکہ یہ دونوں ساتھی ہیں اس لیے انہوں نے مل کر یہ حدیث سنی ہوگی پس وہ سند میں موجود ”عن“ کو ”واو“ سے بدلنا چاہے گا کیونکہ ”عن“ راوی اور مروی عنہ کو ظاہر کرتا ہے اور ”واو“ دونوں کے اشتراک فی الروایۃ کا پتہ دیتی ہے مثلاً ”ابو ہریرہ عن عائشہ“ میں جس کو روایت الاقران کا علم نہیں ہوگا وہ یہ سمجھے گا کہ ابو ہریرہ اور عائشہ دونوں نے یہ حدیث آنحضرت ﷺ سے سنی ہوگی، اس طرح وہ ”عن“ کو ”واو“ سے بدل سکتا ہے لیکن جب مذکورہ قسم کا علم ہوگا تو وہ ہرگز ایسا نہیں کرے گا۔

السَّابِقُ وَاللَّاحِقُ

۱ - تَعْرِيفُهُ: (أ) لُغَةً: السَّابِقُ اسْمُ فَاعِلٍ مِنَ "السَّبَقِ" بِمَعْنَى الْمُتَقَدِّمِ، وَاللَّاحِقُ اسْمُ فَاعِلٍ مِنَ "اللَّحَاقِ" بِمَعْنَى الْمُتَأَخِّرِ، وَالْمُرَادُ بِذَلِكَ: الرَّاَوِي الْمُتَقَدِّمُ مَوْتًا، وَالرَّاَوِي الْمُتَأَخِّرُ مَوْتًا. (ب) إِصْطِلَاحًا: أَنْ يَشْتَرِكَ فِي الرِّوَايَةِ عَنْ شَيْخٍ اِثْنَانِ تَبَاعَدَ مَا بَيْنَ وَفَاتَيْهِمَا. ۲ - مِثَالُهُ: (أ) مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ السَّرَّاجُ، اِشْتَرَكَ فِي الرِّوَايَةِ عَنْهُ الْبُخَارِيُّ وَالْخَفَّافُ، وَبَيْنَ وَفَاتَيْهِمَا مِائَةٌ وَسَبْعٌ وَثَلَاثُونَ سَنَةً أَوْ أَكْثَرُ.

ترجمہ: سابق ولاحق۔ اس کی تعریف: (ا) لغت کے اعتبار سے: سابق، السبق سے اسم فاعل ہے بمعنی آگے ہونے والا اور لاحق، لحاق سے اسم فاعل ہے بمعنی پیچھے آنے والا۔ اس سے مراد وہ

راوی ہے جو وفات میں پہلے ہو اور وہ راوی ہے جو وفات میں پیچھے ہو۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: دوایسے راویوں کا جن کی وفات کے درمیان بہت فاصلہ ہو، کسی شیخ سے روایت کرنے میں شریک ہو جانا۔ اس کی مثال: (أ) محمد بن اسحاق سرّاج، ان سے روایت کرنے میں بخاری و خفاف شریک ہیں اور ان کی وفات کے درمیان ایک سو سونتیس سال یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہے۔

نکات: - سابق کے معنی آگے ہونے والا یعنی جس کی وفات پہلے ہوئی اور لاحق پیچھے آنے والا یعنی جس کی وفات دیر سے ہوئی۔ اصطلاح کے اعتبار سے ایک ہی شیخ کے دو شاگردوں کی سن وفات کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ پایا جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال تو محمد بن اسحاق سرّاج ہیں جن کی پیدائش ۲۱۶ھ کی ہے اور وفات ۳۱۳ھ میں ہوئی، اس طرح آپ ۹۷ برس زندہ رہے۔

امام بخاریؒ اور امام ابوالحسین خفافؒ دونوں نے محمد بن اسحاق سرّاجؒ سے روایت لی ہے لیکن ان دونوں کی وفات کے درمیان تقریباً ۱۳۷ سال کا فرق ہے، اس لیے کہ امام بخاریؒ کی وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی اور امام خفافؒ کی وفات ۳۹۳ھ میں، تو امام بخاریؒ یہاں پر سابق ہیں اور خفافؒ لاحق ہیں اور انہیں ایک ہی استاذ اس وجہ سے نصیب ہوا کہ اس کی عمر طویل تھی۔

(ب) الْإِمَامُ مَالِكُ : اِشْتَرَكَ فِي الرِّوَايَةِ عَنْهُ الزُّهْرِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ السَّهْمِيُّ ، وَبَيْنَ وَفَاتَيْهِمَا مِائَةٌ وَخَمْسٌ وَثَلَاثُونَ سَنَةً ، لِأَنَّ الزُّهْرِيَّ تُوُفِّيَ سَنَةَ ۱۲۴ وَتُوُفِّيَ السَّهْمِيُّ سَنَةَ ۲۵۹ . وَتَوْضِيحُ ذَلِكَ أَنَّ الزُّهْرِيَّ أَكْبَرُ سِنًا مِنْ مَالِكٍ لِأَنَّهُ مِنَ التَّابِعِينَ ، وَمَالِكٌ مِنْ أَتْبَاعِ التَّابِعِينَ ، فَرِوَايَةُ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكٍ تُعْتَبَرُ مِنْ بَابِ رِوَايَةِ الْأَكْبَرِ عَنِ الْأَصَاغِرِ كَمَا مَرَّ ، عَلَى حِينِ أَنَّ السَّهْمِيَّ أَصْغَرُ سِنًا مِنْ مَالِكٍ ، هَذَا بِالإِضَافَةِ إِلَى أَنَّ السَّهْمِيَّ عُمَرُ طَوِيلًا إِذْ بَلَغَ عُمُرُهُ نَحْوَ مِائَةِ سَنَةٍ ، لِذَلِكَ كَانَ هَذَا الْفَرْقُ الْكَبِيرُ بَيْنَ وَفَاتِهِ وَوَفَاةِ الزُّهْرِيِّ . وَبِتَغْيِيرِ أَوْضَحِ فَإِنَّ الرَّاَوِيَ السَّابِقَ يَكُونُ شَيْخًا لِهَذَا الْمَرْوِيِّ عَنْهُ ، وَالرَّاَوِيَ الْآخِرُ يَكُونُ تَلْمِيزًا لَهُ ، وَيَعِيشُ هَذَا التَّلْمِيزُ طَوِيلًا . ۳ - مِنْ فَوَائِدِهِ : (أ) تَقْرِيرُ حَلَاوَةِ عُلُوِّ الْإِسْنَادِ فِي الْقُلُوبِ . (ب) أَلَّا يُظَنَّ انْقِطَاعُ سَنَدِ الْآخِرِ .

۴ - اَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : كِتَابُ السَّابِقِ وَالْآخِقِ ، لِلْخَطِيبِ الْبَغْدَادِيِّ .

ترجمہ : امام مالکؒ: ان سے روایت لینے میں زہری اور احمد بن اسماعیل سہمی شریک ہیں جبکہ ان کی وفات کے درمیان ایک ۱۳۵ سال کا فاصلہ ہے کیونکہ زہری نے سنہ ۱۲۴ھ میں وفات پائی ہے اور سہمی نے سنہ ۲۵۹ھ میں وفات پائی۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ امام زہریؒ عمر میں امام مالکؒ سے بڑے ہیں اس لیے کہ وہ تابعین میں سے ہیں اور امام مالکؒ تبع تابعین میں سے، تو زہریؒ کا امام مالکؒ سے روایت لینا روایت الا کابر عن الا صاغر میں سے ہے جیسا کہ گذرا جبکہ سہمیؒ عمر میں امام مالکؒ سے چھوٹے ہیں۔ یہ اس اعتبار سے کہ سہمیؒ نے طویل عمر پائی کیونکہ ان کی عمر سو سال کو پہنچی ہے، اسی لیے ان کی اور زہریؒ کی وفات کے درمیان اتنا زیادہ فرق ہو گیا۔

اس سے واضح تعبیر یہ کہ سابق راوی، اس مروی عنہ کا شیخ اور لاحق راوی اس کا شاگرد ہوتا ہے اور شاگرد طویل زمانہ زندہ رہتا ہے۔ اس کے چند فوائد: (۱) دلوں میں علو اسناد کی حلاوت بٹھانا۔ (ب) لاحق کی سند منقطع ہونے کا گمان نہ ہونا۔ اس بارے میں زیادہ مشہور تصنیف: خطیب بغدادی کی کتاب ”السابق واللاحق“۔

نکات :- مذکورہ بالا مثال میں امام زہریؒ عمر کے لحاظ سے امام مالکؒ سے قدیم ہیں، وفات بھی بہت پہلے یعنی سنہ ۱۲۴ھ میں ہوئی ہے اور علم میں ان کے استاذ شمار ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود چند روایتیں انہوں نے امام مالکؒ سے لی ہیں اس لیے ایسی روایتوں میں امام مالکؒ بمنزلہ شیخ اور وہ بمنزلہ راوی کے ہوئے۔ اب امام مالکؒ کے ایک اور راوی بھی ہیں اور وہ احمد بن اسماعیل سہمیؒ ہیں جن کی وفات ۲۵۹ھ میں ہوئی۔ اس طرح امام مالکؒ کے دو شاگردوں کی وفات کے درمیان ۱۳۵ سال کا فاصلہ ہو گیا، لہذا امام مالکؒ کی روایات میں زہریؒ سابق اور احمد سہمیؒ لاحق ہوئے۔

سابق و لاحق کے پہچاننے کے دو فوائد ہیں: (۱) علو اسناد کی اہمیت پیدا ہونا کیونکہ بعض اوقات سابق کی سند لاحق کی بنسبت نازل ہوگی اور لاحق کی سند عالی۔ (۲) دو شاگردوں کی وفات کا بعد دیکھ کر کوئی سند میں انقطاع کا گمان کر سکتا ہے مگر جب سابق و لاحق کا علم ہوگا تو امر حقیقی کو تسلیم کرے گا اور سند کو متصل سمجھے گا۔

الفصل الثانی : معرفة الرواة

- (۱) معرفة الصحابة. (۲) معرفة التابعين. (۳) معرفة الاخوة والاحوات.
 (۴) المتفق والمفترق. (۵) المؤلف والمختلف. (۶) المتشابه. (۷) المهمل.
 (۸) معرفة المبهمات. (۹) معرفة الوجدان. (۱۰) معرفة من ذكر بأسماء أو
 صفات مختلفة. (۱۱) معرفة المفردات من الأسماء والكنى والألقاب.
 (۱۲) معرفة أسماء من اشتهروا بكنائهم. (۱۳) معرفة الألقاب. (۱۴) معرفة
 المنسوبين إلى غير آبائهم. (۱۵) معرفة النسب التي على خلاف ظاهرها.
 (۱۶) معرفة تواريف الرواة. (۱۷) معرفة من اختلط من الثقات. (۱۸) معرفة
 طبقات العلماء والرواة. (۱۹) معرفة الموالى من الرواة والعلماء. (۲۰) معرفة
 الثقات والضعفاء من الرواة. (۲۱) معرفة أوطان الرواة وبلدانهم.

ترجمہ : فصل دوم: روات کی پہچان۔ (۱) صحابہ کرام کی پہچان (۲) تابعین کی پہچان
 (۳) بھائیوں اور بہنوں کی پہچان (۴) متفق و مفترق (۵) مؤلف و مختلف (۶) متشابه (۷) مہمل
 (۸) مبہمات کی پہچان (۹) وجدان کی پہچان (۱۰) ان لوگوں کی پہچان جن کا ذکر مختلف ناموں اور
 صفات کے ساتھ ہوا (۱۱) مفرد اسماء، کنی اور القاب کی پہچان (۱۲) جو لوگ اپنی کنیتوں سے مشہور
 ہوئے ان کی پہچان (۱۳) القابات کی پہچان (۱۴) غیر آباء کی طرف منسوب لوگوں کی پہچان
 (۱۵) خلاف ظاہر پر محمول نسبتوں کی پہچان (۱۶) روات کی تاریخوں کی پہچان (۱۷) ثقہ راویوں میں
 سے جو دماغی کمزوری کے شکار ہوئے ان کی پہچان (۱۸) علماء اور روات کے طبقوں کی پہچان (۱۹)
 روات اور علماء میں سے موالی کی پہچان (۲۰) ثقہ اور ضعیف راویوں کی پہچان (۲۱) روات کے وطنوں
 اور شہروں کی پہچان۔

(۱) مَعْرِفَةُ الصَّحَابَةِ

۱ - تَعْرِيفُ الصَّحَابِيِّ : (أ) لُغَةً : الصَّحَابَةُ لُغَةً مَصْدَرٌ بِمَعْنَى "الصَّحْبَةِ" وَمِنْهُ "الصَّحَابِيُّ" وَ"الصَّاحِبُ" وَيُجْمَعُ عَلَى أَصْحَابٍ وَصَحْبٍ ، وَكَثُرَ اسْتِعْمَالُ "الصَّحَابَةِ" بِمَعْنَى "الْأَصْحَابِ" . (ب) إِصْطِلَاحًا : مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ مُسْلِمًا وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ ، وَلَوْ تَخَلَّلَتْ ذَلِكَ رِدَّةٌ عَلَى الْأَصَحِّ .

ترجمہ : صحابہ کرام کی پہچان۔ صحابی کی تعریف: (ا) لغت کے اعتبار سے: صحابہ باعتبار لغت مصدر بمعنی صحبت ہے اور اسی سے صحابی اور صاحب نکلا ہے، اس کی جمع اصحاب اور صخب آتی ہے، صحابہ کا اصحاب کے معنی میں استعمال زیادہ ہے۔ (ب) اصطلاحی اعتبار سے: وہ شخص جس نے مسلمان ہونے کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر اسے موت آئی ہو، رائج قول کے مطابق اگرچہ اس دوران ارتداد بھی ہوا ہو۔

شرح :- صحابی اور صحابہ کے الفاظ عرف عام میں نبی ﷺ کے ساتھیوں کے لیے خاص ہیں اور بغیر نسبت کسی اور کے لیے نہیں بولا جاتا جبکہ اصحاب کا استعمال عام ہے، سب کے لیے بولا جاتا ہے، صحابی کی اصطلاحی تعریف میں بعض حضرات نے طول صحبت یا آنکھ سے دیکھنے کا ذکر کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں، اس لیے کہ جریر بن عبد اللہ بجليؒ طویل الصحبة نہیں، اسی طرح بعض صحابہؓ نابینا بھی تھے۔ اسلام کی حالت میں مرنا ضروری ہے ورنہ صحابی نہیں مثلاً عائشہؓ کا جیسے ابن نطل۔ نیز پہلے مسلمان ہونے کی حالت میں ملاقات کر لی، اس کے بعد مرتد ہوا اور پھر مسلمان ہو گیا تو رائج قول کے مطابق وہ بھی صحابہؓ میں داخل ہے جیسے اشعث بن قیسؓ اور عبد اللہ بن ابی سرحؓ۔

۲ - أَهَمِّيَّتُهُ وَفَائِدَتُهُ : مَعْرِفَةُ الصَّحَابَةِ عِلْمٌ كَبِيرٌ مُهِمٌّ عَظِيمُ الْفَائِدَةِ ، وَمِنْ فَوَائِدِهِ مَعْرِفَةُ الْمُتَّصِلِ مِنَ الْمُرْسَلِ . ۳ - بِمَ تَعْرِفُ صُحْبَةَ الصَّحَابِيِّ ؟ تَعْرِفُ الصَّحْبَةَ بِأَحَدِ أُمُورٍ خَمْسَةٍ وَهِيَ : (أ) التَّوَاتُرُ : كَأَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، وَبَقِيَّةُ الْعَشْرَةِ الْمُبَشِّرِينَ بِالْجَنَّةِ . (ب) الشَّهْرَةُ : كَضِمَامِ بْنِ ثَعْلَبَةَ ، وَعُكَّاشَةَ بْنِ

مِخْصَنٍ . (ج) اِخْبَارُ صَحَابِيٍّ . (د) اِخْبَارُ ثِقَّةٍ مِنَ التَّابِعِينَ . (ه) اِخْبَارُهُ عَنْ نَفْسِهِ اِنْ كَانَ عَدْلًا ، وَكَانَتْ دَعْوَاهُ مُمَكِّنَةً .

ترجمہ : اس کی اہمیت و فائدہ: صحابہ کی پہچان ایک بڑا اہم اور عظیم فائدوں والا علم ہے، اس کے فوائد میں متصل اور مرسل میں فرق کرنا ہے۔ صحابی کی صحبت کس طرح پہچانی جاتی ہے؟ صحبت کی پہچان پانچ چیزوں سے ہوتی ہے، وہ یہ ہیں: (ا) تواتر: جیسے ابو بکر صدیقؓ، عمر بن خطابؓ اور دوس میں سے بقیہ جنت کی خوشخبری پانے والے صحابہؓ۔ (ب) شہرت جیسے ضمام بن ثعلبہؓ اور عکاشہ بن محسنؓ۔ (ج) دوسرے صحابی کے بتانے سے۔ (د) تابعین میں سے کسی ثقہ کے خبر دینے سے۔ (ه) اس کا خود اپنے متعلق بتانے سے بشرطیکہ وہ عدل ہو اور اس کا دعویٰ ممکن ہو۔

شرح:- صحابیت کس طرح ثابت ہوتی ہے؟ اس کے پانچ طریقے مذکور ہیں:

(۱) تواتر سے معلوم ہونا جیسے حضرت ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عشرہ مبشرہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ کہ نسل در نسل ان کا صحابی ہونا خبر متواتر کی طرح منقول ہے۔ (۲) صحابی ہونا لوگوں میں مشہور ہو جائے جیسے حضرت ضمام بن ثعلبہؓ اور عکاشہ بن محسنؓ وغیرہ۔ ان حضرات کا صحابی ہونا متواتر تو نہیں ہے لیکن مشہور ضرور ہے۔ (۳) دوسرے صحابی کے بتانے سے پتہ چلنا جیسے حضرت حمہ بن ابی حمہ دوسیؓ جن کا انتقال اصفہان میں پیٹ کے مرض میں مبتلا ہو کر ہوا تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حمہ کی شہادت کی پیش گوئی فرمائی تھی، اس طرح ان کا صحابی ہونا ثابت ہوا۔ (۴) ثقہ تابعی کے بتانے سے صحابیت کا معلوم ہونا جیسے بہت سے غیر معروف صحابہ کرامؓ۔

(۵) کسی معتبر شخص کا اپنے صحابی ہونے کی خبر دینا، لیکن کسی کا دعویٰ اسی صورت معتبر اور

قابل قبول ہے جب وہ خود عدل ہو اور ایسے زمانہ میں اس کی خبر دے جس میں کسی صحابی کا زندہ ہونا ممکن ہو۔ علماء کرام نے اس کی تحدید ۱۱۰ھ سے کی ہے۔ اس عرصہ کے بعد صحابی ہونے کا دعویٰ قبول نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کئی لوگ مدعی ہوئے لیکن انہیں صحابی تسلیم نہیں کیا گیا کیونکہ ان کا زمانہ بعید تھا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ ساتویں ہجری میں ہندوستان میں ایک شخص ”رتن بابا“ کے نام سے ظاہر ہوا اور اس نے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ بتایا کہ میں جس وقت جوان تھا اُس وقت میری ملاقات مکہ

مکرمہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہوئی تھی، ان کی شہرت ہوئی تو مختلف اطراف سے لوگ زیارت کے لیے آئے، محدثین اور نقاد بھی آئے، چنانچہ محققین نے تحقیق کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔

۴ - تَعْدِيلُ جَمِيعِ الصَّحَابَةِ : وَالصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ كُلُّهُمْ عُدُولٌ ، سَوَاءٌ مَنْ لَابَسَ الْفِتْنِ مِنْهُمْ أَوْ لَا ، وَهَذَا بِاجْتِمَاعِ مَنْ يُعْتَدُّ بِهِ ، وَمَعْنَى عَدَالَتِهِمْ : أَيْ تَجَنُّبُهُمْ عَنْ تَعَمُّدِ الْكُذْبِ فِي الرِّوَايَةِ ، وَالْإِنْجِرَافِ فِيهَا بِارْتِكَابِ مَا يُوجِبُ عَدَمَ قَبُولِهَا ، فَيَنْتِجُ عَنْ قَبُولِ جَمِيعِ رَوَايَاتِهِمْ مِنْ غَيْرِ تَكْلُفٍ الْبَحْثُ عَنْ عَدَالَتِهِمْ ، وَمَنْ لَابَسَ الْفِتْنِ مِنْهُمْ يُحْمَلُ أَمْرُهُ عَلَى الْاجْتِهَادِ الْمَاجُورِ فِيهِ لِكُلِّ مِنْهُمْ تَحْسِينًا لِلظَّنِّ بِهِمْ لِأَنَّهُمْ حَمَلَةُ الشَّرِيعَةِ وَخَيْرُ الْقُرُونِ .

ترجمہ : تمام صحابہ کی تعدیل: صحابہ کرامؓ سب کے سب عدول ہیں، ان میں جو فتنوں (خانہ جنگیوں) میں شریک رہے یا نہیں رہے برابر ہیں، یہ قابل اعتبار لوگوں کے اجماع سے ثابت ہے۔ ان کی عدالت کا مطلب ان کا روایت میں قصداً جھوٹ کہنے اور اس میں روایات کی عدم قبولیت کے موجب افعال کا ارتکاب کر کے راہِ حق سے انحراف سے دور رہنا ہے، نتیجتاً ان کی تمام روایات ان کی عدالت سے بحث کرنے کی تکلیف اٹھائے بغیر قبول کر لی جائیں گی۔ جو ان میں سے فتنوں میں شریک رہے ہیں ان کا معاملہ اجتہاد پر محمول ہوگا جس میں ان میں سے ہر ایک ماجور ہے، ایسا ان کے متعلق اچھا گمان رکھنے کی خاطر ہے کیونکہ وہ حاملینِ شریعت اور بہترین اہل زمانہ ہیں۔

شہادہ :- اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ صحابہ کرامؓ سب کے سب عدول اور معتبر ہیں، چاہے وہ آپس کی جنگوں میں شریک رہے یا اس سے دور رہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تمام روایات ہر اعتبار سے مقبول اور شک و شبہ سے بالاتر ہیں، قصداً وہ جھوٹ نہیں بول سکتے اور نہ ہی راہِ راست سے ہٹ سکتے ہیں۔ ان میں سے بعض کا جنگوں میں حصہ لینا ان کے اجتہاد پر محمول ہے اور اجتہاد ہر صورت باعثِ اجر ہے۔

۵ - أَكْثَرُهُمْ حَدِيثًا : سِتَّةٌ مِنَ الْمُكْثَرِينَ ، وَهُمْ عَلَى التَّوَالِي : (أ) أَبُو هُرَيْرَةَ : رَوَى

۵۳۷۴ حَدِيثًا ، وَرَوَى عَنْهُ أَكْثَرُ مِنْ ثَلَاثِ مِائَةِ رَجُلٍ . (ب) ابْنُ عُمَرَ : رَوَى ۲۶۳۰ حَدِيثًا . (ج) أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ : رَوَى ۲۲۸۶ حَدِيثًا . (د) عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ : رَوَتْ ۲۲۱۰ أَحَادِيثًا . (هـ) ابْنُ عَبَّاسٍ : رَوَى ۱۶۶۰ حَدِيثًا . (و) جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : رَوَى ۱۵۴۰ حَدِيثًا .

ترجمہ : زیادہ حدیثوں والے صحابہ: چھ صحابہ زیادہ روایت کرنے والے ہیں اور وہ بالترتیب یہ ہیں: (ا) حضرت ابو ہریرہؓ: آپ نے ۵۳۷۴ حدیثیں روایت کیں، اور آپ سے تین سوزاندہ لوگوں نے روایت کی۔ (ب) ابن عمرؓ: آپ نے ۲۶۳۰ حدیثیں روایت کیں۔ (ج) انس بن مالکؓ: آپ نے ۲۲۸۶ حدیثیں روایت کیں۔ (د) ام المؤمنین عائشہؓ: آپ نے ۲۲۱۰ حدیثیں روایت کیں۔ (هـ) ابن عباسؓ: آپ ۱۶۶۰ حدیثیں روایت کیں۔ (و) جابر بن عبد اللہؓ: آپ نے ۱۵۴۰ حدیثیں روایت کیں۔

شرح :- ان چھ کے بعد زیادہ حدیثیں ابوسعید خدریؓ سے مروی ہیں یعنی ۱۱۷۰ حدیثیں۔

۶ - أَكْثَرُهُمْ فُتْيَا : وَأَكْثَرُهُمْ فُتْيَا تُرَوَّى هُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ ، ثُمَّ كِبَارُ عُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ ، وَهُمْ سِتَّةٌ كَمَا قَالَ مَسْرُوقٌ : ” اِنْتَهَى عِلْمُ الصَّحَابَةِ إِلَى سِتَّةٍ : عُمَرُ وَعَلِيٌّ وَأَبِي بَنْ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ وَابْنُ مَسْعُودٍ ، ثُمَّ اِنْتَهَى عِلْمُ السِّتَةِ إِلَى عَلِيٍّ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ “ .

ترجمہ : سب سے زیادہ فتویٰ دینے والے صحابہ: ان میں سب سے زیادہ فتویٰ دینے والے جو منقول بھی ہے ابن عباسؓ ہیں، اس کے بعد بڑے علماء صحابہ ہیں اور وہ چھ ہیں جس طرح مسروقؓ نے فرمایا کہ: ” صحابہ کرامؓ کا علم چھ آدمیوں پر ختم ہوا: عمرؓ، علیؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، ابودرداءؓ اور ابن مسعودؓ، پھر ان چھ کا علم علیؓ اور ابن مسعودؓ پر پہنچ کر ختم ہوا۔ “

شرح :- امام احمد بن حنبلؒ کے بقول سب سے زیادہ فتویٰ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے منقول ہے، یعنی آپ سے بھی بڑے صحابہ موجود تھے جو فقیہ و مجتہد اور مفتی تھے لیکن کتابوں میں مذکور فتاویٰ ابن عباسؓ کے زیادہ ہیں۔ مسروقؓ کے قول کے مطابق صحابہ کرامؓ میں چھ بڑے علماء تھے: حضرت

عمرؓ، علیؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، ابودرداءؓ، ابن مسعودؓ۔

امام شعیؓ نے ابودرداءؓ کے بجائے ابوموسیٰ اشعریؓ کا نام ذکر کیا ہے۔ البتہ تدوین فقہ کا سہرا ابن مسعودؓ اور ان کے جلیل القدر اصحاب کے سر ہے۔

۶ - مَنْ هُمُ الْعَبَادِلَةُ؟ الْمُرَادُ بِالْعِبَادِلَةِ بِالْأَصْلِ مِنْ اسْمِهِ "عَبْدُ اللَّهِ" مِنَ الصَّحَابَةِ، وَيَبْلُغُ عَدْدَهُمْ نَحْوُ ثَلَاثِمِائَةِ صَحَابِيٍّ، لَكِنَّ الْمُرَادَ بِهِمْ هُنَا أَرْبَعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ كُلِّ مِنْهُمْ اسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ، وَهُمْ: (أ) عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ. (ب) عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ. (ج) عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ. (د) عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ. وَالْمِيزَةُ لَهُمْ لِأَنََّّهُمْ مِنْ عُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ تَأَخَّرَتْ وَفَاتُهُمْ حَتَّى اخْتِيجَ إِلَى عِلْمِهِمْ، فَكَانَتْ لَهُمْ هَذِهِ الْمِيزَةُ وَالشُّهُرَةُ، فَإِذَا اجْتَمَعُوا عَلَى شَيْءٍ مِنَ الْفَتْوَى قِيلَ هَذَا قَوْلُ الْعَبَادِلَةِ.

ترجمہ : عبادلہ کون ہیں؟ عبادلہ سے مراد دراصل وہ صحابہ ہیں جن کا نام عبد اللہ ہے، ان کی تعداد تقریباً تین سو ہے لیکن یہاں پر ان سے مراد چار صحابہ کرامؓ ہیں جن میں سے ہر ایک کا نام عبد اللہ ہے، وہ یہ ہیں: (۱) عبد اللہ بن عمرؓ (۲) عبد اللہ بن عباسؓ (۳) عبد اللہ بن زبیرؓ (۴) عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ وہ علماء صحابہ ہیں جن کی وفات اتنی دیر سے ہوئی کہ لوگوں کو ان کے علم کی ضرورت پیش آئی، چنانچہ یہی ان کی خصوصیت اور شہرت کی وجہ تھی، پھر جب یہ سب کسی فتوے پر متفق ہو جاتے تو کہہ دیا جاتا کہ یہ عبادلہ کا قول ہے۔

نکات :- عبادلہ، عبد اللہ کی جمع سمجھی جاتی ہے اور اس لحاظ سے یہ لفظ عام ہے، جتنے عبد اللہ نام کے لوگ ہیں سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے مگر جب صحابہ کرامؓ کے معاشرہ میں یا ان کے تذکرہ میں عبادلہ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد عبد اللہ نام کے چار مخصوص صحابی ہوتے ہیں یعنی عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ اور عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ۔

ان حضرات کے اس نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان سب کا زمانہ قریب قریب ہے، اور ان میں سے ہر ایک کی نسبت بھی اونچی ہے نیز کبار صحابہؓ کے بعد کافی عرصہ تک یہ حضرات

فتویٰ دیتے رہے۔ اس لیے جب کسی مسئلہ پر چاروں حضرات متفق ہوتے تو یوں کہہ دیا جاتا کہ یہی عبادلہ کا قول ہے، اس طرح اختصار بھی ہو جاتا اور فتویٰ کی اہمیت بھی معلوم ہو جاتی۔

البتہ جب صرف عبداللہؓ بولا جاتا ہے تو اس سے علی الاطلاق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی مراد ہوتے ہیں، دوسرے صحابی کے لیے ولدیت کا ذکر ضروری سمجھا جاتا ہے کہلا عبداللہ بن عباسؓ۔

۸ - عَدَدُ الصَّحَابَةِ : لَيْسَ هُنَاكَ إِخْصَاءٌ دَقِيقٌ لِعَدَدِ الصَّحَابَةِ ، لَكِنْ هُنَاكَ

أَقْوَالٌ لِأَهْلِ الْعِلْمِ يُسْتَفَادُ مِنْهَا أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ عَلَى مِائَةِ أَلْفٍ صَحَابِيٍّ ، وَأَشْهُرُ هَذِهِ الْأَقْوَالِ قَوْلُ أَبِي زُرْعَةَ الرَّازِيِّ : ” قَبَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ مِائَةِ أَلْفٍ وَأَرْبَعَةِ عَشَرَ أَلْفًا مِنَ الصَّحَابَةِ مِمَّنْ رَوَى عَنْهُ وَسَمِعَ مِنْهُ “ .

ترجمہ : صحابہ کرامؓ کی تعداد: صحابہ کرامؓ کی تعداد کا کوئی مکمل شمار نہیں البتہ اہل علم کے چند اقوال موجود ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک لاکھ سے زیادہ صحابی تھے، ان میں سب سے مشہور قول ابو زرہ رازیؒ کا ہے کہ ”اللہ کے رسول ﷺ ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ کی موجودگی میں دنیا سے رخصت ہوئے جنہوں نے آپ سے روایت کی اور حدیث سنی“۔

نتیجہ :- صحابہ کرامؓ کی صحیح تعداد کتنی ہے؟ شمار کرنا انتہائی مشکل اور تقریباً ناممکن ہے، اس لیے کہ وہ کسی ایک شہر میں نہیں تھے بلکہ مختلف اطراف میں بڑی تعداد میں موجود تھے، بہت سے ان میں سپاہی بھی تھے جو جہاد میں مشغول رہتے تھے، نیز مرد حضرات تو دیکھنے میں آتے ہیں لیکن خواتین صحابہؓ کا اندازہ کیسے لگایا جاسکتا ہے؟ البتہ اس پر اتفاق ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ تھے۔

ابو زرہؒ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار وہ صحابہ موجود تھے جنہوں نے آپ سے سنا اور روایت کی۔ اس قول کے مطابق راویان حدیث و سامعین کی تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار ہے جو استقراء ہے، حتمی نہیں۔ نیز جو حضرات عہد نبوی میں شہید یا وفات پا چکے ان کا ذکر نہیں اور ان کا بھی ذکر نہیں جنہوں نے حدیث روایت نہیں کی۔

بعض حضرات نے صرف حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زائد صحابہؓ کی حاضری بتائی ہے جبکہ اس کے بعد بھی دفود آتے رہے اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے رہے اور

صحبت نبوی سے فیض یاب ہوتے رہے نیز تمام صحابہؓ حجۃ الوداع میں شریک بھی نہیں تھے، اب جو شریک نہیں ہوئے اُن کی تعداد کتنی ہوگی؟ اس لیے تحدید تقریباً ناممکن ہے واللہ اعلم

۹ - عَدَدُ طَبَقَاتِهِمْ : اُخْتَلَفَ فِي عَدَدِ طَبَقَاتِهِمْ ، فَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهَا بِاعْتِبَارِ السَّبْقِ إِلَى الْإِسْلَامِ ، أَوْ الْهَجْرَةِ أَوْ شُهُودِ الْمَشَاهِدِ الْفَاضِلَةِ ، وَمِنْهُمْ مَنْ قَسَمَهُمْ بِاعْتِبَارِ آخَرٍ ، فَكُلُّ قَسَمِهِمْ حَسَبَ اجْتِهَادِهِ . (أ) فَقَسَمَهُمْ ابْنُ سَعْدٍ خَمْسَ طَبَقَاتٍ . (ب) وَقَسَمَهُمُ الْحَاكِمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ طَبَقَةً .

۱۰ - أَفْضَلُهُمْ : أَفْضَلُهُمْ عَلَى الْإِطْلَاقِ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ ثُمَّ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِاجْتِمَاعِ أَهْلِ السُّنَّةِ ، ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ ، عَلَى قَوْلِ جُمْهُورِ أَهْلِ السُّنَّةِ ، ثُمَّ تَمَامُ الْعَشْرَةِ ، ثُمَّ أَهْلُ بَدْرٍ ، ثُمَّ أَهْلُ أُحُدٍ ثُمَّ أَهْلُ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ .

ترجمہ : صحابہ کرامؓ کے طبقات کی تعداد: ان کے طبقات کی تعداد میں اختلاف ہے چنانچہ بعض حضرات نے اسلام لانے میں سبقت یا ہجرت یا بڑے معرکوں میں موجودگی کے اعتبار سے ان کے طبقات بنائے ہیں اور بعض دوسروں نے کسی اور اعتبار سے ان کی تقسیم کی ہے، اس طرح ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے موافق ان کی موبنائیں: (أ) ابن سعد نے صحابہ کرامؓ کے پانچ طبقات مقرر کیے۔ (ب) اور حاکم نے بارہ طبقات بنائے۔ سب سے افضل صحابی: اہل سنت کا اجماع ہے کہ کامل طور پر افضل صحابی حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں، پھر حضرت عمرؓ، اس کے بعد جمہور اہل سنت کے قول کے مطابق افضل حضرت عثمانؓ ہیں پھر حضرت علیؓ، اس کے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ، پھر اہل بدر، پھر اہل اُحد اور پھر بیعت رضوان والے صحابہ افضل ہیں۔

نتیجہ :- مختلف محدثین نے متنوع اعتبارات سے صحابہ کرامؓ کے طبقات بنائے مگر ان میں حاکم شہیدؒ کے بارہ طبقات بہت مشہور ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مکہ مکرمہ کے ابتدائی مسلمان جیسے خلفاء اربعہ۔ (۲) دارالندوہ کے بعد اسلام لانے والے۔ (۳) مہاجرین حبشہ۔ (۴) عقبہ اولیٰ میں شریک ہونے والے۔ (۵) عقبہ ثانیہ میں شریک ہونے والے۔ (۶) وہ مہاجرین جو نبی کریم ﷺ سے مدینہ منورہ پہنچنے سے قبل قباء میں آکر

ملے۔ (۷) اہل بدر۔ (۸) غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ کے درمیان مسلمان ہونے والے۔ (۹) بیعت رضوان میں شریک حضرات۔ (۱۰) صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان مسلمان ہونے والے۔ (۱۱) فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے۔ (۱۲) وہ چھوٹے بچے جنہوں نے فتح مکہ اور حجۃ الوداع وغیرہ مواقع پر آنحضرت ﷺ کی زیارت کی۔

۱۱ - أَوْلَهُمْ إِسْلَامًا : (أ) مِنَ الرِّجَالِ الْأَخْرَارِ : أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ .
 (ب) مِنَ الصِّبْيَانِ : عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . (ج) مِنَ النِّسَاءِ : خَدِيجَةُ
 أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا (د) مِنَ الْمَوَالِي : زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . (هـ)
 مِنَ الْعَبِيدِ : بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . ۱۲ - آخِرُهُمْ مَوْتًا : أَبُو الطَّفِيلِ عَامِرُ
 بْنُ وَائِلَةَ اللَّيْثِيُّ ، مَاتَ سَنَةَ مِائَةٍ بِمَكَّةَ الْمُكْرَمَةِ ، وَقِيلَ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ . ثُمَّ
 آخِرُهُمْ مَوْتًا قَبْلَهُ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ تُوْفِيَ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَتِسْعِينَ بِالْبَصْرَةِ .

ترجمہ : پہلے اسلام لانے والے: (أ) آزاد مردوں میں حضرت ابو بکر صدیقؓ۔ (ب) بچوں میں حضرت علیؓ۔ (ج) عورتوں میں ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ۔ (د) آزاد کردہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہؓ۔ (هـ) غلاموں میں حضرت بلال بن رباحؓ۔ آخر میں وفات پانے والے: ابو طفیل عامر بن وائلہ لیشیؓ، آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں سنہ ۱۰۰ھ میں ہوئی اور ایک قول کے مطابق اس کے بعد ہوئی۔ پھر ان سے پہلے آخر میں وفات پانے والے حضرت انس بن مالکؓ ہیں، آپ کی وفات بصرہ میں سنہ ۹۳ھ میں ہوئی۔

شہ : - مکہ مکرمہ میں وفات پانے والے آخری صحابی ابو طفیل عامر بن وائلہ لیشیؓ ہیں، آپ کی تاریخ وفات میں چند اقوال ہیں: (۱) ۱۰۰ھ جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے۔ (۲) ۱۰۲ھ۔ (۳) ۱۰۷ھ۔ (۴) ۱۱۰ھ۔ علامہ ذہبیؒ نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور یہ آخری صحابی ہیں۔

مدینہ منورہ میں وفات پانے والے آخری صحابی سہل بن سعد ساعدیؓ ہیں ۸۸ھ میں، بصرہ میں حضرت انسؓ ۹۳ھ میں، ایک روایت کے مطابق محمود بن ربیعؓ ہیں جن کی وفات ۹۹ھ میں ہوئی۔ کوفہ میں عبداللہ بن ابی اوفیؓ ۸۶ھ میں۔ شام میں عبداللہ بن بسر مازنیؓ ۹۶ھ

میں۔ مصر میں عبد اللہ بن حارث زبیدیؒ ۸۹ھ میں۔ یمن میں ہرماں بن زیاد ہاشمیؒ ۱۰۲ھ میں۔

۱۳ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : (أ) الْأَصَابَةُ فِي تَمْيِيزِ الصَّحَابَةِ ، لِابْنِ حَجَرٍ الْعَسْكَلَانِيِّ . (ب) أَسَدُ الْغَابَةِ فِي مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ ، لِعَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ الْجَزْرِيِّ الْمَشْهُورِ بِابْنِ الْأَثِيرِ . (ج) الْأَسْتِعَابُ فِي أَسْمَاءِ الْأَصْحَابِ ، لِابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ .

ترجمہ : اس بارے میں مشہور ترین تصانیف : (أ) الاصابہ فی تمییز الصحابہ : جو ابن حجر عسقلانی کی ہے۔ (ب) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ : جو علی بن محمد جزری المعروف بہ ابن اثیرؒ کی ہے۔ (ج) الاستیعاب فی أسماء الاصحاب : جو ابن عبد البرؒ کی ہے۔

نکات :- یہ واضح رہے کہ مذکورہ کتب میں فی الواقع تمام صحابہ و صحابیات کا احاطہ نہیں ہے بلکہ مصنفین نے اپنی کوشش بھر جتنے صحابہ و صحابیات کا تعارف پیش کر سکتے تھے، اتنا ہی کیا۔

(۲) مَعْرِفَةُ التَّابِعِينَ

۱ - تَعْرِيفُ التَّابِعِيِّ : (أ) لُغَةً : التَّابِعُونَ جَمْعُ تَابِعٍ أَوْ تَابِعٍ ، وَالتَّابِعُ اسْمُ فَاعِلٍ مِنْ "تَبِعَهُ" بِمَعْنَى مَشَى خَلْفَهُ . (ب) اِصْطِلَاحًا : هُوَ مَنْ لَقِيَ صَحَابِيًّا مُسْلِمًا وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ ، وَقِيلَ هُوَ مَنْ صَحِبَ الصَّحَابِيَّ . ۲ - مِنْ فَوَائِدِهِ : تَمْيِيزُ الْمُرْسَلِ مِنَ الْمُتَّصِلِ . ۳ - طَبَقَاتُ التَّابِعِينَ : اُخْتَلَفَ فِي عَدَدِ طَبَقَاتِهِمْ ، فَقَسَمَهُمُ الْعُلَمَاءُ كُلَّ حَسَبٍ وَجْهَتِهِ : (أ) فَجَعَلَهُمْ مُسْلِمٌ ثَلَاثَ طَبَقَاتٍ . (ب) وَجَعَلَهُمُ ابْنُ سَعْدٍ أَرْبَعَ طَبَقَاتٍ . (ج) وَجَعَلَهُمُ الْحَاكِمُ خَمْسَ عَشْرَةَ طَبَقَةً ، الْأُولَى مِنْهَا مَنْ أَدْرَكَ الْعَشْرَةَ مِنَ الصَّحَابَةِ .

ترجمہ : تابعین کی پہچان۔ (أ) لغت کے اعتبار سے : تابعون، تابعی یا تابع کی جمع ہے اور تابع "تبعہ" سے اسم فاعل ہے بمعنی اس کے پیچھے چلا۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے : وہ شخص جس نے مسلمان ہونے کی حالت میں صحابہ کرامؓ سے ملاقات کی اور اسلام کی ہی حالت میں وفات پائی۔ ایک قول کے مطابق وہ شخص جو صحابہ کے ساتھ رہا ہو۔ اس کے فوائد میں مرسل کو متصل سے جدا

کرنا ہے۔ تابعین کے طبقات: ان کے طبقات کی تعداد میں اختلاف ہے، علماء نے اپنی اپنی رائے کے موافق تقسیم کی ہے: (ا) امام مسلمؒ نے ان کے تین طبقات بنائے۔ (ب) ابن سعد نے چار طبقات بنائے۔ (ج) حاکم نے پندرہ طبقات بنائے جن میں سے پہلا طبقہ وہ ہے جس نے صحابہؓ میں سے عشرہ مبشرہؓ کو پایا۔

شرح:- امام حاکمؒ کے مطابق تابعین کے ۱۵ طبقات ہیں، پہلا طبقہ جس نے عشرہ مبشرہؓ کو پایا جیسے قیس بن ابی حازمؒ اور آخری طبقہ جس نے حضرت انسؓ کو پایا جیسے امام ابو حنیفہؒ۔

۴ - الْمُخَضْرَمُونَ : وَاحِدُهُمْ "مُخَضْرَمٌ" وَالْمُخَضْرَمُ : هُوَ الَّذِي أُدْرِكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَزَمَنَ النَّبِيِّ ﷺ وَأُسْلِمَ وَلَمْ يَرَهُ . وَالْمُخَضْرَمُونَ مِنَ التَّابِعِينَ عَلَى الصَّحِيح . وَعَدَدُ الْمُخَضْرَمِينَ نَحْوُ عِشْرِينَ شَخْصًا ، كَمَا عَدَّهُمُ الْإِمَامُ مُسْلِمٌ ، وَالصَّحِيحُ أَنَّهُمْ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ ، وَمِنْهُمْ أَبُو عَثْمَانَ النَّهْدِيُّ ، وَالْأَسْوَدُ بْنُ يَزِيدَ النَّخَعِيُّ .

ترجمہ:- مخضرمین: اس کا واحد "مخضرم" ہے اور مخضرم وہ شخص ہے جس نے زمانہ جاہلیت اور نبی کریم ﷺ کا عہد مبارک پایا، مسلمان ہوا لیکن آپ کی زیارت نہیں کر سکا۔ صحیح قول کے مطابق مخضرمین، تابعین میں سے ہیں۔ مخضرمین کی تعداد بیس ہے جیسا کہ امام مسلمؒ نے انہیں شمار کرایا۔ صحیح یہ ہے کہ وہ اس سے زیادہ ہیں، ان ہی میں سے ابو عثمان نہدی اور اسود بن یزید نخعی بھی ہیں۔

شرح:- "مخضرم" زیادہ تر راء کے فتح کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور بعض اہل لغت سے اس کا کسرہ بھی منقول ہے۔ لغوی اعتبار سے مخضرم ہر وہ چیز جس کے بارے میں تردد ہو مثلاً "لَحْمٌ مُخَضْرَمٌ" وہ گوشت جس کے متعلق پتہ نہ چلے نہ جانور کا ہے یا مادہ کا۔ اسی طرح مخضرمین کا زمانہ عہد نبوی سے شروع سے ہو کر عہد صحابہ و تابعین پہ ختم ہوتا ہے لہذا من حیث الزمان وہ صحابہ میں داخل ہیں اور من حیث الحکم وہ تابعی ہیں۔

امام مسلمؒ کے ذکر کردہ بیس افراد کے نام یہ ہیں: ابو عمرو، سعد بن ایاس شیبانی، سدید بن غفلہ، شریح بن ہانی، یسیر بن عمرو بن جابر، عمرو بن میمون اودی، اسود بن یزید نخعی، اسود بن ہلال

مخاریج، معرور بن سوید، عبدخیر بن یزید خیوانی، شبیل بن عوف حمسی، مسعود بن حراش (ربیع بن حراش کے بھائی)، مالک بن عمیر، ابوعثمان نہدی، ابوجاء عطاردی، غنیم بن قیس، ابورافع الصائغ، ابوحلال ربیعہ بن زرارہ، خالد بن عمیر عدوی، ثمامہ بن حزن قشیری، جبیر بن نفیر حضرمی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

امام مسلمؒ نے مخضرمین کی تعداد بیس بتائی ہے مگر صحیح قول یہ ہے کہ وہ اس سے زیادہ ہیں، چنانچہ ابومسلم خولانیؒ اور احنف بن قیس وغیرہ بھی مخضرم ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اپنی کتاب ”الاصابہ“ میں ان سب کے نام و حالات ذکر کیے ہیں۔

۵ - أَلْفُقَهَاءُ السَّبْعَةِ : وَمِنْ أَكْبَارِ التَّابِعِينَ الْفُقَهَاءُ السَّبْعَةُ ، وَهُمْ كِبَارُ عُلَمَاءِ التَّابِعِينَ وَكُلُّهُمْ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَهُمْ : ”سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ ، وَالْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ ، وَخَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ ، وَسَلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ“ .

۴۔ ترجمہ : سات فقہاء: اکابر تابعین میں فقہاء سبعہ بھی ہیں اور وہ بڑے درجے کے علماء تابعین ہیں اور سب اہل مدینہ میں سے ہیں وہ یہ ہیں: سعید بن مسیب، قاسم بن محمد، عروہ بن زبیر، خارجہ بن زید، ابوسلمہ بن عبد الرحمن، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، سلیمان بن یسار رحمہم اللہ۔

۳۔ : مذکورہ بالا حضرات مدینہ منورہ میں انتہائی مشہور تھے اور کسی مسئلے میں اگر ان کا اتفاق ہو جاتا تو اس کی بڑی اہمیت ہوتی اور کہا جاتا کہ یہ فقہاء سبعہ کا قول ہے۔ ان کے ناموں میں اختلاف ہے، بعض حضرات نے سالمؒ بن عبد اللہ بن عمرؒ اور ابوبکر بن عبد الرحمنؒ کو فقہاء سبعہ میں شمار کیا ہے۔ ان میں سے اکثر صحابہ کرامؓ کی اولاد ہیں۔

۶ - أَفْضَلُ التَّابِعِينَ : هُنَاكَ أَقْوَالٌ لِلْعُلَمَاءِ فِي أَفْضَلِهِمْ ، وَالْمَشْهُورُ أَنَّ أَفْضَلَهُمْ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ . وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ خَفِيفٍ الشَّيْرَازِيُّ : (أ) أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَقُولُونَ : أَفْضَلُ التَّابِعِينَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ . (ب) وَأَهْلُ الْكُوفَةِ يَقُولُونَ : أَوْيَسُ الْقُرْنِيُّ . (ج) وَأَهْلُ الْبَصْرَةِ يَقُولُونَ : الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ .

ق۔ رجحہ : تابعین میں افضل: ان میں سے افضل شخص کے متعلق علماء کے کئی اقوال ہیں، مشہور یہ ہے کہ سب سے افضل سعید بن مسیبؓ ہیں۔ ابو عبد اللہ محمد بن خفیف شیرازیؒ نے کہا: (ا) اہل مدینہ کہتے ہیں: افضل تابعی سعید بن مسیبؓ ہیں۔ (ب) اہل کوفہ کہتے ہیں: اویس قرنیؓ۔ (ج) اور اہل بصرہ کہتے ہیں: حسن بصریؓ۔

شرح۔ : افضل تابعی کا تعین بہت مشکل ہے۔ اس بارے میں امام احمد بن حنبلؓ سے متعدد اقوال منقول ہیں: (۱) صرف سعید بن مسیبؓ۔ (۲) تین اشخاص: سعید بن مسیبؓ، اسود، علقمہؓ۔ (۳) قیس بن ابی حازمؒ، ابو عثمان نہدیؒ۔ ابو عبد اللہ شیرازیؒ نے اچھی تشریح فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ کے نزدیک سعید بن مسیبؓ افضل ہیں، اہل کوفہ کے نزدیک اویس قرنیؓ افضل ہیں جبکہ اہل بصرہ کے نزدیک حسن بصریؓ افضل ہیں۔ اکثر حضرات اویس قرنیؓ کو باعتبار ورع و تقویٰ افضل قرار دیتے ہیں اور سعید بن مسیبؓ کو باعتبار روایت حدیث افضل قرار دیتے ہیں۔

۷ - أَفْضَلُ التَّابِعِيَّاتِ : قَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي دَاوُدَ : " سَيِّدَتَا التَّابِعِيَّاتِ حَفْصَةُ بِنْتُ سِيرِينَ ، وَعَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، وَتَلِيَهُمَا أُمُّ الدَّرْدَاءِ . ۸ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : كِتَابُ " مَعْرِفَةِ التَّابِعِينَ " لِأَبِي الْمُطَرِّفِ بْنِ فُطَيْسٍ الْأَنْدَلُسِيِّ .

قہ۔ رجحہ : تابعی خواتین میں سب سے افضل: ابو بکر بن ابوداؤدؒ نے کہا: تابعیات کی دوسر دار حفصہ بنت سیرینؓ اور عمرہ بنت عبد الرحمنؓ ہیں، ان کے بعد ام درداءؓ ہیں۔ تابعین کے متعلق سب سے مشہور تصنیف کتاب معرفۃ التابعین ہے جو ابو مطرف بن فطیس اندلسیؒ کی ہے۔

شرح۔ : ایسا بن معاویہؒ بہت بڑے تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں: میری نظر میں حسن بصریؓ اور ابن سیرینؓ سے بھی افضل حفصہ بنت سیرینؓ ہیں۔ حضرت ابودرداءؓ کی دواہلیہ "ام الدرداء" کی کنیت سے مشہور ہیں: ایک ام الدرداء کبریٰ جن کا نام خیرہ تھا اور وہ صحابیہ ہیں۔ دوسری ام الدرداء صغریٰ جن کا نام ہجیمہ تھا اور وہ تابعیہ ہیں۔

(۳) مَعْرِفَةُ الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ

- ۱ - تَوَاطُؤُة : هَذَا الْعِلْمُ هُوَ إِحْدَى مَعَارِفِ أَهْلِ الْحَدِيثِ الَّتِي اغْتَنَوْا بِهَا وَأَفْرَدُوهَا بِالتَّصْنِيفِ ، وَهُوَ مَعْرِفَةُ الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ مِنَ الرِّوَاةِ فِي كُلِّ طَبَقَةٍ ، وَإِفْرَادُ هَذَا النُّوعِ بِالْبَحْثِ وَالتَّصْنِيفِ يَدُلُّ عَلَى مَدَى اهْتِمَامِ عُلَمَاءِ الْحَدِيثِ بِالرِّوَاةِ ، وَمَعْرِفَةُ أَنْسَابِهِمْ وَإِخْوَتِهِمْ ، وَغَيْرِ ذَلِكَ ، كَمَا سَيَأْتِي مِنَ الْأَنْوَاعِ بَعْدَهُ .
- ۲ - مِنْ فَوَائِدِهِ : مِنْ فَوَائِدِهِ أَلَّا يُظَنَّ مَنْ لَيْسَ بِأَخٍ أَخًا عِنْدَ الْإِشْتِرَاكِ فِي اسْمِ الْأَبِ . مِثْلَ "عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ" وَ "عَمْرٍو بْنِ دِينَارٍ" فَالَّذِي لَا يَدْرِي يُظَنَّ أَنَّهُمَا أَخَوَانِ مَعَ أَنَّهُمَا لَيْسَا بِأَخَوَيْنِ ، وَإِنْ كَانَ اسْمُ أَبِيهِمَا وَاحِدًا .

تہ - ترجمہ : بھائیوں بہنوں کی پہچان - تمہید : یہ علم بھی محدثین کی ان تحقیقات میں سے ہے جن کا انہوں نے اہتمام کیا اور اس پر لکھی تصنیف مستقل ، اور یہ رواد کے ہر طبقہ میں بھائیوں بہنوں کی پہچان ہے ، اس قسم سے لکھی بحث اور اس میں تصنیف علمائے حدیث کے رواد ، ان کے نسب اور بھائیوں کی پہچان وغیرہ امور کے سلسلے میں حد درجہ اہتمام پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس کے بعد مختلف اقسام آرہی ہیں ۔ اس کے فوائد میں سے یہ ہے کہ والد کے نام میں اشتراک کے وقت جو بھائی نہ ہو اس کو بھی بھائی نہ سمجھا جائے جیسے عبداللہ بن دینار اور عمرو بن دینار ، چنانچہ جس کو علم نہیں ہوگا انہیں بھائی ہی خیال کرے گا حالانکہ وہ بھائی نہیں ہیں اگرچہ دونوں کے والد کا نام ایک ہی ہے ۔

- ۳ - أُمَثَلَةٌ : (أ) مِثَالٌ لِلْإِثْنَيْنِ : فِي الصَّحَابَةِ ، عُمَرُ وَزَيْدُ ابْنِ الْخَطَّابِ .
- (ب) مِثَالٌ لِلثَّلَاثَةِ : فِي الصَّحَابَةِ ، عَلِيٌّ وَجَعْفَرُ وَعَقِيلُ بَنُو أَبِي طَالِبٍ .
- (ج) مِثَالٌ لِلْأَرْبَعَةِ : فِي أَتْبَاعِ التَّابِعِينَ ، سُهَيْلٌ وَعَبْدُ اللَّهِ وَمُحَمَّدٌ وَصَالِحُ بَنُو أَبِي صَالِحٍ .
- (د) مِثَالٌ لِلْخَمْسَةِ : فِي أَتْبَاعِ التَّابِعِينَ ، سُفْيَانُ وَآدَمُ وَعِمْرَانُ وَمُحَمَّدُ وَابْرَاهِيمُ بَنُو عُيَيْنَةَ .
- (هـ) مِثَالٌ لِلْسِتَّةِ : فِي التَّابِعِينَ ، مُحَمَّدٌ وَأَنَسٌ وَيَحْيَى وَمَعْبُدٌ وَخَفْصَةُ وَكَرِيمَةُ بَنُو سِيرِينَ .
- (و) مِثَالٌ لِلْسَّبْعَةِ : فِي الصَّحَابَةِ ، النُّعْمَانُ وَمَعْقِلٌ

وَعَقِيلٌ وَسُوَيْدٌ وَسِنَانٌ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ وَعَبْدُ اللَّهِ بَنُو مُقَرِّنٍ . وَهَؤُلَاءِ السَّبْعَةُ كُلُّهُمْ صَحَابَةٌ مُهَاجِرُونَ لَمْ يُشَارِكْهُمْ فِي هَذِهِ الْمَكْرَمَةِ أَحَدٌ ، وَقِيلَ إِنَّهُمْ حَضَرُوا غَزْوَةَ الْخَنْدَقِ كُلُّهُمْ . ۴ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : (أ) كِتَابُ الْإِخْوَةِ ، لِأَبِي الْمُطَرِّفِ بْنِ فُطَيْسٍ الْأَنْدَلُسِيِّ . (ب) كِتَابُ الْإِخْوَةِ ، لِأَبِي الْعَبَّاسِ السَّرَّاجِ .

تفہ - وجہ : چند مثالیں : (ا) دو بھائیوں کی مثال : صحابہ میں خطاب کے دو بیٹے عمر اور زید۔ (ب) تین بھائیوں کی مثال : صحابہ میں ابوطالب کے تین بیٹے علی، جعفر اور عقیل۔ (ج) چار بھائیوں کی مثال : تبع تابعین میں ابوصالح کے بیٹے سہیل، عبداللہ، محمد اور صالح۔ (د) پانچ بھائیوں کی مثال : تبع تابعین میں غمینہ کے بیٹے سفیان، آدم، عمران، محمد اور ابراہیم۔ (ه) چھ بھائیوں کی مثال : تبع تابعین میں سیرین کی اولاد محمد، انس، یحییٰ، معبد، حفصہ اور کریمہ۔ (و) سات بھائیوں کی مثال : صحابہ میں مقرن کے بیٹے نعمان، معقل، عقیل، سويد، سنان، عبدالرحمن اور عبداللہ۔ یہ سب مہاجرین صحابہ ہیں، اس فضیلت میں کوئی اور شریک نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سب غزوہ خندق کے موقع پر حاضر ہوئے تھے۔ اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف : (ا) کتاب الاخوة، جو ابو مطرف بن فطیس اندلسی کی ہے۔ (ب) کتاب الاخوة، جو ابو العباس سراج کی ہے۔

شرح :- (۱) تابعین میں دو بھائیوں کی مثال : حضرت شریحیل کے دو بیٹے عمرو اور ارقم۔ (ب) تابعین میں تین بھائیوں کی مثال : عمرو، عمرو اور شعیب جن کے والد شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو ہیں۔ (ج) صحابہ میں چار بھائی بہن کی مثال : حضرت ابوبکر صدیق کی اولاد عبدالرحمن، محمد، عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہم۔ (و) حضرت مقرن کے ساتوں صاحبزادے صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں، اس طرح کی عزت و شرف کسی اور نصیب نہیں۔ جنہوں نے انہیں تابعین میں شمار کیا ہے ان سے غلطی ہوئی ہے کیونکہ یہ سب صحابہ ہیں۔ تابعین میں سات بھائیوں کی مثال حضرت ابن عمر کے بیٹے ہیں : سالم، عبداللہ، عبید اللہ، حمزہ، ورث، واقد اور عبدالرحمن رحمہم اللہ۔ سات سے زیادہ چودہ صحابی بھائی بہن کی مثال حضرت عباس کی اولاد ہیں جن میں چار یا تین بیٹیاں اور باقی بیٹے ہیں۔

(۴) الْمُتَّفِقُ وَالْمُفْتَرِقُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : الْمُتَّفِقُ اسْمُ فَاعِلٍ مِنْ "الِاتِّفَاقِ" وَالْمُفْتَرِقُ اسْمُ فَاعِلٍ مِنْ "الِافْتِرَاقِ" ضِدَّ الْإِتِّفَاقِ . (ب) إِصْطِلَاحًا : أَنْ تَتَّفَقَ أَسْمَاءُ الرِّوَاةِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ فَصَاعِدًا خَطَأً وَلَفْظًا ، وَتَخْتَلِفُ أَشْخَاصُهُمْ ، وَمِنْ ذَلِكَ أَنْ تَتَّفَقَ أَسْمَاؤُهُمْ وَكُنَاهُمْ ، أَوْ أَسْمَاؤُهُمْ وَنِسْبَتُهُمْ ، وَنَحْوُ ذَلِكَ .

تہ - ترجمہ : متفق و مفترق۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: متفق، اتفاق سے اسم فاعل ہے اور مفترق، انتراق سے اسم فاعل ہے جو اتفاق کا ضد ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: رواة کے اور ان کے آباء یا ان سے اوپر لوگوں کے ناموں کا لکھنے اور بولنے میں ایک جیسا ہونا جبکہ شخصیت مختلف ہو۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ان کے نام اور کنیت یا نام اور نسبت وغیرہ ایک ہوں۔
شرح :- متفق لغت میں ایک جیسے کو کہتے ہیں جبکہ مفترق جدا اور علیحدہ کو۔ متفق و مفترق وہ رواة ہیں جن کے نام مع ولدیت ایک دوسرے کے ساتھ ملتے ہوں یا نام و کنیت ایک جیسی ہو یا نام و نسبت یکساں ہو وغیرہ۔ تو یہ راوی اپنے نام وغیرہ کے لحاظ سے متفق ہیں اور شخصیت کے لحاظ سے مفترق۔ یہ واضح رہے کہ صرف راویوں کے نام ایک جیسے ہونے کی وجہ سے انہیں متفق و مفترق نہیں کہا جاتا جب تک کہ نام کے ساتھ مذکورہ چیزوں میں سے کسی اور چیز میں مشترک نہ ہوں کیونکہ اکثر لوگوں کے نام ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن ولدیت اور نسبت وغیرہ عموماً مختلف ہوتی ہے اور راوی کا ذکر اشتباہ کے وقت ولدیت یا نسبت وغیرہ کے ساتھ کیا جاتا ہے لیکن جب وہ اس میں بھی متحد ہوں تو پھر اشکال پیدا ہوگا، اسی لیے اس قسم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

۲ - أُمِّثَلَةٌ : (أ) الْخَلِيلُ بْنُ أَحْمَدَ : سِتَّةُ أَشْخَاصٍ اشْتَرَكُوا فِي هَذَا الْإِسْمِ ، أُولَئِهِمْ شَيْخُ سَيِّوِيَه . (ب) أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ حَمْدَانَ : أَرْبَعَةُ أَشْخَاصٍ فِي عَصْرِ وَاحِدٍ . (ج) عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ : سِتَّةُ أَشْخَاصٍ .

تہ - ترجمہ : چند مثالیں: (أ) خلیل بن احمد، چھ اشخاص ہیں جو اس نام میں مشترک ہیں، ان میں

سب سے پہلے سیبویہ کے شیخ ہیں۔ (ب) احمد بن جعفر بن حمدان: ایک ہی زمانے میں چار اشخاص ہیں۔ (ج) عمر بن خطاب: چھ اشخاص ہیں۔

شرح: - (۱) خلیل بن احمد: اس نام کے چھ اشخاص ہیں (الف) خلیل بن احمد فراہیدی، مشہور امام لغت، تجوید و علم العروض والقوافی۔ یہ سیبویہ کے استاذ بھی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد سب سے پہلے احمد نام انہی خلیل فراہیدی کے والد کا تھا۔ (ب) ابو بشر خلیل بن احمد مزنی بصری۔ (ج) خلیل بن احمد اصفہانی۔ (د) قاضی ابوسعید خلیل بن احمد سجزی حنفی۔ (ه) قاضی ابو سعید خلیل بن احمد بستی مہلبی۔ (و) ابوسعید خلیل بن احمد بستی شافعی۔

(۲) احمد بن جعفر بن حمدان: اس کے چار اشخاص ایک ہی زمانہ میں ہوئے ہیں: (الف) ابو بکر احمد بن جعفر بن حمدان لقطعی۔ (ب) ابو بکر احمد بن جعفر بن حمدان لقطعی۔ (ج) احمد بن جعفر بن حمدان دینوری۔ (د) احمد بن جعفر بن حمدان طرسوی۔

۳ - اُھمّیَّتُهُ وَفائدَتُهُ : وَمَعْرِفَةُ هَذَا النَّوعِ مُهِمٌّ جَدًّا فَقَدْ زَلِقَ بِسَبَبِ الْجَهْلِ بِهِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَكْبَرِ الْعُلَمَاءِ . وَمِنْ فَوَائِدِهِ : (أ) عَدَمُ ظَنِّ الْمُشْتَرِكِينَ فِي الْأِسْمِ وَاحِدًا ، مَعَ أَنَّهُمْ جَمَاعَةٌ . وَهُوَ عَكْسُ " الْمُهْمَلِ " الَّذِي يُخْشَى مِنْهُ أَنْ يُظَنَّ الْوَاحِدُ اثْنَيْنِ . (ب) التَّمْيِيزُ بَيْنَ الْمُشْتَرِكِينَ فِي الْأِسْمِ ، قُرْبَمَا يَكُونُ أَحَدُهُمَا ثِقَةً وَالْآخَرُ ضَعِيفًا ، فَيُضَعَّفُ مَا هُوَ صَحِيحٌ أَوْ بِالْعَكْسِ .

تہ - ترجمہ: اس کی اہمیت و افادیت: اس قسم کی پہچان بہت ہی اہم ہے، چنانچہ اس سے لاعلمی کی بناء پر بہت سے اکابر علماء سے لغزش واقع ہو گئی ہے۔ اس کے چند فوائد: (أ) نام میں مشترک لوگوں کو ان کے ایک جماعت ہونے کے باوجود ایک نہ سمجھنا، اور یہ مہمل کے برعکس ہے جس میں ایک کو دو خیال کرنے کا ڈر ہوتا ہے۔ (ب) ناموں میں مشترک لوگوں کے درمیان فرق کرنا کیونکہ بسا اوقات ان میں ایک ثقہ اور دوسرا ضعیف ہوتا ہے چنانچہ (علم نہ ہونے کے وقت) صحیح کو ضعیف یا اس کے برعکس (ضعیف کو صحیح) قرار دے دیا جاتا ہے۔

شرح: - متفق و مفترق کی پہچان از حد ضروری ہے، اور اس کے دو بڑے فائدے ہیں: (أ) ایک

نام کے کئی لوگوں کو ایک سمجھ لیا جاتا ہے لیکن اس فن کا علم ہوگا تو یہ غلطی نہیں ہوگی۔ (ب) مشترک نام والے رواۃ میں کوئی صحیح اور کوئی ضعیف ہوتا ہے اگر علم نہیں ہوگا تو ضعیف کو صحیح اور صحیح کو ضعیف سمجھا جائے گا جس سے حدیث بھی صحیح کے بجائے ضعیف اور ضعیف کے بجائے صحیح کہلائے گی۔

۴ - متى یحسن إبرأده ؟ ویحسن إبرأد المثل فیما إذا اشترک الراویان أو الرواة فی الاسم ، وکانوا فی عصر واحد ، واشترکوا فی بعض الشیوخ أو الرواة عنهم ، أما إذا کانوا فی عصور متباعدة فلا إشکال فی أسمائهم . ۵ - أشهر المصنفات فیہ : (أ) کتاب ” المتفق والمفترق “ للخطیب البغدادی ، وهو کتاب حافل نفیس . (ب) کتاب ” الأنساب المتفقه “ للحافظ محمد بن طاهر ، المتوفی سنة ۵۰۷ هـ ، وهو لنوع خاص من المتفق .

۴۔ ترجمہ : کب اس کا پیش کرنا اچھا ہوتا ہے؟ اس صورت میں مثال پیش کرنا اچھا ہوتا ہے جب دو یا کئی رواۃ نام میں مشترک ہوں اور وہ ایک ہی زمانے میں ہوں اور بعض شیوخ میں یا اپنے رواۃ (شاگردوں) میں بھی مشترک ہوں۔ البتہ جب الگ الگ زمانوں میں ہوں تو پھر ان کے ناموں میں اشکال نہیں ہوتا۔ اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف : (أ) کتاب ” المتفق والمفترق “ جو خطیب بغدادی کی ہے۔ اور یہ بڑی جامع اور عمدہ ہے۔ (ب) کتاب ” الأنساب المتفقه “ جو حافظ محمد بن طاہر متوفی سنہ ۵۰۷ھ کی ہے اور متفق کی ایک خاص قسم میں ہے۔

۵۔ شرح :- متفق ومفترق کا فائدہ اس وقت بہت واضح ہوتا ہے جب ایک ہی زمانے کے چند مشترک ناموں والے رواۃ ہوں جن کے بعض شیوخ یا تلامذہ بھی مشترک ہوں کیونکہ اس وقت ان میں تمیز کی ضرورت پیش آتی ہے البتہ اگر ان کے زمانہ دور، دور ہوں تو پھر اس کی ضرورت اس لیے پیش نہیں آتی کہ تمیز مشکل نہیں ہوتی۔

(۵) الْمُؤْتَلَفُ وَالْمُخْتَلَفُ

۱ - تعریفہ : (أ) لُغَةً : الْمُؤْتَلَفُ اسْمُ فَاعِلٍ مِنَ ” الإِتْلَافِ “ بِمَعْنَى ” الإِجْتِمَاعِ

وَالْتَّلَاقِيَّ “ وَهُوَ ضِدُّ النَّفَرَةِ ، وَالْمُخْتَلِفُ اسْمٌ فَاعِلٍ مِنْ ” الْإِخْتِلَافِ “ ضِدُّ
الِإِتِّفَاقِ . (ب) إِصْطِلَاحًا : أَنْ تَتَّفِقَ الْأَسْمَاءُ أَوْ الْأَلْقَابُ أَوْ الْكُنَى أَوْ الْأَنْسَابُ

قہ۔ ترجمہ۔ قسمیں تلف و مختلف۔ اس کی تعریف: (ا) لغت کے اعتبار سے قسمیں تلف، اختلاف سے
اسم فاعل ہے جس کے معنی اکٹھا ہونا اور ملاقات کرنا ہیں اور وہ نفرت کا ضد ہے۔ مختلف، اختلاف
سے اسم فاعل ہے جو اتفاق کا ضد ہے۔

(ب) اصطلاح کے اعتبار سے: ناموں یا القابات یا کنیتوں یا نسبتوں کا لکھنے میں ایک
اور پڑھنے میں مختلف ہونا۔ اس کی مثالیں: سلام اور سلام، پہلا لام کی تخفیف کے ساتھ ہے اور دوسرا
لام کی تشدید کے ساتھ۔ (ب) منور اور منور، پہلا میم کے کسرے، سین کے سکون اور واو کی تخفیف
کے ساتھ ہے اور دوسرا میم کے ضمے، سین کے فتح اور واو کی تشدید کے ساتھ۔ (ج) بزّاز
اور بزّار، پہلے کے آخر میں زاء ہے اور دوسرے کے آخر میں راء۔ (د) ثوری اور توّزی، پہلا ثاء اور
راء کے ساتھ ہے جبکہ دوسرا ثاء اور زاء کے ساتھ۔

۳۔ هَلْ لَهُ ضَابِطٌ؟ (أ) أَكْثَرُهُ لَا ضَابِطَ لَهُ ، لِكَثْرَةِ انْتِشَارِهِ ، وَإِنَّمَا يُضَبِّطُ
بِالْحِفْظِ ، كُلُّ اسْمٍ بِمُفْرَدِهِ . (ب) وَمِنْهُ مَا لَهُ ضَابِطٌ ، وَهُوَ قِسْمَانِ : (۱) مَا لَهُ
ضَابِطٌ بِالنِّسْبَةِ لِكِتَابٍ خَاصٍّ أَوْ كُتُبٍ خَاصَّةٍ ، مِثْلُ أَنْ نَقُولَ : إِنَّ كُلَّ مَا وَقَعَ فِي
الصَّحِيحَيْنِ وَالْمَوْطَأِ ” يَسَارٌ “ فَهُوَ بِالْمُشَاقَّةِ ثُمَّ الْمُهِمْلَةِ إِلَّا مُحَمَّدَ بْنَ ” بَشَارٍ “
فَهُوَ بِالْمَوْحَدَةِ ثُمَّ الْمُعْجَمَةِ . (۲) مَا لَهُ ضَابِطٌ عَلَى الْعُمُومِ : أَيْ لَا بِالنِّسْبَةِ لِكِتَابٍ
أَوْ كُتُبٍ خَاصَّةٍ ، مِثْلُ أَنْ نَقُولَ : ” سَلَامٌ “ كُلُّهُ مُشَدَّدُ اللَّامِ إِلَّا خَمْسَةٌ ، ثُمَّ نَذْكُرُ
تِلْكَ الْخَمْسَةَ .

قہ۔ ترجمہ۔ کیا ان کے لیے کوئی ضابطہ مقرر ہے؟ (ا) ان میں سے اکثر کا کوئی ضابطہ نہیں کیونکہ
یہ بہت ہیں اور صرف یاد رکھنے کے ساتھ ہی ہر نام کو الگ الگ محفوظ کیا جاسکتا ہے۔ (ب) اور بعض
ناموں کا ضابطہ مقرر ہے، اور وہ دو۔ مؤہیں: (۱) جس کا کوئی ضابطہ کسی ایک یا متعدد مخصوص کتابوں
کی بہ نسبت مقرر ہے مثلاً ہم یہ کہیں کہ صحیحین میں طائیں جو بھی ”یسار“ آئے تو وہ دونوں والی یا،

اور اس کے بعد بغیر نقطے کے سین کے ساتھ ہے سوائے محمد بن بشار کے کہ وہ ایک نقطے والی باء اور اس کے بعد نقطے والے شین کے ساتھ ہے۔ (۲) جس کا عمومی ضابطہ مقرر ہے یعنی کسی ایک یا متعدد مفرص کتابوں کی بہ نسبت نہیں (بلکہ سب کے لیے) مثلاً ہم کہیں کہ ”سَلَامٌ“ ہر جگہ لام مشدد کے ساتھ ہے مگر پانچ نام نہیں، پھر ہم وہ پانچ نام ذکر کر دیں۔

شرح :- مؤتلف و مختلف اتنے اسماء ہیں کہ ان کے درمیان فرق قائم رکھنا، یاد رکھنے سے ہی ممکن ہے، پھر بھی چند اسماء ایسے ہیں جنہیں کسی ضابطہ کے تحت سمجھا جاسکتا ہے، اور ان کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ اسماء جنہیں مفرص کتابوں کی بہ نسبت ضبط کیا جاسکتا ہے مثلاً ”یسار“ لفظ صحیحین اور مؤطا میں جتنی جگہ بھی آئے وہ یاء اور سین کے ساتھ ہوگا سوائے محمد بن بشار کے کہ اس میں ”بشار“ باء اور شین کے ساتھ ہے۔

(۲) ایسے اسماء جنہیں کسی خاص کتاب کے بغیر عمومی طور پر سمجھا جاسکتا ہے مثلاً ”سلام“ یہ پانچ ناموں کے علاوہ تمام جگہوں میں ”سَلَامٌ“ تشدید کے ساتھ ہے، وہ پانچ نام یہ ہیں: عبد اللہ بن سلام، امام بخاری کے شیخ محمد بن سلام، سلام بن محمد بن ناہض، محمد بن عبد الوہاب بن سلام معزلی، سلام بن ابی الحقیق۔ ان ناموں میں ”سَلَامٌ“ تخفیف کے ساتھ ہے۔

۴ - أَهْمِيَّتُهُ وَفَائِدَتُهُ : مَعْرِفَةُ هَذَا النَّوْعِ مِنْ مُهِمَّاتِ عِلْمِ الرِّجَالِ ، حَتَّى قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ ”أَشَدُّ التَّصْحِيفِ مَا يَقَعُ فِي الْأَسْمَاءِ“ لِأَنَّهُ شَيْءٌ لَا يَدْخُلُهُ الْقِيَاسُ ، وَلَا قَبْلَهُ شَيْءٌ يَدُلُّ عَلَيْهِ وَلَا بَعْدَهُ . وَفَائِدَتُهُ تَكْمُنُ فِي تَجَنُّبِ الْخَطَا وَعَدَمِ الْوُقُوعِ فِيهِ . ۵ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : (أ) الْمُؤْتَلَفُ وَالْمُخْتَلَفُ لِعَبْدِ الْغَنِيِّ بْنِ سَعِيدٍ . (ب) الْأَكْمَالُ لِابْنِ مَآكُولَا ، وَذِيلُهُ ، لِأَبِي بَكْرٍ بْنِ نُقْطَةَ .

ترجمہ : اس کی اہمیت و افادیت : اس قسم کی پہچان بھی علم الرجال کی مہمات میں سے ہے حتیٰ کہ علی بن مدینی نے کہا کہ سب سے بڑی تصحیف ناموں میں ہوتی ہے، اس لیے کہ یہ ایسی چیز ہے جس میں قیاس کا دخل نہیں اور نہ اس سے پہلے یا اس کے بعد کوئی چیز اس پر دلالت کرتی ہے اور اس کا فائدہ غلطی سے بچنے اور اس میں عدم وقوع کی صورت میں مخفی ہے۔ اس بارے میں مشہور ترین

تصانیف: (أ) المؤلف والمختلف، جو عبدالغنی بن سعید کی ہے۔ (ب) الاکمال، جو ابن ماکو الکی ہے اور اس کا اضافہ جو ابوبکر بن نقطہ کا ہے۔

(۶) الْمُتَشَابِهُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : إِسْمُ فَاعِلٍ مِنْ "التَّشَابِهِ" بِمَعْنَى "التَّمَاثُلِ" وَيُرَادُ بِالْمُتَشَابِهِ هُنَا "الْمُلْتَبِسُ" وَمِنْهُ الْمُتَشَابِهُ مِنَ الْقُرْآنِ أَيْ الَّذِي يَلْتَبِسُ مَعْنَاهُ .
(ب) إِصْطِلَاحًا : أَنَّ تَتَّفَقَ أَسْمَاءُ الرِّوَاةِ لَفْظًا وَخَطَا وَتَخْتَلِفُ أَسْمَاءُ الْآبَاءِ لَفْظًا لَا خَطَا أَوْ بِالْعَكْسِ . ۲ - أُمُثِلَتْهُ : (أ) مُحَمَّدُ بْنُ عَقِيلٍ بِضَمِّ الْعَيْنِ وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَقِيلٍ بِفَتْحِ الْعَيْنِ . اتَّفَقَتْ أَسْمَاءُ الرِّوَاةِ ، وَ اخْتَلَفَتْ أَسْمَاءُ الْآبَاءِ . (ب) شُرَيْحُ بْنُ النُّعْمَانَ وَ شُرَيْحُ بْنُ النُّعْمَانَ ، اخْتَلَفَتْ أَسْمَاءُ الرِّوَاةِ ، وَ اتَّفَقَتْ أَسْمَاءُ الْآبَاءِ .
۳ - فَائِدَتُهُ : وَ تَكْمُنُ فَائِدَتُهُ فِي ضَبْطِ أَسْمَاءِ الرِّوَاةِ ، وَ عَدَمِ الْإِلْتِبَاسِ فِي النَّطْقِ بِهَا ، وَ عَدَمِ الْوُقُوعِ فِي التَّضْحِيفِ وَالْوَهْمِ .

ترجمہ : متشابہ۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: تشابہ سے اسم فاعل ہے جو تماثل (ایک جیسا ہونا) کے معنی میں ہے اور یہاں پر متشابہ سے مراد ملتبس (جو دوسرے کے ساتھ مشتبہ) ہے، اسی سے قرآن پاک کے تشابہات بھی ہیں یعنی وہ لفظ جس کا معنی ملتبس ہو۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: رواۃ کے ناموں کا تلفظ اور لکھائی میں ایک جیسا ہونا اور ان کے آباء کے ناموں کا لکھائی کے بغیر صرف تلفظ میں مختلف ہونا یا اس کے برعکس (یعنی تلفظ میں ایک جیسا اور لکھائی میں مختلف) ہونا۔ اس کی مثالیں: (أ) محمد بن عقیل جو عین کے ضمے کے ساتھ ہے اور محمد بن عقیل جو عین کے فتح کے ساتھ ہے۔ یہاں راویوں کے نام ایک ہیں اور باپ کے نام مختلف۔ (ب) شریح بن نعمان اور شریح بن نعمان، یہاں راویوں کے نام مختلف ہیں اور باپ کے نام ایک ہیں۔ اس کا فائدہ: راویوں کے ناموں کے ضبط کرنے اور ان کے بولنے میں التباس نہ ہونے اور تصحیف و وہم میں عدم وقوع کی صورت میں مخفی ہے۔

شرح :- (یہ قسم سابقہ دو قسموں ”متفق و مخصوص“ اور ”مؤلف و مختلف“ سے مرکب ہے)۔ اس کے تین فائدے مذکور ہیں: (۱) راویوں کے نام اچھی طرح محفوظ ہو جاتے ہیں۔ (۲) ان کے تلفظ میں شک و شبہ اور خلط ملط نہیں ہوتا۔ (۳) تصحیف اور وہم سے حفاظت رہتی ہے۔

۴ - أَنْوَاعُ أُخْرَى مِنَ الْمُتَشَابِهِ : هُنَاكَ أَنْوَاعُ أُخْرَى مِنَ الْمُتَشَابِهِ ، أَذْكَرُ أَهْمَهَا فَمِنْهَا : (أ) أَنْ يَحْصُلَ الْإِتِّفَاقُ فِي الْإِسْمِ وَاسْمِ الْأَبِ إِلَّا فِي حَرْفٍ أَوْ حَرْفَيْنِ مِثْلَ : مُحَمَّدٍ بْنِ حُنَيْنٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ . (ب) أَوْ يَحْصُلَ الْإِتِّفَاقُ فِي الْإِسْمِ وَاسْمِ الْأَبِ خَطَأً وَلَفْظاً ، لَكِنْ يَحْصُلُ الْإِخْتِلَافُ فِي التَّقْدِيمِ وَالتَّأْخِيرِ ، إِمَّا فِي الْإِسْمَيْنِ جُمْلَةً مِثْلَ : الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ وَ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ ، أَوْ فِي بَعْضِ الْحُرُوفِ مِثْلَ : أَيُّوبَ بْنِ سَيَّارٍ وَ أَيُّوبَ بْنِ يَسَّارٍ .

ترجمہ : متشابہ کی چند اور قسمیں: متشابہ کی چند اور قسمیں ہیں جن میں سے اہم ذکر کرتا ہوں، چنانچہ ان میں سے یہ ہیں: (ا) نام اور ولدیت میں ایک یا دو حروف کے علاوہ اتفاق ہونا جیسے محمد بن حنین اور محمد بن جبیر۔ (ب) یا نام اور ولدیت کا لکھنے اور تلفظ میں ایک ہونا مگر تقدیم و تاخیر میں مختلف ہونا، یا تو دونوں ناموں میں مکمل طور پر ایسا ہو جیسے اسود بن یزید اور یزید بن اسود، یا بعض حروف میں ایسا ہو جیسے ایوب بن سیار اور ایوب بن یسار۔

شرح :- متشابہ کی اہم قسمیں یہ ہیں: (۱) راوی اور راوی کے باپ کے نام میں ایک یا دو حروف میں اتحاد ہونا جیسے محمد بن حنین اور محمد بن جبیر، ان میں حنین اور جبیر ایک حرف یعنی یاء میں متحد ہیں۔ (ب) راوی اور ان کے باپ کے نام لکھنے اور بولنے میں ایک جیسے ہوں لیکن تقدیم و تاخیر میں مختلف ہوں یا تو مکمل طور پر دو اسموں میں جیسے اسود بن یزید اور یزید بن اسود، کہ نام بعینہ ایک ہیں لیکن پہلے راوی کا جو نام ہے وہ دوسرے راوی کے باپ کا نام ہے اور جو پہلے راوی کے باپ کا نام ہے وہ دوسرے راوی کا اپنا نام ہے۔ بعض حضرات اس قسم کا نام ”المستتبہ المقلوب“ رکھتے ہیں۔ یا پھر بعض حروف میں مشابہت ہوگی جیسے ایوب بن سیار اور ایوب بن یسار، کہ راوی کے نام ایک ہی ہیں اور ان کے باپ کے ناموں کے حروف بھی ایک ہیں لیکن ان حروف میں تقدیم و تاخیر کا فرق ہے

”سار“ میں پہلے سین پھر یاء ہے جبکہ ”سار“ میں پہلے یاء پھر سین ہے۔

۵ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : (أ) ”تَلْخِيصُ الْمُتَشَابِهِ فِي الرَّسْمِ ، وَحِمَايَةُ مَا أَشْكَلَ مِنْهُ عَنْ بَوَادِرِ التَّصْحِيفِ وَالْوَهْمِ“ لِلْخَطِيبِ الْبَغْدَادِيِّ . (ب) ”تَالِي التَّلْخِيصِ“ لِلْخَطِيبِ أَيْضًا ، وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنْ تَتِمَّةٍ أَوْ ذَيْلٍ لِلْكِتَابِ السَّابِقِ ، وَهُمَا كِتَابَانِ نَفِيسَانِ لَمْ يُصَنَّفْ مِثْلُهُمَا فِي هَذَا الْبَابِ .

ترجمہ : اس بارے میں مشہور ترین تصانیف : (أ) تلخیص المتشابه فی الرسم وحمایہ ما أشکل منه عن بوادیر تصحیف والوہم، جو خطیب بغدادی کی ہے۔ (ب) تالی التلخیص، یہ بھی خطیب کی ہے اور یہ گذشتہ کتاب کی تکمیل یا اس پر اضافہ ہے اور دونوں عمدہ کتابیں ہیں، اس باب میں ایسی کتابیں نہیں لکھی گئیں۔

(۷) الْمُهْمَلُ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمٌ مَفْعُولٍ مِنْ ”الْإِهْمَالِ“ بِمَعْنَى ”التَّرْكِ“ كَأَنَّ الرَّاَوِي تَرَكَ اِلْاِسْمَ بِدُونِ ذِكْرِ مَا يُمَيِّزُهُ عَنْ غَيْرِهِ . (ب) اِصْطِلَاحًا : اَنْ يَرَوِيَ الرَّاَوِي عَنْ شَخْصَيْنِ مُتَّفَقَيْنِ فِي اِلْاِسْمَيْنِ فَقَطْ اَوْ مَعَ اِسْمِ الْاَبِ اَوْ نَحْوِ ذَلِكَ ، وَلَمْ يَتَمَيَّزَا بِمَا يَخُصُّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا . ۲ - مَتَى يَضُرُّ الْإِهْمَالُ ؟ اِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا ثِقَةً وَالْآخَرُ ضَعِيفًا ، لِأَنَّهُ لَا نَذْرِي مِنَ الشَّخْصِ الْمَرْوِيِّ عَنْهُ هُنَا فَرُبَّمَا كَانَ الضَّعِيفُ مِنْهُمَا فَيُضَعَّفُ الْحَدِيثُ . أَمَّا إِذَا كَانَا ثِقَتَيْنِ فَلَا يَضُرُّ الْإِهْمَالُ بِصِدَّةِ الْحَدِيثِ ، لِأَنَّ أَيًّا مِنْهُمَا كَانَ الْمَرْوِيُّ عَنْهُ فَالْحَدِيثُ صَحِيحٌ .

ترجمہ : مہمل۔ اس کی تعریف : (أ) لغت کے اعتبار سے : اہمال سے اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں ”چھوڑنا“ گویا راوی نے نام کو دوسرے ناموں سے ممتاز کیے بغیر چھوڑ دیا۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے : راوی کا دو ایسے شخصوں سے روایت کرنا جو صرف نام میں ایک جیسے ہوں یا والدیت میں بھی ایک جیسے ہوں یا اس جیسی دوسری بات میں، اور دونوں میں کسی مفسر بات کے

ساتھ امتیاز نہ ہوا ہو۔ اہمال کب نقصان دہ ہے؟ اگر ان میں سے ایک ثقہ اور دوسرا ضعیف ہو (تو نقصان دہ ہوگا) کیونکہ ہمیں نہیں پتہ کہ یہاں پر مروی عنہ کون شخص ہے، کبھی وہ ان میں سے ضعیف ہوگا جس کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار دیا جائے گا، البتہ جب دونوں ثقہ ہوں تو اہمال کی وجہ سے حدیث کی صحت پر اثر نہیں پڑے گا کیونکہ ان میں سے جو بھی مروی عنہ ہو تو حدیث صحیح ہوگی۔

شرح :- مہمل باب افعال کے مصدر الاہمال سے اسم مفعول ہے، اہمال کے معنی خالی چھوڑ دینے کے ہیں تو مہمل اس راوی کو کہتے ہیں جس کو ممتاز کیے بغیر چھوڑ دیا گیا ہو اور کوئی قید وغیرہ نہ لگائی گئی ہو۔ اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ دوراویوں کے صرف نام یا نام مع ولدیت ایک ہوں مگر ان میں تمیز قائم نہ کی گئی ہو۔ اس کا اثر وہاں ظاہر ہوتا ہے جہاں ایک نام کے دوراویوں میں سے ایک ثقہ اور دوسرا ضعیف ہو کیونکہ اگر مروی عنہ ان میں سے ضعیف ہو تو حدیث کو ضعیف ہونا چاہیے اور اگر ثقہ ہو تو اس کے مطابق صحیح ہونا چاہیے مگر ہمیں پتہ نہیں کہ کون مراد ہے، ثقہ یا ضعیف؟ اور اگر دونوں ہی ثقہ ہوں تو جو بھی مراد ہو اس سے حدیث کی صحت پر اثر نہیں پڑے گا اور اہمال مضر نہیں ہوگا۔

۳ - مِثَالُهُ : (أ) إِذَا كَانَا ثِقَتَيْنِ : مَا وَقَعَ لِلْبُخَارِيِّ مِنْ رَوَايَتِهِ عَنْ "أَحْمَدَ" - غَيْرِ مَنْسُوبٍ - عَنْ ابْنِ وَهْبٍ فَإِنَّهُ إِذَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ أَوْ أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى، وَكِلَاهُمَا ثِقَةٌ. (ب) إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا ثِقَةً وَالْآخَرُ ضَعِيفًا : "سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ" وَ "سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ"، فَإِنْ كَانَ "الْخَوْلَانِيُّ" فَهُوَ ثِقَةٌ، وَإِنْ كَانَ "الْيَمَامِيُّ" فَهُوَ ضَعِيفٌ. ۴ - الْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُبْهَمِ : وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا أَنَّ الْمُهْمَلَ ذُكِرَ اسْمُهُ وَالتَّبَسُّعُ تَعْيِينُهُ، وَالْمُبْهَمُ لَمْ يُذَكَّرْ اسْمُهُ. ۵ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : كِتَابُ "الْمُكْمَلُ فِي بَيَانِ الْمُهْمَلِ" لِلْخَطِيبِ.

ترجمہ : اس کی مثال: (أ) جب دونوں ثقہ ہوں: جو بخاری کی غیر منسوب احمد نامی شخص سے روایت آئی ہے جسے وہ ابن وہب سے روایت کرتے ہیں کیونکہ وہ یا تو احمد بن صالح ہیں یا احمد بن عیسیٰ اور دونوں ثقہ ہیں۔ (ب) جب ان میں سے ایک ثقہ اور دوسرا ضعیف ہو: "سلیمان بن داؤد" اور "سلیمان بن داؤد"، اگر مراد خولانی ہوں تو وہ ثقہ ہیں اور اگر یمامی ہوں تو وہ ضعیف ہیں۔

اس کے اور مبہم کے درمیان فرق: ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ مہمل کا نام مذکور ہوتا ہے اور تعین میں القباس ہوتا ہے جبکہ مبہم کا نام مذکور نہیں ہوتا۔ اس بارے میں مشہور ترین تصنیف: کتاب ”المکمل فی بیان المہمل“ جو خطیب کی ہے۔

شرح: - امام بخاریؒ کی ایک روایت میں احمد بن ابن وہب آیا ہے اور احمد کے ساتھ کوئی وضاحت نہیں کہ کون سے احمد ہیں؟ احمد بن صالح یا احمد بن عیسیٰ مگر دونوں ثقہ ہیں اس لیے باعث ضرر نہیں۔ اس کے برعکس بعض کتابوں میں سلیمان بن داؤد کا ذکر ہے اور وہ بھی دو ہیں: سلیمان بن داؤد خولانی جو کہ ثقہ ہیں اور سلیمان بن داؤد یمامی جو کہ ضعف ہیں۔

(۸) مَعْرِفَةُ الْمُبْهَمَاتِ

- ۱ - تَعْرِيفُهُ: (أ) لُغَةً: الْمُبْهَمَاتُ جَمْعُ "مُبْهَمٍ" وَهُوَ اسْمٌ مَفْعُولٌ مِنْ "الْإِبْهَامِ" ضِدُّ الْإِيضَاحِ. (ب) إِصْطِلَاحًا: هُوَ مَنْ أَبْهَمَ اسْمُهُ فِي الْمَتْنِ أَوْ الْإِسْنَادِ مِنَ الرَّوَاةِ أَوْ مِمَّنْ لَهُ عِلَاقَةٌ بِالرَّوَايَةِ. ۲ - مِنْ فَوَائِدِ بَحْثِهِ: (أ) إِنْ كَانَ الْإِبْهَامُ فِي السَّنَدِ: مَعْرِفَةُ الرَّاوِي إِنْ كَانَ ثَقَّةً أَوْ ضَعِيفًا لِلْحُكْمِ عَلَى الْحَدِيثِ بِالصَّحَّةِ أَوْ الضَّعْفِ. (ب) وَإِنْ كَانَ فِي الْمَتْنِ: فَلَهُ فَوَائِدُ كَثِيرَةٌ أَبْرَزَهَا مَعْرِفَةُ صَاحِبِ الْقِصَّةِ أَوْ السَّائِلِ حَتَّى إِذَا كَانَ فِي الْحَدِيثِ مَنْقَبَةٌ لَهُ عَرَفْنَا فَضْلَهُ، وَإِنْ كَانَ عَكْسُ ذَلِكَ فَيَحْصُلُ بِمَعْرِفَتِهِ السَّلَامَةُ مِنَ الظَّنِّ بغيرِهِ مِنْ أَفْاضِلِ الصَّحَابَةِ.
- ۳ - كَيْفَ يَعْرِفُ الْمُبْهَمُ؟ يَعْرِفُ بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ: (أ) بِوُرُودِهِ مُسَمًى فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ الْآخَرَى. (ب) بِتَنْصِصِ أَهْلِ السِّيَرِ عَلَى كَثِيرٍ مِنْهُ.

ترجمہ: مبہمات کی پہچان۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: مبہمات، مبہم کی جمع ہے اور وہ ابہام سے اسم مفعول ہے جو کہ ایضاح کا ضد ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: راویوں میں سے یا روایت سے متعلق لوگوں میں سے وہ شخص جس کا نام متن یا سند میں مبہم رکھا گیا ہو۔ اس کی بحث کے چند فوائد: (أ) اگر ابہام سند میں ہو تو راوی کی پہچان ہو جانا، اگر وہ ثقہ یا ضعف ہوگا

تا کہ حدیث پر صحت یا ضعیف کا حکم لگایا جاسکے۔

(ب) اور اگر متن میں واقع ہو تو اس کے بہت سے فائدے ہیں، جن میں سے نمایاں فائدہ صاحب قصہ یا سائل کی پہچان ہے یہاں تک کہ جب حدیث میں اس کی کوئی فضیلت مذکور ہو تو ہمیں اس کی فضیلت معلوم ہو جائے گی اور اگر اس کے برعکس ہو تو اس کو پہچاننے سے دوسرے افضل صحابہ کے متعلق بدگمانی سے حفاظت نصیب ہو جائے گی۔ مبہم کی پہچان کس طرح سے ہوتی ہے؟ دو چیزوں سے پہچانا جاتا ہے: (ا) دوسری بعض روایات میں نام کے ساتھ وارد ہونا۔ (ب) اہل سیر کا ان میں سے بہت سے لوگوں کے نام کی صراحت کر دینا۔

شرح :- ابہام کے معنی وضاحت نہ کرنا اور مجہول چھوڑ دینا ہے اور اس کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ متن میں یا سند میں کسی شخص کا ذکر اس کے نام کے بغیر ہو جس سے ابہام پیدا ہو جائے۔ سند میں ابہام ہو تو جب تک مبہم کی پہچان نہیں ہوگی حدیث پر صحت یا ضعیف کا حکم لگانا مشکل ہوگا اور جب اس کی وضاحت ہوگی تو حکم آسان ہو جائے گا، اور اگر حدیث پاک کے متن میں کسی شخص کا مبہم ذکر ہو تو اس کی وضاحت سے یہ سمجھنا آسان ہوگا کہ مذکورہ قصہ میں کس کی فضیلت یا مذمت وارد ہے جس سے دوسرے لوگوں کے متعلق بے جا کسی قسم کا گمان پیدا ہونے سے محفوظ رہیں گے۔ مبہم کی پہچان اس طرح سے ہوتی ہے کہ دوسری روایات میں نام کا ذکر ہو جائے یا اہل سیر محدثین وغیرہ نام کی وضاحت کر دیں۔

۴ - اُقْسَامُهُ : يُقْسَمُ الْمُتَّبِعُ بِحَسَبِ شِدَّةِ الْإِبْهَامِ أَوْ عَدَمِ شِدَّتِهِ إِلَى أَرْبَعَةِ أَقْسَامٍ ، وَأَبْدَأُ بِأَشَدِّهَا إِبْهَامًا . (أ) رَجُلٌ أَوْ امْرَأَةٌ : كَحَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ " رَجُلًا " قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَلَحَجَّ كُلَّ عَامٍ ؟ هَذَا الرَّجُلُ هُوَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ . (ب) الْإِبْنُ وَالْبِنْتُ : وَيُلْحَقُ بِهِ الْأَخُ وَالْأُخْتُ وَابْنُ الْأَخِ وَابْنَةُ الْأَخِ وَابْنَةُ الْأُخْتِ كَحَدِيثِ أُمِّ عَطِيَّةٍ فِي غُسْلِ " بِنْتِ " النَّبِيِّ ﷺ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ ، هِيَ زَيْنَبُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا . (ج) أَلْعَمُّ وَالْعَمَّةُ : وَيُلْحَقُ بِهِ الْخَالُ وَالْخَالَةُ وَابْنُ أَوْ بِنْتُ الْعَمِّ وَالْعَمَّةِ وَابْنُ أَوْ بِنْتُ الْخَالِ وَالْخَالَةِ كَحَدِيثِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ " عَمِّهِ " فِي

النَّهْيُ عَنِ الْمُخَابَرَةِ ، اِسْمُ عَمِّهِ ظَهَيْرُ بْنُ رَافِعٍ ، وَكَحَدِيثِ " عَمَّةٍ " جَابِرِ النَّبِيِّ
بَكَتْ اُبَاهُ لَمَّا قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ ، اِسْمُ عَمَّتِهِ فَاطِمَةُ بِنْتُ عَمْرِو . (د) الزَّوْجُ وَالزَّوْجَةُ :
كَحَدِيثِ الصَّحِيحَيْنِ فِي وِفَاةِ " زَوْجٍ " سُيَّعَةٍ ، اِسْمُ زَوْجِهَا سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ وَ
كَحَدِيثِ " زَوْجَةٍ " عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الزَّيْبِرِ النَّبِيِّ كَانَتْ تَحْتَ رِفَاعَةَ الْقُرْطَبِيِّ ،
فَطَلَّقَهَا ، اِسْمُهَا تَمِيمَةُ بِنْتُ وَهَبٍ .

ترجمہ : اس کی قسمیں: ابہام کی شدت یا عدم شدت کے اعتبار سے مبہم کی چار قسمیں کی جاتی ہیں، میں سخت ابہام والی اقسام پہلے ذکر کروں گا: (ا) ایک شخص یا ایک عورت: جیسے ابن عباسؓ کی حدیث ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا حج ہر سال ہے؟ یہ شخص اقرع بن حابسؓ ہیں۔ (ب) بیٹا یا بیٹی: اور اس کے ساتھ ہی بھائی، بہن، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا اور بھانجی ملحق ہے، جیسے ام عطیہؓ کی حدیث جو نبی کریم ﷺ کی بیٹی کو بیری کے پانی کے ساتھ نہلانے کے متعلق ہے وہ صاحبزادی حضرت زینبؓ ہیں۔

(ج) چچا اور پھوپھی: اس کے ساتھ ہی ماموں، خالہ، چچا زاد اور پھوپھی زاد بھائی، بہن یا ماموں زاد اور خالہ زاد بھائی، بہن جیسے رافع بن خدیجؓ کی اپنے چچا سے مروی حدیث جو مخابرہ سے ممانعت کے بارے میں ہے، ان کے چچا کا نام ظہیر بن رافع ہے، اور حضرت جابرؓ کی پھوپھی کی حدیث جو ان کے والد پر جب وہ غزوہ احد والے دن شہید ہو گئے تھے، روئی تھیں۔ ان کی پھوپھی کا نام فاطمہ بنت عمرو ہے۔ (د) شوہر یا بیوی: جیسے صحیحین کی حدیث جو سبیعہؓ کی وفات کے متعلق ہے، ان کے شوہر کا نام سعد بن خولہ ہے اور جیسے عبدالرحمن بن زبیرؓ کی بیوی کے متعلق حدیث جو رفاعہ قرظیؓ کے نکاح میں تھیں تو انہوں نے اس کو طلاق دے دی تھی، اس (بیوی) کا نام تمیمہ بنت وہب ہے۔

شرح :- حضرت جابرؓ کی پھوپھی غزوہ احد والے دن اپنے والد عمرو بن حرامؓ کی شہادت پر روئی تھیں، ان کا نام فاطمہ یا ہند ہے۔

۵ - اَشْهَرُ الْمَصْنَفَاتِ فِيهِ : صَنَّفَ فِي هَذَا النَّوْعِ عَدَدٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ ، مِنْهُمْ
عِنْدَ الْغَنِيِّ بْنِ سَعِيدٍ وَالْخَطِيبِ وَالنَّوَوِيِّ ، وَأُحْسِنَهَا وَأَجْمَعُهَا كِتَابُ " الْمُسْتَفَادِ "

مِنْ مُبْهَمَاتِ الْمَتْنِ وَالْإِسْنَادِ "لَوْلِي الدِّينِ الْعِرَاقِيَّ .

ترجمہ : اس بارے میں مشہور ترین تصانیف : اس قسم کے متعلق کئی علماء نے کتاب لکھی ہے، ان میں سے عبدالغنی بن سعید، خطیب اور نووی ہیں۔ ان میں سب سے اچھی اور جامع کتاب "المستفاد من مبهمات المتن والاسناد" ہے جو ولی الدین عراقی کی ہے۔

(۹) مَعْرِفَةُ الْوُحْدَانِ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : الْوُحْدَانُ بِضَمِّ الْوَاوِ جَمْعٌ وَاحِدٌ . (ب) إِصْطِلَاحًا : هُمُ الرُّوَاةُ الَّذِينَ لَمْ يَرَوْا عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ إِلَّا رَأَوْا وَاحِدًا . ۲ - فَائِدَتُهُ : مَعْرِفَةُ مَجْهُولِ الْعَيْنِ ، وَرَدُّ رَوَايَتِهِ إِذَا لَمْ يَكُنْ صَحَابِيًّا . ۳ - أُمُثْلَتُهُ : (أ) مِنَ الصَّحَابَةِ : عُرْوَةُ بْنُ مَضَرَسٍ لَمْ يَرَوْا عَنْهُ غَيْرُ الشَّعْبِيِّ ، وَالْمُسَيَّبُ بْنُ حَزْنٍ لَمْ يَرَوْا عَنْهُ غَيْرُ ابْنِهِ سَعِيدٍ . (ب) مِنَ التَّابِعِينَ : أَبُو الْعُشْرَاءِ لَمْ يَرَوْا عَنْهُ غَيْرُ حَمَادِ بْنِ سَلَمَةَ .

ترجمہ : وحدان کی پہچان۔ اس کی تعریف : (أ) لغت کے اعتبار سے : وحدان دو آدمی کے ضمے کے ساتھ واحد کی جمع ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے : وہ رواۃ ہیں جن سے صرف ایک راوی روایت کرے۔ اس کا فائدہ : مجہول العین کی پہچان اور جب وہ صحابی نہ ہو تو اس کی روایت کو رد کر دینا ہے۔ اس کی مثالیں : (أ) صحابہ کرامؓ میں سے : عروہ بن مضرؓ، ان سے شعبیؒ کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کی، اور مسیب بن حزنؓ، ان سے ان کے بیٹے سعیدؒ کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کیا۔ (ب) تابعین میں سے : ابوالعشراءؒ، ان سے حماد بن سلمہؒ کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کی۔

شرح :- وَحْدَانُ بروزن فُعْلَان صیغہ جمع مذکر مکسر اسم فاعل ہے اور اس کا مفرد وَاحِدٌ بمعنی ایک ہے، چونکہ مروی عنہ سے ایک شخص روایت کرتا ہے اس لیے یہ نام رکھا گیا۔ اصطلاح میں ان راویوں کو وحدان کہتے ہیں جن سے روایت کرنے والا ایک ایک فرد ہو یعنی ہر ایک کا ایک ہی شاگرد ہو۔ اس قسم کا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح کا مروی عنہ مجہول العین ہوگا اور اس کے صحابی نہ ہونے کی

صورت میں اس کی روایت کو رد کر دیا جائے گا۔

صحابہ کرامؓ میں وحدان کی مثال کئی ایک حضرات ہیں جیسے عروہ بن مضرؓ کہ ان سے صرف شعبیؒ نے روایت کی ہے تو وہ مجہول العین ہوئے لیکن اس وجہ سے مقبول ہیں کہ صحابی ہیں، اسی طرح مسیب بن حزنؓ بھی کہ صحابی ہیں اور صرف ان کے صاحبزادے سعید بن مسیبؒ ہی ان کے راوی ہیں۔ تابعین میں ابوالعثر اء دارمی ہیں جن سے روایت کرنے والے صرف حماد بن سلمہؒ ہیں مگر یہ بات درست نہیں کیونکہ یزید بن ابی زیادؒ اور عبداللہ بن محررؒ نے بھی ان سے روایت کی ہے اس لیے وہ مجہول العین نہیں ہوئے۔ ابوالعثر اء سے متعلق کچھ باتیں گذشتہ اوراق میں ”رولۃ الأبناء عن الآباء“ کے عنوان کے تحت گزر چکی ہیں۔

۴ - هَلْ أُخْرِجَ الشَّيْخَانِ فِي صَحِيحَيْهِمَا عَنِ الْوُحْدَانِ؟ (أ) ذَكَرَ الْحَاكِمُ فِي "الْمَدْخَلِ" أَنَّ الشَّيْخَيْنِ لَمْ يُخْرِجَا مِنْ رِوَايَةِ هَذَا النُّوعِ شَيْئًا. (ب) لَكِنَّ جُمْهُورَ الْمُحَدِّثِينَ قَالُوا إِنَّ فِي الصَّحِيحَيْنِ أَحَادِيثَ كَثِيرَةً عَنِ الْوُحْدَانِ مِنَ الصَّحَابَةِ، مِنْهَا: (۱) حَدِيثُ "الْمُسَيَّبِ" فِي وَفَاةِ أَبِي طَالِبٍ، أُخْرِجَهُ الشَّيْخَانِ. (۲) حَدِيثُ "قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ" عَنْ "مِرْدَاسِ الْأَسْلَمِيِّ": "يَذْهَبُ الصَّالِحُونَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ. وَلَا رَاوِيَ لِمِرْدَاسٍ غَيْرُ قَيْسٍ. وَالْحَدِيثُ أُخْرِجَهُ الْبُخَارِيُّ. ۵ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ: كِتَابُ "الْمُنْفَرِدَاتِ وَالْوُحْدَانِ" لِلْإِمَامِ مُسْلِمٍ.

ترجمہ:- کیا شیخین نے اپنی صحیح میں وحدان سے روایت نقل کی ہے؟ (ا) حاکم نے المدخل میں ذکر کیا ہے کہ شیخین نے اس قسم سے متعلق کوئی روایت نقل نہیں کی ہے۔ (ب) لیکن جمہور محدثین نے کہا: بے شک صحیحین میں وحدان صحابہ سے بہت سی احادیث مروی ہیں، ان میں سے (۱) ابوطالب کی وفات کے بارے میں مسیبؒ کی حدیث ہے، شیخین نے اس کو نقل کیا ہے۔ (۲) قیس بن ابی حازمؒ کی مرداس اسلمیؒ سے روایت کردہ حدیث ”يَذْهَبُ الصَّالِحُونَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ“ (نیک لوگ یکے بعد دیگرے چلے جائیں گے) جبکہ قیس کے علاوہ مرداسؒ کا کوئی راوی نہیں، اور حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ اس بارے میں مشہور تصنیف: کتاب ”المنفردات

والوحدان“ جو امام مسلم کی ہے۔

شرح :- امام حاکم شہیدؒ اور بیہقیؒ نے یہ کہا ہے کہ بخاری و مسلم نے وحدان سے کسی قسم کی روایت نہیں لی ہے، مگر یہ بات جمہور محدثین کے نزدیک درست نہیں کیونکہ بخاری و مسلم نے مسیبؒ کی حدیث روایت کی ہے جن سے صرف ان کے بیٹے سعید بن مسیبؒ راوی ہیں، اسی طرح بخاری نے مرداس اسلمیؒ کی حدیث روایت کی ہے جن سے صرف قیس بن ابی حازمؒ راوی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیخین نے وحدان سے روایت لی ہے اور یہ ان کی شرط کے منافی بھی نہیں ہے۔ امام مسلمؒ نے اس سلسلے میں بڑی زبردست کتاب لکھی ہے جس کا نام ”المفردات والوحدان“ ہے اور متعدد صحابہ و تابعین وحدان کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

(۱۰) مَعْرِفَةُ مَنْ ذُكِرَ بِأَسْمَاءٍ أَوْ صِفَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ

- ۱ - تَعْرِيفُهُ : هُوَ رَأَوْ وَصِفَ بِأَسْمَاءٍ أَوْ أَلْقَابٍ أَوْ كُنًى مُخْتَلِفَةٍ ، مِنْ شَخْصٍ وَاحِدٍ أَوْ مِنْ جَمَاعَةٍ . ۲ - مِثَالُهُ : " مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ الْكَلْبِيُّ " سَمَّاهُ بَعْضُهُمْ " أَبَا النَّضْرِ " وَسَمَّاهُ بَعْضُهُمْ " حَمَادُ بْنُ السَّائِبِ " وَسَمَّاهُ بَعْضُهُمْ " أَبَا سَعِيدٍ " .
- ۳ - مِنْ فَوَائِدِهِ : (أ) عَدَمُ الْإِلْتِبَاسِ فِي أَسْمَاءِ الشَّخْصِ الْوَاحِدِ ، وَعَدَمُ الظَّنِّ بِأَنَّهُ أَشْخَاصٌ مُتَعَدِّدُونَ . (ب) كَشْفُ تَذْلِيلِ الشُّيُوخِ .

ترجمہ : جن کا ذکر کئی ناموں یا مختلف صفات کے ساتھ کیا گیا ہو، ان کی پہچان۔ اس کی تعریف: وہ راوی جس کو مختلف ناموں یا القابات یا کنیتوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہو چاہے وہ ایک ہو یا پوری جماعت۔ اس کی مثال: محمد بن سائب کلبی کہ بعض محدثین نے ان کا نام ابو النضر ذکر کیا اور بعض نے حماد بن سائب جبکہ بعض نے ابوسعید سے ذکر کیا۔

اس کے چند فوائد: (أ) ایک ہی شخص کے ناموں میں التباس نہ ہونا اور یہ گمان بھی نہ ہونا کہ وہ متعدد اشخاص ہیں۔ (ب) تذلیس الشیوخ کی تحقیق۔

شرح :- ان لوگوں کا ذکر ہے جن کے کئی نام یا کئی القابات یا کئی کنیتیں ہیں، چنانچہ محمد بن سائب

کلبی مشہور مفسر ہیں لیکن احادیث کے باب میں ضعفاء میں شمار کیے جاتے ہیں، ان کی متعدد کنیتیں منقول ہیں: ابونضر، ابوسعید، ابوہشام وغیرہ اور متعدد نام بھی ہیں: محمد بن سائب کلبی، محمد بن سائب بن بشر، حماد بن سائب۔ اس قسم کے دواہم فائدے ہیں: (۱) متعدد ناموں اور القابات وغیرہ سے ایک شخص کو پوری جماعت سمجھنے کا گمان ہوتا ہے لیکن معرفت ہونے سے یہ گمان اور التباس پیدا نہیں ہوگا۔ (۲) تدلیس الشیوخ کی تحقیق آسانی سے ہو سکے گی جس میں ضعیف رواۃ پر متعدد ناموں کے ذریعے پردہ ڈالا جاتا ہے۔

۴ - اِسْتِعْمَالُ الْخَطِيبِ كَثِيْرًا مِنْ ذَلِكَ فِي شُيُوْخِهِ : فَيَرْوِيْ فِيْ كُتُبِهِ مَثَلًا عَنْ اَبِي الْقَاسِمِ الْاَزْهَرِيِّ ، وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي الْفَتْحِ الْفَارِسِيِّ ، وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَحْمَدَ بْنَ عُثْمَانَ الصَّيْرَفِيِّ ، وَالْكُلِّ وَاحِدٌ .

۵ - اَشْهَرُ الْمَصْنَفَاتِ فِيْهِ : (أ) اِيْضًا اِلِشْكَالِ ، لِلْحَافِظِ عَبْدِ الْغَنِيِّ بْنِ سَعِيْدٍ . (ب) مُوَضِّحُ اَوْهَامِ الْجَمْعِ وَالتَّفْرِيقِ ، لِلْخَطِيبِ الْبَغْدَادِيِّ .

ترجمہ : خطیب کا اپنے شیوخ کے سلسلے میں اس کا استعمال کرنا: چنانچہ مثلاً وہ اپنی کتابوں میں ابوالقاسم ازہری سے، عبید اللہ بن ابوالفتح فارسی سے اور عبید اللہ بن احمد بن عثمان صیرفی سے روایت کرتے ہیں حالانکہ سب ایک ہی ہیں۔ اس بارے میں مشہور ترین تصانیف: (أ) ایضاً الاشکال، جو حافظ عبدالغنی بن سعید کی ہے۔ (ب) موضح اوہام الجمع والتفریق، جو خطیب بغدادی کی ہے۔

شرح : خطیب بغدادی کی اپنی کتابوں میں یہ عادت ہے کہ وہ اکثر ایک ہی استاذ کو متعدد ناموں، القابات اور کنیتوں کے ساتھ ذکر کرتے ہیں چنانچہ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ وہ کبھی ابو القاسم ازہری سے روایت کرتے ہیں، کبھی عبید اللہ بن ابوالفتح فارسی سے اور کبھی عبید اللہ بن احمد بن عثمان صیرفی سے روایت لیتے ہیں، بظاہر یہ متعدد اشخاص ہیں لیکن درحقیقت وہ ایک ہی شخص ہے جس کا اس طرح متعدد طریقوں سے ذکر کیا گیا۔

(۱۱) مَعْرِفَةُ الْمُفْرَدَاتِ مِنَ الْأَسْمَاءِ وَالْكُنَى وَالْأَلْقَابِ

- ۱ - الْمُرَادُ بِالْمُفْرَدَاتِ : أَنْ يَكُونَ لِشَخْصٍ مِنَ الصَّحَابَةِ أَوْ الرُّوَاةِ عَامَّةً أَوْ أَحَدِ الْعُلَمَاءِ اسْمٌ أَوْ كُنْيَةٌ أَوْ لَقَبٌ لَا يُشَارِكُهُ فِيهِ غَيْرُهُ مِنَ الرُّوَاةِ وَالْعُلَمَاءِ ، وَغَالِبًا مَا تَكُونُ تِلْكَ الْمُفْرَدَاتُ أَسْمَاءً غَرِيبَةً يَصْعَبُ النُّطْقُ بِهَا . ۲ - فَايْذَةُ مَعْرِفَتِهِ : عَدَمُ الْوُقُوعِ فِي التَّصْحِيفِ وَالتَّحْرِيفِ فِي تِلْكَ الْأَسْمَاءِ الْمُفْرَدَةِ الْغَرِيبَةِ .
- ۳ - أَمْثَلُهُ : (أ) الْأَسْمَاءُ : (۱) مِنَ الصَّحَابَةِ : ” أَجْمَدُ بْنُ عُجَيَّانَ ” كَسُفْيَانُ أَوْ كَعْلِيَّانُ ، وَسَنْدَرُ بْنُ جَعْفَرٍ . (۲) مِنْ غَيْرِ الصَّحَابَةِ : ” أَوْسَطُ ” بْنُ عَمْرٍو ، ” ضَرِيبُ ” بْنُ نَقِيرٍ بْنُ سَمِيرٍ .

ترجمہ : مفرد ناموں، کنیتوں اور القابات کی پہچان۔ مفردات سے مراد یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ یا تمام رواۃ میں سے یا علماء میں سے کسی ایک کا کوئی ایسا نام یا کنیت یا لقب ہو کہ جس میں کوئی اور راوی یا عالم اس کے ساتھ شریک نہ ہو، یہ مفردات اکثر و بیشتر انوکھے نام ہوتے ہیں جن کا تلفظ بھی مشکل ہوتا ہے۔ اس کی پہچان کا فائدہ: ان مفرد و عجیب ناموں میں تصحیف یا تحریف سے بچنا۔ اس کی مثالیں: (۱) نام، صحابہ میں سے احمد بن عجمان جو سفیان یا علیان کی طرح ہے، اور سندر بن جعفر۔ (۲) صحابہ کے علاوہ میں سے ”اوسط“ بن عمرو، اور ”ضریب“ بن نقیر بن سمیر۔

شرح :- مفرد باب افعال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی ایک۔ اس سے مراد صحابہ کرامؓ، دیگر رواۃ یا علماء میں سے کسی کا ایسا نام ہونا کہ وہ نام کسی اور کا نہ ہو، اور یہ عموماً غیر معروف اور انوکھے ناموں میں سے ہوتا ہے جو عام طور پر مشکل ہونے کی وجہ سے لوگ نہیں رکھتے۔ اس قسم سے بحث کا فائدہ یہ ہے کہ ناموں کا صحیح تلفظ معلوم ہو جائے گا اور تصحیف و تحریف کی غلطی سے حفاظت نصیب ہو جائے گی۔ مثالیں واضح ہیں۔

(ب) الْكُنَى : (۱) مِنَ الصَّحَابَةِ : ” أَبُو الْحَمَرَاءِ ” مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَاسْمُهُ هَلَالُ بْنُ الْحَارِثِ . (۲) مِنْ غَيْرِ الصَّحَابَةِ : ” أَبُو الْعَبِيدَيْنِ ” وَاسْمُهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ سَبْرَةَ . (ج) الْأَلْقَابُ : (۱) مِنَ الصَّحَابَةِ : ” سَفِينَةُ ” مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ،

وَأَسْمُهُ مِهْرَانُ . (۲) مِنْ غَيْرِ الصَّحَابَةِ : ”مَنْدَل“ وَأَسْمُهُ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْغَزِيُّ الْكُوفِيُّ . ۴ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : أَفْرَدَهُ بِالتَّصْنِيفِ الْحَافِظُ أَحْمَدُ بْنُ هَارُونَ الْبُرْدِجِيُّ فِي كِتَابِ سَمَاءِ ”الْأَسْمَاءِ الْمَفْرَدَةِ“ ، وَيُوجَدُ فِي أَوَاخِرِ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ فِي تَرَاجِمِ الرُّوَاةِ كَثِيرٌ مِنْهُ ، كَكِتَابِ ”تَقْرِيبُ التَّهْذِيبِ“ لِابْنِ حَجَرَ .

ترجمہ : (ب) کنتیں۔ (۱) صحابہ کرامؓ میں سے ”ابوالحمراءؓ“ جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور ان کا نام ہلال بن حارث ہے۔ (۲) غیر صحابہ میں سے ”ابوالعبیدینؓ“، ان کا نام معاویہ بن سبرہ ہے۔

(ج) القابات۔ (۱) صحابہ کرامؓ میں سے: ”سفینہ“ جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور نام مہران ہے۔ (۲) غیر صحابہ میں سے ”مَنْدَل“، ان کا نام عمرو بن علی غزی کوفی ہے۔ اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف: اس قسم میں حافظ احمد بن ہارون بردجی نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ”الْأَسْمَاءُ الْمَفْرَدَةُ“ رکھا، نیز رواۃ کے حالات میں لکھی گئیں کتابوں کے آخر میں بھی اس قسم سے متعلق بہت مواد ہے جیسے ابن حجرؒ کی کتاب ”تقریب التہذیب“۔

(۱۲) مَعْرِفَةُ أَسْمَاءٍ مِنْ اِشْتَهَرُوا بِكُنَاهُمْ

۱ - الْمُرَادُ بِهَذَا الْبَحْثِ : الْمُرَادُ بِهَذَا الْبَحْثِ أَنْ نُفَتِّشَ عَنْ أَسْمَاءٍ مِنْ اِشْتَهَرُوا بِكُنَاهُمْ حَتَّى نَعْرِفَ الْإِسْمَ غَيْرَ الْمَشْهُورِ لِكُلِّ مِنْهُمْ . ۲ - مِنْ فَوَائِدِهِ : وَفَائِدَةُ مَعْرِفَةِ هَذَا الْبَحْثِ هُوَ أَلَّا يُظَنَّ الشَّخْصُ الْوَاحِدَ اثْنَيْنِ ، إِذْ رَبَّمَا يُذَكَّرُ هَذَا الشَّخْصُ مَرَّةً بِاسْمِهِ غَيْرِ الْمَشْهُورِ ، وَمَرَّةً بِكُنْيَتِهِ الَّتِي اِشْتَهَرَ بِهَا . فَيُشْتَبِهُ الْأَمْرُ عَلَى مَنْ لَا مَعْرِفَةَ لَهُ بِذَلِكَ فَيُظَنُّهُ شَخْصَيْنِ ، وَهُوَ شَخْصٌ وَاحِدٌ . ۳ - طَرِيقَةُ التَّصْنِيفِ فِيهِ الْمُصَنِّفُ فِي الْكُنْيَةِ يُيَوِّبُ تَصْنِيفَهُ عَلَى تَرْتِيبِ حُرُوفِ الْمُعْجَمِ فِي الْكُنْيَةِ ، ثُمَّ يَذْكُرُ أَسْمَاءَ أَصْحَابِهَا ، فَمَثَلًا يَذْكُرُ فِي بَابِ الْهَمْزَةِ ”أَبَا إِسْحَاقَ“ وَيَذْكُرُ اسْمَهُ وَفِي بَابِ الْبَاءِ ”أَبَا بَشِيرَ“ وَيَذْكُرُ اسْمَهُ ، وَهَكَذَا .

ترجمہ : جو لوگ اپنی کنتیوں کے ساتھ مشہور ہیں، ان کے ناموں کی پہچان۔ اس بحث سے

مقصود: اس بحث سے مراد یہ ہے کہ ہم ان راویوں کے نام تلاش کریں جو اپنی کنیتوں کے ساتھ مشہور ہو گئے ہیں یہاں تک کہ ہمیں ان سب کا غیر معروف نام معلوم ہو جائے۔ اس کے چند فوائد: اس بحث کی پہچان کا فائدہ یہ ہے کہ ایک ہی شخص کو دو خیال نہیں کیا جاتا کیونکہ بسا اوقات اس شخص کو ایک مرتبہ غیر مشہور نام کے ساتھ ذکر کیا جائے گا اور دوسری مرتبہ مشہور کنیت کے ساتھ تو اس قسم کی معرفت نہ رکھنے والے پر معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے اور وہ اسے دو شخص خیال کرنے لگتا ہے حالانکہ وہ ایک ہی شخص ہے۔ اس میں تصنیف کا طریقہ: کنیتوں کے بارے میں لکھنے والا اپنی تصنیف کو کنیتوں کے حروف معجم پر مرتب کرے گا، اس کے بعد ان لوگوں کے نام ذکر کرے گا، مثلاً وہ باب الہمزہ میں ”ابو اسحاق“ کو ذکر کرے گا اور اس کا نام بتائے گا اور باب الباء میں ابو بشر کو ذکر کرے گا اور اس کا بھی نام بتائے گا، اسی طرح اور بھی۔

شرح :- جو لوگ اپنی کنیتوں کے ساتھ اتنے مشہور ہو جائیں کہ ان کے اصلی نام غیر معروف ہوں تو ان کے ناموں کا پہچانا بھی نہایت اہم ہے کیونکہ بعض اوقات پہلے کنیت کے اعتبار سے اسے ایک راوی سمجھا جاتا ہے پھر جب نام ذکر ہوتا ہے تو دوسرا راوی سمجھ لیا جاتا ہے۔ اس لیے اس کے غیر معروف نام کو تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے۔ اس فن میں کتاب لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً حروف تہجی کی ترتیب قائم کرے اور ہر کنیت میں ”اب“ یا ”ابن“ وغیرہ کے بعد جس حرف سے نام شروع ہو رہا ہے اس کو اسی حرف کے تحت ذکر کرے مثلاً اگر ”ابوبکر“ لکھنا ہو تو اس کو ”باب الباء“ میں لکھے کیونکہ ”بکر“ میں باء پہلے ہے، اسی طرح اگر ”ابن عمر“ لکھنا ہو تو اس کو ”باب العین“ میں لکھے کیونکہ یہاں ”ابن“ کے بعد ”عمر“ ہے جس کا پہلا حرف عین ہے۔

۴ - أَقْسَامُ أَصْحَابِ الْكُنَى وَأَمْثَلُهَا: (أ) مَنِ اسْمُهُ كُنْيَتُهُ ، وَلَا اسْمَ لَهُ غَيْرُهَا ،
كَأَبِي بِلَالٍ الْأَشْعَرِيِّ ، اسْمُهُ وَكُنْيَتُهُ وَاحِدٌ . (ب) مَنْ عُرِفَ بِكُنْيَتِهِ ، وَلَمْ يُعْرَفْ أ
لَهُ اسْمٌ أَمْ لَا ؟ كَ ”أَبِي أَنَاسٍ“ صَحَابِيٌّ . (ج) مَنْ لُقِّبَ بِكُنْيَةٍ ، وَلَهُ اسْمٌ وَلَهُ كُنْيَةٌ
غَيْرُهَا : كَ ”أَبِي ثَرَابٍ“ وَهُوَ لُقِّبَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، وَكُنْيَتُهُ أَبُو الْحَسَنِ . (د)
مَنْ لَهُ كُنْيَتَانِ أَوْ أَكْثَرُ : كَ ”ابْنِ جُرَيْجٍ“ يُكْنَى بِأَبِي الْوَلِيدِ وَأَبِي خَالِدٍ . (هـ) مَنْ
اِخْتَلَفَ فِي كُنْيَتِهِ : كَ ”أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ“ قِيلَ ”أَبُو مُحَمَّدٍ“ وَقِيلَ ”أَبُو عَبْدِ اللَّهِ“

تہ۔ ترجمہ : کنیت والوں کی قسمیں اور کنیت کی مثالیں: (ا) جس کی کنیت ہی اس کا نام ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور نام نہ ہو جیسے ابو بلال اشعریؒ کہ ان کا نام و کنیت ایک ہی ہے۔ (ب) جو اپنی کنیت سے پہچانا جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا کوئی نام ہے یا نہیں؟ جیسے ”ابو اناس“ ایک صحابی ہیں۔ (ج) جس کو کسی کنیت کے ساتھ لقب ملا ہو اور اس کا کوئی اور نام و کنیت موجود ہو جیسے ابو تراب جو حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ کا لقب ہے اور آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ (د) جس کی دو یا اس سے زیادہ کنیتیں ہوں جیسے ”ابن جریج“، ان کی کنیت ابو ولید اور ابو خالد بھی ہے۔ (ه) جس کی کنیت میں اختلاف ہو جیسے اسامہ بن زیدؓ، ایک قول کے مطابق ان کی کنیت ابو محمد ہے، اور ایک قول کے مطابق ابو عبد اللہ ہے، اور ایک قول کے مطابق ابو خارجه ہے۔ (و) جو اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہو اور اس کے نام میں اختلاف ہو جیسے ابو ہریرہؓ، آپ کے نام و ولدیت میں تین اقوال پر اختلاف ہے جن میں سب سے مشہور قول یہ ہے کہ آپ کا نام عبد الرحمن بن صخر ہے۔

شرح :- کئی قسموں کا ذکر ہے، چنانچہ (ا) پہلی قسم میں ابو بلال جو کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؒ کے صاحبزادے ہیں، ان کا یہی نام ہے جو درحقیقت کنیت کی صورت میں ہے۔ (ب) دوسری قسم میں ایک صحابی کی کنیت یعنی ابو اناس معلوم ہے لیکن ان کا نام معلوم نہیں۔ (ج) جس کا لقب ایک کنیت ہو اور اس کے علاوہ بھی کنیت اور نام ہو جیسے ابو تراب، یہ بظاہر کنیت ہے لیکن درحقیقت یہ حضرت علیؓ کا لقب ہے، اور آپ کی کنیت ابو الحسن جبکہ نام علیؓ مشہور و معروف ہے۔

(د) جس کی دو یا دو سے زیادہ کنیتیں ہوں جیسے ابن جریجؒ کی ایک کنیت ابو ولید ہے اور دوسری کنیت ابو خالد ہے۔ (ه) جس کی کنیت کے بارے میں اختلاف ہو جیسے حضرت اسامہ بن زیدؓ جن کی کنیت کے متعلق تین اقوال ہیں: ابو محمد، ابو عبد اللہ اور ابو خارجه۔ (و) جس کی کنیت معلوم ہو مگر نام میں اختلاف ہو جیسے حضرت ابو ہریرہؓ، آپ اپنی اسی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں، اور آپ کے اپنے نام اور آپ کے والد کے نام میں تین تک اقوال ہیں لیکن مشہور یہی ہے کہ آپ کا نام عبد الرحمن ہے اور آپ کے والد کا نام صخر ہے۔

(ز) مَنْ اُخْتَلِفَ فِي اسْمِهِ وَكُنْيَتِهِ : كَ "سَفِينَةَ" قِيلَ اسْمُهُ "عُمَيْرٌ" وَقِيلَ "صَالِحٌ" وَقِيلَ "مِهْرَانٌ" وَكُنْيَتُهُ قِيلَ "أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ" وَقِيلَ "أَبُو الْبَخْتَرِيِّ".

(ح) مَنْ عُرِفَ بِاسْمِهِ وَكُنْيَتِهِ ، وَاشْتَهَرَ بِهِمَا مَعًا : كَأَبَاءِ عَبْدِ اللَّهِ " سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ - وَمَالِكٍ - وَمُحَمَّدِ بْنِ إِدْرِيسَ الشَّافِعِيَّ - وَأَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ " وَكَتَابِي حَنِيفَةَ النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتٍ . (ط) مَنْ اِشْتَهَرَ بِكُنْيَتِهِ مَعَ مَعْرِفَةِ اسْمِهِ : كَ " أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيَّ اِسْمُهُ عَائِدُ اللَّهِ . (ي) مَنْ اِشْتَهَرَ بِاسْمِهِ مَعَ مَعْرِفَةِ كُنْيَتِهِ : كَ " طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ التَّمِيمِيَّ " وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ " وَ " الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ " كُنْيَتُهُمْ جَمِيعًا " أَبُو مُحَمَّدٍ " . ۵ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : لَقَدْ صَنَّفَ الْعُلَمَاءُ فِي الْكُنَى مُصَنَّفَاتٍ كَثِيرَةً وَمِمَّنْ صَنَّفَ فِيهِ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ وَمُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ ، وَأَشْهُرُ هَذِهِ الْمُصَنَّفَاتِ الْمَطْبُوعَةِ : كِتَابُ " الْكُنَى وَالْأَسْمَاءُ " لِلدُّوْلَابِيِّ أَبِي بَشِيرٍ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ۳۱۰ هـ .

ق۔ ترجمہ : (ز) جس کے نام اور کنیت میں اختلاف ہو جیسے "سفینہ"، ایک قول کے مطابق آپ کا نام عمیر ہے، اور ایک قول کے مطابق صالح ہے اور ایک قول کے مطابق مہران ہے، آپ کی کنیت ایک قول کے مطابق ابو عبد الرحمن ہے اور ایک قول کے مطابق ابوالختری ہے۔ (ح) جس کا نام اور کنیت معلوم ہو اور ان دونوں کے ساتھ وہ مشہور ہو جیسے ابو عبد اللہ یعنی سفیان ثوری، امام مالک، محمد بن ادریس شافعی اور احمد بن حنبل، اور جیسے ابو حنیفہ نعمان بن ثابت۔

(ط) جو اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہو اور نام کی بھی معرفت ہو جیسے ابو ادریس خولانی، آپ کا نام عائذ اللہ ہے۔ (ی) جو اپنے نام کے ساتھ مشہور ہو اور کنیت کی بھی معرفت ہو جیسے طلحہ بن عبید اللہ تیمی، عبد الرحمن بن عوف اور حسن بن علی بن ابی طالب، ان سب کی کنیت ابو محمد ہے۔ اس بارے میں مشہور ترین تصانیف: علماء کرام نے کئیوں کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں، اور اس میں تصنیف کرنے والوں میں علی بن مدینی، مسلم اور نسائی بھی ہیں، اور ان میں سب سے مشہور و مطبوع تصنیف کتاب "الکئی والأسماء" ہے جو ابو بشر محمد بن احمد دولابی متوفی سنہ ۳۱۰ھ کی ہے۔

شرح :- (ح) کے تحت ابو عبد اللہ چار مشہور بزرگوں کی مشہور کنیت ہے اور ان کے نام بھی معلوم ہیں یعنی سفیان ثوری، امام مالک، امام شافعی محمد بن ادریس اور امام احمد بن حنبل، اسی طرح امام

ابو حنیفہؒ اپنی کنیت ابو حنیفہ اور نام نعمان بن ثابت دونوں کے ساتھ مشہور ہیں۔

(۱۳) مَعْرِفَةُ الْأَلْقَابِ

۱ - تَعْرِيفُهُ : لُغَةً : الْأَلْقَابُ جَمْعُ لَقَبٍ ، وَاللَّقَبُ كُلُّ وَصْفٍ أَشْعَرَ بِرَفْعَةٍ أَوْ ضَعْفٍ أَوْ مَا دَلَّ عَلَى مَذْحٍ أَوْ ذَمٍّ . ۲ - الْمُرَادُ بِهَذَا الْبَحْثِ : هُوَ التَّفْتِيشُ وَالْبَحْثُ عَنْ أَلْقَابِ الْمُحَدِّثِينَ وَرَوَاةِ الْحَدِيثِ لِمَعْرِفَتِهَا وَضَبْطِهَا . ۳ - فَايْدَتُهُ : وَفَائِدَةُ مَعْرِفَةِ الْأَلْقَابِ أَمْرَانِ وَهُمَا : (أ) عَدَمُ ظَنِّ الْأَلْقَابِ أَسَامِي ، وَاعْتِبَارِ الشَّخْصِ الَّذِي يُذَكَّرُ تَارَةً بِاسْمِهِ ، وَتَارَةً بِلَقَبِهِ شَخْصَيْنِ ، وَهُوَ شَخْصٌ وَاحِدٌ . (ب) مَعْرِفَةُ السَّبَبِ الَّذِي مِنْ أَجْلِهِ لُقِبَ هَذَا الرَّاَوِي بِذَاكَ اللَّقَبِ ، فَيُعْرَفُ عِنْدَيْهِ الْمُرَادُ الْحَقِيقِيُّ مِنَ اللَّقَبِ الَّذِي يُخَالَفُ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَحْيَانِ مَعْنَاهُ الظَّاهِرَ . ۴ - أَقْسَامُهُ : الْأَلْقَابُ قِسْمَانِ وَهُمَا : (أ) لَا يَجُوزُ التَّعْرِيفُ بِهِ : وَهُوَ مَا يَكْرَهُهُ الْمُتَلَقَّبُ بِهِ . (ب) يَجُوزُ التَّعْرِيفُ بِهِ : وَهُوَ مَا لَا يَكْرَهُهُ الْمُتَلَقَّبُ بِهِ .

ترجمہ : القابات کی پہچان۔ اس کی تعریف: لغت کے اعتبار سے القاب، لقب کی جمع ہے اور لقب ہر وہ وصف ہے جس سے بلندی یا پستی کا پتہ چلے یا وہ تعریف یا مذمت پر دلالت کرے۔ اس بحث سے مقصود: محدثین اور راویان حدیث کے القابات کو تلاش کرنا اور ان سے بحث کرنا ہے تاکہ ان کو پہچانا جائے اور ضبط کیا جائے۔ اس کا فائدہ: القابات کی پہچان کا فائدہ دو چیزیں ہیں اور وہ یہ ہیں: (أ) القابات کو نام نہ خیال کیا جائے اور جو شخص کبھی نام کے ساتھ اور کبھی لقب کے ساتھ مذکور ہو اس کو دو شخص نہ اعتبار لیا جائے حالانکہ وہ ایک ہی شخص ہے۔ (ب) اس سبب کا پہچانا جس کی وجہ سے اس راوی کو مذکورہ لقب دیا گیا، پھر اس وقت اس لقب کی حقیقی مراد معلوم ہو جائے گی جو اکثر اوقات اپنے ظاہری معنی کے خلاف ہوتے ہیں۔

اس کی قسمیں: القابات کی دو قسمیں ہیں: (أ) جن کے ساتھ تعارف کرانا جائز نہیں: یہ وہ لقب ہے جس کو ملقب بہ ناپسند کرے۔ (ب) جس کے ساتھ تعارف کرانا جائز ہے: یہ وہ لقب

ہے جس کو لقب بہ ناپسند نہ کرے۔

شرح: - لقب ہر اس وصف کو کہتے ہیں جس سے کسی شخص کی بلندی یا پستی کا پتہ چلے یا پھر اس سے اس کی تعریف یا مذمت کی جائے۔ یہاں پر اس بحث سے مقصود محدثین اور رواۃ کے القابات کو اس لیے تلاش کرنا کہ اس کی پہچان بھی ہو جائے اور صحیح طرح سے اسے یاد بھی رکھا جائے۔ اس فن کے دو بڑے فائدے ہیں:

(۱) بعض اوقات ایک شخص کے لقب کو نام سمجھ لیا جاتا ہے پھر جب نام کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے تو اسے دوسرا شخص سمجھ لیا جاتا ہے، اس طرح ایک ہی شخص دو آدمی بن جاتا ہے حالانکہ وہ ایک ہی شخص ہے لیکن لقب کی معرفت نہ ہونے کی وجہ سے یہ خرابی لازم آئی۔ (۲) لقب کی تحقیق میں یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ مذکورہ راوی کو یہ لقب کس وجہ سے دیا گیا ہے چنانچہ اس سے کبھی کبھی راوی کا ضعیف الحدیث ہونا بھی معلوم ہو جاتا ہے، نیز کبھی وہ ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے جو سمجھ میں آرہے ہوتے ہیں بلکہ اس سے کچھ اور مقصود ہوتا ہے۔

لقب کی دو قسمیں ہیں: (۱) اگر لقب بہ اس لقب کو برا سمجھتا ہو تو اس لقب سے اس کی پہچان کرانا جائز ہے۔ (۲) اگر برائہ سمجھتا ہو تو اس سے اس کی پہچان کرانا جائز ہے۔

۵ - أُمِّلَتْهُ : (أ) "الضَّالُّ" : لَقَبٌ لِمُعَاوِيَةَ بْنِ عَبْدِ الْكَرِيمِ الضَّالِّ ، لَقَبَ بِهِ لِأَنَّهُ ضَلَّ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ . (ب) "الضَّعِيفُ" : لَقَبُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ الضَّعِيفِ ، لَقَبَ بِهِ لِأَنَّهُ كَانَ ضَعِيفًا فِي جِسْمِهِ لَا فِي حَدِيثِهِ . قَالَ عَبْدُ الْغَنِيِّ بْنُ سَعِيدٍ : " رَجُلَانِ جَلِيلَانِ لَزِمَهُمَا لَقَبَانِ قَبِيحَانِ ، الضَّالُّ وَالضَّعِيفُ " . (ج) " غُنْدَرُ " وَمَعْنَاهُ الْمُسْغَبُ فِي لُغَةِ أَهْلِ الْحِجَازِ ، وَهُوَ لَقَبُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ الْبَصْرِيِّ صَاحِبِ شُعْبَةَ ، وَسَبَّبَ تَلْقِيَهُ بِهَذَا اللَّقَبِ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ قَدِمَ الْبَصْرَةَ فَحَدَّثَ بِحَدِيثٍ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ ، فَأَنْكَرُوهُ عَلَيْهِ وَشَغَبُوا ، وَأَكْثَرَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ مِنَ الشَّغَبِ عَلَيْهِ ، فَقَالَ لَهُ " أَسْكُتْ يَا غُنْدَرُ " . (د) " غُنْجَارُ " : لَقَبُ عَيْسَى بْنِ مُوسَى التَّيْمِيِّ ، لَقَبَ بِهِ " غُنْجَارُ " لِحُمْرَةِ وَجْنَتَيْهِ .

فقہ - رحمہ : اس کی مثالیں: (أ) ضال: یہ معاویہ بن عبدالکریم الضال کا لقب ہے، ان کو یہ لقب اس وجہ سے دیا گیا کہ وہ مکہ مکرمہ کے راستے میں گم ہو گئے تھے۔ (ب) ضعیف: یہ عبداللہ بن محمد الضعیف کا لقب ہے، ان کو یہ لقب اس لیے دیا گیا کہ وہ جسمانی لحاظ سے کمزور تھے نہ کہ حدیث میں۔ عبدالغنی بن سعید نے کہا: ”دو بڑے لوگ ایسے ہیں جن کے ساتھ دو بُرے لقب چپک گئے ہیں یعنی الضال اور الضعیف“۔ (ج) غندر: اہل حجاز کی لغت میں اس کے معنی شور مچانے والے کے ہیں اور یہ محمد بن جعفر بصری کا لقب ہے جو شعبہ کے ساتھی ہیں، ان کو مذکورہ لقب دینے کی وجہ یہ ہے کہ ابن جریج ”بصرہ آئے تھے، پھر انہوں نے حسن بصری سے ایک حدیث روایت کی تو اہل بصرہ نے اس کا انکار کیا اور شور مچایا، محمد بن جعفر نے زیادہ شور مچایا تو ابن جریج نے ان سے کہا: اے غندر! چپ ہو جا“۔ (د) غنjar: یہ عیسیٰ بن موسیٰ تیمی کا لقب ہے، ان کو غنjar کا لقب ان کے سرخ رخساروں کی وجہ سے دیا گیا۔

شرح :- مندرجہ بالا القابات کے معانی بالترتیب یہ ہیں: (أ) ضال بمعنی راہ بھٹکنے والا، گم راہ۔ (ب) ضعیف بمعنی کمزور۔ (ج) غندر بمعنی شور مچانے والا۔ (د) غنjar بمعنی سرخ۔

(هـ) ”صَاعِقَةُ“ : لَقَبُ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْحَافِظِ ، رَوَى عَنْهُ الْبُخَارِيُّ ، وَلَقِبَ بِذَلِكَ لِحِفْظِهِ وَشِدَّةِ مُذَاكَرَتِهِ . (و) ”مُشْكِدَانَةُ“ : لَقَبُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ الْأُمَوِيِّ ، وَمَعْنَاهُ بِالْفَارِسِيَّةِ ”حَبَّةُ الْمِسْكِ أَوْ وَعَاءُ الْمِسْكِ“ . (ز) ”مُطَيَّنٌ“ : لَقَبُ أَبِي جَعْفَرٍ الْحَضْرَمِيِّ ، وَلَقِبَ بِهِ لِأَنَّهُ كَانَ وَهُوَ صَغِيرٌ يَلْعَبُ مَعَ الصَّبْيَانِ فِي الْمَاءِ ، فَيُطَيِّنُونَ ظَهْرَهُ ، فَقَالَ لَهُ أَبُو نُعَيْمٍ : يَا مُطَيَّنُ لِمَ لَا تَحْضُرُ مَجْلِسَ الْإِسْلَامِ ؟ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : صَنَّفَ فِي هَذَا النَّوعِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ الْمُتَقَدِّمِينَ وَالْمُتَأَخِّرِينَ ، وَأَحْسَنُ هَذِهِ الْكُتُبِ وَأَخْصَرُهَا كِتَابُ ”نُزْهَةُ الْأَلْبَابِ“ لِلْحَافِظِ ابْنِ حَجَرٍ .

فقہ - رحمہ : (هـ) صاعقة: یہ حافظ محمد بن ابراہیم کا لقب ہے، ان سے بخاری نے روایت کی ہے۔ اور ان کو یہ لقب ان کے حافظے اور بہترین یادداشت کی وجہ سے دیا گیا۔ (و) مشکدانہ: یہ عبداللہ

بن عمر اموی کا لقب ہے، فارسی میں اس کے معنی ہیں مشک کا بیج یا مشک کا برتن۔ (ز) مُطَيَّن: یہ ابو جعفر حضرمی کا لقب ہے اور یہ لقب ان کو اس وجہ سے دیا گیا کہ وہ بچپن میں بچوں کے ساتھ پانی میں کھیلا کرتے تھے اور بچے ان کی پیٹھ پر گارا مل دیا کرتے تھے تو ابو نعیمؒ نے ان سے کہا: اے مُطَيَّن! کیوں علم کی مجلس میں نہیں جاتے؟۔ اس بارے میں مشہور ترین تصانیف: متقدمین و متاخرین علماء کی ایک جماعت نے اس قسم میں تصنیف کی ہے اور ان میں سب سے اچھی اور مختصر کتاب ”نزہۃ الألباب“ ہے جو حافظ ابن حجرؒ کی تصنیف ہے۔

شرح :- مندرجہ بالا القابات کے معانی بالترتیب درج ذیل ہیں: (ھ) صاعقة بمعنی کڑک دار بجلی۔ (و) مشکدانہ بمعنی مشک یعنی کستوری کا بیج یا کستوری کا برتن۔ یہ تشبیہ شاید خوشبودار و معطر ہونے میں ہے۔ (ز) مُطَيَّن کے معنی ہیں ”وہ شخص جس پر گارا ملا جائے“۔

(۱۴) مَعْرِفَةُ الْمَنْسُوبِينَ إِلَى غَيْرِ آبَائِهِمْ

۱۔ الْمُرَادُ بِهَذَا الْبَحْثِ: مَعْرِفَةُ مَنْ اِشْتَهَرَ نَسَبُهُ إِلَى غَيْرِ اَبِيهِ، مِنْ قَرِيبٍ كَالْاُمِّ وَالْجَدِّ اَوْ غَرِيبٍ، كَالْمَرْبِيِّ وَنَحْوِهِ، ثُمَّ مَعْرِفَةُ اَسْمِ اَبِيهِ. ۲۔ فَاَيْدَتْهُ: دَفَعَ تَوْهَمَ التَّعَدُّدِ عِنْدَ نِسْبَتِهِمْ إِلَى آبَائِهِمْ. ۳۔ اَقْسَامُهُ وَاَمْثَلُهَا: (أ) مَنْ نُسِبَ إِلَى اُمِّهِ: مِثْلُ: مُعَاذٍ وَمُعَوِّذٍ وَعَوُذُ بَنُو عَفْرَاءَ، وَاَبُوهُمْ الْحَارِثُ. وَمِثْلُ بِلَالِ بْنِ حَمَامَةَ، اَبُوهُ رَبَاحُ. وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَنْفِيَّةِ، اَبُوهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ. (ب) مَنْ نُسِبَ إِلَى جَدَّتِهِ: الْعُلَيَّا اَوْ الدُّنْيَا، مِثْلُ يَعْلى بْنِ مُنِيَّةَ، وَمُنِيَّةٌ اُمُّ اَبِيهِ، وَاَبُوهُ اُمِّيَّةٌ، وَبَشِيرُ بْنُ الْخَصَاصِيَّةِ، وَهِيَ اُمُّ الثَّالِثِ مِنْ اَجْدَادِهِ، وَاَبُوهُ مَعْبُدٌ. (ج) مَنْ نُسِبَ إِلَى جَدِّهِ: مِثْلُ اَبُو عُيَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ، اِسْمُهُ عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْجَرَّاحِ، وَاَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هُوَ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ حَنْبَلٍ. (د) مَنْ نُسِبَ إِلَى اُجْنَبِيِّ لِسَبَبٍ: مِثْلُ الْمُقَدَّادِ بْنِ عَمْرٍو الْكِنْدِيِّ، يُقَالُ لَهُ الْمُقَدَّادِ بْنِ الْاَسْوَدِ لِأَنَّهُ كَانَ فِي حِجْرِ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ، فَتَبَنَاهُ. ۴۔ اَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ: لَا اَعْرِفُ مُصَنَّفًا خَاصًّا فِي هَذَا

البَاب ، لَكِنَّ كُتِبَ التَّرَاجِمَ عَامَّةً تَذَكُّرُ نَسَبِ كُلِّ رَاوٍ ،
لَا سِيَّمَا كُتِبَ التَّرَاجِمَ الْمُوسَّعَةِ .

ق۔ ترجمہ: غیر آباء کی طرف منسوب لوگوں کی پہچان۔ اس بحث سے مقصود: ان لوگوں کی پہچان ہے جو باپ کے علاوہ کی طرف نسبت کے ساتھ مشہور ہو گئے چاہے وہ رشتہ دار ہو جیسے ماں اور دادا، یا اجنبی ہو جیسے مربی وغیرہ، اس کے بعد باپ کی پہچان ہے۔ اس کا فائدہ: ان کے باپ کی طرف نسبت کرتے وقت تعدد کے خیال کو دور کرنا ہے۔ اس کی قسمیں اور مثالیں: (ا) جو لوگ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوئے جیسے عفرائ کے بیٹے معاذ، معوذ اور عوذ، ان کے والد حارث ہیں اور جیسے بلال بن حمامہ، ان کے والد کا نام رباح ہے، اور محمد بن حنفیہ، ان کے والد حضرت علیؑ ہیں۔

(ب) جن کی نسبت ان کی دادی کی طرف کی گئی ہو: چاہے وہ اوپر ہو یا نیچے جیسے یعلیٰ بن منیہ، منیہ ان کی دادی ہیں اور والد امیہ ہیں، اسی طرح بشیر بن خصاصیہ، یہ ان کے والد کی دادی (دوسرے نمبر کی پردادی) ہیں جبکہ والد کا نام معبد ہے۔

(ج) جس کی نسبت اس کے دادی کی طرف کی گئی ہو جیسے ابو عبیدہ بن جراح، آپ کا نام عامر بن عبد اللہ بن جراح ہے، اور احمد بن حنبل جو کہ احمد بن محمد بن حنبل ہیں۔ (د) جس کی نسبت کسی وجہ سے اجنبی شخص کی طرف کی گئی ہو جیسے مقداد بن عمرو کندی، ان کو مقداد بن اسود بھی کہتے ہیں اس لیے کہ وہ اسود بن عبد یغوث کی پرورش میں تھے تو اس نے آپ کو متبنیٰ بنالیا۔ اس میں زیادہ مشہور تصانیف: مجھے اس باب میں الگ سے کسی تصنیف کا پتہ نہیں ہے البتہ کتب تراجم میں عموماً ہر راوی کے نسب کا بیان ہوتا ہے خصوصاً جامع کتب تراجم میں موجود ہوں گے۔

(۱۵) مَعْرِفَةُ النَّسَبِ الَّتِي عَلَى خِلَافِ ظَاهِرِهَا

۱۔ تَمْهِيْدٌ : هُنَاكَ عَدَدٌ مِنَ الرُّوَاةِ نُسِبُوا إِلَى مَكَانٍ أَوْ عَزْوَةٍ أَوْ قَبِيلَةٍ أَوْ صَنْعَةٍ ، وَلَكِنَّ الظَّاهِرَ الْمُتَبَادِرَ إِلَى الذَّهْنِ مِنْ تِلْكَ النَّسَبِ لَيْسَ مُرَادًا ، وَالْوَاقِعُ أَنَّهُمْ نُسِبُوا إِلَى تِلْكَ النَّسَبِ لِعَارِضٍ عَرَضَ لَهُمْ مِنْ نُزُولِهِمْ ذَلِكَ الْمَكَانَ أَوْ

مُجَالَسَتِهِمْ أَهْلَ تِلْكَ الصَّنْعَةِ وَنَحْوِ ذَلِكَ .

- ۲ - فَايْدَةُ هَذَا الْبَحْثِ : وَفَايْدَةُ هَذَا الْبَحْثِ هُوَ مَعْرِفَةُ أَنَّ هَذِهِ النِّسْبَ لَيْسَتْ حَقِيقَةً ، وَإِنَّمَا نُسِبَ إِلَيْهَا صَاحِبُهَا لِعَارِضٍ ، وَمَعْرِفَةُ الْعَارِضِ أَوْ السَّبَبِ الَّذِي مِنْ أَجْلِهِ نُسِبَ إِلَى تِلْكَ النِّسْبَةِ . ۳ - أَمْثَلَةٌ : (أ) أَبُو مَسْعُودٍ الْبَدْرِيُّ ، لَمْ يَشْهَدْ بَدْرًا بَلْ نَزَلَ فِيهَا فَنُسِبَ إِلَيْهَا . (ب) يَزِيدُ الْفَقِيرُ : لَمْ يَكُنْ فَقِيرًا ، وَإِنَّمَا أُصِيبَ فِي فَقَارِ ظَهْرِهِ . (ج) خَالِدُ الْحَدَّاءِ ، لَمْ يَكُنْ حَدَّاءً ، وَإِنَّمَا كَانَ يُجَالِسُ الْحَدَّائِينَ . ۴ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِي الْأَنْسَابِ : كِتَابُ " الْأَنْسَابِ " لِلِسَمْعَانِيِّ ، وَقَدْ لَخَّصَهُ ابْنُ الْأَثِيرِ فِي كِتَابِ سَمَاءِ " اللَّبَابِ فِي تَهْذِيبِ الْأَنْسَابِ " وَلَخَّصَ الْمُلَخَّصَ هَذَا السِّيُوطِيُّ فِي كِتَابِ سَمَاءِ " لُبُّ اللَّبَابِ " .

۲۔ ترجمہ : ان نسبتوں کی پہچان جو اپنے ظاہر کے برخلاف ہیں۔ تمہید: بہت سے روایات ایسے ہیں جن کی نسبت کسی جگہ یا معرکہ یا قبیلہ یا پیشہ کی طرف کی گئی ہے لیکن ان نسبتوں سے ذہن میں جلدی سمجھ میں آنے والے ظاہری معنی مراد نہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان چیزوں کی طرف ان کی نسبت کسی عارضی سبب کی وجہ سے ہوتی ہے یعنی ان کا مذکورہ جگہ میں اترنا یا اس پیشے کے اہل لوگوں کے ساتھ اٹھک بیٹھک رکھنا وغیرہ۔ اس بحث کا فائدہ: یہ پہچان لینا ہے کہ مذکورہ نسبتیں حقیقی نہیں ہیں بلکہ ان کی طرف صاحب نسبت شخص کو کسی عارض کی وجہ سے منسوب کیا گیا ہے اور عارض یا سبب کو پہچاننا ہے جس کی وجہ سے اس چیز کی طرف نسبت کی گئی۔

چند مثالیں: (أ) ابو مسعود بدریؓ، آپ بدر میں شریک نہیں ہوئے بلکہ بدر کے مقام پر اترے تھے تو اسی کی طرف منسوب ہو گئے۔ (ب) یزید الفقیر: فقیر نہیں تھے بلکہ ان کی پیٹھ کی فقار یعنی ریڑھ کی ہڈی میں تکلیف تھی۔ (ج) خالد حدّاء (جو تے سینے والا) آپ حدّاء نہیں تھے بلکہ آپ تو موچیوں کے پاس بیٹھتے تھے۔ نسبتوں کے بارے میں زیادہ مشہور تصانیف: کتاب "الانساب" جو سمعانی کی ہے، ابن اثیرؒ نے اس کی تلخیص کی اور اس کا نام "اللباب فی تہذیب الانساب" رکھا، اور اس تلخیص کی بھی علامہ سیوطیؒ نے ایک کتاب میں تلخیص کر دی جس کا نام لب اللباب ہے۔

(۱۶) مَعْرِفَةُ تَوَارِيخِ الرِّوَاةِ

۱ - تَعْرِيفُهُ : (أ) لُغَةً : تَوَارِيخُ جَمْعُ تَارِيخٍ وَهُوَ مُصَدَّرٌ "أَرَخَ" وَسَهَّلَتِ الْهَمْزَةُ فِيهِ . (ب) إِصْطِلَاحًا : هُوَ التَّعْرِيفُ بِالْوَقْتِ الَّذِي تُضْبَطُ بِهِ الْأَحْوَالُ مِنَ الْمَوَالِيدِ وَالْوَفَايَاتِ وَالْوَقَائِعِ وَغَيْرِهَا . ۲ - الْمُرَادُ بِهِ هُنَا : مَعْرِفَةُ تَارِيخِ مَوَالِيدِ الرِّوَاةِ وَسَمَاعِهِمْ مِنَ الشُّيُوخِ ، وَقَدْوَمِهِمْ لِبَعْضِ الْبِلَادِ ، وَوَفَايَتِهِمْ . ۳ - أَهَمِّيَّتُهُ وَفَائِدَتُهُ : هُوَ فَنُّ مُهِمٌّ ، قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ : "لَمَّا اسْتَعْمَلَ الرِّوَاةُ الْكَذِبَ اسْتَعْمَلْنَا لَهُمُ التَّارِيخَ" ، وَمِنْ فَوَائِدِهِ مَعْرِفَةُ اتِّصَالِ السَّنَدِ أَوْ انْقِطَاعِهِ . وَقَدْ ادَّعَى قَوْمُ الرِّوَايَةِ عَنْ قَوْمٍ فَنَظَرُوا فِي التَّارِيخِ فَظَهَرَ أَنََّّهُمْ زَعَمُوا الرِّوَايَةَ عَنْهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهِمْ بِسَنِينَ .

تہ - ترجمہ : راویوں کی تاریخ کی پہچان۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: تاریخ، تاریخ کی جمع ہے جو اَرَخ کا مصدر ہے اور اس میں ہمزہ کے اندر تسہیل کی گئی ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: اس وقت کی پہچان کرنا جس کے ذریعہ پیدائش، وفات اور مختلف واقعات کے احوال کو یاد رکھا جاتا ہے۔ یہاں پر اس سے مراد رواۃ کی پیدائش، شیوخ سے سننے اور بعض شہروں میں آنے اور وفات پانے کی تاریخ کی پہچان ہے۔ اس کی اہمیت و افادیت: یہ ایک اہم فن ہے، سفیان ثوریؒ نے فرمایا "راویوں نے جب جھوٹ بولنا شروع کیا تو ہم نے ان کے لیے تاریخ کو استعمال کیا"، اور اس کے فوائد میں سے سند کے اتصال یا انقطاع کو پہچانا ہے، کچھ لوگوں نے دوسروں سے روایت لینے کا دعویٰ کیا، ان کی تاریخ میں غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے اُن سے ان کی وفات کے کئی سالوں کے بعد سنا ہے۔

شرح :- تاریخ باب تفعیل کا مصدر ہے اور اصولاً ہمزہ ساکنہ کے ساتھ تاریخ لفظ ہونا چاہیے لیکن چونکہ مہوز میں تسہیل و تخفیف وغیرہ عمومی قواعد ہیں انہی کی روشنی میں آسانی کی غرض سے ہمزہ میں تسہیل کی گئی اور اسے الف سے بدل دیا گیا۔ اصطلاح کے اعتبار سے تاریخ اس وقت کا بیان ہے جس میں لوگوں کی پیدائش یا وفات یا کوئی اور واقعہ رونما ہوا ہو۔

اس فن کی بڑی اہمیت ہے بالخصوص علوم حدیث میں اس کی افادیت بہت ہے کیونکہ اس سے راوی کے بہت سے دعوؤں کی حقیقت سامنے آتی ہے مثلاً کبھی کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے فلاں امام سے سنا ہے لیکن جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ کب سنا ہے؟ تو وہ ایسا وقت ذکر کرتا ہے جس سے پہلے اس امام کا انتقال ہو چکا ہے، تو ظاہر ہے کہ بعد از مرگ کیسے حدیث سنی جاسکتی ہے؟ لہذا اس کا دعویٰ غلط ہے۔

۴ - أَمَثَلَةٌ مِنْ عُيُونِ التَّارِيخِ: (أ) الصَّحِيحُ فِي سِنِّ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ وَصَاحِبِيهِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ثَلَاثٌ وَسِتُّونَ ۱ - وَقَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ضَحَى الْإِثْنَيْنِ لِثَنَتِي عَشْرَةَ خَلَّتْ مِنْ رَبِيعِ الْأَوَّلِ سَنَةَ ۱۱ هـ ۲ - وَقَبِضَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي جُمَادَى الْأُولَى سَنَةَ ۱۳ هـ ۳ - وَقَبِضَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ ۲۳ هـ ۴ - وَقَتِلَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ ۳۵ هـ وَعُمُرُهُ ۸۲ سَنَةً وَقَتِلَ ابْنُ ۹۰ سَنَةً ۵ - وَقَتِلَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ سَنَةَ ۴۰ هـ وَهُوَ ابْنُ ۶۳ سَنَةً (ب) صَحَابِيَّانِ عَاشَا سِتِّينَ سَنَةً فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَسِتِّينَ فِي الْإِسْلَامِ وَمَاتَا بِالْمَدِينَةِ سَنَةَ ۵۷ هـ وَهُمَا: (۱) حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ (۲) حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ .

ترجمہ: تاریخ کی چند نامور شخصیات کی مثالیں: (۱) ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی عمر کے بارے میں صحیح قول تریسٹھ برس ہے۔ (۱) رسول اللہ ﷺ کی وفات بارہ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ میں پیر کے دن چاشت کے وقت ہوئی۔ (۲) حضرت ابوبکرؓ کی وفات جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳ھ میں ہوئی۔ (۳) حضرت عمرؓ کی وفات ذوالحجہ سنہ ۲۳ھ میں ہوئی۔ (۴) حضرت عثمانؓ کی وفات ذوالحجہ سنہ ۳۵ھ میں ہوئی اور آپ کی عمر ۸۲ برس تھی، ایک قول کے مطابق ۹۰ برس کی برس تھی۔ (۵) حضرت علیؓ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ میں شہید ہوئے جبکہ آپ تریسٹھ سال کے تھے۔ (ب) دو صحابی ایسے ہیں جنہوں نے ساٹھ سال جاہلیت میں زندگی پائی اور ساٹھ سال اسلام میں زندگی پائی اور سنہ ۵۴ھ میں مدینہ منورہ

میں وفات پائے، وہ (۱) حکیم بن حزام اور (۲) حسان بن ثابت ہیں۔

شہادہ :- رائج یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات جمادی الثانی میں ہوئی نہ کہ جمادی الاولیٰ میں اور حضرت عمرؓ ذوالحجہ میں زخمی ہوئے اور یکم محرم الحرام کو دنیا سے رخصت ہوئے۔

(ج) أَصْحَابُ الْمَذَاهِبِ الْمُتَبَوِّعَةِ : (۱) النَّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ : (أَبُو حَنِيفَةَ) وَلِدَ سَنَةَ ۸۰ وَتُوفِيَ سَنَةَ ۱۵۰ هـ. (۲) مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ : وَلِدَ سَنَةَ ۹۳ - وَتُوفِيَ سَنَةَ ۱۷۹ هـ. (۳) مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيسَ الشَّافِعِيُّ : وَلِدَ سَنَةَ ۱۵۰ - وَتُوفِيَ سَنَةَ ۲۰۴ هـ. (۴) أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ : وَلِدَ سَنَةَ ۱۶۴ - وَتُوفِيَ سَنَةَ ۲۳۱ هـ. (د) أَصْحَابُ كُتُبِ الْحَدِيثِ الْمُعْتَمَدَةِ : (۱) مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيُّ : وَلِدَ سَنَةَ ۱۹۴ - وَتُوفِيَ سَنَةَ ۲۵۶ هـ. (۲) مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ النَّيْسَابُورِيُّ : وَلِدَ سَنَةَ ۲۰۴ - وَتُوفِيَ سَنَةَ ۲۶۱ هـ. (۳) أَبُو دَاوُدَ السَّجِسْتَانِيُّ : وَلِدَ سَنَةَ ۲۰۲ - وَتُوفِيَ سَنَةَ ۲۷۵ هـ. (۴) أَبُو عِيْسَى التِّرْمِذِيُّ : وَلِدَ سَنَةَ ۲۰۹ - وَتُوفِيَ سَنَةَ ۲۷۹ هـ. (۵) أَحْمَدُ بْنُ شُعَيْبٍ النَّسَائِيُّ : وَلِدَ سَنَةَ ۲۱۴ - وَتُوفِيَ سَنَةَ ۳۰۳ هـ. (۶) (ابْنُ مَاجَةَ) الْقُرَوَيْنِيُّ : وَلِدَ سَنَةَ ۲۰۷ - وَتُوفِيَ سَنَةَ ۲۷۵ هـ. ۶ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : (أ) كِتَابُ "الْوَفَايَاتِ" لِابْنِ زَبَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّبْعِيِّ مُحَدِّثٍ دِمَشْقٍ الْمُتُوفَى سَنَةَ ۳۷۹ هـ. وَهُوَ مُرْتَّبٌ عَلَى السِّنِينَ. (ب) ذُبُوْلٌ عَلَى الْكِتَابِ السَّابِقِ مِنْهَا لِلْكَتَّانِيِّ ثُمَّ لِلْأَكْفَانِيِّ ثُمَّ لِلْعِرَاقِيِّ، وَغَيْرِهِمْ.

ترجمہ : (ج) ایسے مجتہدین جن کے فقہی مذاہب پر لوگ عمل پیرا ہیں: (۱) ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ، پیدائش سنہ ۸۰ھ میں ہوئی اور وفات سنہ ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ (۲) مالک بن انسؒ، پیدائش سنہ ۹۳ھ میں اور وفات سنہ ۱۷۹ھ میں ہوئی۔ (۳) محمد بن ادریس شافعیؒ، پیدائش سنہ ۱۵۰ھ میں اور وفات سنہ ۲۰۴ھ میں ہوئی۔ (۴) احمد بن حنبلؒ، پیدائش سنہ ۱۶۴ھ میں اور وفات سنہ ۲۳۱ھ میں ہوئی۔ (د) قابل اعتماد کتب حدیث کے مصنفین:

(۱) محمد بن اسماعیل البخاریؒ، پیدائش سنہ ۱۹۴ھ اور وفات سنہ ۲۵۶ھ میں ہوئی۔

(۲) مسلم بن حجاج نیشاپوری، پیدائش سنہ ۲۰۴ھ میں اور وفات سنہ ۲۶۱ھ میں ہوئی۔

(۳) ابو داؤد سجستانی، پیدائش سنہ ۲۰۲ھ میں اور وفات سنہ ۲۷۵ھ میں ہوئی۔

(۴) ابویسیٰ ترمذی، پیدائش سنہ ۲۰۹ھ میں اور وفات سنہ ۲۷۹ھ میں ہوئی۔

(۵) احمد بن شعیب نسائی، پیدائش سنہ ۲۱۴ھ میں اور وفات سنہ ۳۰۳ھ میں ہوئی۔

(۶) ابن ماجہ قزوینی، پیدائش سنہ ۲۰۷ھ میں اور وفات سنہ ۲۷۵ھ میں ہوئی۔

اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف: (۱) کتاب ”الوفیات“ جو ابن زبر محمد بن عبید اللہ ربیع ”محدث دمشق متوفی سنہ ۳۷۹ھ کی ہے اور سالوں پر مرتب ہے۔ (ب) گذشتہ کتاب پر اضافے، جن میں کچھ کتابی ہیں، ان کے بعد کفانی کے ہیں اور پھر عراقی کے ہیں۔۔۔ وغیرہ۔

(۱۷) مَعْرِفَةُ مَنْ اخْتَلَطَ مِنَ الثَّقَاتِ

۱ - تَعْرِيفُ الْاِخْتِلَاطِ : (أ) لُغَةً : الْاِخْتِلَاطُ لُغَةٌ فَسَادُ الْعَقْلِ ، يُقَالُ : ”اُخْتَلِطَ فُلَانٌ“ أَيْ فَسَدَ عَقْلُهُ كَمَا فِي الْقَامُوسِ . (ب) اِصْطِلَاحًا : فَسَادُ الْعَقْلِ ، أَوْ عَدَمُ انْتِظَامِ الْأَقْوَالِ بِسَبَبِ خَرَفٍ أَوْ عَمَى أَوْ اخْتِرَاقٍ كُتِبَ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ . ۲ - أَنْوَاعُ الْمُخْتَلِطِينَ : (أ) مَنْ اخْتَلِطَ بِسَبَبِ الْخَرَفِ : مِثْلُ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ الثَّقَفِيِّ الْكُوفِيِّ . (ب) مَنْ اخْتَلِطَ بِسَبَبِ ذَهَابِ الْبَصَرِ : مِثْلُ عَبْدِ الرَّزَّاقِ بْنِ هُمَامِ الصَّنْعَانِيِّ ، فَكَانَ بَعْدَ أَنْ عَمِيَ يُلْقَنُ فَيَتَلَقَّنُ . (ج) مَنْ اخْتَلِطَ بِأَسْبَابٍ أُخْرَى : كَاخْتِرَاقِ الْكُتُبِ ، مِثْلُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لَهْيَعَةَ الْمِصْرِيِّ . ۳ - حُكْمُ رِوَايَةِ الْمُخْتَلِطِ : (أ) يُقْبَلُ مِنْهَا مَا رَوَى عَنْهُ قَبْلَ الْاِخْتِلَاطِ . (ب) وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا مَا رَوَى عَنْهُ بَعْدَ الْاِخْتِلَاطِ ، وَكَذَا مَا شُكَّ فِيهِ أَنَّهُ قَبْلَ الْاِخْتِلَاطِ أَوْ بَعْدَهُ .

ترجمہ : جو ثقہ راوی دماغی کمزوری میں مبتلا ہوئے ان کی پہچان۔ اختلاط کی تعریف: (۱) لغت کے اعتبار سے: اختلاط عقل میں بگاڑ کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے ”اُخْتَلِطَ فُلَانٌ“ یعنی اس کی عقل میں بگاڑ آ گیا جیسا کہ قاموس میں ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: بڑھاپے یا بینائی

کے زائل ہونے یا کتابیں وغیرہ جل کر ضائع ہو جانے کی وجہ سے ہونے والی عقلی بگاڑ یا اقوال کے عدم توازن کا نام ہے۔

دماغی فتور میں مبتلا لوگوں کی قسمیں: (ا) جن کو دماغی فتور بڑھاپے کی وجہ سے لاحق ہوا جیسے عطاء بن سائب ثقفی کوئی۔ (ب) جن کے دماغ میں فتور بینائی زائل ہونے کی وجہ سے آیا جیسے عبدالرزاق بن ہمام صنعانی، چنانچہ آپ نابینا ہو جانے کے بعد جب تلقین کی جاتی تو تلقین قبول کر لیا کرتے تھے۔ (ج) جن کو دوسرے اسباب سے دماغی کمزوری ہوئی ہو جیسے کتابیں جل جانا مثلاً عبداللہ بن لہیعہ مصری۔ دماغی فتور میں مبتلا شخص کی روایت کا حکم: (ا) اس کی وہ حدیث مقبول ہوگی جو اس سے اختلاط سے پہلے روایت کی گئی ہو۔ (ب) اور وہ حدیث مقبول نہیں ہوگی جو اس سے اختلاط کے بعد روایت کی گئی ہو، اسی طرح وہ حدیث جس کے متعلق شک ہو جائے کہ اختلاط سے پہلے کی ہے یا بعد کی ہے۔

شعبہ :- عطاء بن سائب سے جن حضرات نے اختلاط سے قبل سنا ان میں سفیان ثوری، شعبہ اور حماد بن زید وغیرہ ہیں اور بعد الاختلاط سننے والوں میں جریر بن عبد الحمید، خالد واسطی، ابن علیہ، علی بن عاصم وغیرہ ہیں۔ عبدالرزاق صنعانی سے قبل اختلاط سننے والوں میں امام احمد، ابن راہویہ، ابن معین، ابن المدینی اور کعب وغیرہ ہیں جبکہ بعد اختلاط سننے والوں میں احمد بن محمد، محمد بن حماد، اسحاق بن ابراہیم وغیرہ ہیں۔ عبداللہ بن لہیعہ مصری بذات خود بڑے متقی و پرہیزگار تھے اور نیک شہرت رکھتے تھے حتیٰ کہ آپ کی وفات پر شہر کے بازار بند رہے اور شہر میں سوگ کی فضا ہوئی مگر آپ کے اصل نسخے جل گئے تھے جن سے حدیث بیان کیا کرتے تھے، اس کے بعد آپ یادداشت سے بیان کیا کرتے تھے اور تلقین قبول کر لیا کرتے تھے، عبداللہ بن مبارک وغیرہ نے آپ سے کتابیں جلنے سے پہلے حدیث سنی ہے۔

مخلط کی روایت کا حکم واضح ہے کہ اس دماغی فتور میں مبتلا ہونے سے قبل بیان کی حدیثیں تو مقبول ہیں، البتہ جو حدیثیں اختلاط کے بعد کی ہیں یا جن کے متعلق واضح نہیں ہو تو ایسی حدیثیں مقبول نہیں۔

۴ - اَهْمِيَّتُهُ وَفَائِدَتُهُ : هُوَ فَنُّ مُهِمٌّ جَدًّا ، وَتَكْمُنُ فَائِدَتُهُ فِي تَمْيِيزِ أَحَادِيثِ الثِّقَةِ الَّتِي حَدَّثَ بِهَا بَعْدَ الْإِخْتِلَاطِ لِرَدِّهَا وَعَدَمِ قَبُولِهَا . ۵ - هَلْ أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ فِي صَحِيحَيْهِمَا عَنْ ثِقَاتٍ أَصَابَهُمُ الْإِخْتِلَاطُ ؟ نَعَمْ ، وَلَكِنْ مِمَّا عُرِفَ أَنَّهُمْ حَدَّثُوا بِهِ قَبْلَ الْإِخْتِلَاطِ . ۶ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : صَنَّفَ فِيهِ عَدَدٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ ، كَالْعَلَائِيِّ وَالْحَازِمِيِّ ، وَمِنْ هَذِهِ الْمُصَنَّفَاتِ كِتَابُ " الْإِعْتِبَاطُ بِمَنْ رُمِيَ بِالْإِخْتِلَاطِ " لِلْحَافِظِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ سِبْطِ ابْنِ الْعَجْمِيِّ ، الْمُتَوَفَى سَنَةَ ۸۶۱ هـ .

ترجمہ : اس کی اہمیت و افادیت : یہ بہت ہی اہم فن ہے اور اس کا فائدہ ثقہ کی ان احادیث کی تمیز میں پوشید ہے جو اس نے اختلاط کے بعد بیان کیں تاکہ انہیں رد کیا جائے اور قبول نہ کیا جائے۔ کیا شیخین نے اپنی صحیح میں ایسے ثقات سے روایت کی ہے جن کو اختلاط ہوا؟ جی ہاں، لیکن ان لوگوں سے روایت لی ہے جن کے متعلق معلوم ہو چکا کہ انہوں نے اختلاط سے قبل بیان کیا۔

اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف : متعدد علماء نے اس میں لکھا ہے جیسے علامہ علائیؒ اور علامہ حازمیؒ ہیں، انہی مصنفات میں کتاب ”الاعتباط بمن رُمی بالاختلاط“ ہے جو حافظ ابراہیم بن محمد المعروف بہ سبط ابن العجمی متوفی سنہ ۸۶۱ھ کی ہے۔

(۱۸) مَعْرِفَةُ طَبَقَاتِ الْعُلَمَاءِ وَالرُّوَاةِ

۱ - تَعْرِيفُ الطَّبَقَةِ : (أ) لُغَةً : الْقَوْمُ الْمُتَشَابِهُونَ . (ب) إِصْطِلَاحًا : قَوْمٌ تَقَارَبُوا فِي السِّنِّ وَالْإِسْنَادِ أَوْ فِي الْإِسْنَادِ فَقَطْ . وَمَعْنَى التَّقَارُبِ فِي الْإِسْنَادِ : أَنْ يَكُونَ شُيُوخُ هَذَا هُمْ شُيُوخَ الْآخَرِ ، أَوْ يُتَارَبُوا شُيُوخَهُ . ۲ - مِنْ فَوَائِدِ مَعْرِفَتِهِ : (أ) وَمِنْ تَدَاخُلِ الْمُتَشَابِهِينَ فِي إِسْمٍ أَوْ كُنْيَةٍ وَنَحْوِ ذَلِكَ ، لِأَنَّهُ قَدْ يَتَّفِقُ اسْمَانِ فِي اللَّفْظِ فَيُظَنُّ أَنَّ أَحَدَهُمَا هُوَ الْآخَرُ ، فَيَتَمَيَّزُ ذَلِكَ بِمَعْرِفَةِ طَبَقَاتِهِمَا . (ب) أَلْوُقُوفٌ عَلَى حَقِيقَةِ الْمُرَادِ مِنَ الْعَنْعَنَةِ .

ترجمہ : علماء اور رواۃ کے طبقات کی پہچان۔ طبقہ کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: ایک جیسے لوگ۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: ایسے لوگ جو عمر اور اسناد میں یا صرف اسناد میں ایک دوسرے کے قریب ہیں، اسناد میں قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک کے شیوخ بعینہ دوسرے کے بھی شیوخ ہوں یا شیوخ میں ایک دوسرے کے قریب ہوں۔

اس کی معرفت کے چند فوائد: اس کی معرفت کے فوائد میں سے نام یا کنیت وغیرہ میں متشابہ لوگوں کے ایک دوسرے میں تداخل سے محفوظ ہونا ہے اس لیے کہ کبھی دو نام لفظوں میں ایک ہوتے ہیں تو ان میں سے ایک کو دوسرا خیال کر لیا جاتا ہے، لہذا ان دونوں میں فرق ان دونوں کے طبقات کی پہچان سے ہوگا۔

شہدہ :- جو لوگ عمر اور سند میں یا صرف سند میں ایک دوسرے کے قریب ہوں مثلاً ان کے اساتذہ ایک ہوں تو وہ ایک طبقہ کہلائیں گے۔ ان طبقات کو پہچاننا بھی متشابہ ناموں والے راویوں کے درمیان فرق کرنے میں مددگار ہوتا ہے، اگر طبقہ معلوم نہیں ہوگا تو بعض اوقات دونوں کو ایک سمجھ لیا جائے گا۔ طبقات جاننے کے فوائد یہ ہیں: ۱- مشتبہ روایات میں خلط سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ ۲- تدلیس کا پتہ چل جاتا ہے۔ ۳- عنعنہ سماع پر محمول ہے یا نہیں، اس کا اطمینان ہو جاتا ہے۔

۳ - قَدْ يَكُونُ الرَّاَوِيَانِ مِنْ طَبَقَةٍ بِاعْتِبَارٍ ، وَمِنْ طَبَقَتَيْنِ بِاعْتِبَارٍ آخَرَ : مِثْلَ أَنَسِ

بْنِ مَالِكٍ وَشَبِيهَهُ مِنْ أَصَاغِرِ الصَّحَابَةِ ، فَهُمْ مَعَ الْعَشْرَةِ فِي طَبَقَةٍ وَاحِدَةٍ بِاعْتِبَارٍ

أَنَّهُمْ كُلُّهُمْ صَحَابَةٌ ، وَعَلَى هَذَا فَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ طَبَقَةٌ وَاحِدَةٌ . وَبِاعْتِبَارِ السَّوَابِقِ

إِلَى الدُّخُولِ فِي الْإِسْلَامِ ، تَكُونُ الصَّحَابَةُ بِضْعِ عَشْرَةِ طَبَقَةٍ كَمَا تَقَدَّمَ فِي نَوْعِ

”مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ“ فَلَا يَكُونُ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَشَبِيهَهُ فِي طَبَقَةِ الْعَشْرَةِ مِنْ

الصَّحَابَةِ. ۴ - مَاذَا يَنْبَغِي عَلَى النََّاظِرِ فِيهِ ؟ يَنْبَغِي عَلَى النََّاظِرِ فِي عِلْمِ الطَّبَقَاتِ

أَنْ يَكُونَ عَارِفًا بِمَوَالِيدِ الرُّوَاةِ وَوَفَايَاتِهِمْ ، وَمَنْ رَوَوْا عَنْهُ ، وَمَنْ رَوَى عَنْهُمْ .

۵ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : (أ) كِتَابُ ”الطَّبَقَاتِ الْكُبْرَى“ لِابْنِ سَعْدٍ .

(ب) كِتَابُ ”طَبَقَاتِ الْقُرَّاءِ“ لِابْنِ عَمْرِو الدَّانِي . (ج) كِتَابُ ”طَبَقَاتِ

الشَّافِعِيَّةُ الْكُبْرَى "لِعَبْدِ الْوَهَّابِ السُّبْكِيِّ . (د) تَذَكُّرَةُ الْحُقَاطِ ، لِلدَّهَبِيِّ .

ترجمہ : کبھی دوراوی ایک اعتبار سے ایک طبقہ سے ہوتے ہیں اور دوسرے اعتبار سے دو طبقوں سے ہوتے ہیں مثلاً حضرت انس بن مالکؓ وغیرہ صغار صحابہ، وہ صحابی ہونے کے اعتبار سے عشرہ مبشرہ کے ساتھ ایک ہی طبقہ میں شمار ہوتے ہیں، اس بناء پر صحابہ سب ایک طبقہ بن جاتے ہیں، اور اسلام لانے میں سبقت کے اعتبار سے صحابہ کرامؓ کے دس سے زیادہ طبقات بنیں گے جیسا کہ اس سے پہلے ”معرفۃ الصحابة“ کی نوع میں گذر چکا ہے، تو حضرت انس بن مالکؓ وغیرہ صحابہ کرام میں سے عشرہ مبشرہ کے طبقہ میں داخل نہیں ہوں گے۔

اس علم میں غور کرنے والے پر کیا لازم ہے؟ علم طبقات میں غور کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ رواۃ، ان کے مروی عنہ اور ان کے شاگردوں کی پیدائش اور وفات کی تاریخیں جانتا ہو۔ اس بارے میں مشہور ترین تصانیف: (ا) کتاب ”الطبقات الکبریٰ“ جو ابن سعد کی ہے۔ (ب) کتاب ”طبقات القراء“ جو ابو عمرو دانی کی ہے۔ (ج) کتاب ”طبقات الشافعیۃ الکبریٰ“ جو عبدالوہاب سبکی کی ہے۔ (د) تذکرۃ الحفاظ جو علامہ ذہبی کی ہے۔

نکات :- محدثین کی اصطلاح میں ”طبقہ“ ایسی جماعت کو کہتے ہیں جو عمر میں یا اساتذہ سے پڑھنے میں شریک ہو تو اب کبھی شخص واحد و مختلف اعتباروں سے دو طبقوں میں شمار ہوگا جیسے سیدنا انس بن مالکؓ کہ باعتبار صحبت نبوی ﷺ مطلق طبقہ صحابہ میں اور باعتبار صغر سنی کے طبقہ صغار صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ محدثین نے طبقات کی تقسیم میں مختلف اعتبارات کا لحاظ کیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کے مطابق رواۃ کے بارہ طبقات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طبقہ۔

(۲) کبار تابعین کا طبقہ جیسے حضرت سعید بن مسیبؓ، مخضر مین اسی طبقہ میں شمار کئے گئے ہیں۔

(۳) تابعین کا درمیانی طبقہ جیسے حضرت حسن بصریؒ اور محمد بن سیرینؒ۔

(۴) تابعین کے درمیانی طبقہ سے ملا ہوا طبقہ جن کی اکثر روایات کبار تابعین سے ہیں جیسے زہریؒ

اور قتادہؒ۔

(۵) تابعین کا طبقہ صغریٰ جنہوں نے چند صحابہ کو دیکھا ہے پھر بعض کا صحابہ سے سماع ثابت ہے اور بعض کا نہیں جیسے امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام سلیمان الاعمشؒ۔

(۶) طبقہ خامسہ کا معاصر طبقہ مگر کسی صحابی سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی جیسے ابن جریجؒ۔

(۷) کبار تبع تابعین کا طبقہ جیسے امام مالکؒ اور امام ثوریؒ۔

(۸) تبع تابعین کا درمیانی طبقہ جیسے سفیان بن عیینہؒ اور اسماعیل بن علیہؒ۔

(۹) تبع تابعین کا طبقہ صغریٰ جیسے یزید بن ہارونؒ، امام شافعیؒ، ابو داؤد طیالسیؒ اور عبد الرزاق صنعائیؒ۔

(۱۰) تبع تابعین سے روایت کرنے والے بعد کے طبقہ کے اکابر جن کی کسی تابعی سے ملاقات نہیں ہو سکی جیسے امام احمد بن حنبلؒ۔

(۱۱) تبع تابعین سے روایت کرنے والا بعد کے طبقوں کا درمیانی طبقہ جیسے امام بخاریؒ اور امام محمد بن یحییٰ ذہلیؒ۔

(۱۲) تبع تابعین سے روایت کرنے والا بعد کے طبقوں کا طبقہ صغریٰ جیسے امام ترمذیؒ وغیرہ۔

(۱۹) مَعْرِفَةُ الْمَوَالِي مِنَ الرُّوَاةِ وَالْعُلَمَاءِ

- ۱ - تَعْرِيفُ الْمَوْلَى : (أ) لُغَةً : الْمَوَالِي جَمْعُ مَوْلَى ، وَالْمَوْلَى مِنَ الْأَضْدَادِ فَيُطْلَقُ عَلَى الْمَالِكِ وَالْعَبْدِ ، وَالْمُعْتَقِ وَالْمُعْتَقِ . (ب) إِصْطِلَاحًا : هُوَ الشَّخْصُ الْمُحَالِفُ ، أَوِ الْمُعْتَقِ ، أَوِ الَّذِي أَسْلَمَ عَلَى يَدِ غَيْرِهِ . ۲ - أَنْوَاعُ الْمَوَالِي : أَنْوَاعُ الْمَوَالِي ثَلَاثَةٌ وَهِيَ : (أ) مَوْلَى الْحِلْفِ : مِثْلُ الْإِمَامِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ الْأَصْبَحِيِّ التَّيْمِيِّ ، فَهُوَ أَصْبَحِيٌّ صَلْبِيَّةٌ ، تَنِمِّيٌّ بِوَلَاءِ الْحِلْفِ ، وَذَلِكَ لِأَنَّ قَوْمَهُ " أَصْبَحَ " مَوَالٍ لِتَيْمِ قُرَيْشٍ بِالْحِلْفِ . (ب) مَوْلَى الْعَتَاقَةِ : مِثْلُ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيِ النَّابِعِيِّ ، وَاسْمُهُ سَعِيدُ بْنُ فَيْرُوزَ ، هُوَ مَوْلَى طَيْئٍ لِأَنَّ سَيِّدَهُ كَانَ مِنْ طَيْئٍ فَأَعْتَقَهُ . (ج) مَوْلَى الْإِسْلَامِ : مِثْلُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْبَخَارِيِّ الْجُعْفِيِّ ، لِأَنَّ جَدَّهُ الْمُغِيرَةَ كَانَ مَجُوسِيًّا فَأَسْلَمَ عَلَى يَدِ الْيَمَانِ بْنِ أَخْنَسِ الْجُعْفِيِّ ، فَنُسِبَ إِلَيْهِ .

۳ - مِنْ فَوَائِدِهِ : الْأَمْنُ مِنَ اللَّبْسِ ، وَمَعْرِفَةُ الْمَنْسُوبِ إِلَى الْقَبِيلَةِ نَسَبًا أَوْ وِلَاءً ،
وَمِنْ ثَمَّ لِيَتَمَيَّزَ الْمَنْسُوبُ إِلَى الْقَبِيلَةِ وَِلَاءً عَمَّنْ يُشَارِكُهُ فِي اسْمِهِ مِنْ تِلْكَ
الْقَبِيلَةِ نَسَبًا . ۴ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : صَنَّفَ فِي ذَلِكَ أَبُو عُمَرَ الْكِنْدِيُّ
بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْمَضَرِّيِّينَ فَقَطُّ .

ترجمہ : رواد اور علماء میں سے جو مولیٰ ہیں ان کی پہچان۔ مولیٰ کی تعریف: (ا) لغت کے اعتبار سے: مولیٰ، مولیٰ کی جمع ہے اور مولیٰ اضداد میں سے ہے چنانچہ اس کا اطلاق آقا، غلام اور آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ پر ہوتا ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ باہم دوستی کا عہد کرنے والا، یا آزاد کردہ، یا وہ شخص ہے جس نے کسی اور کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

مولیٰ کی قسمیں: مولیٰ کی تین قسمیں ہیں: (ا) مولیٰ الحلف: جیسے امام مالک بن انس اصبحی تیمی، آپ ذاتی طور پر اصبحی ہیں اور ولہ الحلف کی بنا پر تیمی ہیں، اور یہ اس لیے کہ آپ کی قوم اصبح حلف (دوستی معاہدہ) کی بناء پر قریش کے قبیلہ تیم کے مولیٰ تھے۔

(ب) مولیٰ العتاقہ: جیسے ابوالخثری طائی جو تابعی ہیں، ان کا نام سعید بن فیروز ہے، یہ قبیلہ طے کے مولیٰ ہیں اس لیے کہ ان کا آقا قبیلہ طے سے تھا اور اس نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔

(ج) مولیٰ الاسلام: جیسے محمد بن اسماعیل بخاری جعفی اس لیے کہ آپ کے دادا مغیرہ مجوسی تھے پھر وہ یمان بن اخنس جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تو اسی کی طرف منسوب ہوئے۔ اس کے چند فوائد: التباس سے حفاظت اور قبیلہ کی طرف نسب یا ولہ کے طور پر منسوب شخص کی پہچان۔ چنانچہ اسی کی بنیاد پر قبیلہ کی طرف ولہ کی بناء پر منسوب شخص کو اسی قبیلہ سے نہی تعلق رکھنے والے ایسے شخص سے جدا ہو جاتا ہے جو اس کے ساتھ نام میں شریک ہوتا ہے۔ اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف: اس بارے میں ابو عمر کندی نے صرف مصرعین کی نسبت کے اعتبار سے تصنیف کی ہے۔

نتیجہ :- مولیٰ لغت میں جس طرح آقا کو کہتے ہیں، غلام کو بھی کہتے ہیں، اور جس طرح آزاد کرنے والے کو کہتے ہیں، آزاد کردہ کو بھی کہتے ہیں، لیکن اس کے اصل معنی ہیں ”مددگار، حمایتی، طرفدار، دوست“ وغیرہ۔ اصطلاح کے مطابق مولیٰ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس نے کسی کے ساتھ

دوستی نبھانے کا عہد و پیمان کیا ہو، اس کو مولیٰ الحلف کہتے ہیں، یا وہ غلام تھا جس کو اس کے آقا نے بعد میں آزاد کر دیا تو یہ مولیٰ العتاقہ کہلاتا ہے، یا پھر کسی کے ہاتھ اسلام قبول کیا ہو تو اس کو مولیٰ الاسلام کہتے ہیں۔ یہی تینوں اقسام یہاں پر معتبر ہیں اور ان کی مثالیں بھی واضح ہیں۔

موالیٰ کے پہچاننے کے دو فائدے مذکور ہیں: (۱) اگر دو راویوں کا ایک ہی نام ہو تو مولیٰ کی نسبت کے ساتھ ان میں تمیز کی جاسکتی ہے جس کے بعد التباس کا خوف نہ ہوگا۔ (۲) جب ایک قبیلے کی طرف منسوب دو راویوں کے نام ایک جیسے ہوں تو اگر یہ پتہ ہو کہ ان میں سے ایک بحیثیت مولیٰ منسوب ہے اور دوسرا بحیثیت قوم تو اس طرح بھی ان دونوں کے درمیان فرق کیا جاسکے گا۔

(۲۰) مَعْرِفَةُ الثَّقَاتِ وَالضُّعَفَاءِ مِنَ الرُّوَاةِ

- ۱ - تَعْرِيفُ الثَّقَةِ وَالضَّعِيفِ : (أ) لُغَةً : الثَّقَةُ لُغَةً الْمُؤْتَمَنُ ، وَالضَّعِيفُ ضِدُّ الْقَوِيِّ . وَيَكُونُ الضَّعْفُ حَسِيًّا وَمَعْنَوِيًّا . (ب) إِصْطِلَاحًا : الثَّقَةُ : هُوَ الْعَدْلُ الضَّابِطُ ، وَالضَّعِيفُ : هُوَ اسْمٌ عَامٌّ يَشْمَلُ مَنْ فِيهِ طَعْنٌ فِي ضَبْطِهِ أَوْ عَدَالَتِهِ .
- ۲ - أَهَمِّيَّتُهُ وَفَائِدَتُهُ : هُوَ مِنْ أَجْلِ أَنْوَاعِ عُلُومِ الْحَدِيثِ ، لِأَنَّهُ بِوَاسِطَتِهِ يُعْرَفُ الْحَدِيثُ الصَّحِيحُ مِنَ الضَّعِيفِ .

ترجمہ : ثقہ اور ضعیف راویوں کی پہچان۔ ثقہ اور ضعیف کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے ثقہ کے لغوی معنی ہیں قابل بھروسہ، اور ضعیف قوی کا ضد ہے، اور ضعف حسی و معنوی ہوتا ہے۔ اصطلاح کے اعتبار سے: ثقہ عدل ضابط کا نام ہے اور ضعیف ایک عام نام ہے جو ہر اس راوی کو شامل ہے جس پر اس کے ضبط یا عدالت کے اعتبار سے جرح کی گئی ہو۔ اس کی اہمیت و فائدہ: یہ علوم حدیث کی اہم قسموں میں سے ہے اس لیے کہ اسی کے ذریعہ حدیث صحیح اور ضعیف کے درمیان فرق کیا جاتا ہے۔

- ۳ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ وَأَنْوَاعُهَا : (أ) مُصَنَّفَاتٌ مُفْرَدَةٌ فِي الثَّقَاتِ : مِثْلُ كِتَابِ "الثَّقَاتِ" لِابْنِ حِبَّانَ ، وَكِتَابِ "الثَّقَاتِ" لِلْعَجَلِيِّ . (ب) مُصَنَّفَاتٌ مُفْرَدَةٌ فِي

الضُّعْفَاءُ : كَثِيرَةٌ جِدًّا كَالضُّعْفَاءِ لِلْبُخَارِيِّ وَالنَّسَائِيِّ وَالْعُقَيْلِيِّ وَالذَّارِقُطْنِيِّ .
وَمِنْهَا كِتَابُ " الْكَامِلُ فِي الضُّعْفَاءِ " لِابْنِ عَدِيٍّ ، وَكِتَابُ " الْمُغْنَى فِي الضُّعْفَاءِ " لِلدَّهَبِيِّ . (ج) مُصَنَّفَاتٌ مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ الثَّقَاتِ وَالضُّعْفَاءِ : وَهِيَ كَثِيرَةٌ أَيْضًا مِنْهَا :
كِتَابُ " تَارِيخُ الْبُخَارِيِّ الْكَبِيرِ " وَمِنْهَا كِتَابُ " الْجَرَحُ وَالتَّعْدِيلُ " لِابْنِ أَبِي حَاتِمٍ ، وَهِيَ كُتُبٌ عَامَّةٌ لِلرُّوَاةِ ، وَمِنْهَا كُتُبٌ خَاصَّةٌ بِبَعْضِ كُتُبِ الْحَدِيثِ ، مِثْلُ كِتَابِ " الْكَمَالِ فِي أَسْمَاءِ الرِّجَالِ " لِعَبْدِ الْغَنِيِّ الْمَقْدِسِيِّ ، وَتَهْذِيبَاتِهِ الْمُتَعَدِّدَةِ النَّبِيِّ لِلْمِزِّيِّ وَالذَّهَبِيِّ وَابْنِ حَجَرَ وَالْخَزَرَجِيِّ .

ترجمہ : اس بارے میں مشہور ترین تصانیف اور ان کی قسمیں : (ا) صرف ثقات کے متعلق مستقل گئیں کتابیں : جیسے کتاب " الثقات " جو ابن حبان کی ہے اور کتاب " الثقات " جو عجلی کی ہے۔
(ب) صرف ضعفاء کے متعلق مستقل گئیں کتابیں : یہ بہت ساری ہیں جیسے " الضعفاء " جو امام بخاری، نسائی، عقیلی اور ارقطنی میں سے ہر ایک کی ہے (یعنی ہر ایک نے اس نام سے کتاب مستقل) اور ان میں سے ابن عدی کی کتاب " الکامل فی الضعفاء " اور ذہبی کی کتاب " المغنی فی الضعفاء " بھی ہے۔
(ج) وہ - ذات جو ثقات اور ضعفاء کے بارے میں مشترک ہیں : یہ بھی بہت ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں : امام بخاری کی کتاب " التاریخ الکبیر "، ابن ابی حاتم کی کتاب " الجرح والتعدیل "۔ یہ تمام رواۃ کو شامل کتابیں ہیں، بعض ایسی کتابیں بھی ہیں جو بعض کتب کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے عبد الغنی مقدسی کی کتاب " الکمال فی أسماء الرجال " اور اس کی متعدد تہذیبات جو مزنی، ذہبی، ابن حجر اور خزرجی کی ہیں (ہر ایک کی لکھی تہذیب ہے)۔

(۲۱) مَعْرِفَةُ أَوْطَانِ الرُّوَاةِ وَبُلْدَانِهِمْ

۱ - الْمُرَادُ بِهَذَا الْبَحْثِ : الْأَوْطَانُ جَمْعُ وَطَنٍ ، وَهُوَ الْإِثْنِيْمُ أَوِ النَّاحِيَةُ الَّتِي يُوَلَّدُ الْإِنْسَانُ أَوْ يُقِيمُ فِيهَا ، وَالْبُلْدَانُ جَمْعُ بَلَدٍ ، وَهِيَ الْمَدِينَةُ أَوِ الْقَرْيَةُ الَّتِي يُوَلَّدُ الْإِنْسَانُ أَوْ يُقِيمُ فِيهَا . وَالْمُرَادُ بِهَذَا الْبَحْثِ هُوَ مَعْرِفَةُ أَقَالِيمِ الرُّوَاةِ وَمُدُنِهِمُ الَّتِي

وُلِدُوا فِيهَا أَوْ أَقَامُوا فِيهَا ۚ ۲ - مِنْ فَوَائِدِهِ : وَمِنْ فَوَائِدِهِ التَّمْيِيزُ بَيْنَ الْأَسْمَنِ الْمُتَّفَقِينَ فِي اللَّفْظِ إِذَا كَانَا مِنْ بِلَدَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ ، وَهُوَ مِمَّا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ حِفَاطُ الْحَدِيثِ فِي تَصَرُّفَاتِهِمْ وَمُصَنَّفَاتِهِمْ ۚ ۳ - إِلَى أَيْ شَيْءٍ يَنْتَسِبُ كُلُّ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ ؟ (أ) لَقَدْ كَانَتِ الْعَرَبُ قَدِيمًا تَنْتَسِبُ إِلَى قَبَائِلِهَا ، لِأَنَّ غَالِبِيَّتَهُمْ كَانُوا بَذَرًا رُحَلَاءَ ، وَكَانَ ارْتِبَاطُهُمْ بِالْقَبِيلَةِ أَوْثَقَ مِنْ ارْتِبَاطِهِمْ بِالْأَرْضِ ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ ، وَغَلَبَ عَلَيْهِمْ سُكْنَى الْبُلْدَانِ وَالْقُرَى انْتَسَبُوا إِلَى بُلْدَانِهِمْ وَقُرَاهُمْ . (ب) أَمَّا الْعَجَمُ فَإِنَّهُمْ يَنْتَسِبُونَ إِلَى مُدُنِهِمْ وَقُرَاهُمْ مِنَ الْقَدِيمِ .

ترجمہ : رواۃ کے وطن اور شہروں کی پہچان۔ اس بحث سے مقصود : اوطان، وطن کی جمع ہے اور وطن وہ صوبہ یا طرف ہے جہاں انسان پیدا ہوا یا اس میں وہ مقیم ہو، اور بلدان، بلد کی جمع ہے اور بلد شہر یا وہ بستی ہے جہاں انسان پیدا ہوا یا اس میں وہ مقیم ہو۔ اس بحث سے مقصود رواۃ کے ان صوبوں اور شہروں کی پہچان ہے جن میں وہ پیدا ہوئے یا وہاں وہ مقیم رہے۔ اس کے چند فوائد : اس کے فوائد میں سے وناموں کے رمیان فرق کرنا ہے جو لفظ میں ایک ہوں جب دنوں کا تعلق و مختلف شہروں سے ہوگا اور یہ وہ چیز ہے جس کی حفاظت حدیث کو اپنے کاموں اور تصانیف میں ضرورت پڑتی ہے۔

عرب و عجم کس چیز کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں ؟ (أ) عرب پہلے اپنے قبیلوں کی طرف نسبت کیا کرتے نیز اس لیے کہ ان کی اکثریت سفر پسند کرنے والی بدو تھے، ان کا قبیلے سے تعلق سرزمین سے تعلق کی بہ نسبت زیادہ مضبوط تھا، جب اسلام آیا اور ان پر شہروں اور بستیوں میں رہنے کا رجحان غالب ہوا تو وہ لوگ اپنے شہروں اور بستیوں کی طرف منسوب ہوئے۔ (ب) البتہ عجم تو زمانہ قدیم ہی سے اپنے شہروں اور بستیوں کی طرف نسبت کرتے ہیں۔

نکات : محدثین کرام رواۃ کے شہروں اور علاقوں سے بھی بطور خاص بحث کرتے ہیں تاکہ التباس کے وقت شہروں کی نسبت کو پہچان کر ان کے رمیان فرق کیا جاسکے اور حافظ حدیث اس کا سب سے زیادہ ضرورت مند ہوتا ہے۔ عربوں میں جب تک تمدن کا غلبہ نہیں ہوا تھا اور وہ شہریت کی بہ نسبت بدویت کو پسند کرتے نیز تو اپنے قبیلہ کی طرف نسبت غالب تھے اور یہ ان کا بہترین تعارف

سمجھا جاتا تھا، پھر جب اسلام کا سورج طلوع ہوا، نظام وضع ہوا، اور عربوں میں بھی تمدن اور شہریت کا رجحان پیدا ہوا تو وہ رہائشی شہروں کی طرف منسوب ہونے لگے، البتہ عجم لوگ پہلے بھی علاقے کی طرف نسبت کرتے نیز اور بعد میں بھی ان کی اکثریت اسی پر عمل کرتی رہی۔

۴ - كَيْفَ يَنْتَسِبُ مَنْ انْتَقَلَ عَنْ بَلَدِهِ؟ (أ) إِذَا أَرَادَ الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا فِي الْإِنْتِسَابِ : فَلْيَبْدَأْ بِالْبَلَدِ الْأَوَّلِ ثُمَّ بِالثَّانِي الْمُنْتَقِلِ إِلَيْهِ ، وَيَحْسُنُ أَنْ يُدْخَلَ عَلَى الثَّانِي حَرْفُ "ثُمَّ" فَيَقُولَ مَنْ وَلِدَ فِي حَلَبَ ، وَانْتَقَلَ إِلَى الْمَدِينَةِ الْمُنَوَّرَةِ : "فُلَانُ الْحَلَبِيُّ ثُمَّ الْمَدِينِيُّ" وَعَلَى هَذَا عَمَلُ أَكْثَرِ النَّاسِ . (ب) وَإِذَا لَمْ يُرِدِ الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا : لَهُ أَنْ يَنْتَسِبَ إِلَى أَيِّهِمَا شَاءَ ، وَهَذَا قَلِيلٌ .

ترجمہ : جو شخص کسی شہر سے منتقل ہو جائے وہ کس طرح نسبت کرے گا؟ جواب: (أ) جب وہ نسبت میں ان دونوں کو جمع کرنا چاہے تو پہلے شہر سے ابتداء کرے پھر دوسرے شہر کو ذکر کرے جس میں وہ منتقل ہوا، اور بہتر یہ ہے کہ دوسرے شہر پر حرف "ثُمَّ" اخل کرے چنانچہ جو "حلب" میں پیدا ہوا اور مدینہ منورہ منتقل ہو گیا وہ یوں کہے: "فُلَانُ الْحَلَبِيُّ ثُمَّ الْمَدِينِيُّ" (فلاں شخص جو حلبی اور پھر مدنی ہے)، اسی کے مطابق اکثر لوگ عمل کرتے ہیں۔ (ب) اور جب دونوں کو اکٹھا کرنا نہ چاہے تو اس کے لیے ان میں سے کسی کی طرف بھی نسبت کرینے کی گنجائش ہے، اور ایسا کم ہے۔

۵ - كَيْفَ يَنْتَسِبُ مَنْ كَانَ مِنْ قَرْيَةٍ تَابِعَةً لِبَلَدَةٍ؟ (أ) لَهُ أَنْ يَنْتَسِبَ إِلَى تِلْكَ الْقَرْيَةِ . (ب) وَلَهُ أَنْ يَنْتَسِبَ إِلَى الْبَلَدَةِ التَّابِعَةِ لَهَا تِلْكَ الْقَرْيَةِ . (ج) وَلَهُ أَنْ يَنْتَسِبَ إِلَى تِلْكَ النَّاحِيَةِ الَّتِي مِنْهَا تِلْكَ الْبَلَدَةُ أَيْضًا . وَمِثَالُ ذَلِكَ : إِذَا كَانَ شَخْصٌ مِنَ "الْبَابِ" وَهِيَ تَابِعَةٌ لِمَدِينَةِ "حَلَبَ" وَحَلَبُ مِنَ "الشَّامِ" فَلَهُ أَنْ يَقُولَ فِي انْتِسَابِهِ : فُلَانُ الْبَابِيُّ ، أَوْ فُلَانُ الْحَلَبِيُّ ، أَوْ فُلَانُ الشَّامِيِّ . ۶ - كَمْ الْمُدَّةُ الَّتِي إِنْ أَقَامَهَا الشَّخْصُ فِي بَلَدٍ نُسِبَ إِلَيْهَا؟ أَرْبَعُ سِنِينَ ، وَهُوَ قَوْلُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ . ۷ - أَشْهُرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : (أ) يُمَكِّنُ أَنْ نَعْتَبِرَ كِتَابَ "الْأَنْسَابِ" لِلِسَّمْعَانِيِّ الَّذِي تَقَدَّمَ مِنْ مُصَنَّفَاتِ هَذَا النَّوعِ لِأَنَّهُ يَذْكُرُ الْإِنْتِسَابَ

إِلَى الْأَوْطَانِ وَغَيْرِهَا. (ب) وَمِنْ مَظَانٍ ذِكْرِ أَوْطَانِ الرِّوَاةِ وَبُلْدَانِهِمْ كِتَابُ
"الطَّبَقَاتُ الْكُبْرَى" لِابْنِ سَعْدٍ.

ترجمہ : جس شخص کا تعلق کسی شہر کے تابع بستی سے ہو، وہ کس طرح نسبت کرے؟ [جواب]
(ا) اس کے لیے اس بستی کی طرف نسبت کرنے کی گنجائش ہے۔ (ب) اور اس شہر کی طرف نسبت
کرنے کی بھی گنجائش ہے جس کے تابع وہ بستی ہے۔ (ج) اور اس کے لیے اس جانب کی طرف
بھی نسبت کرنے کی گنجائش ہے جس میں سے وہ شہر بھی ہے مثلاً جب کسی شخص کا تعلق "باب" سے ہو
جو حلب شہر کے تابع ہے اور حلب شام کا حصہ ہے، تو اس کے لیے نسبت میں اس طرح کہنے کی
گنجائش ہے کہ "فلاں بابی، یا فلاں حلبی، یا فلاں شامی"۔

وہ کتنی مدت ہے جو اگر آدمی کسی شہر میں گزار لے تو اس کی طرف اس کی نسبت کی جائے
گی؟ [جواب] چار سال، اور یہ عبد اللہ بن مبارک کا قول ہے۔ اس بارے میں مشہور ترین
تصانیف: (ا) ممکن ہے کہ ہم سمعانی کی کتاب "الأنساب" کو جس کا ذکر پہلے ہو چکا، اس نوع کی
تصانیف میں سے اعتبار کر لیں اس لیے کہ وہ وطن وغیرہ کی طرف نسبت بھی ذکر کرتے ہیں۔
(ب) رِوَاةِ کے وطنوں اور شہروں کا ذکر تلاش کرنے کے مقامات میں سے ایک ابن سعد کی کتاب
"الطبقات الکبریٰ" ہے۔

نکات: - کسی شخص کا تعلق جب شہر سے نہ ہو بلکہ شہر کے تابع مضافات سے ہو تو وہ اپنی نسبت
کس طرف کرے گا، شہر کی طرف یا اس مضافاتی بستی کی طرف؟ تو ایسے شخص کے لیے تینوں صورتیں
رست ہیں: (۱) مضافاتی بستی کی طرف نسبت کرے۔ (۲) مذکورہ شہر کی طرف نسبت کرے۔
(۳) اس طرف یا جانب کی طرف نسبت کرے جس میں وہ شہر بھی ہے جیسے ملک شام ایک جانب
ہے، اس کے کئی شہر ہیں اور ہر شہر کے کئی مضافات بھی مثلاً "الباب" ایک بستی ہے جو حلب شہر کے
تابع ہے (اور اب تک اسی نام کے ساتھ معروف ہے) اور حلب، شام کی جانب میں واقع ہے تو یہ
شخص یا تو بابی کہلائے گا یا حلبی یا شامی۔ ایک سوال اور بھی ہے وہ یہ کہ کتنی مدت تک ایک شہر میں
رہنے سے انسان کے لیے اس شہر کی طرف نسبت کرنا رست ہے؟ اس بارے میں ایک قول ہے،

محبت نبوی ﷺ سے لبریز اکابر امت کی پسندیدہ فرموہ
رو شریف کے یخی و نیاوی فوائد و برکات پر مشتمل کتاب

﴿جواہر رو و سلام﴾

تالیف: حضرت مولانا مفتی فیضان الرحمن کمال صاحب

کتاب کے مضامین پر طائرانہ نظر:

- ☆ رو و سلام کے حیرت انگیز فضائل اور ضروری مسائل
 - ☆ رو و سلام کے ۵۱ مستحب مواقع اور چند نکرہ اوقات
 - ☆ سب سے افضل رو کون سا ہے؟
 - ☆ رو و سلام سے مقاصد میں کامیابی اور مشکلات کا حل
 - ☆ یومیہ رو و سلام کا آسان و سہل وظیفہ
 - ☆ زیارت نبوی ﷺ کے لیے چوبیس وظیفے
 - ☆ شہر مدینہ سے محبت و عقیدت اور اس کی عظمت و فضیلت
 - ☆ روضہ اقدس پر حاضری کے آاب اور رو و سلام کا نذرانہ
 - ☆ مسجد نبوی اور گنبد خضرا کی تاریخ اور لربا تذکرہ
 - ☆ آنحضرت ﷺ کی مبارک زندگی کے مختصر خدوخال
 - ☆ محبت نبوی ﷺ کو لوں میں اُجاگر کرنے والے مضامین
- [تمام بڑے کتب خانوں پر دستیاب]